مراحلِ آخرت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مراحلِ آخرت

مراحلِ آخرت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

تصنیف: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تخریج : اَجمل علی مجددی، جلیل اَحمد ہاشمی

نظر ثانی : عین الحق بغدادی، سبط جمال پٹیالوی

زیر اِہتمام : فریدِ ملّت ؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ - Research.com.pk

مطبع : منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعت نمبر 1 : نومبر 2018ء [1,100 - پاکستان]

اِشاعت نمبر 2 : دسمبر 2018ء [1,100 - اِنڈیا]

قیمت : -/650 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف و تالیفات اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز وغیرہ سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔

fmri@research.com.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

مولاي صل وسلم دائما أبدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

محمد سيد الكونين والثقلين

والفريقين من عرب ومن عجم

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرس

پیش لفظ ۲۱

باب نمبر 1

فکرِ آخرت کی ضرورت و اہمیت **۲۵**

۱۔ دنیا کی حقیقت (قرآن مجید کی روشنی میں) ۲۷

۲۔ دنیا کی بے ثباتی (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں) ۳۲

۳۔ اُخروی زندگی کی کامیابی کا مدار دُنیاوی زندگی کے اَعمال پر ہے ۳۶

۴۔ دنیا کی ہر شے فانی ہے ۴۵

۵۔ انسان کے تین کھلے دشمن ۴۹

۶۔ دشمن کے حملوں سے بچاؤ کی تدابیر ۵۳

۷۔ اَعمالِ صالحہ ہی آخرت کا زادِ راہ ہیں ۵۶

۸۔ خوف و رجاء کا حسین امتزاج اُخروی کامیابی کا ضامن ہے ۶۵

۹۔ اَعمالِ صالحہ کے ساتھ اہلِ حق سے نسبت بھی لازم ہے ۷۰

توسلِ لفظی اور توسلِ نفسی ۷۱

۱۰۔ حقیقی کامیابی کا معیار کیا ہے؟ ۷۳
۱۱۔ فکرِ آخرت میں ہی حقیقی کامیابی مضمر ہے ۷۶
۱۲۔ فکرِ آخرت سے پہلو تہی ہی تمام مسائل کی جڑ ہے ۷۷

باب نمبر 2

علاماتِ قیامت کے ظہور کا مرحلہ ۷۹

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال اور قیامت باہم متقارب ہیں ۸۵
۲۔ قیامت کی علاماتِ صغریٰ ۸۷
(۱) دورِ فتن میں علم اُٹھا لیا جائے گا ۸۸
(۲) فتنوں اور معاشرتی برائیوں کی کثرت ہوگی ۹۵
(۳) دین و ایمان کو دنیاوی متاع کے عوض فروخت کر دیا جائے گا ۱۱۱
(۴) دین سے خارج گروہ اور گم راہ قائدین کا ظہور ہوگا ۱۱۳
(۵) دورِ فتن میں دین پر اِستقامت اور فرقہ پرستی سے بچنا انتہائی مشکل ہوگا ۱۱۸
(۶) حکمران نااَہل اور منافق ہوں گے ۱۲۰
(۷) زمانے کے بدنام ترین لوگ دنیا میں شریف اور معزز کہلائیں گے ۱۲۸
(۸) اہل مغرب کا غلبہ ہو جائے گا ۱۳۰

(۹) خطۂ عرب میں معاشی خوش حالی کا دور دورہ ہوگا ۱۳۳
(۱۰) ناگہانی اموات کی کثرت ہوگی ۱۳۵
(۱۱) شعور کے فقدان کے باعث رائے عامہ کی پیروی سے بچنے کا حکم ۱۳۶
(۱۲) زمانۂ فساد میں اِصلاح کا فریضہ ادا کرنے والوں کے لیے مبارک باد ۱۳۸
۳۔ قیامت کی علاماتِ کبریٰ ۱۴۱
(۱) ظہورِ امام مہدی علیہ السلام ۱۴۱
علاماتِ کبریٰ اور امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ظہور ۱۴۵
اَہم نکتہ ۱۴۶
(۲) دجّال کا خروج ۱۴۸
خروجِ دجّال کی نشانیاں ۱۵۳
کیا موجودہ حالات کو خروجِ دجّال کا پس منظر قرار دیا جا سکتا ہے؟ ۱۵۶
(۳) نزولِ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ۱۵۶
نزولِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے احوال اور نشانیاں ۱۵۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام دو الگ الگ شخصیات ہیں ۱۶۳
(۴) یاجوج ماجوج کا خروج ۱۶۴
(۵) مدینہ منورہ کا غیر آباد ہو جانا ۱۷۲

(۶) کعبۃ اللہ کا اِنہدام ۱۷۸
(۷) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ۱۷۹
(۸) دابۃ الأرض کا خروج ۱۸۴
(۹) دھویں (دُخان) کا ظہور ۱۸۶
(۱۰) تمام مومنین کی اَرواح قبض کر لینے والی ہوا کا ظہور ۱۸۸
(۱۱) قرآن مجید کا سینوں اور صحائف سے اُٹھا لیا جانا ۱۹۱
(۱۲) آگ کا ظہور جو تمام لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع کر دے گی ۱۹۳

باب نمبر 3

موت، قیامت کا اوّلین مرحلہ ہے ۱۹۷

۱۔ موت کی حقیقت کیا ہے؟ ۱۹۹
۲۔ موت و حیات کی درست ترتیب ۲۰۴
۳۔ تذکارِ موت اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان ایک کسوٹی ہے ۲۰۶
۴۔ جس کی موت ہوگئی، اُس کی قیامت واقع ہوگئی ۲۰۹
۵۔ موت کی یاد، لذّات کو توڑنے والی ہے ۲۱۰
۶۔ موت کو ہر وقت یاد رکھنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں ۲۱۳
(۱) سیدنا ابو بکر صدیق ﷺ کا فکرِ آخرت ۲۱۶

(۲) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فکرِ آخرت ۲۱۸
(۳) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فکرِ آخرت ۲۲۲
(۴) سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا فکرِ آخرت ۲۲۳
(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر اولیاء وصلحاء کے اَحوال ۲۲۴
۸۔ حیاتِ دنیوی کے عناصرِ خمسہ ۲۲۸
۹۔ حقیقتِ ایمان ۲۳۵
۱۰۔ بہترین ہم نشینوں کی پہچان ۲۳۸
۱۱۔ خوف و رِجا اور بے عملی کا بیان ۲۴۳
۱۲۔ خوف و رِجا کی کیفیت کا حاصل خشیتِ الٰہی ہے ۲۴۵
۱۳۔ حاصلِ کلام ۲۴۷

باب نمبر 4

مرحلۂ قبر اور عذابِ قبر ۲۴۹

۱۔ قبر کی اپنے مکین کو پکار ۲۵۳
۲۔ میت کی پکار اور قوتِ سماعت ۲۵۶
۳۔ نکیرین کے سوالات اور جوابات کا سخت مرحلہ ۲۵۹
۴۔ قبر کے بہترین ساتھی کون ہیں؟ ۲۶۳

۵۔ درودِ پاک عالمِ برزخ کا بہترین رفیق ہے ۲۷۶
۶۔ قبر جنت کا باغ بھی بن سکتی ہے اور دوزخ کا گڑھا بھی ۲۷۹
۷۔ عذابِ قبر سے پناہ کی تلقین ۲۸۸
۸۔ قبر میں مومن کے اعزازات ۲۹۰
(۱) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف ۲۹۲
(۲) ارواحِ مومنین کا استقبال کرنا ۲۹۴
(۳) فرشتوں کا اچھے اَلقابات سے نوازنا ۲۹۷
(۴) قبر میں جنت اور دوزخ کا نظارہ ۳۰۰
(۵) قبروں میں کشادگی اور روشنی کا انتظام ۳۰۲
۹۔ عذابِ قبر کے مختلف اَسباب ۳۰۵
(۱) کفر وشرک کرنا ۳۰۵
(۲) نکیرین کے سوالات کے جوابات نہ دے سکنا ۳۰۷
(۳) معرفتِ مصطفیٰ ﷺ سے محرومی ۳۱۰
(۴) طہارت و پاکیزگی میں بے احتیاطی برتنا اور غیبت کرنا ۳۱۲
(۵) قرآن مجید حفظ کر کے بھلا دینا اور فرض نماز کو ترک کرنا ۳۱۳
(۶) دروغ گوئی اور کذب بیانی ۳۱۴
(۷) بدکاری کرنا ۳۱۵

(۸) سود خوری ۳۱۵
(۹) نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا اور دوسروں کی عیب جوئی کرنا ۳۱۶
(۱۰) ملاوٹ کرنا ۳۱۷
۱۰۔ عذابِ قبر کی مختلف صورتیں ۳۲۲
(۱) پتھروں سے میت کا سر کُچلا جانا ۳۲۲
(۲) میت پر سانپوں اور بچھوؤں کو مسلّط کیا جانا ۳۲۵
(۳) میت پر قبر کا تنگ کر دیا جانا ۳۲۶
(۴) میت کو لوہے کے گُرزوں سے مارا جانا ۳۲۹
(۵) قبر کا آگ سے بھر جانا ۳۳۲
۱۲۔ اعمالِ صالحہ عذابِ قبر سے نجات کا ذریعہ ہیں ۳۳۳

باب نمبر 5

مرحلۂ اِنعقادِ قیامت اور واقعات و اَحوالِ قیامت ۳۳۹

۱۔ اِنعقادِ قیامت ۳۴۳
۲۔ یوم قیامت کی ہول ناکیاں ۳۴۵
(۱) صور کا پھونکا جانا ۳۴۵
(۲) آسمانوں کا پھٹ جانا ۳۵۰

(۳) سورج، چاند اور ستاروں کا لپیٹ دیا جانا ۳۵۳

(۴) سمندروں کا آپس میں مل جانا ۳۵۵

(۵) تباہ کن زلزلے کا ظاہر ہونا ۳۵۵

(۶) پہاڑوں کا روئی کی طرح بکھر جانا ۳۵۷

(۷) روزِ حشر ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوگا ۳۵۹

(۸) کفار کے لیے یومِ حشر کا دورانیہ پچاس ہزار سال کا ہوگا ۳۶۴

(۹) مومنین و صالحین کو یومِ حشر کا دورانیہ صرف عصر اور مغرب کے درمیانی عرصہ جتنا محسوس ہوگا ۳۶۶

(۱۰) روزِ قیامت نفسانفسی کا عالم ہوگا ۳۶۸

i. روزِ قیامت متقین کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم ۳۶۹

ii. یومِ حشر متقین سواری پر جب کہ گنہگار منہ کے بل گھسیٹ کر لائے جائیں گے ۳۷۱

(۱۱) روزِ حشر کفار و مشرکین کے لیے انتہائی سخت ہوگا ۳۷۴

i. روزِ قیامت جھوٹے معبود اپنے پیروکاروں سے اِظہارِ لاتعلقی کریں گے ۳۷۴

ii. یومِ حشر مشرکین حسرت کریں گے: کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوتے ۳۷۸

۳۔ روزِ محشر کی حشر سامانیاں اور لمحۂ فکریہ ۳۸۰

باب نمبر 6

یومِ حشر کے دیگر مراحل ۳۹۳

۱۔ مرحلۂ شفاعتِ کبریٰ ۳۹۵

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ کا شافع ہونا ۳۹۷

i. روزِ قیامت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اُمتوں کے ساتھ بارگاہِ مصطفوی میں شفاعت کے لیے حاضر ہوں گے ۳۹۷

ii. حضور ﷺ اُن کی بھی شفاعت فرمائیں گے جن کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان ہوگا ۴۰۱

iii. حضور ﷺ کی شفاعت سے قبل لوگ کہاں ہوں گے؟ ۴۰۵

(۲) شفاعت کی اقسام ۴۰۷

i. شفاعتِ عامہ: حساب کتاب کا آغاز کرنے کے لیے شفاعت ۴۰۷

ii. شفاعتِ خاصہ: جنت میں بغیر حساب و کتاب دخول کے لیے شفاعت ۴۰۸

iii. جہنم کے مستحقین کے لیے شفاعت ۴۰۸

iv. گنہگاروں کو جہنم سے نکالنے کے لیے شفاعت ۴۰۸

v. اہل جنت کے درجات کی بلندی کے لیے شفاعت ۴۰۸

۲۔ مرحلۂ حساب ۴۰۹

(۱) مرحلۂ حساب (قرآنی آیات کی روشنی میں) ۴۱۰
(۲) مرحلۂ حساب (احادیث مبارکہ کی روشنی میں) ۴۱۵
i. روزِ قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا ۴۱۷
ii. حقوق العباد کا حساب ۴۱۸
iii. اللہ تعالیٰ کا بندے سے چار نعمتوں پر سوال ۴۲۴
(۳) اُمتِ محمدی میں سے کئی لوگ بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے ۴۲۶
۳۔ مرحلۂ شہادتِ اَعضاء ۴۳۰
(۱) مرحلۂ شہادتِ اَعضاء (قرآنی آیات کی روشنی میں) ۴۳۰
(۲) مرحلۂ شہادتِ اَعضاء (احادیث کی روشنی میں) ۴۳۴
۴۔ مرحلۂ قضاء ۴۳۹
(۱) مرحلۂ قضاء (قرآنی آیات کی روشنی میں) ۴۳۹
(۲) مرحلۂ قضاء (احادیث کی روشنی میں) ۴۴۱
۵۔ مرحلۂ کتبِ اَعمال (نامہ اَعمال کا تھمایا جانا) ۴۴۵
(۱) مرحلۂ کتبِ اَعمال (قرآن کی روشنی میں) ۴۴۵
i. روزِ محشر تمام اعمالِ زندگی نامۂ اعمال میں درج ہوں گے ۴۴۸
ii. نیک لوگوں کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۴۴۹

iii. بُرے لوگوں کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۴۵۰
(۲) مرحلۂ کتبِ اَعمال (احادیث کی روشنی میں) ۴۵۲
۶۔ مرحلۂ میزان ۴۵۶
(۱) مرحلۂ میزان (قرآن کی روشنی میں) ۴۵۷
i. میزان میں اعمال تولنے کی حقیقت ۴۵۹
ii. میزان میں کیا چیز تولی جائے گی؟ ۴۶۲
پہلا قول: اَعمال تولے جائیں گے ۴۶۲
دوسرا قول: صاحبِ عمل کو تولا جائے گا ۴۶۴
تیسرا قول: کتبِ اعمال تولے جائیں گے ۴۶۵
iii. میزان میں اعمال میں سے سب سے بھاری عمل کون سا ہوگا؟ ۴۶۷
iv. مرحلۂ میزان سے متعلق چند مزید احادیثِ مبارکہ ۴۶۹
۷۔ مرحلۂ صراط ۴۷۴
(۱) مرحلۂ صراط (قرآن مجید کی روشنی میں) ۴۷۴
(۲) مرحلۂ صراط (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں) ۴۸۰
پل صراط سے گزرتے وقت مومنین کے اَحوال ۴۹۰
(۳) وہ اَعمالِ صالحہ جو پل صراط پر ثابت قدمی کا باعث ہوں گے ۴۹۳
i. مساجد کے ساتھ تعلق ۴۹۳

ii. دوسروں کی مشکل دور کرنا ۴۹۴
iii. منافق کے مقابلہ میں مومن کی حمایت ۴۹۵
iv. اخلاصِ نیت سے صدقہ کرنا ۴۹۶
۸۔ مرحلۂ کوثر ۴۹۶
(۱) مرحلۂ کوثر (قرآن مجید کی روشنی میں) ۴۹۷
(۲) مرحلۂ کوثر (احادیثِ نبوی کی روشنی میں) ۴۹۸
۹۔ مرحلۂ شفاعتِ صغریٰ ۵۰۳
(۱) مرحلۂ شفاعتِ صغریٰ (قرآنی آیات کی روشنی میں) ۵۰۴
(۲) مرحلۂ شفاعتِ صغریٰ (احادیث مبارکہ کی روشنی میں) ۵۱۰
۱۰۔ مرحلۂ دخولِ جنت و نار ۵۲۴
(۱) قرآن میں اہلِ جنت کا بیان ۵۲۴
جنت کے مختلف نام ۵۳۱
(۲) قرآن میں اہلِ دوزخ کا بیان ۵۳۸
i. اہلِ جنت کا اہلِ دوزخ سے مکالمہ ۵۵۳
ii. جہنم کے مختلف نام ۵۵۶
(۳) مرحلۂ دخولِ جنت و نار (احادیث کی روشنی میں) ۵۵۹
i. احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اہلِ جنت کے احوال ۵۵۹

ii. احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اہلِ جہنم کے احوال ۵۷۵

۱۱۔ مرحلۂ خاتمۂ موت ۵۸۲

۱۲۔ مرحلۂ خلود ۵۸۶

حاصلِ کلام ۵۹۳

مصادر و مراجع ۵۹۷

پیش لفظ

اس رزم گاہِ حق و باطل میں اِنسان کا قیام عارضی ہے۔ یہ دنیا دار الفنا ہے۔ اِس جہانِ رنگ و بو میں جو کچھ بھی ہے، سب ختم ہو جانے والا ہے۔ روزِ قیامت ساری کائنات دُھنکی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح فضاؤں میں اُڑتی پھرے گی۔ دنیا، دار العمل ہے اور آخرت، دار الجزاء ہے۔ اِسی لیے تو دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا ہے۔ انسان یہاں جو کچھ کرے گا، اس کا صلہ اگلے جہاں میں اُسے ضرور ملے گا۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جس قدر قیام کرنا مقصود ہو اُسی قدر انتظام کیا جاتا ہے۔ اگر قیام عارضی ہے تو سامان محدود رکھا جاتا ہے اور اگر ٹھکانہ مستقل ہو تو پھر انتظامات بھی دائمی کیے جاتے ہیں۔ جو شخص خود کو دنیا کے رنگ میں رنگ کر اپنے شب و روز ظہیر الدین بابر کے اس مقولے کے مطابق گزارتا ہے:

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

''اے بابر! عیش کرلو، یہ دنیا دوبارہ لوٹ کر آنے والی نہیں۔''

تو ایسا بد بخت شخص دونوں جہاں میں ناکام و نامراد رہتا ہے۔ یہ دنیا جائے امتحان ہے۔ اس کی چکا چوند اور نفس کے مکروہ جال سے بچ کر ہی زندگی گزارنا اصل کامیابی ہے۔ لہٰذا ہمیں دنیا کے دھندوں اور مشاغل کو نبھاتے ہوئے اور کارِ دنیا بجا لاتے ہوئے فرصت کے لمحات ارزاں کر کے اپنے نفس کی اصلاح، اَعمال و اَحوال کی تبدیلی اور آخرت کی تیاری کے لیے ہر وقت کوشاں رہنا چاہیے۔

جو شخص دنیا کو فانی سمجھتے ہوئے اِس میں رہنے کے برائے نام اِنتظامات کرتا ہے اور اُخروی و مستقل زندگی کے لیے مکمل تیاری کرتا ہے، وہی کامیاب ٹھہرتا ہے۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبالؔ نے اس حوالے سے کیا خوب کہا ہے:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے
مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لیے ہے نہ آشیاں کے لیے

صاحبِ دل شخص دنیا میں ضرور رہتا ہے، مگر دنیا دار بن کر نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ○ [النور، ۲۴/۳۷]

(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی○

بندگانِ خدا دنیا میں رہتے ہیں مگر دنیا ان میں نہیں بستی۔ وہ اُمورِ دنیا بجا لاتے ہیں مگر ان کے دل دنیا اور اس کی محبت سے خالی ہوتے ہیں۔ گویا وہ ہمہ وقت ''ہتھ کار وَل، دِل یار وَل'' کا عملی مصداق ہوتے ہیں۔

مردِ حق بخوبی جانتا ہے کہ تین دشمن ہمہ وقت اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا دشمن نفس، دوسرا شیطان اور تیسرا اور آخری دشمن اس دنیا کی محبت ہے۔ گویا ہر شخص کو ہمہ وقت ان تین محاذوں پر نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ لیکن اِس نفسانی جنگ میں صرف جسمانی ہی نہیں بلکہ روحانی قوت بھی درکار ہوتی ہے اور روحانی قوت کا منبع تقویٰ ہے۔ درحقیقت تقویٰ ہی ایسا نور ہے جو ہمیں دنیا کی بے ثباتی اور فکرِ آخرت سے آگہی دلاتا ہے۔ اِس کی بدولت یہ

اِحساس ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے اور ایک دن ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے۔ تقویٰ کا نور ہی بندے کو نفس اور دنیا کی ظلمتوں سے نجات دلا کر حق کی روشن راہ پر گامزن کرتا ہے۔ عالمِ آگاہی میں اس کی نظر ہمہ وقت ظاہر کے بجائے آخرت پر جمی رہتی ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو انسان کو حقیقی انسان اور بندۂ مرتضٰی کے مرتبے پر فائز کرتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی زیرِ نظر تصنیف کا موضوع بھی فکرِ آخرت ہے۔ مراحلِ آخرت کے تفصیلی بیان کے ذریعے دراصل قلوب و اَذہان میں فکرِ آخرت جاگزیں کرتے ہوئے آخرت کو دنیا پر فوقیت دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اِس مایہ ناز تصنیف میں واضح کیا گیا ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا بنیادی سبب فکرِ آخرت کا دلوں سے مٹ جانا اور مراحلِ آخرت کے لیے خود کو تیار نہ کرنا ہے۔ اس ضمن میں رحمتِ اِلٰہی کی اُمید اور اَعمالِ صالحہ کی بجا آوری دونوں کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔ قبر کی زندگی پر بحث کرتے ہوئے عالمِ برزخ کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ موت دراصل آخرت اور قیامت کا پہلا مرحلہ ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے زیرِ نظر کتاب میں بڑی خوب صورتی سے قاری کے قلب میں فکرِ آخرت کا بیج بوتے ہوئے اُسے مراحلِ آخرت کی تیاری کی طرف راغب کیا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا درس دیتے ہوئے اپنی زندگیوں کو اسلام کے زرّیں اُصولوں کے تحت گزارنے اور دونوں جہانوں کی کامیابیاں سمیٹنے کی ترغیب دی ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے، ہر قلب میں آخرت کی فکر پیدا کرے اور اُخروی کامیابی کے لیے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ]

(محمد فاروق رانا)

ڈائریکٹر FMRi

25 اکتوبر 2018ء

باب نمبر 1

فکرِ آخرت
کی
ضرورت و اَہمیت

زندگی کے بارے میں کہنے والوں نے بہت کچھ کہا ہے۔ کسی نے اسے کھیل تماشے سے تعبیر کیا تو کسی نے اسے چار دن کی چاندنی سے تشبیہ دی ہے۔ غرض کہ ہر شخص نے زندگی کو اپنے ذوق کے مطابق سمجھا اور اسی کے مطابق گزارا ہے۔ ہر صاحبِ نظر اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ تو محض اپنے مالکِ حقیقی کو راضی کرنے کا ایک چھوٹا سا دورانیہ ہے۔ اس عارضی و بے ثبات زندگی میں جو شخص جس قدر اپنے رب کو راضی کر لے گا، اسی قدر دائمی زندگی میں بلند مقام و مرتبہ پائے گا۔ اگر غور کیا جائے تو زندگی کی دولت نہ تو ہماری خوشی سے ہمیں ملی ہے اور نہ ہی اسے ہم اپنی مرضی سے واپس کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں شیخ ابراہیم ذوقؔ نے کیا خوب کہا ہے:

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

۱۔ دنیا کی حقیقت (قرآن مجید کی روشنی میں)

زندگی کی یہ نعمت اللہ رب العزت کی امانت ہے اور وہی اپنی مرضی سے اسے واپس لے گا۔ لہٰذا یہ جس کی امانت ہے اسی کے حکم کے مطابق گزارنی چاہیے۔ ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم دنیا کے تمام گورکھ دھندے چھوڑ کر اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہوئے اپنے اعمال اور احوال میں تبدیلی لائیں اور آخرت کی فکر پیدا کرنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہیں۔ ہر صاحبِ بصیرت بخوبی جانتا ہے کہ دنیا کی حقیقت کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر دنیا کی بے ثباتی کو بیان فرمایا ہے۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ○ (۱)

اور دنیوی زندگی (کی عیش وعشرت) کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ہی ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، کیا تم (یہ حقیقت) نہیں سمجھتے○

۲۔ دنیاوی زندگی کی حیثیت اُخروی اور ابدی زندگی کے مقابلے میں بے وقعت اور حقیر ہے۔ حکمِ الٰہی ہے:

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ○ (۲)

کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی سے راضی ہوگئے ہو؟ سو آخرت (کے مقابلہ) میں دنیوی زندگی کا ساز و سامان کچھ بھی نہیں مگر بہت ہی کم (حیثیت رکھتا ہے)○

۳۔ واضح رہے کہ جو لوگ دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنی آخرت کو بھول جاتے ہیں، ان کے لیے قرآنِ مجید میں شدید عذاب کی وعید ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ○ (۳)

بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی سے خوش ہیں اور اسی سے مطمئن ہوگئے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں○ انہی لوگوں کا ٹھکانا

---

(۱) الأنعام، ۶: ۳۲

(۲) التوبة، ۹: ۳۸

(۳) يونس، ۱۰: ۷-۸

جہنم ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کماتے رہے○

۴۔ اُم الکتاب قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ○ (۱)

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اور وہ (کافر) دنیا کی زندگی سے بہت مسرور ہیں، حالاں کہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایک حقیر متاع کے سوا کچھ بھی نہیں○

۵۔ جو لوگ دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِنِ○ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍم بَعِيْدٍ○ (۲)

اور کفّار کے لیے سخت عذاب کے باعث بربادی ہے○ (یہ) وہ لوگ ہیں جو دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس (دینِ حق) میں کجی تلاش کرتے ہیں۔ یہ لوگ دور کی گمراہی میں (پڑ چکے) ہیں○

۶۔ خالقِ دوجہاں نے واضح انداز میں فرما دیا ہے کہ گم راہی کا سب سے بڑا سبب دنیا کی محبت ہے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

(۱) الرعد، ۱۳: ۲۶

(۲) ابراہیم، ۱۴: ۲-۳

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ○[1]

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت پر عزیز رکھا اور اس لیے کہ اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں فرماتا○

۷۔ دنیاوی زندگی مادی چکاچوند کے سبب بظاہر خوبصورت اور رنگین دکھائی دیتی ہے، لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ قرآنِ مجید نے اِس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل مثال پیش کی ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا○[2]

اور آپ انہیں دنیوی زندگی کی مثال (بھی) بیان کیجیے (جو) اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان کی طرف سے اتارا تو اس کے باعث زمین کا سبزہ خوب گھنا ہوگیا پھر وہ سوکھی گھاس کا چورا بن گیا جسے ہوائیں اڑا لے جاتی ہیں، اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت والا ہے○

۸۔ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ○[3]

اور (اے لوگو!) یہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں ہے، اور حقیقت میں آخرت کا گھر ہی (صحیح) زندگی ہے۔ کاش! وہ لوگ (یہ راز) جانتے ہوتے○

---

(۱) النحل، ۱۶: ۱۰۷

(۲) الکہف، ۱۸: ۴۵

(۳) العنکبوت، ۲۹: ۶۴

۹۔ ہر صاحبِ قلب ونظر اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی، جب کہ آخرت کی زندگی حقیقی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ○ (۱)

وہ (تو) دنیا کی ظاہری زندگی کو (ہی) جانتے ہیں اور وہ لوگ آخرت (کی حقیقی زندگی) سے غافل و بے خبر ہیں○

۱۰۔ اس حوالے سے قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ○ (۲)

اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی بس (چند روزہ) فائدہ اٹھانے کے سوا کچھ نہیں اور بے شک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے○

۱۱۔ یہ زندگی سراسر ابتلا و آزمائش اور امتحان سے بھری ہوئی ہے۔ جو لوگ اِسے لہو ولعب، زیب و زینت، مال و اولاد کے تفاخر اور معیارِ زندگی کو بلند کرنے کی دھن میں گزارتے ہیں، قرآنِ حکیم ان لوگوں کی مثال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ ۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ○ (۳)

جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں

---

(۱) الروم، ۳۰: ۷

(۲) غافر، ۴۰: ۳۹

(۳) الحدید، ۵۷: ۲۰

فخر اور خودستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے، اس کی مثال بارش کی سی ہے کہ جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، پھر تم اسے پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، اور آخرت میں (نافرمانوں کے لیے) سخت عذاب ہے اور (فرمانبرداروں کے لیے) اللہ کی جانب سے مغفرت اور عظیم خوشنودی ہے، اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا کچھ نہیں ہے○

ان آیاتِ بینات سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، جب کہ آخرت کا گھر حقیقی اور ابدی ٹھکانہ ہے، دنیا عارضی جائے پناہ ہے اور جنت ابدی ٹھکانہ۔ لہٰذا ہمیں اسی مقام کے لیے تیاری کرنی چاہیے جہاں مستقل قیام کرنا ہے۔

۲۔ دنیا کی بے ثباتی (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

دُنیا درحقیقت امتحان گاہ ہے اور اس کے نتائج کی جگہ آخرت ہے۔ واضح رہے کہ انسان کے پاس دنیاوی زندگی کا ہر لمحہ غنیمت ہے۔ جب عارضی زندگی ختم ہوگی اور دائمی حیات کا آغاز ہوگا تو معلوم ہوگا کہ آخرت کے مقابلے میں دُنیا کی زندگی اور مہلت کوئی حیثیت اور وُقعت نہیں رکھتی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرامینِ مقدسہ میں دنیا کی اسی بے ثباتی کو واضح فرمایا ہے۔ اگر سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ کریں تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرماتے ہوئے کبھی دنیا کو مومن کے لیے قید خانہ قرار دیتے ہیں تو کبھی اسے مردار بکری سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر نبیِ مکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کو ایک مچھر کے پر سے بھی کم تر قرار دیا ہے۔ ان سب احادیث کا مقصود فکرِ آخرت بیدار کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۱۔ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے دنیا کی حقیقت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاللهِ، مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ (وَأَشَارَ

يَحْيَى بِالسَّبَّابَةِ) فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ. (۱)

بخدا! دنیا آخرت کے مقابلے میں محض اس طرح ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنی اس انگلی کو (یحییٰ نے انگشت شہادت کا اشارہ کیا) سمندر میں ڈال دے پھر نکال کر دیکھے اس پر کیا لگا ہوا ہے؟

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. (۲)

دنیا مومن کے لیے قید خانہ، جبکہ کافر کے لیے جنت کی طرح ہے۔

۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ (مدینہ کے مضافات میں واقع) عالیہ گاؤں سے واپسی پر ایک بازار سے گزرے، تو وہاں بکری کا مردہ بچہ پڑا ہوا تھا جس کا ایک کان چھوٹا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑ کر صحابہ کرام ؓ سے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: ہم اسے کسی بھی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کریں گے، ہم بھلا اس کا کیا کریں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: بخدا! اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، ۴: ۲۱۹۳، الرقم: ۲۸۵۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۲۸، الرقم: ۱۸۰۳۷

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الزهد، باب ۱۵، ۴: ۵۶۱، الرقم: ۲۳۲۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، ۴: ۲۲۷۲، الرقم: ۲۹۵۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۲۳، الرقم: ۸۲۷۲

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء أن الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر، ۴: ۵۶۲، الرقم: ۲۳۲۴

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، ۲: ۱۳۷۸، الرقم: ۴۱۱۳

تب بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا ایک کان چھوٹا ہے، جب کہ اب تو پھر یہ مردہ ہے! اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَوَاللهِ، لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ. (۱)

بخدا! جس طرح یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

۴۔ حضرت مستورد بن شداد ؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس جماعت میں شامل تھا جو رسول اکرم ﷺ کے ہم راہ بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس کھڑی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم دیکھتے ہو کہ یہ اپنے مالک کی نظر میں اس قدر حقیر ہے کہ اسے اٹھا کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مالک نے اسے حقیر سمجھ کر ہی تو پھینکا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس قدر یہ بکری کا بچہ اپنے مالک کی نظر میں ذلیل وحقیر ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ بے قیمت اور حقیر ہے۔ (۲)

اس مفہوم کی دیگر احادیث امام احمد بن حنبل، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہیں۔

۵۔ حضرت سہل بن عبد اللہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، ۴: ۲۲۷۲، رقم: ۲۹۵۷
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۵، رقم: ۱۴۹۷۲

(۲) ترمذی، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنيا على الله عزوجل، ۴: ۵۶۰، الرقم: ۲۳۲۱

مَاءٍ.(۱)

اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت ہوتی تو وہ کفار کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پینے دیتا۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

أَلَا، إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذِكْرُ اللهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ.(۲)

خبردار! بے شک یہ دُنیا ملعون ہے۔ جو کچھ بھی اِس میں ہے، وہ بھی ملعون ہے (یعنی اللہ کی رحمت سے دوری کا باعث ہے)، سوائے ذکر الٰہی کے اور جو اُس ذکر سے منسوب ہو گیا اور سوائے عالم (ربانی) کے یا طلب علم کے (یعنی صرف یہ خدا کی رحمت کے مستحق ہیں باقی چیزیں رحمت سے دور ہیں)۔

۷۔ ایک دوسرے مقام پر آسان انداز میں دنیا کی بے ثباتی کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هٰذَا ابْنُ آدَمَ وَهٰذَا أَجَلُهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَهَا، فَقَالَ: وَثَمَّ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل، ۴: ۵۶۰، الرقم: ۲۳۲۰

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب مثل الدنیا، ۲: ۱۳۷۶، الرقم: ۴۱۱۰

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل، ۴: ۵۶۱، الرقم: ۲۳۲۲

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب مثل الدنیا، ۲: ۱۳۷۷، الرقم: ۴۱۱۲

أَمَلُهُ وَثَمَّ أَمَلُهُ وَثَمَّ أَمَلُهُ. (۱)

یہ آدم کا بیٹا ہے اور یہ اُس کی اجل ہے اور یہ (فرماتے ہوئے) آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنی گردن کی پشت پر رکھا، پھر اُسے پھیلایا اور فرمایا: اس کی اُمیدیں یہاں ہیں اور وہاں ہیں (یعنی لامحدود ہیں)۔

اس سے آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ انسان کی موت اس کے بالکل قریب ہے مگر اس کی اُمیدیں اور آرزوئیں اتنی دور دور تک پہنچی ہوئی ہیں کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ موت تو اس کی شہ رگ کے قریب کھڑی ہے وہ اپنی لمبی اُمیدوں میں مگن ہو کر غافل ہوتا ہے کہ موت اچانک اسے آ دبوچتی ہے۔

۳۔ اُخروی زندگی کی کامیابی کا مدار دُنیاوی زندگی کے اَعمال پر ہے

دُنیوی اور اُخروی زندگی کی اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد یہاں مزید ایک حقیقت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ اگرچہ دنیوی زندگی عارضی ہے جبکہ مرنے کے بعد کی زندگی دائمی و ابدی ہے۔ یاد رہے کہ ہمیشہ رہنے والی زندگی اسی صورت میں خوش گوار اور راحت کا سرچشمہ ہو سکتی ہے جب دنیوی زندگی کو پرہیزگاری سے بسر کیا جائے گا۔ اگر عارضی زندگی نافرمانی، ظلم اور بددیانتی کے رویے میں بسر کی ہوگی تو پھر چند دنوں کی یہ من مانی، کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کو وحشت، عذاب، کرب اور اذیت کی آماجگاہ بنا دے گی۔ ایک طرف دنیوی زندگی انتہائی بے وقعت سہی مگر دوسری طرف یہ ایک اہم حقیقت بھی ہے۔ اُخروی زندگی کی کامیابی کا انحصار دنیوی زندگی کے اچھے اعمال پر ہے۔ اس انحصار نے دنیوی زندگی کو اٹل حقیقت میں تبدیل کر دیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء في قصر الأمل، ۴: ۵۶۸، رقم: ۲۳۳۴

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۲۶۳، رقم: ۲۹۹۸

گویا دنیا کی بے ثباتی کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ مقصود بالذات تو نہیں ہے، لیکن مقصود و مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ ضرور ہے۔ اس دنیا کی ذاتی دل کشی اور اہمیت معمولی ہے۔ دُنیوی زندگی کی اصل اہمیت اِس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ یہ آخرت کی زندگی سنوارنے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس سے وہی کام لیا جانا چاہیے جس سے دائمی و ابدی فوائد حاصل ہوں۔

۱۔ رسول مکرم ﷺ نے اِس حقیقت کو یوں واضح فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُولُ: إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. (۱)

دنیا میں اس طرح رہ گویا تو پردیسی یا مسافر ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو تو شام کا منتظر نہ رہ اور اپنی صحت کے زمانے میں اپنی بیماری کے زمانے کے لیے توشہ لے لے اور اپنی زندگی کے دوران اپنی موت کے لیے تیاری کر لے۔

امام ترمذی کی بیان کردہ روایت میں راوی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا:

فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي، يَا عَبْدَ اللهِ، مَا اسْمُكَ غَدًا.

کیونکہ اے بندۂ خدا! تو نہیں جانتا کہ کل تیرا کیا نام ہوگا (یعنی زندہ یا مردہ، نیک یا بد، خوش بخت یا بد بخت)۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ: كن في الدنيا كأنّك غريب أو عابر سبيل، ۵: ۲۳۵۸، رقم: ۶۰۵۳

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء في قصر الأمل، ۴: ۵۶۷، رقم: ۲۳۳۳

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۷۱، رقم: ۶۹۸

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی توضیح یہ حقیقت واضح کر رہی ہے کہ راہیں کتنی ہی کٹھن اور دشوار گزار کیوں نہ ہوں، اگر منزلِ مقصود کے حصول کا شوق اور جذبہ موج زن ہو تو انسان پُر خطر راہوں کو طے کر ہی لیتا ہے۔ اگر منزلِ مقصود کا تعین اور اُس کے حصول کا نصب العین واضح ہو اور پختہ یقین ہو کہ منزلِ مقصود راستے کی تزئین و آرائش سے کئی گنا زیادہ دل کش ہے، پھر انسان راستے کی رعنائیوں میں دل لگا کر بیٹھ نہیں جائے گا بلکہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے ان ادنیٰ اور عارضی خوشیوں کو قربان کر دے گا۔ دنیا میں پیش آنے والی تکالیف اور مصائب و آلام کو ہنس کر سہہ لے گا۔ جب انسان کو معلوم ہو کہ جس قدر مقصد اعلیٰ ہوتا ہے محنت بھی اتنی ہی درکار ہوتی ہے۔ یہ سمجھ کر انسان دنیا کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے گا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی نہ صرف سفرِ آخرت کی تیاری کے جذبے کے ساتھ کی جائے بلکہ حقوق العباد بھی ایسی ہی کیفیات سے سرشار ہو کر پورے کیے جائیں۔

۲۔ ایک اور روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ. (۱)

جو مسلمان کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنا چاہتا ہے پھر اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دو راتیں بھی گزار دے اور اس کی وصیت تحریری شکل میں اس کے سر کے

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الوصايا، باب الوصايا، ۳: ۱۰۰۵، رقم: ۲۵۸۷

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الوصية، ۳: ۱۲۴۹، رقم: ۱۶۲۷

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الحث على الوصية، ۳: ۳۰۴، رقم: ۹۷۴

۴۔ نسائي، السنن، كتاب الوصايا، باب الكراهية في تأخير الوصية، ۶: ۲۳۸، رقم: ۳۶۱۵

پاس موجود نہ ہو۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شعرا نے جو کچھ کہا ہے، اس میں لبید کا یہ مصرع سب سے سچا ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهِ بَاطِلٌ. (۱)

آگاہ ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. (۲)

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

دنیا مومن کا قید خانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں مومن رضائے الٰہی کے حصول کے لیے نیک اعمال کرتے ہوئے مشقتیں برداشت کرتا ہوا موت کے بعد راحت اور

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب أيام الجاهلية، ۳: ۱۳۹۵، رقم: ۳۶۲۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الشعر، ۴: ۱۷۶۸، رقم: ۲۲۵۶

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الأدب، باب ما جاء في إنشاد الشعر، ۵: ۱۴۰، رقم: ۲۸۴۹

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب الشعر، ۲: ۱۲۳۶، رقم: ۳۷۵۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، ۴: ۲۲۷۲، رقم: ۲۹۵۶

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء أن الدّنيا سجن المؤمن وجنّة الكافر، ۴: ۵۶۲، رقم: ۲۳۲۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب مثل الدنيا، ۲: ۱۳۷۸، رقم: ۴۱۱۳

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۶۴، رقم: ۶۸۸

امن وسکون کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا اُس دائمی راحت وسکون کے مقابلے میں اِس دنیا کی زندگی گویا قید خانہ کی سی ہے۔ اِس کے برعکس کافر اِس دُنیوی زندگی میں رضائے الٰہی کے لیے مشقت نہیں اُٹھاتا۔ اگرچہ وہ بھی زندگی کے اچھے اور برے حالات کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ تاہم جو ہول ناک عذاب اور اذیت و وحشت اُسے موت کے بعد ملنی ہے، اُس کے مقابلے میں اُس کی دنیا کی زندگی گویا جنت جیسی ہے۔

اس حدیث مبارک میں دنیا کی حقیقت بھی واضح ہوتی ہے۔ کوئی بھی عقل مند شخص قید خانے کو اپنا دائمی اور ابدی ٹھکانہ نہیں بناتا، بلکہ وہ ہر دم اسی خیال اور کوشش میں رہتا ہے کہ کب اس قید سے رہائی ملے اور اپنے گھر جاؤں۔ اسی لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کون کہتا ہے مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

۵۔ دنیا کی بے ثباتی اور فکر آخرت کے اسی تصور کو اُجاگر کرنے کے لیے ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِکَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ.(۱)

جب تم نماز میں کھڑے ہو تو اس طرح نماز ادا کرو جیسے آخری نماز ادا کر رہے ہو۔

دنیا کی بے ثباتی کو واضح کرتی ہوئی درج بالا حدیث ہمارے لیے سوچ وفکر کے کئی دَر کھول رہی ہے۔ کیا ہم نے کبھی دنیا کو اس زوایے سے دیکھا ہے؟

۶۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى حَصِيْرٍ، فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهٖ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۲، رقم: ۲۳۵۴۵
۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب الحکمة، ۲: ۱۳۹۶، رقم: ۴۱۷۱
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۳۵۸، رقم: ۴۴۲۷

اللهِ، لَوِ اتَّخَذْنَا لَکَ وِطَاءً؟ فَقَالَ: مَا لِي وَمَا لِلدُّنْيَا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. (۱)

ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ چٹائی پر سو گئے۔ پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے تو جسمِ اطہر پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم آپ کے لیے نرم بستر بچھا دیں (تو یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ ﷺ چٹائی پر سوئیں اور وہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر نشانات ڈال دے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں اسی طرح ہوں جیسے ایک سوار (دورانِ سفر) سایہ حاصل کرنے کے لیے ایک درخت کے نیچے ٹھہرا، اور پھر اُسے چھوڑ کر آگے چل دیا۔

واضح رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تارک الدنیا شخصیت نہیں تھے۔ اگر کوئی تارک الدنیا راہب، عیش و عشرت اور راحت و سکون کی زندگی سے گریزاں اور لذّات سے کنارہ کش ہونے والا یہ دعویٰ کرے تو کوئی اچنبھے کی بات نہ ہوگی۔ جس آدمی کا نہ کوئی گھر ہو، نہ اہل دنیا سے کوئی واسطہ، نہ دنیوی مال و متاع کو کبھی آنکھوں سے دیکھا ہو اور نہ ہی تاج و تخت کی کبھی تمنا کی ہو، ایسے آدمی کا ان دنیوی چیزوں سے دور رہنا کسی کے لیے باعثِ حیرت نہیں ہے، لیکن ایک ایسی شخصیت جو دنیا اور اس کے تمام معاملات سے ہر وقت منسلک ہو، پھر وہ نہ دنیا کے مال و دولت کو آنکھ اُٹھا کر دیکھے، نہ اپنے عیش و آرام کی کوئی تمنا کرے، نہ لذّاتِ کام و دہن کے لیے کوئی اہتمام کرے، نہ کسی کامیابی پر فخر و تکبر کا اظہار کرے، نہ خزانے جمع کرے، نہ جاگیریں بنائے اور حکمران ہوتے ہوئے اس کا کوئی محل بھی نہ ہو، اس کے باوجود انسان کا ایسی شخصیت کے طرزِ عمل سے سبق حاصل نہ کرنا اور اُسے اپنے لیے اُسوہ نہ بنانا ایک حیران کن بات ہوگی۔ انسان کو دنیا کی بے ثباتی اور آخرت میں ملنے والے انعامات کی قدر و اہمیت کا حقیقی اندازہ اس دنیا میں نہیں بلکہ روزِ محشر ہی ہوگا۔ درج ذیل حدیث مبارک میں اسی تصور کو واضح کیا گیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء في أخذ المال بحقه، ۴: ۵۸۸، رقم: ۲۳۷۷

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۲۲، رقم: ۹۳۰۷

۷۔ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللهِ، يَا رَبِّ، وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، وَاللهِ، يَا رَبِّ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ. (۱)

قیامت کے دن جہنمیوں میں سے اس شخص کو لایا جائے گا، جو دنیاداروں میں سب سے زیادہ خوش حال تھا۔ پھر اسے آگ میں غوطہ دیا جائے گا اور اُس سے پوچھا جائے گا: اے ابنِ آدم! کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہے؟ کیا تجھ پر کبھی راحت گزری ہے؟ وہ جواب دے گا: نہیں، خدا کی قسم اے میرے رب! (میں نے کبھی راحت نہیں دیکھی)۔ (ایسے ہی) جنتیوں میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خستہ حال رہا ہوگا۔ اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ پھر اُس سے پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی حالات کی سختی گزری؟ وہ کہے گا: نہیں، خدا کی قسم! اے میرے رب، مجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں گزری اور نہ میں نے کبھی کوئی حالات کی سختی دیکھی ہے۔

اس حدیث مبارک میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ دنیا کا عیش و آرام، آخرت کے سکون و آرام کے مقابلے میں عارضی اور کم تر ہے۔ یہی حال دنیا کی تکالیف و آلام کا بھی ہے کہ وہ بھی

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب صفة القيامة و الجنة و النار، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النّار وصبغ أشدهم بؤسا في الجنّة، ۴: ۲۱۶۲، رقم: ۲۸۰۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۰۳، رقم: ۱۳۱۳۴

آخرت کے عذاب کے مقابلے میں مختصر اور معمولی ہیں۔ لہٰذا وہ شخص جو دنیا میں انتہائی عیش و آرام میں رہا ہوگا، مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نافرمان ہوگا، وہ تو صرف ایک مرتبہ دوزخ میں غوطہ دیے جانے کے بعد اپنی دنیوی آسائش و آرام کو اس طرح بھول چکا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے گا: 'میں نے تو کبھی کوئی آرام دیکھا ہی نہیں'۔ ایسے ہی جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ مصائب و آلام میں مبتلا رہا ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا تابع فرمان ہوگا، جب اُسے جنت کا ایک ہی نظارہ کرایا جائے گا تو وہ اپنے سارے دکھ اس طرح سے بھول جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے گا: 'میں نے تو کبھی کوئی دکھ دیکھا ہی نہیں'۔

واضح رہے کہ راہیں کتنی ہی کٹھن اور دشوار گزار کیوں نہ ہوں، اگر منزلِ مقصود کا شوق ہو تو انسان اِن پُر خطر راہوں کو بہ آسانی طے کر لیتا ہے۔ راہیں چاہے کتنی ہی دل فریب کیوں نہ ہوں، اگر دل میں پختہ یقین ہو کہ منزل مقصود ان راہوں سے بدرجہا بہتر اور زیادہ خوش کن ہے تو انسان کبھی راہوں کی رنگینوں میں مشغول نہیں ہوتا۔ یہی حال ہماری اس دنیوی زندگی کا بھی ہے۔ اگر دل میں یہ خیال جاں گزیں رہے کہ یہ زندگی صرف ایک راستے کی حیثیت رکھتی ہے اور منزل مقصود وہی ہے جو موت کے بعد ملے گی۔ پھر اس دنیوی راہ پر کانٹے اُگے ہوں یا پھول کھلے ہوں، دانا شخص راہ کو راہ ہی سمجھے گا، وہ کبھی اسے منزل مقصود نہیں بنائے گا۔ اگر راستے میں کانٹے اُگے ہوں گے تو وہ خندہ پیشانی سے اذیتیں برداشت کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھے گا۔ اگر پھول کھلے ہوں تو وہ ان پھولوں سے لطف اُٹھانے کے لیے راہ کو منزل سمجھنے کے بجائے اصلی منزل کی طرف گامزن رہے گا۔ دانا شخص نہ تو زندگی کے کانٹوں کی اذیت سے دل شکستہ ہوتا ہے اور نہ ہی پھولوں کی مہک سے اپنی حقیقی منزل کو گنواتا ہے۔

اگر ہم اپنی دنیا اور آخرت میں آسودگی چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ دنیا کی زندگی گزارتے ہوئے جو مشکل ذمہ داریاں پوری کرنا پڑتی ہیں اور راہِ حق پر قائم رہنے کے لیے جن سختیوں سے گزرنا پڑتا ہے انہیں کانٹے سمجھ لیں۔ اس کے برعکس جو عیش و آرام اور خوش حالی حاصل ہوتی ہے، انہیں پھول تصور کر لیں اور اپنا سفر جاری رکھیں۔ کیونکہ اُخروی زندگی کی بقا اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے خوش گوار بنانے کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ کلیہ اختیار کر لیا جائے

تو دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت بھی ہمارے شاملِ حال ہوگی۔

۸۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی مکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا: هَمَّ الْمَعَادِ، كَفَاهُ اللهُ هَمَّ دُنْيَاهُ، وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا، لَمْ يُبَالِ اللهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهِ هَلَكَ. (۱)

جس آدمی نے تمام فکروں کو چھوڑ کر ایک ہی فکر لگالی: یعنی آخرت کی فکر۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیوی فکروں کے معاملے میں اُس کے لیے کافی ہو جائے گا۔ جسے طرح طرح کی دنیاوی فکروں نے مصروف رکھا (اور وہ آخرت کی فکر کو بھولا رہا) تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں کہ وہ غم کی کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (یعنی کس غم میں مبتلا مرتا ہے)

۹۔ ایک اور حدیث میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا ہے، حضرت زید بن ثابت ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ، فَرَّقَ اللهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ، وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ نِيَّتَهُ، جَمَعَ اللهُ لَهُ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا، وَهِيَ رَاغِمَةٌ. (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا، ۲: ۱۳۷۵، رقم: ۴۱۰۶

۲۔ بيهقي، كتاب الزهد الكبير، ۲: ۶۶، رقم: ۱۶

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۵۸، رقم: ۴۷۹۲

(۲) ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب الهم بالدنيا، ۲: ۱۳۷۵، رقم: ۴۱۰۵

جس آدمی کو دنیا ہی کی فکر لگی رہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دنیاوی اُمور کو منتشر کر دے گا، اور اُس کی غربت کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا۔ اُسے دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے لیے (تقدیر میں) لکھی جا چکی ہے۔ جس شخص کی نیت آخرت (کی فلاح حاصل کرنا) ہو گی، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات سمیٹ دے گا اور اپنی بے نیازی (کا فیض) اس کے دل میں ڈال (کر اُس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی پیدا کر) دے گا، اور دنیا اُس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی چلی آئے گی۔

لہٰذا اُخروی زندگی کی بقا اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے خوش گوار بنانے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ دُنیوی زندگی کی اصل اہمیت اِس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ یہ آخرت کی زندگی سنوارنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس لیے اس سے وہی کام لیا جانا چاہیے جس سے دائمی و ابدی ثمرات حاصل ہوں۔

۴۔ دنیا کی ہر شے فانی ہے

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ اِس دنیائے فانی میں موجود ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ ہم میں سے ہر کسی نے ایک نہ ایک دن اس دارِ فانی سے کوچ کر جانا ہے۔ صرف رب ذوالجلال کی ذات ہی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

۱۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الرحمٰن میں ارشاد فرمایا ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ○[1]

ہر کوئی جو بھی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے○ اور آپ کے رب ہی کی ذات باقی رہے گی جو صاحبِ عظمت و جلال اور صاحبِ انعام و اکرام ہے○

اس آیتِ قرآنی سے یہ مراد نہیں ہے کہ دنیا کی زندگی فانی ہے، اس لیے اسے چھوڑ کر ایک طرف ہو جاؤ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ دنیا عارضی اور ناپائیدار ہے جبکہ اس کے مقابلے میں

(۱) الرحمن، ۵۵: ۲۶-۲۷

آخرت کا گھر ہمیشہ رہنے والا اور بڑا پائیدار ہے۔ اس لیے اس عارضی زندگی میں ایسے کام کرنے نہ لگ جانا جس سے ہمیشہ رہنے والی دائمی و اَبدی زندگی خراب ہو جائے کیونکہ اصل مقصد تو وہ حقیقی اور دائمی زندگی ہے۔ یہ مختصر سی دُنیوی زندگی تو اس لیے عطا کی گئی ہے کہ ابدی و دائمی زندگی کے لیے سامان کر لیں۔ جیسا کہ مشہور مقولہ ہے:

اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الآخِرَةِ. (۱)

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

یعنی اس زندگی میں جو کاشت کرو گے وہی اُخروی زندگی میں برداشت کرو گے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک شخص یہاں کانٹے بوئے اور وہاں جا کر پھولوں سے جھولی بھرے۔

۲۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ○ (۲)

جس نے موت اور زندگی کو (اِس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے، اور وہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے○

اللہ رب العزت نے انسان کو نہ صرف بے شمار مادی نعمتوں سے نوازا ہے بلکہ اُسے ایسی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور کیا ہے، جو کسی دوسری مخلوق کے حصے میں بہت کم آئی ہیں۔ اللہ رب العالمین دیکھنا چاہتا ہے کہ انسان اس کی نعمتوں کو پا کر بھلا کیا رویہ اختیار کرتا ہے اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو کس طرح بروئے کار لاتا ہے۔ آیا وہ اپنے خالق اور رازق معبودِ حقیقی کو پہچانتا ہے یا اس سے دور لے جانے والے لوگوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔ وہ اپنے مالک کی بارگاہ میں شکر سے سر جھکاتا ہے یا اُس کے دشمنوں کے سامنے جبیں فرسائی کرتا ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں اور

---

(۱) عسقلاني، فتح الباري، ۱۱: ۲۳۰

(۲) الملك، ۶۷: ۲

اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اپنے خالق کی امانت سمجھ کر استعمال کرتا ہے یا ایک خود سر، باغی اور احسان فراموشی کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے مقابلے میں کمزور پا کر اپنی خدائی کا ڈنکا بجاتا ہے یا اپنے رب کا بندہ اور اس کی مخلوق کا خادم بن کر اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اگر ہم اس مختصر دنیوی زندگی کو منزلِ مقصود بنا کر بیٹھ گئے اور اَبدی و اُخروی زندگی کی تیاری نہ کی تو مرنے کے بعد ندامت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے اس خسارے کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم نے ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے لیے ذریعے کو مقصد بنائے رکھا اور اصل مقصد فراموش کر بیٹھے۔

۳۔ ارشادِ ربّانی ہے:

وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ○(۱)

اور یہ سب کچھ دُنیوی زندگی کی عارضی اور حقیر متاع ہے، اور آخرت (کا حُسن و زیبائش) آپ کے رب کے پاس ہے (جو) صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے○

۴۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا○(۲)

دیکھئے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دے رکھی ہے، اور یقیناً آخرت (دنیا کے مقابلہ میں) درجات کے لحاظ سے (بھی) بہت بڑی ہے اور فضیلت کے لحاظ سے (بھی) بہت بڑی ہے○

۵۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ہی ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

(۱) الزخرف، ۴۳: ۳۵

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۱

مَّشْكُوْرًا○[1]

اور جو شخص آخرت کا خواہش مند ہوا اور اس نے اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی اور وہ مومن (بھی) ہے تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش مقبولیت پائے گی○

۶۔ دنیاوی زندگی کو حقیقی متاع سمجھنے والوں کو اِس حقیقت کا اندازہ اُس وقت ہو گا جب قیامت کے روز اُن سے یہ سوال کیا جائے گا:

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ○ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○[2]

ارشاد ہو گا کہ تم زمین میں برسوں کے شمار سے کتنی مدت ٹھہرے رہے (ہو)؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے (ہوں گے) آپ اعداد و شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں○ ارشاد ہو گا تم (وہاں) نہیں ٹھہرے مگر بہت ہی تھوڑا عرصہ کاش! تم (یہ بات وہیں) جانتے ہوتے○

مذکورہ بالا آیات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ درحقیقت دُنیوی زندگی بہت مختصر ہے۔ اپنی غفلت اور کوتاہی کے باعث ہم اِسے نہ صرف بہت لمبی بلکہ بعض اوقات تو دائمی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن جب یہ ختم ہو کر آخرت کے احوال قبر میں پیش ہونا شروع ہو جائے گی تو اس کی فانی یا ابدی حقیقت واضح ہو کر سامنے آئے گی۔

درج بالا جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ جب کہ ہم اس کی رنگینی میں کھو کر آخرت کی حقیقی زندگی کو بھول جاتے ہیں۔

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۹۱

(۲) المومنون، ۲۳: ۱۱۲۔۱۱۴

۵۔ انسان کے تین کھلے دشمن

انسان کے حقیقی دشمن آخرت کی یاد سے غافل کرنے والے عوامل ہیں۔ فرد کو بگاڑنے، اللہ تعالیٰ سے دور کرنے، دین کی نعمت سے محروم کرنے، دوزخ کی طرف لے جانے اور اس کی آخرت کو تباہ کرنے والے کھلم کھلے تین دشمن ہیں۔

ہر فرد (خواہ مرد ہو یا عورت) کے ساتھ تین دشمن متعین ہیں، جو ہر وقت اسے سیدھی راہ سے بھٹکا کر اس کی آخرت تباہ کرنے میں کوشاں رہتے ہیں:

۱۔ پہلا دشمن جو ہر وقت انسان کے اندر بیٹھا ہے، وہ اس کا نفس ہے۔

۲۔ دوسرا دشمن ہر وقت انسان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں اور ساتھ رہتا ہے۔ وہ شیطان ہے۔

۳۔ تیسرا دشمن جو انسان کو ہمیشہ گھیرے رکھتا ہے، وہ دنیا ہے۔

نفس کا ٹھکانہ انسان کے اندر اور شیطان کا ٹھکانہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ انسان جدھر جاتا ہے وہ ہمیشہ اُس انسان کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ انسان کا تیسرا دشمن دنیا یعنی وہ ماحول ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ اگر ایک طرف ایک سپاہی ہو اور اس کی جنگ ہمہ وقت تین دشمنوں کے ساتھ ہو اور تینوں دشمن ایک سے بڑھ کر ایک طاقت ور ہوں تو بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مقابلہ کس قدر خطرناک ہوگا؟ واضح رہے کہ ان دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے جسمانی طاقت سے زیادہ روحانی قوت درکار ہوتی ہے۔ یہ روحانی طاقت عبادات، ریاضات، اعمالِ صالحہ اور علمِ نافع سے پیدا ہوتی ہے۔

یاد رکھیں! علم، علمِ نافع اس وقت بنتا ہے جب اس میں نیک اعمال کا نور شامل ہو جاتا ہے ورنہ یہی علم تاریکی اور اندھیروں کے سوا کچھ نہیں دیتا۔ محض کتابیں پڑھنے اور لکھنے سے علم، نور نہیں بنتا، بلکہ اعمالِ صالحہ علم کو نوری بنا دیتے ہیں۔

جن کاموں کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اُنہیں بجا لانا اور جن سے منع کیا

ہے اُن سے اجتناب کرنا، یعنی اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے دین کو اپنی زندگی میں عملی طور پر داخل کرنے سے روحانی طاقت نصیب ہوتی ہے، جس کے ذریعے انسان اپنے اندر کے دشمن یعنی نفس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ انسان کا یہ ازلی دشمن انتہائی طاقت ور، مہلک اسلحہ سے لیس اور اس قدر مکار ہے کہ عبادت میں بھی ریا کا شائبہ پیدا کر کے اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ یہ مکار دشمن اپنے حملے کو اتنا خفیہ رکھتا ہے کہ کانوں کان خبر نہیں ہوتی اور انسان اپنے اعمال اپنے ہی ہاتھوں تباہ کر بیٹھتا ہے۔ بندہ عبادت کر رہا ہوتا ہے، صدقہ وخیرات کر رہا ہوتا ہے، تسبیحات اور نفلی عبادات میں بھی پیچھے نہیں رہتا مگر شیطان نفس کے ذریعے بندے کے ان اچھے اعمال میں ریاکاری کا مصالحہ لگا کر انسان کے خلوص کو ختم کر دیتا ہے۔ یوں عبادات کے ذریعے روحانی تقویت کے بجائے، الٹا اسے نفسانی تقویت ملتی ہے۔

نفس انسان پر حسد، ایک دوسرے سے گلے شکوے، شکایتیں اور غیبت کے ذریعے حملہ آور ہوتا ہے۔ ایک بار اگر ان حملوں کا سلسلہ شروع ہو جائے، تو پھر ان سے خود کو بچانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

نفس کے بعد انسان کے دوسرے دو دشمن شیطان اور دنیا ہیں۔ ابلیس لعین کے پاس انسان کے دل کو دنیا کی طرف راغب کرنے کے سیکڑوں حربے ہیں۔ مثال کے طور پر لباس کو ہی لے لیجئے۔ ایک خاتون گھر سے باہر جاتے ہوئے میک اپ کرتی ہے۔ حالانکہ شریعتِ مطہرہ اسے شوہر کے سوا کسی اور کے لیے بناؤ سنگھار کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔ اس پر مستزاد کوئی آدھے بازو کی قمیص پہنتی ہے، کوئی قمیص کا گلا کھلا سلواتی ہے، کوئی قمیص کے چاک بڑے رکھوا لیتی ہے اور کوئی اتنا تنگ لباس پہن لیتی ہے کہ جس سے نسوانی اعضا واضح اور نمایاں ہو جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ سب اعمال حرام اور دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔ شیطان اور دنیا اتنے مکار دشمن ہیں کہ اس خاتون کا دھیان ادھر جانے ہی نہیں دیتے۔ وہ یقین دلاتے ہیں کہ تمہارا دل تو صاف ہے بس جدت اور فیشن کے مطابق یہ انداز اپنایا ہے۔ حیا تو آنکھوں میں ہوتی ہے، لباس میں نہیں۔ آپ بے فکر رہیں ایسا کرنے میں پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ آخر ہم نے بھی تو اس دنیا میں رہنا ہے، آخر ایسا کرنے میں کیا برائی ہے؟ گویا شیطان اور دنیا

کے مکر انسان کا دھیان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کی طرف جانے ہی نہیں دیتے۔ چہرے اور بالوں کی تراش خراش، میک اپ اور نسوانی اعضا کو نمایاں کرنے والا لباس، دوسرے لفظوں میں فحاشی اور عریانی، جسے فیشن کا نام دیا جاتا ہے۔ درحقیقت سب دوزخ کے گڑھے میں گرنے کی تیاری اور آخرت میں ناکام و نامراد ہونے کا دوسرا نام ہے۔

احادیث مبارکہ میں ان اعمال کی اس قدر سخت وعید ہے کہ انسان پڑھ کر لرز جاتا ہے۔ واضح رہے کہ عذاب کا یہ سلسلہ قبر کی پہلی رات سے شروع ہو کر قیامت تک جاری رہے گا۔ دراصل یہ شیطان اور دنیا کا مکر و فریب ہے جو دل، دماغ اور آنکھوں پر پڑے غفلت کے پردے اٹھنے نہیں دیتا۔ اس مقصد کے لیے انسان کو مصمم ارادے کی ضرورت ہے۔ ارادے کی پختگی میں بڑی رکاوٹیں، انٹرنیٹ کا غلط استعمال، ٹی وی اور الیکٹرانک میڈیا ہیں، جن کے ذریعے قدم قدم پر صراطِ مستقیم سے بھٹک جانے کے لاتعداد مواقع دستیاب ہوتے ہیں۔ یہاں ہر گام ایسی کھائیاں موجود ہیں، جن میں گر کر انسان اپنا سب کچھ گنوا بیٹھتا ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر ہندوانہ رسومات ہماری معاشرت کا لازمی حصہ بن چکی ہیں، جنھوں نے ہماری اسلامی شناخت اور اخلاقی اقدار کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ درحقیقت یہ سب دوزخ میں لے جانے کی ایک روش ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس پر دیوانہ وار بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

ہمارے ہاں ٹی وی چینلز پر دھوکہ دہی، ڈکیتی، اغوا، قتل و غارت، وحشیانہ تشدد، دہشت گردی اور دیگر غیر اخلاقی مواد پر مبنی ڈراموں اور فلموں کی بھرمار ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ طوفانِ بدتمیزی دکھانے کا جواز یہ پیش کیا جا رہا ہے کہ یہ سب آگہی کے لیے دکھایا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ سب طاغوت کی جانب سے نئی نسل کو گم راہ کرنے کی سوچی سمجھی سازش ہے، جس میں وہ کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ نئی نسل ان پروگرامز کے ذریعے دھوکہ دہی، چوری، فحاشی، ڈکیتی، قتل و غارت گری اور دہشت گردی جیسے سنگین جرائم دیکھ کر سیکھتی ہے اور آخر میں اسے عملی جامہ پہناتی نظر آتی ہے۔

ٹی وی چینلز کا اصرار ہے کہ وہ نئی نسل کو آگاہی (awareness) فراہم کر رہے ہیں۔ وہ بلاشبہ آگاہی ضرور دے رہے ہیں، لیکن ایسی آگاہی کامیابی کی طرف نہیں بلکہ درحقیقت دین و دنیا دونوں میں بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ گویا یہ طاغوت کی جانب سے برپا کی گئی ایک میڈیا وار ہے، جس نے ہماری تہذیب، ثقافت، اخلاقی اقدار، مذہبی اوصاف اور روحانیت کو شدید خطرات سے دوچار کیا ہوا ہے۔ انٹرنیٹ نے دنیا کو ایک گلوبل ویلج (global village) بنا دیا ہے۔ ایک حساس ذہن ہی اندازہ کر سکتا ہے کہ جب ہر گھر میں انٹرنیٹ اور ٹی وی چینلز کی سہولتیں میسر ہوں گی تو، نئی نسل کو برائی سے بچانا کس قدر مشکل ہوگا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی دور کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَسْلَمُ لِذِي دِيْنٍ دِيْنُهُ إِلَّا مَنْ هَرَبَ بِدِيْنِهِ مِنْ شَاهِقٍ إِلٰى شَاهِقٍ وَمِنْ جُحْرٍ إِلٰى جُحْرٍ.(۱)

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین دار آدمی کا دین سلامت نہیں رہے گا، سوائے اُس شخص کے جو اپنا دین (بچانے کے لیے) ایک پہاڑی کی چوٹی سے دوسری چوٹی پر یا ایک سرنگ سے دوسری سرنگ تک بھاگتا نہ پھرے۔

اس حدیث کا مفہوم تارک الدنیا ہونا نہیں ہے بلکہ اپنے گھروں میں غاروں جیسا سادہ اور دنیاوی آلائشوں سے پاک ماحول پیدا کرنا ہے۔ ایسا کیے بغیر عالمی سطح پر طاغوت کی طرف سے پھیلائی گئی برائی کا تدارک ممکن نہیں ہوگا۔ اس قیامت خیز صورتِ حال میں ہمارا بنیادی فریضہ یہ بنتا ہے کہ صرف منتخب ٹی وی چینلز کو ہی operate کریں اور اپنے بچوں کی اخلاقی اور دینی بنیادوں پر خصوصی تربیت کریں۔ ہم گھر پر اور گھر سے باہر ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا کس قسم کے لوگوں میں ہے۔ ان کی دلچسپیاں کن امور میں

(۱) ۱۔ بيهقي، كتاب الزهد الكبير، ۲: ۱۸۳، رقم: ۴۳۹
۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۹۹، رقم: ۴۱۵۲

ہیں۔ ہماری یہ بھرپور کوشش ہونی چاہیے کہ وہ انٹرنیٹ اور ٹی وی پروگرامز تنہائی میں نہیں بلکہ دیگر افرادِ خانہ کے ہمراہ دیکھیں۔

عام طور پر ہم اولاد کی تربیت پر خصوصی توجہ نہیں دیتے بلکہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ اس سلسلے میں ہم سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہمارا جواب ہوتا ہے کہ کیا کریں، آج کل دنیا کا یہی فیشن اور چلن ہے۔ واضح رہے کہ یہ ایسا پردہ ہے جو نفس، شیطان اور دنیا نے ہمارے ہوش و حواس پر ڈال رکھا ہے۔ جب موت کی ہچکی کے بعد یہ پردہ اٹھے گا اور حقیقت طشت از بام ہو جائے گی، تب 'اب پچھتاے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت' کے مصداق حسرت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۶۔ دشمن کے حملوں سے بچاؤ کی تدابیر

نفس، دنیا اور شیطان کی تکون انسان کو ہمہ وقت اپنے حصار میں لیے رکھتی ہے۔ اس وجہ سے انسان دنیا میں ہر وہ کام کر گزرتا ہے، جو اسلام نے حرام قرار دیا ہے، واضح رہے کہ ان تمام مسائل کا آسان حل خدمت دین ہی میں پوشیدہ ہے۔ خدمتِ دین کی مختلف صورتیں ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی روحانی قوت کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے رہنا چاہیے۔ روحانیت کی تقویت کے لیے قرآن و حدیث پر غور وفکر کرنا شرطِ اوّل ہے۔ اس کے بعد حاصل کیے گئے علم پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ سے ہر گھڑی دین کی آگاہی کی خیرات طلب کرتے رہنا چاہیے۔

جس طرح دنیاوی اُمور میں کامیابی جدید ٹیکنالوجی کی مرہونِ منت ہے۔ عین اسی طرح کسی بھی قوم کی ترقی کی دوڑ میں بھرپور حصہ لیے بغیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ یورپ اور مغربی اقوام کی ریسرچ لیبارٹریز شب و روز تحقیقات کے ذریعے نت نئی ایجادات بنانے میں مصروف ہیں، جس کی بدولت انہیں جدید سائنس و ٹیکنالوجی میں مکمل اجارہ داری حاصل ہو چکی ہے۔ اسی اجارہ داری کا غلط استعمال کرتے ہوئے وہ اپنا غیر اخلاقی تہذیب و تمدن، میڈیا وار سے ہمارے گھروں میں پہنچا رہے ہیں۔ امتِ مسلمہ اپنی مذہبی اقدار کی بقا کے سلسلے میں سخت مخاصمت کا شکار ہے۔ ہر زبان پر یہی سوال ہے کہ اس دلدل سے کیسے نکلا جائے؟

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ مذہب کے لیے یہ صورت حال ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ Pick and Choose کے اصول کے تحت اس مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ ٹی وی چینلز پر اخلاقی، اصلاحی، دینی اور تعمیری پروگرامز کا انتخاب کیا جائے۔ اس ضمن میں خبریں، دینی پس منظر رکھنے والے اینکرز کے ٹاک شوز، دینی پروگرامز، کھیلیں، حالات حاضرہ، نئی تحقیقات و ایجادات اور بچوں کی تفریح پر مبنی قابلِ اعتماد پروگرامز شامل ہیں۔ اگرچہ یہ انتخاب مشکل ضرور ہے، لیکن ناممکن نہیں۔ اولاد کی اخلاقی اقدار کی حفاظت اوران کی روحانی بقا کے لیے ہمیں مستقل مزاجی سے جدوجہد کرنا ہوگی۔

اس حوالے سے مغربی ممالک میں مقیم مسلم گھرانوں کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ ایسے آزادانہ معاشرتی مخلوط ماحول میں رہ رہے ہوتے ہیں، جہاں بلوغت کے بعد نوجوان نسل کو بے حجابانہ میل جول کی قانونی سہولت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں جہاں نفس، شیطان اور دنیا ایک تکون کی شکل میں پوری طاقت سے حملہ آور ہوں تو وہاں والدین پر اپنی اولاد کی تربیت کی ذمہ داری زندگی موت کا مسئلہ بن جاتی ہے۔ اگر بچپن ہی سے شعوری اور لاشعوری طور پر بچوں کے اذہان میں خوفِ الٰہی، عشقِ رسول ﷺ، تقویٰ، آخرت میں جواب دہی کا تصور اور دین کی طرف رغبت کا جذبہ پیدا نہیں کیا جائے گا تو سمجھ لیں کہ نسلِ نو ان تینوں دشمنوں (نفس، شیطان اور دنیا) کے ہاتھوں یرغمال بن کر رہ جائے گی۔ یہ تصور کرنا کہ بچے سنِ شعور کو پہنچ کر محض والدین کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بے راہ روی کے ماحول میں سیدھی راہ اختیار کرلیں گے تو یہ ایک مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بات ہے۔

اس ضمن میں صالحین کی صحبت بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ سے اولیاء اللہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی نشانی یوں بیان فرمائی ہے:

اَلَّذِينَ إِذَا رُءُوا ذُكِرَ اللهُ.[1]

---

(۱) نسائی، السنن الکبری، کتاب التفسیر، قولہ: ﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾، ۶: ۳۶۲، الرقم: ۱۱۲۳۵

وہ لوگ جنہیں دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں، جنہیں دیکھنا بھی عبادت ہے۔ ان کی مجلس کی برکت سے قلب کی سختی ٹوٹ جاتی ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ ایسے نیک وصالح بندے کی صحبتِ بابرکات سے دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ اس کی پہچان بھی بہت ضروری ہے۔ کئی شیطان صفت بھیڑیے درویشی کا لبادہ اوڑھے سادہ لوح مسلمانوں کی رہی سہی ایمان کی دولت کے بھی درپے ہوتے ہیں۔ علامہ محمد اقبال نے ایسی ہی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے، سُلطانی بھی عیّاری[1]

اس حوالے سے ہمیں خبردار رہنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ نام نہاد جعلی پیروں کے چنگل میں پھنس کر ہم رہی سہی ایمان کی دولت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ بچوں کی تربیت کا انحصار والدین کی اپنی تربیت پر ہے۔ اگر والدین نیک، متقی اور صالح ہوں گے تو وہ اپنی اولاد کی تربیت بھی اسلامی بنیادوں پر کر سکیں گے۔ گویا جن کے قلوب و اذہان میں حق کی روشنی فروزاں ہو گی وہی شخص اس نور کو اگلی نسلوں میں منتقل کر سکے گا۔ اس کے برعکس جو شخص ساری زندگی نفس پرستی اور دنیا داری میں مگن رہا، وہ بھلا اگلی نسلوں کی اصلاح کیسے کر سکے گا؟ یہ قانونِ فطرت ہے کہ کسی کی اصلاح کرنے سے قبل خود باعمل ہونا ضروری ہے۔ ضروری ہے کہ ہم پہلے اپنی اصلاح کریں، بعد ازاں نسلِ نو کی تربیت کا بیڑہ اُٹھائیں، ورنہ انہیں نفس پرستی اور دنیا داری کی دلدل سے نکالنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوگا۔

---

(۱) علامہ اقبال، کلیات اقبال (اردو): ۳۷۲

۷۔ اعمالِ صالحہ ہی آخرت کا زادِ راہ ہیں

اگر کوئی یہ تصور کرے کہ قیامت برپا ہوچکی ہے اور وہ صورِ اسرافیل کے بعد اٹھ کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ رہا ہے۔ اگر اس کے نامۂ اعمال میں کوئی عمل موجود نہ ہو تو وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنا چہرہ بھلا کیسے دکھا سکے گا؟ اتنے اعمالِ حسنہ نہیں ہیں کہ پلِ صراط پر سے کامیابی سے گزر سکے، تو اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت اس کا بھلا کیا حال ہوگا؟ یہ تلخ حقیقت ہے کہ ہم عارضی زندگی کے لیے اپنی دائمی حیات کو بھول چکے ہیں۔ یہ دنیا اس قدر بے وفا ہے کہ جب روح قفسِ عنصری سے نکل جائے تو اس کے اہلِ خانہ ایک شام بھی اسے گھر میں رکھنے کے روادار نہیں ہوتے اور رشتے ناتے بھلا کر محض میت کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان سب کی جانب سے بار بار مختلف انداز سے یہی لفظ بار بار دہرایا جاتا ہے۔ میت کو غسل دیا جا رہا ہے، میت کو کفن پہنایا جا رہا ہے اور میت کی تدفین کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔

اندازہ کیجیے کہ مرنے والے نے جن کے روشن مستقبل کی خاطر اپنی عاقبت سیاہ کر ڈالی۔ اب اس کی پیاری اولاد، محبت کا دم بھرنے والے پیارے رشتے دار اور عزیز و اقارب سب رشتے ناتے بھلا کر اسے میت میت کہہ کر پکار رہے ہیں۔ اب وہی اپنے ہاتھوں سے منوں مٹی تلے دبانے میں عجلت دکھا رہے ہیں۔

یاد رکھیں! اب بھی وقت کی ڈور ہمارے ہاتھ میں ہے۔ وقت کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی زندگی کی ترجیحات نئے سرے سے مقرر کر کے آخرت کا سامان جمع کریں۔ اس فانی دنیا میں کیے گئے اعمال کی بدولت ہی آخرت میں سزا اور جزا کا فیصلہ ہوگا۔ شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے[1]

---

(۱) علامہ اقبال، کلیات اقبال (اردو): ۳۰۵

قبر میں اعمال ہی انسان کا ساتھ دیں گے۔ باقی اہل دنیا تو دفنا کر روتے دھوتے واپس آ جائیں گے۔ گویا مرنے والے کے لیے اُسی دن سے قیامت شروع ہو جائے گی کیونکہ اُس کا وقتِ حساب شروع ہو جاتا ہے۔ قبر میں منکرین کے سوال کے وقت جب اُمتی سے حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا جائے گا، تو جس کی تیاری نہیں ہوگی وہ آپ ﷺ کو نہیں پہچان سکے گا۔ ایک امتی کے لیے اس سے بڑھ کر بدقسمتی بھلا اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے محسنِ اعظم نبی مکرم ﷺ کو ہی نہ پہچان سکے!

۱۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ○ (۱)

لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں پڑے طاعت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں○

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے اور لوگ خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے اپنے خالق و مالک کی اطاعت اور بندگی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ یہ عارضی زندگی اور فانی دنیا جس کے لیے ہم اپنا سب کچھ برباد کر رہے ہیں، قیامت کے مقابلے میں کس قدر بے نام اور کم تر ہے۔

۲۔ اس تصور کو قرآن مجید اہلِ حشر کے بیان کی صورت میں یوں بیان کرتا ہے:

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ○ (۲)

ارشاد ہوگا کہ تم زمین میں برسوں کے شمار سے کتنی مدت ٹھہرے رہے (ہو)؟○

اہل حشر سے یہ سوال کیا جائے گا کہ بتاؤ تم زمین پر کتنی مدت ٹھہرے ہو؟ جب قیامت کا طول دیکھیں گے، تو اس وقت سمجھ میں آئے گا کہ اصل عرصۂ حیات کیا ہے تو وہ عرض

---

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۱

(۲) المومنون، ۲۳: ۱۱۲

کریں گے؟

۳۔ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ○ (۱)

وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے (ہوں گے) آپ اعداد و شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں○

قیامت کی طوالت کو دیکھنے کے بعد اہلِ حشر کو دنیوی زندگی کی حقیقت بخوبی سمجھ میں آ جائے گی، مگر آج ہم یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کیونکہ ہم نے اخروی زندگی کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ہم تو دنیا کے چمکتے سراب سے دھوکہ کھا کر اُس کے دجل کو اصل سمجھ بیٹھے ہیں۔ قرآن مجید نے ایک دوسرے مقام پر اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

۴۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ○ (۲)

لوگوں کے لیے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے○

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اس چار روزہ زندگی کو ہی حقیقی زندگی سمجھ لیا ہے۔ اس کے برعکس موت کے بعد سے شروع ہو کر ہمیشہ رہنے والی اصل زندگی ہے، اسے ہم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ قیامت کے دن کی طوالت پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی جبکہ ہم میں سے کسی کی عمر پچاس برس اور کسی کی ستر (70)، کسی کی سو (100) برس یا اس سے کم و بیش ہے، یقیناً قیامت

---

(۱) المومنون، ۲۳: ۱۱۳

(۲) آل عمران، ۳: ۱۴

کے طویل دن کے مقابلے میں چند ساعتوں کے برابر ہے۔ واضح رہے کہ رب کے بلاوے کا کوئی وقت مقرر نہیں، وہ بچپن میں بھی آ سکتا ہے اور جوانی میں بھی۔ یہ حقائق ایک طرف مگر جب انسان جوانی کی حد عبور کرتا ہے، تو پھر اسے سب کچھ پسِ پشت ڈال کر بلاوے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

یہ ایک فطری عمل ہے کہ جوں جوں انسان کی عمر بڑھتی ہے توں توں وہ خود کو موت کے زیادہ قریب ہوتا محسوس کرنے لگتا ہے۔حتیٰ کہ چالیس پچاس سال کی عمر کو پہنچنے والے لوگوں میں سے زیادہ تر دنیا کی خواہشات کم کر کے آخرت کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج ہمیں ستر برس کی عمر ایک طویل مدت نظر آ رہی ہے اور یہی سب سے بڑا دھوکہ ہے۔ کیونکہ اگلی عمر جو قبر کی شام سے شروع ہوگی، اسے ہم نے دیکھا ہی نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہم نے دنیاوی زندگی کی قلیل مدت کی آسودگی اور عیش و آرام کے لیے سب کچھ بھُلا دیا ہے۔

ہمیں اس بات کا بخوبی علم ہونا چاہیے کہ جب ہماری اصل زندگی شروع ہوگی تب ہماری آنکھیں کھلیں گی کہ ہم نے عارضی دنیا میں دائمی زندگی کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کتاب تحریر کرنا چاہتا ہے اور اپنا سارا وقت اس کے دیباچے میں ہی صرف کر دیتا ہے۔ جب اصل کتاب اور اس کے ابواب شروع کرے تو اس کے پاس لکھنے کے لیے کچھ بھی نہ بچے۔ اگر ہم نے اپنی ساری توانائیاں دنیوی زندگی بسر کرنے میں صرف کر دی ہوں گی۔ جب اصل زندگی شروع ہوگی تو پیش کرنے کے لیے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچا ہوگا۔ اُس وقت اللہ رب العزت ارشاد فرمائے گا:

۵۔ قَالَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○[1]

اِرشاد ہوگا: تم (وہاں) نہیں ٹھہرے مگر بہت ہی تھوڑا عرصہ کاش! تم (یہ بات وہیں) جانتے ہوتے○

(۱) المومنون، ۲۳: ۱۱۴

یہاں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے لیے آخرت کے امتحان کے سارے پردے کھول کر سب کچھ یوں عیاں کر دیا ہے۔ آج کہہ رہے ہو کہ باری تعالیٰ! ہم دنیا میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کاش! تمہیں اس حقیقت کا اس وقت پتا چل جاتا کہ دنیوی زندگی تو ایک دن کا تھوڑا سا حصہ ہے اور حقیقی زندگی تو آگے آنے والی ہے۔ زندگی کا جو تھوڑا سا لمحہ میسر تھا، اسے تو ان پر صرف کر دیا جنہوں نے تجہیز و تکفین تک ساتھ دینا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا:

۶۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ○ (۱)

سو کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تمہیں بے کار (و بے مقصد) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟○

ہم دنیا کی چاہت اور محبت میں اندھے ہو کر یہ تصور کر بیٹھے ہیں کہ بس یہی دنیا سب کچھ ہے اور پلٹ کر آخرت کی طرف جانے والی ہے۔ بات محض عقیدے کی حد تک ذہن میں محدود ہے، قلب و نظر اور عمل میں نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

۷۔ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ ط وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا○ (۲)

لوگ آپ سے قیامت کے (وقت کے) بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجیے: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور آپ کو کس نے آگاہ کیا، شاید قیامت قریب ہی آ چکی ہو○

۸۔ اللہ رب العزت نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ○ (۳)

---

(۱) المومنون، ۲۳:۱۱۵

(۲) الأحزاب، ۳۳:۶۳

(۳) المومن، ۴۰: ۵۹

بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتےo

یہ یقین دوطرح کا ہے: ایک اعتقاد ہے اور دوسرا استحضار۔ یقینِ اعتقاد کی نفی کافروں کے لیے اور یقینِ استحضار کی نفی ہمارے حال پر ہے۔ مومنین کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے:

۹۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَo[1]

اور وہ آخرت پر بھی (کامل) یقین رکھتے ہیںo

ہم عقیدے کی حد تک ایمان بالغیب کے درجے میں یومِ آخرت کو مانتے تو ہیں مگر قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ ہمیں اس کا استحضارِ قلبی حاصل نہیں ہے۔ ہمارے قلب میں عقیدۂ آخرت کی وہ پختگی نہیں ہے جو کسی چیز کے بارے میں آنکھوں سے دیکھ کر حاصل ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ہمیں اپنی موت کا اس درجے کا پختہ یقین نہیں اور اس یقین کے اثرات کی وجہ سے ہماری کیفیت وہ نہیں ہوتی جو کیفیت سزائے موت کے مجرم کی اپنی موت سر پر منڈلاتے دیکھ کر ہوتی ہے۔ اب اس فیصلے کے سننے سے لے کر پھانسی گھاٹ پر چڑھنے کے لمحے تک جو حال اس مجرم کا ہوگا، اسے یقین کہتے ہیں۔ فیصلہ ہونے تک اس کا یقین پختہ نہیں تھا، وہ متذبذب تھا، جب اس کا فیصلہ سنا دیا گیا، موت کی تاریخ مقرر کر دی گئی، کال کوٹھڑی میں بھیج دیا گیا اور کہا گیا کہ گھر والوں کو آخری وصیت لکھ دو، کیوں کہ کل تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔ اب مجرم کا جج کی تحریر پر اتنا کامل یقین ہے کہ اس کا ہر لمحہ قیامت بن چکا ہے۔ آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس مجرم کا حال بھلا کیا ہوگا؟ ایک لحاظ سے ہم بھی قیدی ہی ہیں اور ہمارے لیے بھی منصفِ اعظم نے اعلان فرما دیا ہے کہ تم غفلت میں ہو اور تمہارے حساب کا وقت بہت قریب آ گیا ہے۔

اے کاش! اس اعلانِ ربانی کی رتی بھر تاثیر ہماری عملی زندگی میں بھی دکھائی دیتی۔ کاش! کبھی موت کے خوف سے ہمارا دل بھی لرز جائے؛ کبھی قیامت کے لرزہ خیز مناظر کے

(۱) البقرہ، ۲:۴

تصور سے ہماری آنکھیں بھی چھلک پڑیں؛ کبھی ہم بھی اعمال اور احوالِ حیات بدلنے کا فیصلہ کرتے ہوئے سوچیں کہ ہم نے بھی آخرت کے امتحان میں پیش ہونا ہے۔ ہمیں تو اس پیشی کی فکر ہی نہیں کیونکہ ہمیں وہ یقین حاصل نہیں ہے، جو اللہ ہم سے چاہتا ہے۔ ہمارا یقین نظریاتی ہے وہ حقیقی یقین نہیں جو اولیاء اللہ اور اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے:

۱۰۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ○ (۱)

اکثر لوگ (کہتے تو ہیں) مگر ایمان نہیں لاتے○

۱۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ (۲)

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدۂ (قیامت) کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو○

یہ اعتقادی تشکیک کفار کو ہوا کرتی تھی، ہماری بھی ایک تشکیک ہے کہ قیامت کا وقت آ پہنچا ہے، لیکن اس کے یقین نے ہماری ذہنی، فکری اور قلبی استحضار کی کیفیت بن کر ہماری زندگی کو اپنے رنگ میں نہیں رنگا۔ اس یقین کے آجانے سے ہمارا جو حال ہونا چاہیے تھا، ہم اس کی طرف نہیں جا رہے۔ جب کفار نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۱۲۔ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ○ (۳)

وہ لوگ صرف ایک سخت چنگھاڑ کے ہی منتظر ہیں جو انہیں (اچانک) پکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے○

یہ موت بھی اس قیامت کی مثال ہے۔ جس طرح لوگ حشر کا نقارہ بجنے کے بعد

---

(۱) المؤمن، ۴۰: ۵۹

(۲) یٰس، ۳۶:۴۸

(۳) یٰس، ۳۶:۴۹

پلٹ کر اپنے گھر نہیں آ سکیں گے۔ عین اسی طرح جب موت کا لمحہ آئے گا تو اس سے کوئی بھی بچ نہیں سکے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے روح، قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ اس کے سارے منصوبے، ساری سوچیں دنیا کے حرص و لالچ، عداوتیں و نفرتیں، بغض و عناد، چاہتیں اور رغبتیں سب کی سب ختم ہو جائیں گی۔ گویا جن جن مصیبتوں میں وہ زندگی بھر مارا مارا پھرتا تھا موت کا لمحہ آتے ہی چشمِ زدن میں سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔

ہم ہر روز لوگوں کو موت کی سمت سفر کرتے اور منوں مٹی تلے دفن ہوتا دیکھتے ہیں۔ ہم ہر روز قیامت دیکھتے ہیں، مگر اس کا اثر ہمارے قلب و باطن پر نہیں ہوتا۔ اگر اثر ہوتا تو ہم کب کے تبدیل ہو چکے ہوتے۔ ہم زندگی کے ان جھگڑوں جھمیلوں سے ایک لمحے کے لیے بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔ حالانکہ جب موت کا لمحہ آتا ہے، تو نہ ہی وصیت کے قابل رہتے ہیں اور نہ ہی دنیا میں پلٹ کر ایک لمحہ بھی گزار سکتے ہیں۔ اسی طرح جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا، تو سب قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ جب لوگ روزِ محشر کی ہولناکیاں دیکھیں گے تو ان کی چیخ و پکار کا نقشہ قرآن مجید نے یوں پیش کیا ہے:

۱۳۔ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْ م بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا م سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ○ (۱)

(روزِ محشر کی ہولناکیاں دیکھ کر) کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی؟ ہمیں کس نے ہماری خوابگاہوں سے اٹھا دیا، (یہ زندہ ہونا) وہی تو ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا○

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ایک ایک بات ہم پر واضح فرما دی ہے۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ یقین کر کے اس کی تیاری شروع کر دیں، جبکہ ہم اس پر نہ تو یقین کر رہے ہیں اور نہ ہی تیاری۔ ہم سب لوگ موت کے انتظار میں رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نیک عمل کرنے کے لیے ابھی بہت وقت باقی ہے۔ اسی طرح ہمیں قیامت کے لمحے کا بھی

---

(۱) یٰسٓ، ۳۶: ۵۲

انتظار ہے۔ یقیناً جب وہ لمحہ آ جائے گا تو پھر عمل بدلنا تو دور کی بات، ہمیں سوچ بدلنے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔ اس بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

۱۴۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ○ (۱)

اور ہمارا حکم تو فقط یکبارگی واقع ہو جاتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا ہے ○

موت ہو یا قیامت اس کے آنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں لگے گی۔ جیسے پلک جھپکنے میں دیر نہیں لگتی، عین اسی طرح قیامت کے آنے میں بھی دیر نہیں لگے گی اور وہ چشم زدن میں برپا ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

۱۵۔ فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ○ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ○ (۲)

پھر جب (دوبارہ) صور میں پھونک ماری جائے گی ○ سو وہ دن (یعنی روزِ قیامت) بڑا ہی سخت دن ہوگا ○

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم فکرِ دنیا چھوڑ کر فکرِ آخرت کا آغاز کریں۔ ہمیں بخوبی اندازہ ہونا چاہیے کہ فانی دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ بقول امیر مینائی:

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

حیدر علی آتش نے بھی اسی ردیف میں کیا خوب کہا ہے:

نہ گورِ سکندر، نہ ہے قبرِ دارا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اس دارِ فانی میں موجود ہر شے فنا ہو جانے والی ہے۔

---

(۱) القمر، ۵۴: ۵۰

(۲) المدثر، ۷۴: ۸-۹

یہاں کسی کو بھی بقائے دوام حاصل نہیں ہے۔ واضح رہے کہ جو شخص اپنی زندگی کی ہر ساعت اللہ رب العزت کے احکامات کی بجاآوری میں بسر کرتا ہے، اسے ولایت کی مسند پر فائز کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ رب العزت کی عطا سے مر کر بھی زندہ رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رحمتِ الٰہی کی چھاؤں میں شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ ہمیں بھی اپنی ہر سانس دمِ غنیمت جان کر عارضی زندگی پر دائمی زندگی کو فوقیت دینی چاہیے اور اپنے ہر عمل کو اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کے لیے سرانجام دینا چاہیے۔

یہ حقیقت ہر قلبِ سلیم کے حامل ذہن میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ وہ ہمہ وقت فکرِ آخرت میں مبتلا ہو کر اس دنیا کو عارضی تصور کر کے اپنی دائمی زندگی کا ساماں تیار کرتا رہتا ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ یہ زندگی اچانک ختم ہو جانے والی ہے۔ بقول حیرت الہ آبادی:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

۸۔ خوف و رجاء کا حسین امتزاج اُخروی کامیابی کا ضامن ہے

عمل اور 'اَمل' صوتی حوالے سے تو ایک جیسے الفاظ ہیں، مگر دونوں کے معانی میں خاصا فرق ہے۔ عمل کی جمع اعمال، جبکہ اس کے مترادفات میں عبادات، اطاعات، حسنِ معاملات، خیرات اور احسانات شامل ہیں۔ اس کے برعکس اَمل کا معنی امید ہے۔ واضح رہے کہ ہماری اخروی تباہی، بربادی اور دنیاوی پریشانیوں اور بے چینیوں کا سبب ہماری بے جا امیدیں ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے ہیں، وہ قلتِ عمل ہے جبکہ ہمارے پاس اَمل یعنی امیدوں کی کثرت ہے۔ بس یہی صورتِ حال ہماری زندگی کی عکاسی کرتی ہے۔ ہمارے ہاں حسنِ عمل کم جبکہ اجر کی امیدیں بہت زیادہ ہیں۔ پہلے لوگ عمل زیادہ کیا کرتے تھے اور اجر کی امید کم کیا کرتے تھے۔ ان کا عمل کثیر اور اَمل یعنی امید قلیل ہوا کرتی تھی۔ اس کے برعکس اب ہمارے اعمال قلیل جبکہ امیدیں بہت زیادہ بڑھ چکی ہیں۔

قابلِ غور بات ہے کہ بھلا ایسا کیوں ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک خوف کا ہوتا ہے جبکہ دوسرا تعلق رجا کا۔ کچھ لوگ اللہ رب العزت سے خوف کا تعلق رکھتے ہیں اور کچھ لوگ امید و رجا کا رشتہ رکھتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ایمان نہ تو خالی خوف میں ہے اور نہ ہی صرف رجا میں ہے بلکہ اگر دونوں میں سے تنہا ایک ہی طریق کو اپنا لیا جائے، تو اس میں خطرہ ہے۔ اس ضمن میں اگر اللہ سے تعلق کی بنیاد صرف خوف پر رکھ دی جائے تو وحشت پیدا ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال میں بندہ خوف زدہ ہو کر اللہ سے دور ہو جاتا ہے اور اگر صرف رجا ہی بنیاد ہو تو غفلت پیدا ہوتی ہے، اس طرح انسان عمل سے غافل ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ قربِ الٰہی نہ تو وحشت سے ملتا ہے اور نہ ہی غفلت سے۔ اگر خوف اور رجا دونوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو خشیت بنتی ہے اور یہی بندۂ مومن کا صحیح راستہ ہے۔ اس حوالے سے ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝[1]

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں، یقیناً اللہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے ۝

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو صاحبانِ خشیت ہیں (یعنی جو کبھی میرے خوف میں روتے ہیں، کبھی میری رحمت کی امید میں ہنستے ہیں) میرے نزدیک وہی حقیقی عالم ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی اللہ رب العزت کی جانب سے دو طرح کی شانیں دے کر بھیجا گیا۔ چناں چہ اس حوالے سے ارشاد ربانی ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝[2]

(۱) فاطر، ۳۵: ۲۸

(۲) الفتح، ۴۸: ۸

بے شک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لیے اعمال و احوالِ امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہےo

کبھی آپ ﷺ مبشر بن کر دکھی لوگوں کو اُمید دلاتے ہیں اور کبھی نذیر بن کر گناہ گاروں کو اللہ جل جلالہ کا خوف دلاتے ہیں۔ خوف اور رجا کی کیفیات کے حسین امتزاج سے خشیتِ الٰہی جنم لیتی ہے۔ خشیت اس وحشت کو بھی دور کرتی ہے جو خوف سے پیدا ہوتی ہے اور اس غفلت کو بھی دور کرتی ہے جو رجا سے رونما ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ اللہ کی قربت ہی سے معرفت ملتی ہے۔ یہ سادہ بات ہے کہ جب کسی کی قربت ہی میسر نہیں تو پھر اس کی معرفت کیسے حاصل ہوگی؟ جب ایک شخص ساری زندگی صرف رحمت، بخشش، شفاعت اور امید کی بات سنتا ہے تو وہ اپنی ساری زندگی نافرمانی میں گزارتا ہے۔ یہ امید درحقیقت اسے عمل سے غافل کر کے بےعملی کی طرف لے جاتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ پرسوز لہجے میں قرأت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید سنتے تو خشیتِ الٰہی میں آپ کی چشمانِ مقدسہ سے آنسوؤں کی برسات رواں ہو جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ قرآن مجید تو آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور ہم آپ ﷺ کو سنائیں! حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے :

إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي. (١)

میں دوسروں سے اس (قرآن) کو سننا پسند کرتا ہوں۔

بلاشبہ خشیتِ الٰہی زندگی کو سنوارنے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ

---

(١) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب البکاء عند القرائة القرآن، ٤: ١٩٢٧، رقم: ٤٧٦٩

٢۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضل استماع القرآن وطلب القراء ة من حافظ للاستماع والبکاء عند القراء ة والتدبر، ١: ٥٥١، رقم: ٨٠٠

ہے:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا. (۱)

اے ہمارے رب! (ہم تجھے بھولے ہوئے تھے) سو ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا کہ (لوگو!) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔

اس آیت کریمہ میں پہلا راز یہ عیاں کیا گیا ہے کہ کوئی ندا دینے والا ہونا چاہیے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اس کا کوئی سننے والا بھی ہونا چاہیے۔ یہ سننا ایسا نہ ہو کہ ایک کان سے سنے اور دوسرے سے نکال دے بلکہ ایسا ہو کہ انسان سراپا عمل بن جائے۔ محض سننے سے حظ اٹھانا ہی کافی نہیں ہے، کیونکہ جس کے سننے سے انسان محض لطف لے، واہ واہ کرے، سر دھنے لیکن اس کا عمل نہ بدلے تو وہ محض حظِ نفس ہے۔

درج بالا آیتِ مبارکہ بتا رہی ہے کہ جب صحابہ کرام ﷺ نے حقِ بندگی ادا کرتے ہوئے کہا کہ اے ہمارے رب! تیرا منادی آیا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم اس کے سننے والے بن گئے۔ اے ہمارے رب! اس نے ہمیں آپ کی طرف بلایا تو ہم نے لبیک کہا اور ہم تیرے حضور سراپا نیاز بن کر جھک گئے۔ چنانچہ داعی اور منادی کی بات کو دھیان سے سنیں صرف لطف نہ اٹھائیں بلکہ نصیب حاصل کریں۔ بھلا نصیب کیا ہے؟ دراصل ایمان کا دل میں اتر جانا نصیب کہلاتا ہے۔ قرآن حکیم ان نیاز مندوں کی نیاز مندی کو یوں بیان کرتا ہے:

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ (۲)

اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتۂ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے ○

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۳

(۲) آل عمران، ۳: ۱۹۳

اگرچہ اس میں توسل کا اشارہ بھی موجود ہے، لیکن محض توسل پر ہی اعتماد نہ کیا جائے۔ کچھ اپنے گناہوں سے معافی کے طلب گار بھی بنیں۔ توسل جس عمل کا تقاضا کرتا ہے ہم اس سے یکسر بے خبر ہیں۔ حضرت ربیعہ بن کعب ؓ سے مروی ہے کہ رسولِ مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ. فَقَالَ لِي: سَلْ. فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ. (۱)

میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی اور ضرورت کی اشیا لاتا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: (اے ربیعہ!) کچھ مانگ لو۔ میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ کچھ اور؟ میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ! میری) بس یہی خواہش ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (جنت میں رفاقت کا وعدہ ہوگیا) اب تم کثرتِ سجود سے اپنے (اس) معاملے میں میری مدد کرو۔

آپ ﷺ نے یہ تین بار فرمایا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ مانگ لو۔ لیکن جب انہوں عرض کیا حضور ﷺ میرے لیے یہی کافی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم بھی کثرتِ سجود یعنی عبادت و ریاضت سے میری مدد کرو اور میرے وعدے کی لاج رکھنا۔ دوسرے الفاظ میں جس

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، ۱: ۳۵۳، رقم: ۴۸۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۹، رقم: ۱۶۶۲۸

۳۔ أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب وقت قيام النبي ﷺ من الليل، ۲: ۳۵، رقم: ۱۳۲۰

۴۔ نسائي، السنن، كتاب التطبيق، باب فضل السجود، ۲: ۲۲۷، رقم: ۱۱۳۸

مقام اور رفاقت کا وعدہ کر لیا ہے تم اپنے عمل سے بھی اس کے قابل بنو۔ عمل اور توسل کو جوڑیں تو ایمان کامل ہوتا ہے۔ ہم نے اعمال کی بجاآوری ترک کر دی ہے۔ ہم صرف توسل کے سہارے زندگی گزارنے لگے ہیں اور کچھ لوگوں نے توسل کو یکسر ترک کر کے صرف عمل کو تھام لیا ہے۔ حقیقت کی کسوٹی پر جانچا جائے تو نہ یہ انداز اچھا ہے اور نہ ہی وہ طریقہ مناسب۔ حق تو یہ ہے بنتا ہے کہ عمل اور امل ندی کے دو کناروں کی طرح ساتھ ساتھ چلیں۔

۹۔ اَعمالِ صالحہ کے ساتھ اہلِ حق سے نسبت بھی لازم ہے

جب بندہ عرض کرتا ہے، اے ہمارے رب! ہمارے تمام گناہ معاف فرما۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ تمام گناہوں سے تائب ہوکر معافی کی درخواست کرتا ہے۔ دراصل یہی اصلاح کا منہاج ہے کہ بندہ اپنی زندگی کو جملہ گناہوں اور نافرمانیوں سے پاک کرنے کا عزمِ صمیم کرے۔ جب بڑے گناہوں کو ترک کر دیا جائے تو پھر زندگی میں چھوٹی چھوٹی بے احتیاطیاں اور دوسروں کے ساتھ ایسی زیادتیاں باقی رہ جاتی ہیں، جن کا بندے کو شعور واحساس ہی نہیں ہوتا۔ ایسی کوتاہیاں اعمال، اطاعات، معاملات اور اخلاق سب میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان چھوٹی چھوٹی خطاؤں، کوتاہیوں 'ذلات' سیئات اور خطیئات سے پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ گویا ان چھوٹی کوتاہیوں سے بھی معافی مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ بندہ بارگاہِ ربِ ذوالجلال میں دست بستہ عرض کرتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمارے چھوٹے گناہ اور خطائیں بھی معاف کر دے۔ جب دونوں کام ہو جائیں تو پھر توسل کی تلقین کی گئی ہے۔ تب بندہ عرض کرتا ہے: اے رب! ہمیں موت کے بعد نیک اور صالح لوگوں کی سنگت بھی عطا فرما۔ گویا بندہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ ہم نے گناہوں سے اور لغزشوں سے حتی الوسع توبہ کر لی ہے، لیکن اس کے باوجود موت کے بعد سلامتی کی ضمانت نہیں ہوتی۔ اگر تو عدل کرنے پر آ گیا تو کچھ باقی نہیں بچے گا اور کوئی شے کام نہیں آئے گی! حضرت میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

واضح رہے کہ اگلے جہاں میں کامیابی کی ایک ہی ضمانت ہے کہ اے ربِ ذوالجلال والاکرام! جو تیرے دوست محبوب اور ابرار ہیں ان کی معیت عطا کر۔ یہاں یہ آیتِ کریمہ ابرار کے نقوشِ قدم کو ڈھونڈنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کر رہی ہے۔

اگر ہم نے اپنی ساری عمر سنوار دی، اعمال اچھے ہوگئے، زندگی صالح اور پاکیزہ ہوگئی، تو بھی اچھی موت کی ضمانت دینا ممکن نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ موت سے پہلے ہم سے کوئی ایسی خطا سرزد ہو جائے کہ حاصلِ زندگی ہی اکارت چلا جائے۔ اسی لیے تو ابرار کی معیت اور سنگت مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ حساب و کتاب میں کامیابی کا مکمل انحصار عمل کے بل بوتے پر رکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں کا ساتھ بھی مانگنا چاہیے۔ یہی نکتۂ توسل ہے۔ توسل سے پہلے اپنی اصلاح، صالحیت، پرہیزگاری اور توبہ درکار ہے۔ اس کے برعکس بدقسمتی سے ہمارا یہ مسلکی مزاج بن گیا ہے کہ فلاں مسلک کے ساتھ عقیدت ہے تو بس تمہارا بیڑا پار ہے۔ حالانکہ اللہ رب العزت اور اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ایسی نصیحت نہیں فرمائی۔ اللہ رب العزت نے تو بیڑا پار ہونے کے یہ طریقے بتائے ہیں کہ بڑے گناہوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے، خود کو نیک اور صالح بنایا جائے اور پھر بیڑا پار ہونے کے لیے کسی نیک بندے کی پاکیزہ نسبت حاصل کی جائے۔

توسلِ لفظی اور توسلِ نفسی

ایک اطاعت گزار مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی کو بڑی نافرمانیوں، لغزشوں اور خطاؤں سے ہر ممکنہ حد تک پاک رکھنے کے باوجود بھی بخشش کا بھروسہ صرف اپنے اعمال پر نہ رکھے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خواستگار ہو کر صالحین کی سنگت تلاش کرے۔ وہ لوگ جنہوں نے عمل پر بھروسہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی تلاش کرنے کی حاجت محسوس نہ کی تو وہ اُخروی زندگی میں ناکام و نامراد رہیں گے۔

موت کے بعد قیامت کا دن بھی آنا ہے۔ اگلی آیت ہمیں اس یومِ محشر کا حال بتاتی ہے کہ قیامت کے دن سب رفاقتوں کے اوپر بھی ایک رفاقت ہوگی۔ چنانچہ اس طرح عرض کریں:

۱۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ○ (۱)

اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ○

یہاں بندہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے مولا! مجھے وہ عطا فرما، جو تو نے اپنے رسولوں کو عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ ہم تو نادان ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم تجھ سے کیا مانگیں اور کیا نہ مانگیں۔ بس تجھ سے وہ مانگتے ہیں جس کا تو نے اپنے رسولوں سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ذلت و رسوائی سے بچانا ہے۔

یہ کلمۂ توسل لفظی بھی ہے اور توسلِ نفسی بھی۔ اس میں شفاعت بھی ہے کہ جو اپنے رسولوں سے وعدہ کیا، وہ ہمیں عطا فرما۔ قیامت کے دن شرم سار نہ ہونا اصلاً تو یہ نبی مکرم ﷺ کی شان ہے۔ وہ سرخرو ہوں گے، پھر جو ان کے ساتھ ہوں گے وہ بھی شرمساری سے بچ جائیں گے۔ ظاہر ہے نبی ﷺ کے ساتھ بندے کی بھی شرائط ہوں گی۔ جب بندہ ان شرائط کو پورا کرتے ہوئے رفاقت کا حق دار ٹھہرے گا تو قیامت کے دن اسے کوئی شرمندگی اور ندامت نہیں ہوگی۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الحدید میں مومنین کی پہچان کے حوالے سے اشارہ فرمایا ہے:

۲۔ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ (۲)

(اے حبیب!) جس دن آپ (اپنی امّت کے) مومن مَردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب تیزی سے چل رہا ہوگا

(۱) آل عمران، ۳: ۱۹۴

(۲) الحدید، ۵۷: ۱۲

(اور اُن سے کہا جائے گا) تمہیں بشارت ہو آج (تمہارے لیے) جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں (تم) ہمیشہ ان میں رہو گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے○

۱۰۔ حقیقی کامیابی کا معیار کیا ہے؟

قیامت کے دن جہاں جہاں مومن چلیں گے، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں جانب تیزی سے چل رہا ہوگا۔ اس نور سے دنیا پہچان لے گی کہ نور والے آ رہے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا ایمان اور اعمالِ صالحہ نور میں تبدیل ہو جائیں گے اور انہیں بشارت دی جائے گی کہ آج تمہارے لیے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اب تم ہمیشہ ان میں رہو گے بلاشبہ یہی سب سے بڑی کامیابی و کامرانی ہے۔

ہم اس دنیوی زندگی کو ہی اصل کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی کامیابی نہیں ہے۔ اصل کامیابی تو انہیں نصیب ہوگی، جو روزِ محشر حساب کتاب میں کامیاب ہوں گے۔ جو لوگ حبِّ دنیا میں غرق ہو گئے، دنیوی جاہ و منصب میں کھو گئے اور ساری زندگی دنیا کی خباثتوں کے گورکھ دھندوں میں جکڑے رہے تو ناکامی ان کا مقدر بن جائے گی۔ جن کے ایمان میں نفاق اور کھوٹ ہوگا ایسے ناکام و نامراد لوگوں کا ذکر سورۃ الحدید میں اس طرح کیا گیا ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ط فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ط بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ○ (۱)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ذرا ہم پر (بھی) نظرِ (التفات) کر دو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے پلٹ جاؤ اور (وہاں جا کر) نور تلاش کرو (جہاں تم نور کا انکار کرتے

(۱) الحدید، ۵۷:۱۳

تھے)، تو (اسی وقت) ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندر کی جانب رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب اُس طرف سے عذاب ہوگاo

جب منافقین ایمان والوں کو نور کے ہالے میں چلتے دیکھیں گے تو وہ ان سے کہیں گے کہ ذرا ہم پر بھی نظر کرم کرو تاکہ آپ کے نور سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے۔ تاکہ ہم تاریکی میں بھی چلنے کے قابل ہوسکیں۔ گویا منافقین دنیا میں عملِ صالح اور ابرار کی معیت سے خالی ہونے کی بنا پر آخرت میں بھی توسل کی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ گویا جس نے دنیا میں توسل نہ مانگا، اسے آخرت میں توسل طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ منادی کرنے والا کہے گا کہ یہاں سے نور نہیں ملتا۔ اس کے لیے لازم ہے کہ تم واپس دنیا میں جاؤ اور وہاں سے اعمال کا نور لے کر آؤ۔ نور تو وہاں سے ملنا تھا جسے تم دنیا میں چھوڑ آئے ہو۔ دنیا میں تو تم نے عمر بھر تاریکی کمائی، لہٰذا آج یہ نور بھلا کہاں سے ملے گا؟ اس کے بعد ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی تاکہ مانگنے والے بار بار منت کر کے اہلِ نور کو شرم سار نہ کریں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا کو جب ان کی عمر مبارک محض دو یا تین سال کی تھی، لوگوں کو سنانے کے لیے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اپنے عمل کر کے دنیا سے جانا میرا رشتہ تمہارے کام نہیں آئے گا۔ حالانکہ سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا کے اپنے رشتے کام آنے والے تھے۔ مگر اُمت کو یہ نصیحت کی کہ تم میرے رشتے کی لاج رکھنا۔ لاج رکھو گے تو بھروسہ کام آئے گا اور اگر لاج نہیں رکھو گے تو بھروسہ بھی کسی کام نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ، سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوصایا، باب هل یدخل النساء والولد فی الأقارب، ۳: ۱۰۱۲، رقم: ۲۶۰۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی ﴿وأنذر عشیرتك الأقربین﴾، ۱: ۱۹۲، رقم: ۲۰۶

اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو چیز چاہو مجھ سے مانگ لو، لیکن میں (ازخود) اللہ تعالیٰ کے معاملات میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

حضرت نوح ﷺ کے بیٹے کو اس لیے مردود کر دیا گیا، کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں تھے۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ. (۱)

ارشاد ہوا: اے نوح! بے شک وہ تیرے گھر والوں میں شامل نہیں کیوں کہ اس کے عمل اچھے نہ تھے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس بنیاد پر رشتے استوار کریں جو بنیاد اللہ رب العزت نے رکھی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم اپنے رشتے اعمالِ صالحہ اور خالص محبت پر استوار کریں۔

روزِ محشر منافقین جنت والے مومنین کو پکارتے ہوئے کہیں گے، کیا ہم تمہاری سنگت میں نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا۔ دراصل تم شک کیا کرتے تھے اور باطل اُمیدوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ تمہیں دغا باز شیطان دھوکہ دیتا رہا یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا امر آ پہنچا۔ چنانچہ قرآن مجید میں دوزخ میں جانے والوں کی التجا اور مومنین کے جواب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ○ (۲)

وہ (منافق) اُن (مومنوں) کو پکار کر کہیں گے: کیا ہم (دنیا میں) تمہاری سنگت میں نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو (منافقت کے) فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا اور تم (ہمارے لیے برائی اور نقصان کے) منتظر رہتے تھے اور تم (نبوتِ

(۱) ھود، ۱۱: ۴۶

(۲) الحدید، ۵۷: ۱۴

محمدی اور دینِ اسلام میں) شک کرتے تھے اور باطل امیدوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا، یہاں تک کہ اللہ کا امر (موت) آ پہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دغا باز (شیطان) دھوکہ دیتا رہا○

یہاں رفاقت کی بات ہو رہی ہے۔ وہ مومنین سے التجا کریں گے کہ خدارا ہمیں محروم نہ کرو۔ کیا ہم دنیا میں آپ کے ساتھی نہیں تھے۔ اس پر وہ کہیں گے کہ ہم کیا کریں تم نے وہاں اپنے آپ کو فتنے میں مبتلا کر لیا تھا، بلکہ تم تو جب ہماری برائی اور نقصان کے منتظر رہتے تھے۔ تمہاری اُمیدیں تو بہت زیادہ ہوگئی تھیں اور اُن امیدوں نے ہی تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر یعنی موت آ پہنچا۔ حقیقت یہ ہے کہ موت قیامت کے برپا ہونے کا پہلا مرحلہ ہے۔

۱۱۔ فکرِ آخرت میں ہی حقیقی کامیابی مضمر ہے

مذکورہ بحث کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ فکر کے لائق اصل شے آخرت ہے۔ جو انسان اس فکر میں مصروف رہے گا، اس کے دنیوی معاملات اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور لُطف و عطا سے خود بخود ہی سُدھر جائیں گے۔ کیوں کہ آخرت کی بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو راستہ بتایا ہے وہ ایسا ہے کہ اس پر چلنے سے دنیوی معاملات خود بخود درست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جو شخص رزقِ حلال کمائے گا اس کی کمائی میں خیر و برکت ہوگی؛ جو پرہیزگاری اور نیکوکاری کی زندگی گزارے گا، لوگ اسے عزت دیں گے؛ جو تاجر دیانت داری اور وفاداری برتے گا اس کی تجارت چمک اٹھے گی؛ جو اپنے والدین کا خدمت گزار ہوگا اس کی اولاد اس کی سعادت مند اور خدمت شعار ہوگی، جو آدمی اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے گا اسے اپنے دکھ سکھ میں رشتے داروں کی امداد اور ان کا تعاون حاصل رہے گا۔ الغرض جیسے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنا مقصود آخرت کی کامیابی رکھے گا دنیا خود بخود اس کے دروازے پر چلی آئے گی۔ پھر آخرت کی فکر رکھنے والا گناہوں سے پرہیز کرنے کی کوشش کرے گا اور گناہوں سے پرہیز کرنے کے باعث وہ ان اذیتوں سے بچ جائے گا جو گناہوں کی پیداوار ہوتی ہیں۔ ایسا

اس لیے ہے کہ اللہ رب العالمین نے جن اعمال و افعال کو گناہ قرار دیا ہے انہیں اسی لیے گناہ کہا ہے کہ وہ انسانوں کو نقصان پہنچانے والے تھے۔

اس کے علاوہ جس شخص کو اپنی آخرت بہتر بنانے کا شوق ہو گا، اس کے لیے دنیوی ساز و سامان اور شان و شوکت میں ایسی جاذبیت اور کشش نہیں ہوگی کہ وہ انہیں ناجائز ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسی قناعت اور ایسی استغنا پیدا فرما دے گا اور اسے ایسا سیر چشم بنا دے گا کہ دُنیوی حرص و لالچ سے پیدا ہونے والی پریشانیاں بھی اس تک نہیں پہنچ سکیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے اس کے دل میں سکون و اطمینان کا نور ہو گا اور اس کے معاملات خود بخود سدھرتے چلے جائیں گے۔ اس کے برعکس جو آدمی آخرت کو فراموش کر دے گا اور ہمہ وقت دنیوی فکر ہی اس کے دل و دماغ پر حاوی رہے گی اور وہ انہی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہے گا کہ کہیں وہ دنیاوی معاملات میں پریشانی میں نہ جکڑا جائے، دنیاوی مال میں اُس کا کوئی نقصان نہ ہو جائے اور فلاں فلاں سہولتیں اور آسائشیں میرے پاس کیوں نہیں ہیں؟ اللہ رب العالمین اسے ان اندیشوں کے ساتھ تنہا چھوڑ دے گا اور اس کی مدد و نصرت نہیں فرمائے گا، نہ اس بات کی پروا کرے گا کہ کون سا دنیوی فکر اسے تباہ و برباد کرتا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا کہ دنیا کی فکر کرنے والا شخص اپنے غم و فکر سے اپنی دنیا کا کچھ سُدھار تو نہیں سکتا بلکہ لاکھ سوچ بچار کے باوجود دنیا اسے اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔ اس کی یہ دوڑ دھوپ لا حاصل ہوگی، جس میں وہ اپنی جان کھپاتا رہ جائے گا۔

۱۲۔ فکرِ آخرت سے پہلو تہی ہی تمام مسائل کی جڑ ہے

اگر ہم اس صورتِ حال کا عمیق جائزہ لیتے ہیں، تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلم اُمہ کی بربادی کی بنیادی وجہ ہمارے قلوب سے فکرِ آخرت کا نکل جانا ہے۔ بلاشبہ خوفِ الٰہی ایسا تازیانہ ہے کہ اگر صحیح معنوں میں اس کا ادراک ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمان خود احتسابی کرتے ہوئے اپنے احوال کو درست نہ کر لیں۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں شدّ و مد سے فکرِ آخرت کے مضمون کو بیان کر کے ہمیں باور کرایا گیا ہے کہ دنیا میں کیے گئے اپنے

ہر عمل کا حساب قیامت کے دن دینا پڑے گا۔ اس امتحان کا نتیجہ ابدی انعام یا دائمی عذاب کی شکل میں ہر انسان کا مقدر بنے گا۔ اُمتِ مسلمہ نے جب تک روزِ جزا کی ہولناکیوں کو اپنے سامنے رکھا، تب تک وہ خوفِ الٰہی کے زیر اثر اصلاحِ احوال میں کوشاں رہی۔ اہلِ اسلام جیسے جیسے حُب دنیا، شیطان کے شر اور نفس کے فتنے میں گرفتار ہوتے چلے گئے ویسے ویسے ان کے دل و دماغ سے فکرِ آخرت محو ہوتی چلی گئی۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ زبانی سطح پر تو وہ قیامت کے برپا ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ان کے اعمال سے یہ عیاں نہیں ہوتا کہ انہیں نہ تو آخرت کی کوئی پروا ہے اور نہ ہی خوفِ الٰہی دامن گیر ہے۔ مذکورہ بالا سطور میں اسی تلخ حقیقت کو باور کرنے اور اس کا حل پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

باب نمبر 2

علاماتِ قیامت کے ظہور کا مرحلہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہر مخلوق فنا ہو جانے والی ہے، جب کہ صرف میری ذات ہی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔[1] اللہ رب العزت کی اس وضاحت کے بعد ذہن میں اگلا خیال آتا ہے کہ فنا کا یہ عمل کب وقوع پذیر ہوگا یعنی قیامت کب برپا ہوگی؟

قیامت کا برپا ہونا درحقیقت اس دنیائے فانی کے خاتمے اور انسانی اعمال کے محاسبے کا نام ہے۔ یہ دراصل ایک امرِ حق ہے اور اس پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ قیامت کا برپا ہونا تو برحق ہے لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ کب قائم ہوگی؟ اس بات کو اللہ رب العزت نے اپنے اور اپنے نبی آخر الزماں ﷺ کے درمیان راز رکھا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کی چند نشانیاں بھی مقرر فرما دی ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر اہلِ ایمان یہ جان لیں کہ اب قیامت کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اللہ رب العزت نے قیامت کی نشانیوں کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں یوں فرمایا ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ○[2]

تو اب یہ (منکر) لوگ صرف قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ پہنچے؟ سو واقعی اس کی نشانیاں (قریب) آ پہنچی ہیں، پھر انہیں ان کی نصیحت کہاں (مفید) ہوگی جب (خود) قیامت (ہی) آ پہنچے گی ○

---

(۱) الرحمن، ۵۵: ۲۶-۲۷

(۲) محمد، ۴۷: ۱۸

اس آیتِ مبارکہ میں یہ یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ کس سوچ میں مبتلا ہو؟ کس غفلت کا شکار ہو کر یہ سوچتے ہو کہ قیامت کب اور کیسے آئے گی؟ اللہ رب العزت نے واضح فرما دیا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ! قیامت اچانک اور یک لخت آئے گی، البتہ اس ضمن میں اتنا ضرور واضح کر دیتے ہیں کہ اس کے قریب ہونے کی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔

جب کسی شے کی آمد کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو پھر اس کے آنے میں زیادہ دیر باقی نہیں رہتی، لہٰذا اب قیامت رونما ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے وصال کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ میں آگے جاتا ہوں تاکہ تمہارے لیے تیاری کروں۔[1]

ثابت یہ ہوا کہ آگے بہت مشکل اور کٹھن مرحلے آنے والے ہیں اور ہمیں ان کا ادراک بھی نہیں ہے۔ قیامت کے بپا ہونے سے متعلق سورۃ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ○[2]

بے شک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر جان کو اس (عمل) کا بدلہ دیا جائے جس کے لیے وہ کوشاں ہے ○

قرآن مجید میں بار بار وقوع قیامت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ اس بارے میں ایک

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب المغازي، باب غزوة أحد، ۴: ۱۴۸۶، رقم: ۳۸۱۶

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ وصفاته، ۴: ۱۷۹۶، رقم: ۲۲۹۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۴، رقم: ۱۷۴۳۸

۴۔ أبو داود، السنن، كتاب الجنائز، باب الميت يصلى على قبره بعد حين، ۳: ۲۱۶، رقم: ۳۲۲۴

(۲) طٰہٰ، ۲۰: ۱۵

اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ○ (۱)

لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا مگر وہ غفلت میں (پڑے طاعت سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں○

یہ بات غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی بات کو کتنی بار دہرایا ہے تاکہ ہمارے ذہنوں میں یہ حقیقت راسخ ہو جائے۔ اتنی وضاحت کے باوجود ہم نے آخرت کو یکسر بھلایا ہوا ہے۔ بلاشبہ یہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے اور یہ اس امر کی متقاضی ہے کہ لوگ خوابِ غفلت میں مبتلا ہونے کے بجائے اپنے اعمال اور احوال سنوارنے کی فکر کریں۔

یہ امر قابلِ غور ہے کہ قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی قول حتمی نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہمارے من میں یہ بات عملی طور پر کیوں نہیں اُترتی؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لیتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں اگر تم سن لیتے تو ہنسنے کے بجائے روتے رہتے۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاللهِ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا. (۲)

اللہ تعالیٰ کی قسم! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

---

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۱

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الكسوف، باب الصدقة في الكسوف، ۱: ۳۵۴، رقم: ۹۹۷

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا، ۵: ۲۳۷۹، رقم: ۶۱۲۰، ۶۱۲۱

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أو سجود ونحوهما، ۱: ۳۲۰، رقم: ۴۲۶

دوسری روایت حضرت ابو ذر غفاری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاللهِ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ. (۱)

اللہ تعالیٰ کی قسم! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ؛ اور تم خواب گاہوں میں اپنی عورتوں کے پاس نہ جاتے؛ بلکہ تم جنگلوں میں نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے رہتے۔ کاش! میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ آنکھ سے دیکھ کر یقین کی کیفیت سن کر یقین کرنے سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اگر تم سننے کے ساتھ ساتھ دیکھ بھی لیتے تو تم پر دیوانگی طاری ہو جاتی اور فکرِ آخرت کی وجہ سے دنیاوی لذتوں میں حلاوت ہی نہ محسوس کرتے۔ چونکہ ہم دیکھتے نہیں ہیں اور نہ ہی حق بات کو توجہ سے سننا گوارا کرتے ہیں، نتیجتاً ہم فکرِ آخرت سے بے خبری کے باعث غافل بھی ہیں اور بے پروا بھی۔

قیامت کب رونما ہوگی یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن جس شخص کو موت آ گئی اس کے لیے تو قیامت اسی شام سے شروع ہوگئی۔ کیونکہ موت کے لمحے کے بعد مہلت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے جو وقت ملا ہے اسے غنیمت جانتے ہوئے زندگی کو بدلنے اور اعمال کو سنوارنے کی بھرپور کوشش کریں۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹا دی

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب فی قول النبی ﷺ: لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا، ۴: ۵۵۶، رقم: ۲۳۱۲

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال اور قیامت باہم متقارب ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامت کے قریب ہونے کو اپنے دور کے ساتھ متصل قرار دیا ہے۔ اس سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ موت اور قیامت کو ہر وقت اپنے سامنے پاؤ کہ اس کا ظہور ابھی ہونے والا ہے۔ میرے بعد دنیا سے زیادہ اُمیدیں نہ باندھ لینا کہ اسی کے مال و متاع میں کھو جاؤ اور فکرِ آخرت سے منہ موڑ لو۔

اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ○ (۱)

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا○

یعنی قیامت کا ظہور اب زیادہ دور نہیں ہے کیونکہ قربِ قیامت کی پہلی نشانی شق القمر کا معجزہ وقوع پذیر ہو چکا ہے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ: وَضَمَّ السَّبَابَةَ وَالْوُسْطٰى. (۲)

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو جوڑ کر فرمایا: میری بعثت اور قیامت اس طرح جڑے ہوئے ہیں۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) القمر، ۵۴: ۱

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ: بعثت أنا والساعة كهاتين، ۵: ۲۳۸۵، رقم: ۶۱۳۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب قرب السّاعة، ۴: ۲۲۶۹، رقم: ۲۹۵۱

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ يَعْنِي إِصْبَعَيْنِ.(۱)

مجھے اور قیامت کو ایسے (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا جس طرح یہ دو انگلیاں (ساتھ ساتھ ہیں)۔

قربِ قیامت کے لیے رسول مکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام ؓ کے لیے تمثیل بیان فرمائی ہے۔

۳۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت مستور بن شداد فہری ؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بُعِثْتُ فِي نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهٖ هٰذِهٖ لِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى.(۲)

میں قیامت کے بالکل قریب بھیجا گیا ہوں۔ مجھے قیامت سے صرف اس قدر سبقت حاصل ہے، جس قدر اس انگلی یعنی درمیانی انگلی کو انگشتِ شہادت پر حاصل ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول النبي ﷺ: بعثت أنا والساعة كهاتين، ۵: ۲۳۸۵، رقم: ۶۱۴۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب قرب الساعة، ۴: ۲۲۶۸، رقم: ۲۹۵۱

۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في قول النبي ﷺ: بعثت أنا والساعة كهاتين، ۴: ۴۹۶، رقم: ۲۲۱۴

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب أشراط الساعة، ۲: ۱۳۴۱، رقم: ۴۰۴۰

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في قول النبي ﷺ: بعثت أنا والسّاعة كهاتين، ۴: ۴۹۶، رقم: ۲۲۱۳

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۳۰۸، رقم: ۷۳۲

۳۔ بزار، المسند، ۸: ۳۸۹، رقم: ۳۴۶۲

۴۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے خطاب کے دوران قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

أَنْتُمْ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ. (۱)

(اے میری اُمت) تم اور قیامت اس طرح قریب ہو گئے ہو، جیسے دو انگلیاں جڑی ہوئی ہیں۔

۵۔ اس بات کی مزید وضاحت درج ذیل حدیثِ مبارک سے ہوتی ہے۔ امام حسن بصری مرسلاً روایت کرتے ہیں ۔ یہ حدیثِ صحیح ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ السَّاعَةِ كَهَاتَيْنِ، فَمَا فَصَلَ إِحْدَاهُمَا عَنِ الْأُخْرٰى، وَجَمَعَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطٰى وَالَّتِي يَقُوْلُ النَّاسُ: السَّبَّابَةَ. (۲)

میری اور قیامت کی مثال اس طرح ہے جس طرح یہ دو انگلیاں، اللہ رب العزت نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں درمیانی اور جسے لوگ ''سبابۃ (شہادت کی انگلی)'' کہتے ہیں، کو آپس میں جوڑا۔

آپ ﷺ نے ان احادیث مبارکہ سے یہ واضح فرما دیا ہے کہ میرے بعد قیامت اس طرح قریب ہے جس طرح یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ لہٰذا ہمیں کسی غفلت میں مبتلا ہوئے بغیر قبر اور روزِ حشر کی تیاری کرنی چاہیے۔

۲۔ قیامت کی علاماتِ صغریٰ

قیامت کی علاماتِ صغریٰ سے مُراد وہ واقعات اور حوادث ہیں جن سے متعلق حضور نبی

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۳، رقم: ۱۳۳۶۰

۲۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۴: ۵۳۹، رقم: ۸۵۱۰

(۲) دانی، السنن الواردة فی الفتن، ۴: ۷۶۱، رقم: ۳۷۳

اکرم ﷺ نے اُمت کو آگاہ فرمایا ہے کہ وہ آخری زمانے میں رونما ہوں گے۔ وہ ان علامات کا تسلسل ہوں گے، جو قیامت کی بڑی نشانیوں کے ظہور پر دلالت کریں گے۔ انہیں قیامت کی علاماتِ صغریٰ کا نام دیا گیا ہے۔ ان علاماتِ صغریٰ کا ظہور حضور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا اور یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا، جب تک کہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ کا ظہور نہ شروع ہو جائے۔ یہ تمام علامات اپنے وقت کے مطابق بتدریج واقع ہوتی رہیں گی۔ اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ قیامت کی چھوٹی علامات اور نشانیاں اسی طرح ظاہر اور وقوع پذیر ہو رہی ہیں، جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان علامات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے نبی کی رسالت پر اس قدر پختہ یقین ہو جائے کہ آپ ﷺ نے غیبی امور میں جو خبریں دی ہیں، وہ ہر حال میں وقوع پذیر ہو کر رہیں گی۔

قربِ قیامت کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے جو علامات بیان فرمائی ہیں، ان کی کئی اقسام ہیں، جو کبھی واقعات، کبھی حادثات، کبھی جنگ و جدل اور کبھی زلزلوں اور قدرتی آفات کی شکل میں ظاہر ہو چکی ہیں اور آئندہ ہونے والی ہیں۔ لیکن ہم یہاں صرف وہ علامات بیان کریں گے جن کا تعلق ہماری اخلاقی، سماجی، معاشرتی اور روز مرہ زندگی سے ہے۔

(۱) دورِ فتن میں علم اُٹھا لیا جائے گا

قیامت کے قریب ہونے کی سب سے اہم علامت جس کا ذکر حضور نبی اکرم ﷺ نے متعدد احادیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا، وہ علم کا اُٹھا لیا جانا ہے۔ آپ ﷺ نے جب بھی قیامت کی علامات کا ذکر کیا تو دیگر علامات کے ساتھ ساتھ اس علامت کا بھی لازمی ذکر فرمایا ہے۔ اس سے جہاں قربِ قیامت کی علامت سے آگاہی نصیب ہوتی ہے، وہاں علم کی قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ جب تک اُمت میں علم اور اہلِ علم کی حقیقی قدر موجود رہے گی تب تک قیامت کی نشانیاں ظاہر نہیں ہوں گی۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ. (۱)

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ علم (نافع) سمیٹ نہ دیا جائے۔

یہاں علم سے مراد علمِ نافع اور علمِ صحیح ہے۔ دوسری حدیث کے مطابق جہالت کثرت کے ساتھ بڑھ جائے گی۔ یعنی غالب ہو جائے گی اور علم کو سمیٹ دیا جائے گا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ دونوں سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَأَيَّامًا يَنْزِلُ فِيْهَا الْجَهْلُ، وَيُرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ. (۲)

قیامت سے کچھ عرصہ پہلے کا زمانہ ایسا ہوگا کہ اُس میں (ہر طرف سے) جہالت اترے گی اور علم اُٹھا لیا جائے گا۔

۳۔ حضرت انس ﷺ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: میں تمہیں ایک ایسی حدیث ضرور بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ میرے علاوہ اس حدیث کو تم سے کوئی بھی بیان نہیں کرسکتا۔ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإستسقاء، باب ما قيل في الزلازل والآيات، ۱:۳۵۰، رقم: ۹۸۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان، ۴:۲۰۵۷، رقم: ۲۶۷۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۳، رقم: ۸۱۲۰

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب ظهور الفتن، ۶:۲۵۹۰، رقم: ۶۶۵۳-۶۶۵۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان، ۴: ۲۰۵۶، رقم: (۱۰) ۲۶۷۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۹، رقم: ۳۶۹۵

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ.(۱)

قیامت کی نشانیوں میں سے (ایک) یہ بھی ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی۔

۴۔ یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم کو کیسے اٹھا لیا جائے گا؟ جب کہ کتب کی تعداد میں تو روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سوال کا جواب حضور نبی اکرم ﷺ نے کچھ یوں ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب النكاح، باب يقل الرجال ويكثر النساء، ۵: ۲۰۰۵، رقم: ۴۹۳۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضته وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان، ۴: ۲۰۵۶، رقم: ۲۶۷۱

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في أشراط الساعة، ۴: ۴۹۱، رقم: ۲۲۰۵

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة، ۲: ۱۳۴۳، رقم: ۴۰۴۵

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، ۱: ۵۰، رقم: ۱۰۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل، ۴: ۲۰۵۸، رقم: ۲۶۷۳

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب العلم، باب ما جاء في ذهاب العلم، ۵: ۳۱، رقم: ۲۶۵۲

اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اُٹھائے گا کہ لوگوں کے سینے سے نکال لے، بلکہ علماء کو ایک ایک کر کے اٹھاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا، تو لوگ جہلا ہی کو اپنا رہنما بنا لیں گے۔ ان سے مسائل پوچھے جائیں گے، تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، وہ خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔

۵۔ آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر علم اٹھا لیے جانے کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ حضرت زیاد بن لبید ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی چیز (قیامت) کا تذکرہ کیا اور پھر فرمایا: یہ اس وقت ہوگا جب علم جاتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! علم کیسے جاتا رہے گا جبکہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں، اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ أَوَ لَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيْلَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيءٍ مِمَّا فِيْهِمَا.(۱)

اے زیاد! تیرے ماں تجھے روئے۔ میں تو تجھے مدینہ کے فقیہ تر لوگوں میں سے سمجھتا تھا، کیا یہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل نہیں پڑھتے، لیکن اُن کی کسی بات پر عمل نہیں کرتے (اسی بدعملی اور زبانی جمع خرچ کے نتیجہ میں یہ اُمت بھی وحی کی برکات سے محروم ہوجائے گی، بس قیل و قال باقی رہ جائے گا)۔

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب اجتناب الرأي والقياس، ۱: ۲۰، رقم: ۵۲

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۶۰، رقم: ۱۷۵۰۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم، ۲: ۱۳۴۴، رقم: ۴۰۴۸

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۴۵، رقم: ۳۰۱۹۹

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۵: ۲۶۵، رقم: ۵۲۹۱

ایک دور ایسا بھی آئے گا، جب قرآنی تعلیمات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے عمل سے روگردانی کی جائے گی۔ جب کہ صرف لا حاصل مناظرے اور مباحثے کا رجحان عام ہو جائے گا۔حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے حالات کو بھی قربِ قیامت کی نشانیاں قرار دیا ہے۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ تُرْفَعَ الْأَشْرَارُ وَتُوْضَعَ الأَخْيَارُ وَيُفْتَحَ الْقَوْلُ وَيُخْزَنَ الْعَمَلُ وَيُقْرَأَ بِالْقَوْمِ، اَلْمَثْنَاةُ لَيْسَ فِيْهِمْ أَحَدٌ يُنْكِرُهَا.

قربِ قیامت (کی نشانیوں) میں سے یہ بھی ہے کہ (معاشرے میں) اشرار (برے لوگوں) کا رتبہ بلند اور اَخیار (نیکوکاروں) کا رتبہ گرا دیا جائے گا، قیل و قال (یعنی بحث و مناظرہ) عام ہو جائے گا اور عمل پر تالے پڑ جائیں گے۔ لوگوں میں مثناۃ پڑھی جائے گی اور ان میں سے کوئی ایک بھی اس کا انکار (یعنی اس کے خلاف آواز بلند) نہیں کرے گا۔

عرض کیا گیا: مَثْنَاۃ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا اكْتُتِبَتْ سِوٰى كِتَابِ اللهِ. (۱)

اللہ تعالیٰ کی کتاب (اور اُس کی تعلیمات) کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہو گا وہ مثناۃ ہے (اور اس کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی جائے گی گویا قرآنی تعلیمات کی کھلی مخالفت پر کوئی پابندی نہیں ہوگی)۔

۷۔ علم اٹھا لیے جانے کی مزید وضاحت حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو قِلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَقَبْضُهُ أَنْ يُذْهَبَ بِأَصْحَابِهِ، وَعَلَيْكُمْ

---

(۱) حاكم، المستدرك، ۴: ۵۹۷، رقم: ۸۶۶۰

بِالْعِلْمِ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي مَتٰى يُفْتَقَرُ إِلَيْهِ أَوْ يُفْتَقَرُ إِلٰى مَا عِنْدَهُ، وَإِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُمْ يَدْعُوْنَكُمْ إِلٰى كِتَابِ اللهِ وَقَدْ نَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ، فَعَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَطُّعَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّعَمُّقَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْعَتِيْقِ.(۱)

علم کے اُٹھ جانے سے پہلے ضرور علم حاصل کرلو، علم کا اٹھ جانا یہ ہے کہ اہلِ علم رخصت ہو جائیں گے۔ خوب مضبوطی سے علم حاصل کرو، تم میں کسی شخص کو کیا خبر کہ کب اس کی طرف حاجت مندی پیش آ جائے یا دوسروں کو اُس کے علم کی ضرورت پیش آ جائے۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے، جن کا دعویٰ یہ ہوگا کہ وہ تمہیں قرآنی دعوت دے رہے ہیں، حالانکہ انہوں نے کتاب اللہ کو پسِ پشت ڈال دیا ہوگا۔ اس لیے علم پر مضبوطی سے قائم رہو۔ دین میں نئی باتوں، لاحاصل موشگافیوں اور غیر ضروری غور وخوض سے بچو اور (سلف صالحین کے) پرانے راستے پر قائم رہو۔

۸۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ علم کے اُٹھا لیے جانے کی مزید وضاحت اپنے اس فرمان میں بیان کرتے ہیں، آپ نے اپنے کسی شاگرد کو علاماتِ فتن سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّكَ فِي زَمَانٍ كَثِيْرٌ فُقَهَاؤُهُ، قَلِيْلٌ قُرَّاؤُهُ، تُحْفَظُ فِيْهِ حُدُوْدُ الْقُرْآنِ وَتُضَيَّعُ حُرُوْفُهُ، قَلِيْلٌ مَنْ يَسْأَلُ، كَثِيْرٌ مَنْ يُعْطِي، يُطِيْلُوْنَ فِيْهِ الصَّلَاةَ وَيَقْصُرُوْنَ الْخُطْبَةَ، يُبَدُّوْنَ أَعْمَالَهُمْ قَبْلَ أَهْوَائِهِمْ. وَسَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ قَلِيْلٌ فُقَهَاؤُهُ، كَثِيْرٌ قُرَّاؤُهُ، يُحْفَظُ فِيْهِ حُرُوْفُ الْقُرْآنِ وَتُضَيَّعُ

(۱) ۱۔ دارمي، السنن، المقدمة، باب من هاب الفتيا وكره التنطع والتبدع، ۱: ۶۶، رقم: ۱۴۳

۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۱: ۲۵۲، رقم: ۲۰۴۶۵

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹: ۱۷۰، رقم: ۸۸۴۵

حُدُوْدُهُ، كَثِيْرٌ مَنْ يَسْأَلُ، قَلِيْلٌ مَنْ يُعْطِي، يُطِيْلُوْنَ فِيْهِ الْخُطْبَةَ وَيَقْصُرُوْنَ الصَّلَاةَ، يُبَدُّوْنَ فِيْهِ أَهْوَاءَهُمْ قَبْلَ أَعْمَالِهِمْ. (۱)

دیکھو! تم ایسے زمانے میں ہو جس میں فقیہ زیادہ ہیں اور قاری کم۔ اس زمانہ میں قرآن کے حروف سے زیادہ اس کی حدود کی نگہداشت کی جاتی ہے۔ مانگنے والے کم اور دینے والے زیادہ ہیں، لوگ خطبہ مختصر اور نماز لمبی کرتے ہیں۔ اس زمانے میں لوگ اعمال کو خواہشات پر مقدم رکھتے ہیں۔ (قربِ قیامت کے وقت) ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں فقیہ کم ہوں گے اور قاری زیادہ، قرآن کے حروف کی حفاظت کی جائے گی مگر اس کی حدود کو پامال کیا جائے گا، مانگنے والوں کی بھیڑ ہوگی، لیکن دینے والے کم ہوں گے، تقریریں بڑی لمبی چوڑی کی جائیں گی لیکن نماز مختصر سی پڑھی جائے گی اور لوگ اعمال سے زیادہ اپنی خواہشات کو مقدم رکھیں گے۔

۹۔ علم اُٹھا لینے سے مراد یہ قطعاً نہیں ہوگا کہ کتب میسر نہیں ہوں گی، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ علمِ دین میں تفقہ رکھنے والے ثقہ و معتبر اہلِ علم دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اسی بات کی وضاحت حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ نے اپنے اس فرمان میں کی ہے:

لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ عَامٌ إِلَّا وَهُوَ شَرٌّ مِنَ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ، أَمَا إِنِّي لَسْتُ أَعْنِي عَاماً أَخْصَبَ مِنْ عَامٍ وَلَا أَمِيْرًا خَيْرًا مِنْ أَمِيْرٍ، وَلٰكِنْ عُلَمَاؤُكُمْ وَخِيَارُكُمْ وَفُقَهَاؤُكُمْ يَذْهَبُوْنَ، ثُمَّ لَا تَجِدُوْنَ مِنْهُمْ خَلَفًا وَيَجِيءُ قَوْمٌ يَقِيْسُوْنَ الْأُمُوْرَ بِرَأْيِهِمْ. (۲)

---

(۱) ۱۔ مالك بن أنس، الموطأ، كتاب النداء للصلاة، باب جامع الصلاة، ۱: ۱۷۳، رقم: ۴۱۷

۲۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۳: ۶۷۴–۶۷۵، رقم: ۳۱۷

(۲) دارمي، السنن، المقدمة، باب تغير الزمان وما يحدث فيه، ۱: ۷۶، رقم: ۱۸۸۔

تم پر ہر آنے والا سال پہلے سے برا آئے گا۔ میری مراد یہ نہیں ہے کہ پہلا سال دوسرے سال سے غلہ کی فراوانی میں اچھا ہوگا یا ایک امیر دوسرے امیر سے بہتر ہوگا، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ تمہارے علماء، صالحین اور فقیہ ایک ایک کرکے اُٹھتے چلے جائیں گے اور تم ان کا بدل نہیں پاؤ گے اور (قحط الرجال کے اس زمانہ میں) بعض ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دینی مسائل کو محض اپنی ذاتی قیاس آرائی سے حل کریں گے۔

ان فرامین سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روز بروز علمِ دین کا شوق گھٹتا بلکہ فنا ہوتا چلا جائے گا۔ جو عالمِ دین دنیا سے رخصت ہو جائے گا، اس کے بعد اُس پائے کا عالم پیدا نہیں ہوگا۔ یوں اہلِ علم کے رخصت ہو جانے سے علم بھی رخصت ہو جائے گا۔

(۲) فتنوں اور معاشرتی برائیوں کی کثرت ہوگی

قربِ قیامت کی علامات میں مختلف فتنوں اور معاشرتی برائیوں کا عام ہو جانا شامل ہے۔ ان معاشرتی برائیوں میں حدودِ الٰہی کو پامال کرنا، قتل و غارت، دہشت گردی، جنسی بے راہ روی، مال و دولت کی کثرت، وقت اور مال سے برکت ختم ہو جانا شامل ہیں۔ ان تمام علامات کا ذکر متعدد احادیثِ مبارکہ میں اکٹھا آیا ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ علم (علمِ نافع) سکیڑ دیا جائے گا۔ پھر ارشاد فرمایا:

وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ، حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ.[1]

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإستسقاء، باب ما قيل في الزلازل والآيات، ۱: ۳۵۰، رقم: ۹۸۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان، ۴: ۲۰۵۷، رقم: ۲۶۷۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۳، رقم: ۸۱۲۰

زلزلے کثرت سے آنا شروع ہو جائیں گے۔ زمانے کی اکائیاں سکڑ جائیں گی۔ فتنے کثرت سے ظاہر ہوں گے۔ 'ہرج' بڑی کثرت سے ہو گا۔ (عرض کیا گیا: 'ہرج' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:) قتل وغارت گری۔ نیز تمہارے اندر مال کی بھی کثرت و فراوانی ہو جائے گی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ علامات ظاہر ہو جائیں تو سمجھ لو کہ قیامت قریب ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ہمیں موت ہی کو اپنے لیے قیامت سمجھ لینا چاہیے، کیونکہ ہر وفات پا جانے والے کے لیے قیامت کا دن قبر کی شام ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا: زلزے کثرت سے آئیں گے، اس کا مشاہدہ ہم اپنی زندگیوں میں کر رہے ہیں۔

'زمانہ متقارب ہو جائے گا' سے مراد ہے کہ زمانے کی اکائیاں سکڑ کر قریب ہو جائیں گی۔ یعنی دیگر اشیا کی طرح وقت سے بھی برکت اُٹھا لی جائے گی۔ سال مہینوں کی طرح، مہینے دنوں کی طرح اور دن گھنٹوں کی طرح گزرتے محسوس ہوں گے۔

۲۔ زمانے کے متقارب ہو جانے سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل بھی حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرما دی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُوْنَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَيَكُوْنَ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُوْنَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُوْنَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَتَكُوْنَ السَّاعَةُ كَاحْتِرَاقِ السَّعَفَةِ الْخُوْصَةَ. (۱)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۳۷، رقم: ۱۰۹۵۶

۲۔ امام ترمذی نے 'السنن (كتاب الزهد، باب ما جاء في تقارب الزمان وقصر الآمل، ۴: ۵۶۷، رقم: ۲۳۳۲)' میں اسے حضرت أنس بن مالك ؓ سے روایت کیا ہے۔

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۵۶، رقم: ۶۸۴۲

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۳۲، رقم: ۶۶۸۰

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ زمانہ قریب نہ ہو جائے۔ پھر سال مہینہ کی طرح گزر جائے گا اور مہینہ ہفتے کی طرح گزر جائے گا اور ہفتہ دن کی طرح گزر جائے گا اور دن گھنٹے کی طرح اور گھنٹہ ایسے گزرے گا جیسے آگ کا شعلہ کھجور کے پتوں کو جلاتا ہے۔

موجودہ حالات میں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وقت کس قدر تیزی سے گزر رہا ہے۔ ہر شخص یہی کہتا دکھائی دیتا ہے کہ وقت برق رفتاری سے گزر رہا ہے۔ دراصل یہ قیامت کے ظہور پذیر ہونے ہی کی نشانی ہے۔

پھر فرمایا گیا ہے: تجارت بڑھ جائے گی اور معاشرے میں تاجر کثرت کے ساتھ ملیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مال بڑھ جائے گا، لوگ امیر سے امیر تر ہوتے چلے جائیں گے۔ واضح رہے کہ یہاں نظامِ سلطنت اور نظامِ معیشت و معاشرت مراد ہے۔ اگر ہر شخص اپنے گھر کے بجٹ کا بیس یا پچیس سال پہلے والے بجٹ سے موازنہ کرے تو اس حدیثِ مبارک کی حقانیت پوری طرح سے سمجھ میں آ جائے گی۔ واضح رہے کہ یہاں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ معاشی تنگی نہیں ہوگی۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ قربِ قیامت کی یہ علامات پے در پے ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں ان پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ہے۔ جاہل لوگ مسندِ علم پر براجمان ہیں۔ زلزلوں کی کثرت سے ہزاروں انسان لقمۂ اجل بن رہے ہیں۔ زمانے کی اکائیاں سکڑتی جا رہی ہیں۔ دنیا میں فتنوں کا ظہور روز بروز کثرت سے ہو رہا ہے۔ قتل و غارت گری عالمی سطح پر ایک وبا کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جہاں تک مال کی کثرت کا تعلق ہے تو آج پہلے کے مقابلے میں لوگوں کے پاس پیسے کی فراوانی ہے۔ کچھ سال پہلے جن گھروں کا ماہانہ بجٹ بمشکل دو یا تین ہزار روپے ہوتا تھا، اب وہی بجٹ لاکھوں پر پہنچ چکا ہے۔ گویا پیسے کی بہتات ہے، لیکن مال میں بے برکتی ہونے کی وجہ سے مال دار ہونے کے باوجود لوگ تنگ دستی کی شکایت کرتے نظر آتے ہیں۔

۳۔ مال کی کثرت اور تجارتی سرگرمیوں کے بڑھ جانے کو آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں علاماتِ قیامت میں شمار فرمایا ہے۔ حضرت عمرو بن تغلب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَفْشُوَ الْمَالُ وَيَكْثُرَ، وَتَفْشُوَ التِّجَارَةُ، وَيَظْهَرَ الْعِلْمُ. (۱)

بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ مال عام اور کثیر ہو جائے گا، تجارت پھیلے گی اور دنیوی علم کا دور دورہ ہوگا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قتل و غارت گری کی کثرت ہوگی۔ آج اس کا ہم اپنے اردگرد بخوبی مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آئے روز کوئی نہ کوئی نیا فتنہ ہمارا استقبال کر رہا ہوتا ہے اور ہر طرف قتل و غارت گری کا دور دورہ ہے۔ دہشت گردی کا عفریت ہزاروں جانیں نگل چکا ہے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ دن رات ہونے والی قتل کی لرزہ خیز وارداتیں دل دہلا دیتی ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں ہی کو اس واردات کے اصل محرکات کا علم ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ اسی علامت کے تناظر میں حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيمَ قُتِلَ.

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! دنیا اس وقت تک ختم

---

(۱) ۱۔ نسائي، السنن، كتاب البيوع، باب التجارة، ۷: ۲۴۴، رقم: ۴۴۵۶
۲۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۹، رقم: ۲۱۴۷
۳۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۳: ۵۶۵-۵۶۶، رقم: ۲۵۱

نہیں ہوگی، جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے، جس میں نہ قاتل کو یہ علم ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو یہ خبر ہوگی کہ وہ کیوں قتل کیا گیا؟

عرض کیا گیا: (یارسول اللہ!) یہ کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْهَرْجُ، اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ. (۱)

بکثرت کشت وخون ہوگا۔ قاتل اور مقتول دونوں (اپنی بدنیتی اور ارادے کی وجہ سے) دوزخ میں ہوں گے۔

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں قربِ قیامت میں مختلف فتنوں اور معاشرتی برائیوں کے عام ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَأَدْنَى صَدِيْقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذَالِکَ رِيْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ. (۲)

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمنى أن يكون مكان الميت من البلاء، ۴: ۲۲۳۱، رقم: ۲۹۰۸

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في علامة حلول المسخ والخسف، ۴: ۴۹۵، رقم: ۲۲۱۱، ۲۲۱۰

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۱۵۰، رقم: ۴۶۹

جب محصولات کو ذاتی دولت، امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے گا۔ غیر دینی کاموں کے لیے علم حاصل کیا جائے گا۔ مرد اپنی بیوی کی فرماں برداری کرے گا اور اپنی ماں کی نافرمانی، اپنے دوست کو قریب کرے گا اور باپ کو دور۔ مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں گی۔ قبیلے کا ظالم شخص اُن کا سردار بن بیٹھے گا اور ذلیل آدمی قوم کا رہنما (یعنی حکمران) بن جائے گا اور آدمی کی عزت محض اُس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے گی۔ گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان عام ہو جائے گا۔ (کھلے عام اور کثرت سے) شرابیں پی جانے لگیں گی اور بعد والے لوگ، پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے۔ اُس وقت سرخ آندھی، زلزلے، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے، آسمان سے پتھر برسنے اور طرح طرح کے لگاتار عذابوں کا انتظار کرو۔ یہ نشانیاں یکے بعد دیگرے یوں ظاہر ہوں گی، جس طرح کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے گرتے موتیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔

۶۔ قربِ قیامت کی سب سے بڑی علامت جس کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرامین میں بارہا اشارہ فرمایا ہے، وہ جنسی بے راہ روی، خواتین کی بے پردگی اور فحاشی وعریانی کا عام ہو جانا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ. (۱)

دو دوزخی گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (بعد میں پیدا ہوں گے): ایک وہ گروہ جن کے ہاتھوں میں بیل کی دم کی مانند کوڑے ہوں گے۔ وہ اُن سے لوگوں کو

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات، ۳: ۱۶۸۰، رقم: ۲۱۲۸
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۵، رقم: ۸۶۵۰
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۴۶، رقم: ۶۶۹۰
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۵۰۰-۵۰۱، رقم: ۷۴۶۱

(ناحق) ماریں گے۔ دوم وہ عورتیں جو (کہنے کو تو) لباس پہنے ہوئے ہوں گی لیکن درحقیقت برہنہ ہوں گی اور (لوگوں کو اپنے جسم کی نمائش اور لباس کی زیبائش سے اپنی طرف) مائل کریں گی اور (خود بھی مردوں سے اختلاط کی طرف) مائل ہوں گی۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِي آخِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ رِجَالٌ يَرْكَبُوْنَ عَلَى الْمَيَاثِرِ حَتّٰى يَأْتُوْا أَبْوَابَ مَسَاجِدِهِمْ نِسَاؤُهُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ. (۱)

اس اُمت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو مہنگی گاڑیوں کی مخملی گدیوں پر بیٹھ کر مسجدوں کے دروازوں تک پہنچا کریں گے۔ ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی۔

لباس کے باوجود برہنہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لباس اس قدر باریک ہوگا کہ خواتین کا جسم اس میں سے نظر آئے گا۔ پھر خواتین اس قدر تنگ لباس پہنیں گی کہ اُن کے اعضا واضح دکھائی دیں گے۔

۸۔ جب یہ علامات ظاہر ہوں گی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اس اُمت پر مختلف قسم کے عذاب مسلط کیے جائیں گے۔ حضرت عمران بن حصین ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَتٰى ذَاكَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۲۳، رقم: ۷۰۸۳

۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۸۳، رقم: ۸۳۴۶

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في علامة حلول المسخ والخسف، ۴: ۴۹۵، رقم: ۲۲۱۲

اس اُمت کے اندر زمین میں دھنسنے، شکلیں بگڑنے اور آسمان سے پتھر برسنے کا عذاب نازل ہوگا۔ کسی صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسا کب ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب گانے اور ناچنے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان عام ہو جائے گا اور جب شرابیں سرِعام پی جائیں گی۔

۹۔ حدودِ الٰہی کو پامال کرنے اور جنسی بے راہروی کے سبب بارگاہِ الٰہی سے عذاب نازل ہوگا۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

إِذَا اسْتَحَلَّتْ أُمَّتِي سِتًّا فَعَلَيْهِمُ الدِّمَارُ، إِذَا ظَهَرَ فِيهِمُ التَّلَاعُنُ، وَشَرِبُوُا الْخُمُوْرَ وَلَبِسُوُا الْحَرِيْرَ، وَاتَّخَذُوُا الْقِيَانَ، وَاكْتُفِيَ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ. (۱)

جب میری اُمت چھ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی تو اُن پر تباہی نازل ہوگی۔ جب اُن میں باہمی لعنت ملامت عام ہو جائے، لوگ کثرت سے شرابیں پینے لگیں، مرد ریشمی لباس پہننے لگیں، لوگ گانے بجانے اور رقص کرنے والی عورتیں رکھنے لگیں، مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی لذت حاصل کرنے لگیں (یعنی ہم جنس پرستی عام ہو جائے اس وقت تباہی و بربادی ان کا مقدر ٹھہرے گی)۔

قربِ قیامت میں لوگوں کا آپس میں تعلق صرف دنیاوی فائدے کے لیے ہوگا۔ لالچ اور حسد کا یہ عالم ہوگا کہ ظاہری طور پر دوست ہوں گے، لیکن پس پردہ اپنے اسی دوست کے خلاف سازشیں کریں گے کہ اس کے پاس جو مال و دولت اور عزت و مرتبہ ہے وہ مجھے مل جائے۔

..... ۲۔ خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۱۰: ۲۷۲

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۱۸، رقم: ۱۰۸۶

۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۳۷۷، رقم: ۵۴۶۹

۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۶: ۱۲۳

۱۰۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ إِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ أَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ.

آخری زمانے میں ایسے طبقات اور گروہ ہوں گے، جو ظاہری طور پر (ایک دوسرے کے لیے) بھائی بندی اور دوستی کا مظاہرہ کریں گے اور اندر سے ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ایسا کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ إِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ أَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ، فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ إِلٰى بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ إِلٰى بَعْضٍ.

آخری زمانے میں ایسے طبقات اور گروہ ہوں گے، جو ظاہری طور پر (ایک دوسرے کے لیے) بھائی بندی اور دوستی کا مظاہرہ کریں گے اور اندر سے ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ایسا کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ إِلٰى بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ إِلٰى بَعْضٍ. (۱)

ایک دوسرے سے (شدید نفرت رکھنے کے باوجود صرف) خوف اور لالچ کی وجہ سے (بظاہر دوستی وخیر خواہی کا مظاہرہ کریں گے)۔

اللہ رب العزت نے سود اور سودی کاروبار کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن قربِ قیامت میں سودی لین دین اس قدر عام ہوگا کہ اس سے بچنے کی کوشش کرنے والا بھی اس کے اثرات سے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۵، رقم: ۲۲۱۰۸
۲۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۳۴۱، رقم: ۱۴۵۶
۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۶: ۱۰۲

محفوظ نہیں رہ سکے گا۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهِ. – وَفِي رِوَايَةٍ: – مِنْ غُبَارِهِ. (۱)

یقیناً لوگوں پر ایسا دور بھی آئے گا جب کوئی شخص بھی سود سے محفوظ نہیں رہے گا۔ اگر کسی نے براہِ راست سود نہ بھی کھایا ہو، تب بھی سود کی ہوا – اور ایک روایت کے مطابق – سود کا غبار اُسے ہر صورت میں پہنچ کر رہے گا (گویا وہ براہ راست سود خوری کے جرم کا مرتکب نہ بھی ہو تب بھی پاکیزہ مال کی برکت سے محروم رہے گا)۔

۱۲۔ قربِ قیامت میں لوگ بہت خوب صورت اور عالی شان مساجد بنائیں گے اور ان پر فخر کریں گے، لیکن وہ مساجد نمازیوں سے خالی ہوں گی۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب البيوع، باب في اجتناب الشبهات، ۳: ۲۴۳، رقم: ۳۳۳۱

۲۔ نسائي، السنن، كتاب التجارات، باب اجتناب الشبهات في الكسب، ۷: ۲۴۳، رقم: ۴۴۵۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا، ۲: ۷۶۵، رقم: ۲۲۷۸

۴۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۳، رقم: ۲۱۶۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۹۳، رقم: ۱۶۱۴

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الصلاة، فی بناء المساجد، ۱: ۱۲۳، رقم: ۴۴۹

قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی، جب تک لوگ زیب و زینت سے آراستہ مساجد پر فخر نہ کریں گے۔

درج بالا حقائق پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مساجد کے لیے بڑھ چڑھ کر شان دار عمارات تعمیر کی جا رہی ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مساجد جس قدر دیدہ زیب ہیں، اسی قدر روحِ نماز سے خالی ہیں۔ گویا مساجد کی تعمیر اور آرائش و زیبائش میں باہم مقابلہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے ایسی صورتِ حال کی منظر کشی یوں کی ہے:

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا[1]

۱۳۔ جب کہ ان مساجد کی تعمیر کرنے والے اور ان میں نماز ادا کرنے والے ایمان کی حلاوت سے محروم ہوں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ نے فرمایا ہے:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَجْتَمِعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَيْسَ فِيْهِمْ مُؤْمِنٌ.[2]

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ وہ مساجد میں اکٹھے ہوں گے اور باجماعت نمازیں پڑھیں گے، لیکن ان میں کوئی ایک بھی (صحیح) مومن نہیں ہوگا۔

۳۔ نسائی، السنن، کتاب المساجد، باب المباهاة فی المساجد، ۲: ۳۲، رقم: ۶۸۹

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المساجد والجماعات، باب تشييد المساجد، ۱: ۲۴۴، رقم: ۷۳۹

(۱) اقبال، کلیات (اردو): ۳۲۴

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۶۳، رقم: ۳۰۳۵۵

۲۔ طحاوي، شرح معاني الآثار، ۲: ۱۷۲

۳۔ ابن قيسراني، ذخيرة الحفاظ، ۵: ۲۷۶۷، رقم: ۶۴۶۹

صحابہ کرام ؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ سے قیامت کی علامات کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدد صحابہ کرام ؓ کو قربِ قیامت کی علامات سے آگاہ فرمایا۔ ان فرامین میں معاشرتی برائیوں، بے راہ روی اور مختلف فتنوں کے عام ہو جانے کا ذکر موجود ہے۔

۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی علم ایسا بھی ہے جس سے قربِ قیامت کے بارے میں جانا جا سکے؟ اس سوال پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ لِلسَّاعَةِ أَعْلَامًا وَإِنَّ لِلسَّاعَةِ أَشْرَاطًا. أَلَا، وَإِنَّ مِنْ أَعْلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يَكُوْنَ الْوَلَدُ غَيْظًا وَأَنْ يَكُوْنَ الْمَطْرُ قَيْظًا وَأَنْ تَفِيْضَ الْأَشْرَارُ فَيْضًا،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يُصَدَّقَ الْكَاذِبُ وَأَنْ يُكَذَّبَ الصَّادِقُ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ وَأَنْ يُخَوَّنَ الْأَمِيْنُ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ تُوَاصَلَ الْأَطْبَاقُ وَأَنْ تُقَاطَعَ الْأَرْحَامُ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يَسُوْدَ كُلَّ قَبِيْلَةٍ مُنَافِقُوْهَا وَكُلَّ سُوْقٍ فُجَّارُهَا،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ تُزَخْرَفَ الْمَسَاجِدُ وَأَنْ تُخَرَّبَ الْقُلُوْبُ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يَكُوْنَ الْمُؤْمِنُ فِي الْقَبِيْلَةِ أَذَلَّ مِنَ النَّقْدِ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يَكْتَفِيَ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَالنِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ تَكْثُفَ الْمَسَاجِدُ وَأَنْ تَعْلُوَ الْمَنَابِرُ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يُعْمَرَ خَرَابُ الدُّنْيَا وَيُخْرَبُ عِمْرَانُهَا،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ تَظْهَرَ الْمَعَازِفُ وَتُشْرَبَ الْخُمُوْرِ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا شُرْبَ الْخُمُوْرِ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا اَلشُّرَطُ وَالْغَمَّازُوْنَ وَاللَّمَّازُوْنَ،

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ، إِنَّ مِنْ أَعْـلَامِ السَّاعَةِ وَأَشْرَاطِهَا أَنْ يَكْثُرَ أَوْلَادُ الزِّنٰى.(۱)

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے کچھ آثار و علامات ہیں، وہ یہ کہ اولاد (نافرمانی کے سبب والدین کے لیے) غم و غصہ کا باعث ہو گی، بارش کے باوجود گرمی ہو گی اور بدکاروں کا طوفان برپا ہوگا۔

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۲۲۹، رقم: ۱۰۵۵۶
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۱۲۷، رقم: ۴۸۶۱

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ خیانت کرنے والے کو امین اور امین کو خیانت کرنے والا بتایا جائے گا۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ بیگانوں سے تعلق جوڑا جائے گا اور خونی رشتوں سے توڑا جائے گا۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ ہر قبیلے کی قیادت اس کے منافقوں کے ہاتھوں میں ہوگی اور ہر بازار کی قیادت اس کے بدمعاشوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مساجد سجائی جائیں گی اور دل ویران ہوں گے۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مومن (نیک اور دیانت دار آدمی) اپنے قبیلہ میں بھیڑ بکری سے زیادہ حقیر سمجھا جائے گا۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مرد، مردوں سے اور عورتیں، عورتوں سے جنسی تعلق استوار کریں گی۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مساجد بہت زیادہ ہوں گی اور اُن کے منبر عالی شان ہوں گے۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ دنیا کے ویرانوں کو آباد اور آبادیوں کو ویران کیا جائے گا۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ گانے بجانے کا سامان عام ہوگا اور شراب نوشی کا دور دورہ ہوگا۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ مختلف اَقسام کی شرابیں پی جائیں گی۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ (معاشرے میں) پولیس والوں، چغلی کرنے والوں اور طعنہ بازوں کی بہتات ہوگی۔

اے ابنِ مسعود! بے شک قیامت کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے کہ ناجائز بچوں کی پیدائش کثرت سے ہوگی۔

۱۵۔ حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے مروی روایت میں یہ بھی ہے کہ قربِ قیامت میں مختلف فتنوں اور معاشرتی برائیوں کا ظہور ہوگا۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ كَثُرَ لُبْسُ الطَّيَالَسَةِ، وَكَثُرَتِ التِّجَارَةُ، وَكَثُرَ الْمَالُ وَعَظُمَ رَبُّ الْمَالِ بِمَالِهِ وَكَثُرَتِ الْفَاحِشَةُ وَكَانَتْ إِمَارَةُ الصِّبْيَانِ وَكَثُرَ النِّسَاءُ وَجَارَ السُّلْطَانُ وَطُفِّفَ فِي الْمِكْيَالِ وَالْمِيْزَانِ وَيُرَبِّي الرَّجُلُ جَرْوَ كَلْبٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يُرَبِّيَ وَلَدًا لَهُ وَلَا يُوَقَّرُ كَبِيْرٌ وَلَا يُرْحَمُ صَغِيْرٌ وَيَكْثُرُ أَوْلَادُ الزِّنَا حَتّٰى أَنَّ الرَّجُلَ لَيُغَشِّي الْمَرْأَةَ عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ فَيَقُوْلُ أَمْثَلُهُمْ فِي ذٰلِکَ الزَّمَانِ: لَوْ اِعْتَزَلْتُمَا عَنِ الطَّرِيْقِ وَيَلْبَسُوْنَ جُلُوْدَ الضَّأْنِ عَلٰى قُلُوْبِ الذِّئَابِ. أَمْثَلُهُمْ فِي ذٰلِکَ الزَّمَانِ الْمُدَاهِنُ. (۱)

جب زمانۂ قیامت قریب ہوگا، تو ریشم کثرت سے پہنا جائے گا۔ تجارت بڑھ جائے گی اور مال کی کثرت ہوگی۔ مال دار اپنے مال کی وجہ سے عزت پائے گا۔ فحاشی بڑھ جائے گی اور کم عمر لوگوں کی حکومت ہوگی۔ عورتوں کی کثرت ہوگی، حکمرانوں کا ظلم

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۳: ۳۸۶، رقم: ۵۴۶۴
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۱۲۶، رقم: ۴۸۶۰

بڑھ جائے گا، ناپ تول میں کمی کی جائے گی، آدمی اپنے کتے کے پلّے کی نگہداشت اپنے بیٹے کی پرورش سے بڑھ کر کرے گا، بڑوں کی عزت نہیں کی جائے گی اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کی جائے گی، بدکاری سے پیدا ہونے والے بچوں کی کثرت ہو گی۔ یہاں تک کہ مرد عورت کے ساتھ گزرگاہوں میں ہی بدکاری کرنے لگے گا اور اُس زمانے میں جو ان میں سے بہتر شخص ہو گا اُن سے کہے گا: (تمہاری بے حیائی کی انتہا یہ ہے کہ) تم راستے سے بھی ہٹنا گوارا نہیں کرتے۔ اس زمانے میں بھیڑیے کا دل رکھنے والوں نے بھیڑ کی کھال پہن رکھی ہو گی (یعنی لوگ باہر سے نرم مزاج اور اندر سے ظالم اور خونخوار ہوں گے)۔ اُس زمانے میں اُن میں سے اچھے لوگ بھی خوشامد کریں گے۔

الغرض! قربِ قیامت میں نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ ایک مومن کے لیے اپنا دین بچانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو جائے گا۔

۱۶۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَسْلَمُ لِذِي دِيْنٍ دِيْنُهُ إِلَّا مَنْ هَرَبَ بِدِيْنِهِ مِنْ شَاهِقٍ إِلٰى شَاهِقٍ وَمِنْ جُحْرٍ إِلٰى جُحْرٍ فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ الزَّمَانُ لَمْ تُنَلِ الْمَعِيْشَةُ إِلَّا بِسَخَطِ اللهِ، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ كَانَ هَلَاكُ الرَّجُلِ عَلٰى يَدَيْ زَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ زَوْجَةٌ وَلَا وَلَدٌ كَانَ هَلَاكُهُ عَلٰى يَدَيْ أَبَوَيْهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَبَوَانِ كَانَ هَلَاكُهُ عَلٰى يَدَيْ قَرَابَتِهِ أَوِ الْجِيْرَانِ. قَالُوْا: كَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: يُعَيِّرُوْنَهُ بِضِيْقِ الْمَعِيْشَةِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يُوْرِدُ نَفْسَهُ الْمَوَارِدَ الَّتِي يُهْلَكُ فِيْهَا. (۱)

(۱) ۱۔ بيهقي، كتاب الزهد الكبير، ۲: ۱۸۳، رقم: ۴۳۹
۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۲۹۹، رقم: ۴۱۵۲

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین دار آدمی کا دین سلامت نہیں رہے گا سوائے اُس شخص کے جو اپنا دین بچانے کے لیے کسی پہاڑی کی چوٹی سے دوسری چوٹی پر یا ایک سرنگ سے دوسری سرنگ میں اپنا دین لیے نہ بھاگتا پھرے۔ جب ایسا زمانہ آ جائے تو اس وقت معیشت صرف اُنہی ذرائع سے حاصل ہو گی جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا۔ جب ایسا زمانہ آ جائے تو اُس وقت آدمی کی ہلاکت کی وجہ اُس کی بیوی یا اُس کی اولاد ہو گی اور اگر کسی کی بیوی اور اولاد نہ ہوئی تو اس کے والدین اس کی ہلاکت کا باعث ہوں گے۔ اگر اس کے والدین نہ ہوئے تو اس کی ہلاکت اس کے قریبی رشتہ داروں یا ہمسایوں کے ہاتھوں ہو گی۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا کیسے ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اُسے تنگی معاش (پیسے کی کمی) کا طعنہ دیں گے جس کی وجہ سے وہ (دولت سمیٹنے کے لیے) اپنے آپ کو ایسے اُمور کا مرتکب کر لے گا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوں گے۔

(۳) دین و ایمان کو دنیاوی متاع کے عوض فروخت کر دیا جائے گا

قربِ قیامت میں فتنوں کی بھرمار ہو گی۔ جس طرح تاریک راتوں میں راستہ نہیں ملتا عین اسی طرح مومن کو بھی ان فتنوں سے بچنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ملے گا۔ ان فتنوں میں گمراہیوں کے پھیلنے کا یہ حال ہو گا کہ ایک شخص صبح کو مومن ہو گا، لیکن کسی ظالم کے شر سے یا اپنی کسی نفسانی خواہش سے یا کسی گمراہ، بد دین کے بہکانے سے شام کو کافر ہو جائے گا۔ اس زمانے میں مومن کے لیے گوشہ نشینی ہی بہتر ہو گی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا. (۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الحث على المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن، ۱: ۱۱۰، رقم: ۱۱۸ ←

ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کر لو، جو (فتنے) اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے، ایک شخص صبح مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو جائے گا، یا شام کو مومن ہو گا اور صبح کو کافر ہو جائے گا اور معمولی سی دنیاوی منفعت کے عوض اپنی متاعِ ایمان فروخت کر ڈالے گا۔

۲۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَبِيْعُ أَقْوَامٌ دِيْنَهُمْ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا قَلِيْلٍ.(۱)

کئی لوگ دنیاوی عزت کی خاطر اپنا دین بہت تھوڑی دنیاوی متاع کے عوض فروخت کر ڈالیں گے۔

گویا ایسا دور آ جائے گا کہ جس میں انسان کی زندگی کا سب سے اہم مقصد پیٹ بھرنا بن جائے گا اور خواہش و نفس پرستی اس کا دین ہو گا۔

..... ۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۰۳، رقم: ۸۰۱۷

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء ستكون فتن كقطع الليل المظلم، ۴: ۴۸۷، رقم: ۲۱۹۵

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۹۶، رقم: ۶۷۰۴

۵۔ أبو يعلى، المسند، ۱۱: ۳۹۶، رقم: ۶۵۱۵

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۰۳، رقم: ۸۰۱۷

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء ستكون فتن كقطع الليل المظلم، ۴: ۴۸۷

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۵۹، رقم: ۳۷۲۱۶

۴۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۸۵، رقم: ۸۳۵۵

۵۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۲۵۲، رقم: ۴۲۶۰

(۴) دین سے خارج گروہ اور گم راہ قائدین کا ظہور ہوگا

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو قیامت تک ظاہر ہونے والے تمام اہم فتنوں سے آگاہی فراہم کر دی تھی، تاکہ اُمت ان فتنوں سے خود کو محفوظ رکھ سکے۔ قربِ قیامت کی علامات میں سے اہم علامت اور اُمت مسلمہ پر مسلط ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ خوارج کا ہے۔ آپ ﷺ نے ہر دور میں خوارج کے ظاہر ہوتے رہنے اور منظّم و مسلح گروہوں کی شکل میں نکلتے رہنے کی پیش گوئی فرما دی تھی تاکہ ہر زمانے کے مسلمان انہیں پہچان سکیں اور جب ان کا خروج ہو، تو سادہ لوح مسلمان ان کی دین داری، ظاہری شکل وصورت اور خوش کن نعروں کے دھوکے میں نہ آ جائیں۔

آپ ﷺ نے اس گروہ کی واضح نشانیاں بیان فرما دی ہیں اور یہ بھی فرما دیا کہ خوارج قیامت تک ہر دور میں نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ دجال کے زمانے میں ظاہر ہوگا، جو اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کرے گا۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لاَ يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۲:۲۵۳۹، رقم: ۶۵۳۱
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ۲:۷۴۶، رقم: ۱۰۶۶
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، ۱۱۳، ۱۳۱، رقم: ۶۱۶، ۹۱۲، ۱۰۸۶ ⟵

عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے یا نکلیں گے، جو نوعمر اور عقل سے عاری ہوں گے وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کریں گے، لیکن ایمان ان کے اپنے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دینا کیوں کہ انہیں قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن ثواب ملے گا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی سنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر ﷺ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کے علاوہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کہ ایک ایسی قوم ظاہر ہو گی جس میں یہ اوصاف ہوں گے جو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوں گے، مگر وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ لوگ دین سے اس طرح خارج ہوں گے جس طرح تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ بے شک وہ خوارج حروریہ ہوں گے اور اس کے علاوہ وہ خوارج کے ہی دیگر گروہوں پر مشتمل لوگ ہوں گے۔

۲۔ ایک روایت میں زید بن وہب جہنی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں تھے، جو حضرت علی ﷺ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لیے گیا تھا۔ حضرت علی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرائَتُكُمْ إِلٰى قِرَاءَ تِهِمْ بِشَيءٍ وَلاَ صَلَاتُكُمْ إِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيءٍ يَقْرَئُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ لاَ تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلاَمِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. (۱)

..... ۴۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب في صفة المارقة، ۴:۴۸۱، رقم:۲۱۸۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة باب التحريض على قتل الخوارج، ـــ

میری اُمت میں سے ایک قوم ظاہر ہو گی، جو ایسا (خوب صورت) قرآن پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔ نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کوئی حیثیت ہوگی اور نہ ہی ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت ہو گی۔ وہ یہ گمان کرتے ہوئے قرآن پڑھیں گے کہ انہی کے فائدے کے لیے ہے مگر درحقیقت وہ ان کے لیے نقصان کا باعث ہوگا (کیونکہ وہ آیات قرآنیہ کی باطل تاویلات کریں گے) نماز ان کے گلے سے نیچے نہیں اتر سکے گی اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّالْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِي شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللهِ مِنْهُمْ.

عنقریب میری امت میں اختلاف اور گروہ بندی ہوگی۔ ایک قوم ایسی بھی ہوگی کہ جس کے لوگ گفتار کے اچھے اور کردار کے برے ہوں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے

..... ۲:۴۴۸، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۱، رقم: ۷۰۶

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۴، رقم:۴۷۶۸

۴۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۱۶۳، رقم: ۸۵۷۱

جوان کے گلے سے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح خارج ہوجائیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور اس وقت تک واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر کمان میں واپس نہ آ جائے۔ وہ ساری مخلوق میں سب سے بُرے ہوں گے، خوش خبری ہو اسے جو انہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔ وہ لوگوں کو اللہ ﷻ کی کتاب کی طرف بلائیں گے، لیکن اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ ان کا قاتل ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا۔

صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

التَّحْلِيقُ. (۱)

سر منڈوانا۔

علاماتِ قیامت اور آخری دور کے فتنوں میں سے ایک اہم علامت اور فتنہ یہ بھی ہوگا کہ اس دور میں اہلِ خیر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ گمراہ، علم وحکمت سے عاری اور جاہل رہنما پیدا ہوں گے جن کے نزدیک اپنی ذات کے علاوہ نیکی اور بدی کا کوئی تصور نہیں ہوگا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ، وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۴، رقم: ۱۳۳۶۲
۲۔ أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، ۴: ۲۴۳، رقم: ۴۷۶۵
۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، ۱: ۶۰، رقم: ۱۶۹
۴۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۶۱، رقم: ۲۶۴۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال ومكثه في الأرض، ۴: ۲۲۵۸-۲۲۵۹، رقم: ۲۹۴۰ ←

(ایک وقت ایسا بھی آئے گا) کہ دنیا میں برے لوگ باقی رہ جائیں گے، جو چڑیوں کی طرح جلد باز، بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے۔ وہ نہ تو کسی نیک کام کو نیکی سمجھیں گے اور نہ کسی برے کام کو برائی۔

۵۔ ایک اور روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَأْخُذَ اللّٰهُ شَرِيْطَتَهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَيَبْقٰى فِيْهَا عُجَاجَةٌ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَلَا يَنْكُرُوْنَ مُنْكِرًا. (۱)

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو زمین والوں سے چھین لے گا (یعنی اہل دنیا اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں سے محروم ہو جائیں گے)۔ پھر زمین پر خیر سے بے بہرہ لوگ رہ جائیں گے جو نہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ ہی کسی برائی کو برائی۔

۶۔ حضرت ثوبان ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّمَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ، وَإِذَا وُضِعَ فِي أُمَّتِي السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۲)

بے شک مجھے اپنی اُمت پر گمراہ کرنے والے نام نہاد رہنماؤں کا ڈر ہے۔ جب

..... ۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۶، رقم: ۶۵۵۵

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۵۰۱، رقم: ۱۱۶۲۹

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۴۹-۳۵۰، رقم: ۷۳۵۳

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۱۰، رقم: ۶۹۶۴

۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۸۱، رقم: ۸۳۴۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۸، ۲۸۴، رقم: ۲۲۴۴۷-۲۲۴۴۸، ۲۲۵۰۵

←

میری اُمت میں ایک بار تلوار چل گئی تو قیامت تک رک نہیں سکے گی۔

۷۔ ایک روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ان گمراہ رہنماؤں کو شیطان اور دجال سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَيْسَ أَشَدُّ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِي الشَّيْطَانَ وَلَا الدَّجَّالَ، وَلٰكِنَّ أَشَدُّ مَا أَتَّقِي عَلَيْهِمُ الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر شیطان یا دجال (کے غلبہ) کا اتنا خوف نہیں ہے، جتنا مجھے گمراہ کرنے والے (نام نہاد) رہنماؤں کا خدشہ ہے۔

آج کے دور میں اگر ہم مشاہدہ کریں، تو اُمتِ مسلمہ کے اکثر ممالک میں اقتدار کی باگ ڈور عقل وشعور سے عاری اور بدعنوان رہنماؤں کے ہاتھوں میں ہیں، جو اُمت کے وجود کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

(۵) دورِ فتن میں دین پر اِستقامت اور فرقہ پرستی سے بچنا انتہائی مشکل ہوگا

واضح رہے کہ اس دورِ پرفتن میں دین کی اتباع اور اس پر استقامت اختیار کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو جائے گا۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب ذكر الفتن ودلائلها، ۴:۱۰۹، رقم: ۴۳۴۳

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب القتن، باب ما جاء في الأئمة المضلّين، ۴:۵۰۴، رقم: ۲۲۲۹

۴۔ دارمي، السنن، ۱: ۸۰، رقم: ۲۰۹

(۱) دانی، السنن الواردة في الفتن، ۱: ۲۷۳، رقم: ۵۶

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ.(۱)

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والے کی مثال ایسے ہوگی، جیسے کوئی شخص آگ کے انگاروں سے مٹھی بھر لے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس دور میں عبادت و ریاضت کا اجر اپنی طرف ہجرت کرنے کے برابر قرار دیا ہے۔

۲۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ.(۲)

قتل و غارت گری (فتنوں) کے دور میں عبادت کرنے کا اجر میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہوگا۔

۳۔ ایک روایت میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

الْعَمَلُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ.(۳)

---

(۱) ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في النهي عن سب الرياح، ۴: ۵۲۶، رقم: ۲۲۶۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب فضل العبادة في الهرج، ۴: ۲۲۶۸، رقم: ۲۹۴۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الوُقوف عند الشُّبُهات، ۲: ۱۳۱۹، رقم: ۳۹۸۵

۳۔ طيالسي، المسند، ۱: ۱۲۶، رقم: ۹۳۱

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۲۱۲، رقم: ۴۸۸، ۴۹۰

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۵، رقم: ۲۰۳۱۳

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۲۱۲، رقم: ۴۸۹

پرفتن زمانے میں نیک عمل کرنے کا اجر میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔

(۶) حکمران نا اَہل اور منافق ہوں گے

حکمرانوں کا نااہل اور منافق ہونا قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے، جس سے نبی مکرم ﷺ نے اُمت کو بخوبی آگاہ فرمایا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.

جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! امانتیں کیسے ضائع ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُسْنِدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. (۱)

جب اُمور نااہل لوگوں کو سونپے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ''فتح الباری (۱۱: ۳۳۴)'' میں بیان کرتے ہیں: 'اَمر' سے مراد وہ تمام اُمور ہیں جن کا تعلق (بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی طور پر) دین سے ہو، جیسے حکومت و سلطنت (صدارت، وزارتِ عظمٰی، وزارتِ علیا، گورنری اور عمومی وزارتیں)، عدلیہ اور شرعی افتاء وغیرہ۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بڑے لطیف پیرائے میں سمجھا دی ہے کہ یہ لوگ از

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب رفع الأمانة، ۵: ۲۳۸۲، رقم: ۶۱۳۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۱، رقم: ۸۷۱۴

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۳۰۷، رقم: ۱۰۴

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۱۰: ۱۱۸، رقم: ۲۰۱۵۰

خود کسی منصب پر فائز نہیں ہوں گے، بلکہ لوگ انہیں منتخب کریں گے۔ ان نااہل اور بدعنوان لوگوں کو منتخب کرنا ایسے ہو گا، جیسے امانت ضائع کرنا، کیونکہ کوئی بھی منصب یا ذمہ داری اہل شخص کی امانت ہوتی ہے۔ اگر اس منصب پر کسی نااہل کو بٹھا دیا جائے تو یہ اہل شخص کی امانت میں خیانت تصور ہوگی۔ اس کا نتیجہ یقیناً تباہی و بربادی کی صورت میں نکلے گا۔

۲۔ ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے نااہل، فاسق و فاجر اور بدعنوان لوگوں کے اقتدار پر قابض ہو جانے کو قیامت کی علامت قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ.

لوگوں پر بہت سے ایسے سال آئیں گے، جن میں دھوکہ ہی دھوکہ ہو گا۔ اس وقت جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا۔ بددیانت کو امانت دار تصور کیا جائے گا اور امانت دار کو بددیانت اور اس دور میں 'رویبضہ' لوگوں کی نمائندگی کرے گا۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا: 'رویبضہ' کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ. (۱)

وہ حقیر، نااہل (اور فاسق و فاجر) شخص جو قوم کے اہم معاملات میں ان کی نمائندگی اور رہنمائی کا ذمہ دار بن جائے۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب شدة الزمان، ۲: ۱۳۳۹، رقم: ۴۰۳۶

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۶: ۳۷۸، رقم: ۳۷۱۵

۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۱۲، رقم: ۸۴۳۹

۴۔ بزار، المسند، ۷: ۱۷۴، رقم: ۲۷۴۰

آپ موجودہ عالمی تناظر میں مسلم ممالک پر نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت آشکار ہو گی کہ ہر قسم کی امانتیں اور ذمہ داریاں آج ہم خود جن کے سپرد کر رہے ہیں، کیا وہ ان کے اہل اور امین ہیں؟ یقیناً وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہی بات بیان فرمائی ہے۔

جب ایسے حکمران آ جائیں تو حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ بدترین دور ہوگا۔ ایسے دور میں زندہ رہنا انتہائی مشکل ہو گا۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَأُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَأُمُورُكُمْ إِلٰى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا. (۱)

جب تمہارے حاکم نیک اور پسندیدہ ہوں، تمہارے مال دار، کشادہ دل اور سخی ہوں، اور تمہارے معاملات باہمی (خیر خواہانہ) مشورے سے طے ہوں، تو تمہارے لیے زمین کی پشت اُس کے پیٹ سے بہتر ہوگی (یعنی مرنے سے جینا بہتر ہوگا) اور جب تمہارے حاکم شریر ہوں، تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو تمہارے لیے زمین کا پیٹ اُس کی پشت سے بہتر ہے (یعنی ایسی زندگی سے مر جانا بہتر ہے)۔

پھر قربِ قیامت میں ایک دور ایسا بھی آئے گا کہ ہر قوم، قبیلہ اور ملک کا حکمران منافق ہو گا۔ وہ ہر کام صرف اور صرف اپنے مفاد کے لیے کرے گا۔ اُس وقت حکمران ملک و

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في النهي عن سب الرياح، ۴: ۵۲۹، رقم: ۲۲۶۶

۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۶: ۱۷۶

۳۔ خطيب البغدادي، تاريخ بغداد، ۲: ۱۹۰

قوم کی ترقی و فلاح کے خوش کن نعرے لگا کر اقتدار میں آئیں گے، لیکن ان کے اقتدار میں آنے کا مقصد فقط اپنے ذاتی مفادات کا حصول ہوگا۔ اس کے لیے وہ اپنے ملک وقوم کی عزت، وقار اور سلامتی کو بھی داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کریں گے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُسَوِّدَ كُلَّ قَبِيْلَةٍ مُنَافِقُوْهَا. (۱)

اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ ہر قبیلہ (ہر جماعت اور ہر طبقہ) کے منافق لوگ اُس کے رہنما بن جائیں گے۔

یعنی قیامت اس وقت بہت قریب آ چکی ہو گی جب گھٹیا، بدکردار اور منافق لوگ قوم کے رہبر و رہنما بن جائیں گے۔ اس وقت معاشرے میں ظلم و جبر، فسق و فجور، اخلاقی بے راہ روی اور بدکرداری اپنی انتہا پر ہوگی۔ فاسق اور فاجر لوگ متقی اور پرہیزگار اکابرین پر غالب آ چکے ہوں گے۔ قابلِ افسوس یہ بات ہے کہ عوام الناس ایسے منافق لوگوں کا انتخاب اپنے قائد کے طور پر کر رہے ہوں گے۔ آج الا ماشاء اللہ تمام مسلم ریاستیں انہیں اشرار رہنماؤں کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہیں۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُوْضَعَ الْأَخْيَارُ، وَيُرْفَعَ الْأَشْرَارُ، وَيَسُوْدَ كُلَّ قَبِيْلَةٍ مُنَافِقُوْهَا. (۲)

---

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۴: ۲۶۵، رقم: ۱۴۳۴
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۷، رقم: ۹۷۷۱
۳۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۴: ۱۹۲، رقم: ۴۰۵

(۲) ۱۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۴: ۱۹۲، رقم: ۴۰۵
۲۔ ابن حماد، الفتن، ۱: ۲۴۳، رقم: ۶۹۱

بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اچھے لوگوں کا مرتبہ پست سمجھا جائے گا اور برے لوگوں کا درجہ اونچا سمجھا جائے گا، اور ہر قبیلے (گروہ جماعت) کی سرداری اس کے منافق لوگ کریں گے۔

ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری اُمت کے شریر اور بدخصلت لوگ میری اُمت کے نیک اور صالح لوگوں پر غلبہ پا لیں تو انتظار کرنا کہ قیامت کسی بھی لمحے آنے والی ہے۔

۶۔ حضرت حسان بن عطیہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

سَيَظْهَرُ شِرَارُ أُمَّتِي عَلٰى خِيَارِهِمْ، حَتّٰى يَسْتَخْفِيَ فِيْهِمُ الْمُؤْمِنُ كَمَا يَسْتَخْفِيَ فِيْنَا الْمُنَافِقُ. (۱)

عنقریب (ایک دور آئے گا) جب میری اُمت کے شریر اور بدخصلت لوگ میری اُمت کے نیک اور صالح لوگوں پر غلبہ پا لیں۔ حتیٰ کہ جس طرح منافق آج ہمارے درمیان چھپتا پھرتا ہے۔ اس وقت عین اسی طرح صالح مومن معاشرے میں اپنا منہ چھپاتے پھریں گے۔

دوسرے لفظوں میں جب بدفطرت، شریر اور بدمعاش لوگ امت کے نیک اور صالح لوگوں پر اپنے وسائل اور بدمعاشی کے بل بوتے پر اقتدار پر قبضہ کر لیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس وقت مومن اِس طرح چھپتے پھریں گے جس طرح آج منافق آج خود کو چھپاتا ہے۔ گویا جس طرح آج منافق شرم کے باعث ہم میں چھپتا پھرتا ہے اور خود کو ظاہر نہیں کرتا۔ وہ خود کو چھپانے کے لیے وہ ایمان کا لبادہ اوڑھے پھرتا ہے تاکہ لوگ اسے پہچان نہ لیں کہ یہ منافق ہے۔ اس کے برعکس میری امت پر وہ زمانہ بھی آئے گا کہ

(۱) دانی، السنن الوردة فی الفتن، ۴: ۷۹۸، رقم: ۴۰۱

جب ہر طرف بدمعاش، شرابی، زانی اور بدکردار لوگوں کی کثرت ہوگی، جبکہ نیک، صالح، متقی اور مومن لوگوں سے اپنا منہ چھپاتے پھریں گے۔ افسوس کی بات یہ کہ لوگ انہی بدخصلت افراد کو اپنا حکمران بنائیں گے۔ دوسرے الفاظ میں معاشرے میں بدخصلت لوگ ہی معزز و معتبر سمجھے جائیں گے۔

یوں زمانے کے بدلتے تقاضوں میں نیکی، تقویٰ اور پرہیزگاری ایک طعنہ بن کر رہ جائے گی۔ مسلمان ان طعنوں سے خوفزدہ ہو کر داڑھی منڈوا لیں گے تاکہ کوئی ہمیں مذہبی آدمی نہ سمجھے۔ جب نماز کا وقت آئے گا تو اگر دوسرے لوگ نماز نہیں پڑھ رہے تو نمازی بھی نماز کو محض اس لیے قضا کر لے گا کہ لوگ اسے یہ نہ کہیں ''تو بڑا نمازی آ گیا'' اس طرح لوگوں میں سے ایمان کی جرأت اور غیرت ختم ہو جائے گی۔ غرض زمانے کے حالات کا دار و مدار بھی حکمرانوں کے کردار پر منحصر ہوگا۔ اگر حکمران نیک اور صالح ہوں گے تو زمانے کے حالات بھی اچھے ہوں گے۔

۷۔ اس حقیقت کو حضرت قاسم بن مُخَیْمِرَہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

إِنَّمَا زَمَانُكُمْ سُلْطَانُكُمْ فَإِذَا صَلَحَ سُلْطَانُكُمْ صَلَحَ زَمَانُكُمْ وَإِذَا فَسَدَ سُلْطَانُكُمْ فَسَدَ زَمَانُكُمْ. (۱)

بے شک تمہارے زمانے (کے حالات) کا دار و مدار تمہارے حکمرانوں پر ہے۔ جب تمہارے حکمران نیک اور صالح ہوں گے، تو تمہارا زمانہ (بھی حالات کے اعتبار سے) اچھا ہو جائے گا اور جب تمہارے حکمران بُرے ہوں گے، تو تمہارا زمانہ بھی بُرا ہوگا۔

حکمرانوں کے ساتھ عوام کا نیک اور صالح ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر عوام گناہوں میں

---

(۱) ۱۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۸: ۱۶۲، رقم: ۱۶۴۲۹
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۴۲، رقم: ۷۴۴۲
۳۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۳: ۶۵۳، رقم: ۲۹۸

مبتلا ہو گی تو اُن پر بدقماش حکمران مسلط کر دیے جائیں گے۔

۸۔ حضرت کعب بن اَحبار ؒ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ لِكُلِّ زَمَانٍ مَلِكًا يَبْعَثُهُ اللهُ عَلٰى قُلُوْبِ أَهْلِهِ، فَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِقَوْمٍ صَلَاحًا بَعَثَ فِيْهِمْ مُصْلِحًا، وَإِذَا أَرَادَ بِقَوْمٍ هَلَكَةً بَعَثَ فِيْهِمْ مُتْرَفًا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۝﴾ [الإسراء، ۱۷/۱۶].(۱)

بے شک ہر زمانے کا ایک حکمران ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں پر مبعوث فرماتا ہے (یعنی بندوں پر حکمرانی دیتا ہے)، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اصلاح کا ارادہ فرماتا ہے، تو ان میں کسی مصلح کو بھیج دیتا ہے اور جب کسی قوم (کی نافرمانیوں کے باعث ان) کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے، تو ان میں عیش پرست (نام نہاد رہنما) بھیج دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: ﴿اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم وہاں کے امرا اور خوش حال لوگوں کو (کوئی) حکم دیتے ہیں (تاکہ ان کے ذریعے عوام اور غربا بھی درست ہو جائیں) تو وہ اس (بستی) میں نافرمانی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس پر ہمارا فرمانِ (عذاب) واجب ہو جاتا ہے پھر ہم اس بستی کو بالکل ہی مسمار کر دیتے ہیں۝﴾۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب حکمران احکامِ الٰہی کی نافرمانی کرنے والے، خائن، بد دیانت اور مفاد پرست ہوں تو عوام کو ایسے حالات میں کیا کرنا چاہیے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس بارے میں بھی رہنمائی فرمائی ہے۔

---

(۱) ۱۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۳: ۶۵۳-۶۵۴، رقم: ۲۹۹،
۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۲: ۵۹
۳۔ ابن حماد، الفتن، ۱: ۱۱۵، رقم: ۲۶۴
۴۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۳۹: ۴۷۷

۹۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

خُذُوا الْعَطَاءَ مَا دَامَ عَطَاءً، فَإِذَا صَارَ رِشْوَةً فِي الدِّيْنِ فَلَا تَأْخُذُوْهُ وَلَسْتُمْ بِتَارِكِيْهِ، يَمْنَعُكُمُ الْفَقْرُ وَالْحَاجَةُ، أَلَا إِنَّ رَحَى الإِسْلَامِ دَائِرَةٌ فَدُوْرُوْا مَعَ الْكِتَابِ حَيْثُ دَارَ أَلَا إِنَّ الْكِتَابَ وَالسُّلْطَانَ سَيَفْتَرِقَانِ فَلَا تُفَارِقُوْا الْكِتَابَ، أَلَا إِنَّهُ سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءٌ يَقْضُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ مَا لَا يَقْضُوْنَ لَكُمْ إِنْ عَصَيْتُمُوْهُمْ قَتَلُوْكُمْ، وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ أَضَلُّوْكُمْ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ نَصْنَعُ؟ قَالَ: كَمَا صَنَعَ أَصْحَابُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ، نُشِرُوْا بِالْمَنَاشِيْرِ وَحُمِلُوْا عَلَى الْخَشَبِ مَوْتٌ فِي طَاعَةِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ. (۱)

تحائف اسی وقت تک قبول کر سکتے ہو جب تک کہ وہ تحفہ رہیں۔ لیکن جب وہ دین کے حکم کے تحت رشوت بن جائے تو اُسے ہرگز قبول نہ کرو مگر (ایسا نظر آتا ہے) کہ تم اُسے چھوڑو گے نہیں، کیوں کہ فقر اور ضرورت تمہیں مجبور کرے گی۔ آگاہ رہو! اسلام کی چکی بہرحال گردش میں رہے گی، اس لیے کتاب اللہ جدھر چلے اس کے ساتھ چلو (اسے اپنی خواہشات کے مطابق نہ ڈھالو)۔ آگاہ رہو! عنقریب کتاب اللہ (یعنی قرآن) اور حکومت جُدا جُدا ہو جائیں گے، تم کتاب اللہ کو نہ چھوڑنا۔ آگاہ رہو! عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے، جو فیصلہ وہ اپنے لیے پسند کریں گے، وہ تمہارے لیے پسند نہیں کریں گے۔ تم اگر ان کی نافرمانی کرو گے، تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے اور اگر فرماں برداری کرو گے تو (بے دینی کے سبب) تمہیں گم راہ کر دیں گے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! (ایسی صورت میں) ہمیں کیا طرزِ

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۹۰، رقم: ۱۷۲
۲۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۴۲، رقم: ۷۴۹

عمل اختیار کرنا چاہیے؟ ارشاد فرمایا: وہی جو حضرت عیسیٰ ﷺ کے اصحاب نے اختیار کیا، اُنہیں آروں سے چیرا گیا، سولی پر لٹکایا گیا (مگر وہ دینِ حق پر قائم رہے) اور اطاعتِ الٰہی میں جان دے دینا معصیت کی زندگی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

واضح رہے کہ ہم اپنی روز مرہ زندگی میں ان علامات کا مشاہدہ واضح طور پر کرتے ہیں۔

(۷) زمانے کے بدنام ترین لوگ دنیا میں شریف اور معزز کہلائیں گے

قربِ قیامت میں زمانے کے بدعنوان ترین لوگ دنیا میں شرفا اور معززین کہلائیں گے، جبکہ نیک اور صالح افراد کے لیے اپنی عزت بچانا مشکل ہوگا۔

۱۔ حضرت حذیفہ بن یمان ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ.

وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِي الْكَبِيْرِ: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ﷺ: ثُمَّ يَصِيْرُ إِلَى النَّارِ. (۱)

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بدنامِ زمانہ شخص جس کا باپ بھی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۹، رقم: ۲۳۳۵۱
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب: (۳۷) منه، ۴: ۴۹۳، رقم: ۲۲۰۹
۳۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۷: ۹۶، رقم: ۴۲۷
۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۱۹۷، رقم: ۶۲۸
۵۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۷: ۲۷۳، رقم: ۲۷۲۷
۶۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۴: ۸۰۲، رقم/۴۰۷
۷۔ ابن أبي عاصم، الزهد، ۱: ۹۸، رقم: ۱۹۶

بدنامِ زمانہ تھا، وہ دنیا میں سب سے بڑا شریف اور معزز نہ سمجھا جانے لگے۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں حضرت اُمّ سلمہ ؓ سے ان الفاظ کا اضافہ بیان کیا ہے: پھر اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى تَصِيْرَ لِلُكَعٍ ابْنِ لُكَعٍ ..... وَقَالَ أَسْوَدُ: يَعْنِي اَلْمُتَّهَمَ ابْنَ الْمُتَّهَمِ. (۱)

یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ اس کی دولت اور اقتدار بدنام ترین لوگوں کے لیے مختص نہ ہو جائے اور اسود نے کہا: یعنی بدنامِ زمانہ شخص جس کا باپ بھی بدنامِ زمانہ تھا۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَنْ تَذْهَبَ الدُّنْيَا حَتّٰى تَكُوْنَ عِنْدَ لُكَعِ ابْنِ لُكَعٍ. (۲)

دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ یہ (یعنی اس کی دولت اور اقتدار) بدنام ترین لوگوں کے ہاتھ میں نہ آ جائے۔

۴۔ ایک روایت میں حضرت عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۲۶، رقم: ۸۳۰۳، ۸۳۰۵
۲۔ بخاري، التاريخ الكبير، ۲: ۲۲۹، رقم: ۲۲۹۱
۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۹: ۱۴۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۶۶، رقم: ۱۵۸۷۵
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۱۱۶، رقم: ۶۷۲۱
۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۲۹، رقم: ۳۷۷۴۰
۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۲: ۱۹۵، رقم: ۵۱۲

ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَهَا لُكَعُ بْنُ لُكَعٍ. (۱)

یہ دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ بدنامِ زمانہ شخص جس کا باپ بھی بدنامِ زمانہ تھا، اس پر حکمران ہوگا۔

(۸) اَہلِ مغرب کا غلبہ ہو جائے گا

آج کے دور میں مغربی ممالک ترقی کے کمال پر ہیں، جب کہ اُمت مسلمہ مجموعی طور پر زوال کا شکار ہو کر ان کے زیرِ نگیں ہے۔ واضح رہے کہ عصرِ حاضر کے ان حالات کی خبر بھی حضور نبی اکرم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ہی عطا فرما دی تھی۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا يَزَالُ أَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ. (۲)

اہلِ مغرب حق پر مکمل غالب آ جائیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کے لوگ تم پر غلبہ پا لیں گے۔ جب ایسا ہو جائے تو سمجھ لینا قیامت قریب آ گئی ہے۔ محدثینِ کرام نے اہلِ مغرب پر مختلف تشریحات اور

---

(۱) طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۶۳-۶۴، رقم: ۴۶۷۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق، ۳: ۱۵۲۵، رقم: ۱۹۲۵

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۱۱۸، رقم: ۷۸۳

۳۔ بزار، المسند، ۴: ۵۷، رقم: ۱۲۲۲

۴۔ شاشي، المسند، ۱: ۲۰۴، رقم: ۱۵۹

۵۔ أبو عوانة، المسند، ۴: ۵۰۸، رقم: ۷۵۱۰

تاویلات تحریر کی ہیں، مگر ہم اس کا مفہوم ظاہر نص سے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے مبارک الفاظ سے لے رہے ہیں۔ آج مغربی اقوام ہر لحاظ سے عالم اسلام پر غلبہ حاصل کیے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان آج کے دور میں حقیقت نظر آ رہا ہے۔

۲۔ سوچنے والی بات ہے کہ ایسا کیوں ہوگا؟ اُمتِ مسلمہ زوال کا شکار کیوں ہوگی؟ اس کی وجہ بھی آپ ﷺ نے واضح فرما دی ہے۔ حضرت ثوبان ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ. (۱)

وہ وقت قریب ہے کہ جب دیگر اقوام تمہیں مٹانے کے لیے (مل کر سازشیں کریں گی اور) ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے دسترخوان پر کھانا کھانے والے (لذیذ کھانے کی طرف) ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ (کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمارا یہ حال ہماری قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت زیادہ ہو گے۔ البتہ تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ناکارہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب اور دبدبہ نکال دے گا اور (تمہاری

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۸، رقم: ۲۲۴۵۰

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب في تداعي الأمم على الإسلام، ۴: ۱۱۱، رقم: ۴۲۹۷

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۶۳، رقم: ۳۷۲۴۷

۴۔ طيالسي، المسند، ۱: ۱۳۳، رقم: ۹۹۲

دین سے دوری کی وجہ سے) تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا۔ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! 'وہن' سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان کو نہایت جامع انداز میں اس ایک جملہ میں بیان فرما دیا ہے۔ حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں:

إِنَّهَا نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ؛ ثُمَّ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ؛ ثُمَّ مُلْكٌ عَضُوضٌ؛ ثُمَّ جَبْرِيَّةٌ؛ ثُمَّ طَوَاغِيتُ. (۱)

سب سے پہلے نبوت اور رحمت کا دور ہے۔ پھر خلافت اور رحمت کا دور، (وہ خلفاء راشدین کا دور آیا)۔ پھر اس کے بعد نہایت سخت ملوکیت کا دور پھر فوجی حکمران آئیں گے، پھر شیطانی نظام حکومت آ جائے گا۔

پہلے دور میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت رحمت بن کر اُمت پر سایہ فگن رہی۔ دوسرے دور میں خلفائے راشدین نے عالمی جہاں بانی کا فریضہ سرانجام دیا۔ تیسرا دور بنو امیہ کے زمانے سے شروع ہوا جو مختلف اشکال میں موجودہ دور تک جاری ہے۔ یہ سب ملوکیت و شہنشایت کی مختلف اشکال ہیں۔ چوتھا دور آمریت پر مبنی ہو گا، جس میں کوئی بھی مطلق العنان حکمرانوں کے خلاف دم بھی نہیں مار سکے گا۔ اپنی تشکیل اور مزاج کے اعتبار سے آمروں کا وہ دور ہو گا، جس میں جو وہ چاہیں گے، وہی کریں گے۔ پانچواں دور طاغوت کا ہو گا۔ اس سے مراد عالمی سامراجی قوتیں ہیں، جو اپنے مفادات کے لیے اسلام کو مٹانے کی سازشیں کر رہی ہیں۔ اس طرح ہم قیامت سے پہلے والے زمانے کے کنارے پر پہنچ چکے ہیں۔ یہ قربِ قیامت کی وہ علامات ہیں جو روزِ روشن کی طرح عیاں اور ہر کس و ناکس پر واضح ہیں۔

---

(۱) دانی، السنن الواردة فی الفتن، ۴: ۸۲۴، رقم: ۴۱۸

(۹) خطۂ عرب میں معاشی خوش حالی کا دور دورہ ہوگا

علاماتِ قیامت میں ایک اہم علامت یہ بھی ہے کہ جس کا ذکر حدیثِ جبریل میں بھی واضح ملتا ہے، وہ خطۂ عرب کے باشندوں کا اس قدر خوش حال ہو جانا ہے کہ بکریاں چرانے والے بدو بھی بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرنے لگیں گے۔ یہاں ایک وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ ان احادیث سے اہلِ عرب کی تنقیص مقصود نہیں ہے، بلکہ اس سے یہ واضح کرنا ہے کہ جب مال و دولت کی اس قدر کثرت ہو جائے گی تو یہ لامحالہ اُنہیں دنیا کی محبت میں مبتلا کر دے گی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ وہ اس دولت کو کسی بامقصد کام میں صرف کرنے کی بجائے بلند و بالا عمارات اور عالی شان محلات تعمیر کرنے میں استعمال کریں گے جو سراسر اسراف اور قومی وسائل کا ضیاع ہوگا۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ. (۱)

قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ لوگ اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کرنے کا مقابلہ کرنے لگیں۔

۲۔ حدیثِ جبریل کے آخر میں جب حضرت جبریل ؑ نے علاماتِ قیامت کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا أَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب خروج النار، ۶: ۲۶۰۵، رقم: ۶۷۰۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۳۰، الرقم: ۱۰۸۷۰

۳۔ بخاری، الأدب المفرد: ۱۶۰، الرقم: ۴۴۹

۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱: ۴۱

۵۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۷: ۳۸۹، الرقم: ۱۰۷۰۱

فِي الْبُنْيَانِ. (۱)

جب لونڈی اپنے حکمران کو جنم دے گی، جب تم یہ دیکھ لو کہ ننگے پاؤں پھرنے والے لوگ، پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے اور بکریاں چرانے والے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرنے لگ جائیں گے (تو یہ قربِ قیامت کی علامت ہو گی)۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرَى رِعَاءُ الشَّاءِ رُءُوسَ النَّاسِ، وَأَنْ يُرَى الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ الْجُوَّعُ يَتَبَارَوْنَ فِي الْبُنْيَانِ، وَأَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّهَا. (۲)

چرواہوں کو لوگوں پر حکمرانی کرتے دیکھا جانا، ننگے پیر، ننگے بدن، بھوکے (حریص و لالچی) لوگوں کا اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں مقابلہ کرتے نظر آنا، لونڈی کا اپنی مالکن کو جننا قیامت کی علامات میں سے ہے۔

۴۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ میرا وطن عرب لق دق صحرا کے بجائے جا بجا نہروں اور باغات کا مرکز بن جائے گا تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آ گئی یعنی صحرائے عرب میں جب

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان والإسلام والإحسان، ۱: ۲۷، رقم: ۵۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان، ۱: ۳۷، رقم: ۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۶، رقم: ۹۴۹۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة، ۲: ۱۳۴۲، رقم: ۴۰۴۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۹۴، ۹۱۱۷

۲۔ دار قطني، السنن، باب المهر، ۳: ۲۵۷، رقم: ۴۹

۳۔ داني، السنن الوردة في الفتن، ۴: ۷۸۳، رقم: ۳۹۳

باغات اگنے لگیں، چشمے پھوٹنے لگیں اور نہریں بہنے لگیں تو سمجھنا کہ قیامت کا ظہور قریب آ گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی علامات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ ..... وَحَتّٰى تَعُوْدَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّأَنْهَارًا. (۱)

قیامت قائم نہیں ہو گی .....حتیٰ کہ عرب کی (ریگستانی) زمین نہروں اور باغات کا مرکز بن جائے گی۔

اس حدیث مبارک سے مراد یہ ہے کہ ریگ زارِ عرب، جہاں پر نہروں اور باغات کا وجود محال ہے، وہاں یقیناً نہریں اور باغات بنانے کے لیے کثیر سرمایہ صرف کیا جائے گا۔ یہ بھی دراصل وسائل کا ضیاع ہو گا۔ دوسرا اس میں دنیاوی عیش و آرام میں مبتلا ہو جانے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو بالآخر احکامِ الٰہی کی نافرمانی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوجانے پر اختتام پذیر ہوگا۔

(۱۰) ناگہانی اَموات کی کثرت ہوگی

علاماتِ قیامت میں سے ایک اہم علامت جس کا ذکر مختلف احادیث میں موجود ہے، وہ ناگہانی اموات کی کثرت ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قیامت کی علامات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَأَنْ يَظْهَرَ مَوْتُ الْفَجْاءَةِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب الترغيب في الصدقة قبل أن لا يوجد من يقبلها، ۲: ۷۰۱، رقم: ۱۰۱۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۷، رقم: ۹۳۸۴

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۹۳، رقم: ۶۷۰۰

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۴۷، رقم: ۹۳۷۶

(قربِ قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ) ناگہانی موت (ہارٹ اٹیک سے موت) عام ہو جائے گی۔

۲۔ حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہتر (۷۲) چیزیں قربِ قیامت کی علامات ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے:

وَمَوْتُ الْفَجْاءَةِ. (۱)

اور ناگہانی موت (کا عام ہو جانا)۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! قیامت کے بہت قریب کی علامات میں سے کوئی خاص علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ مَوْتَ الْفَجْأَةِ. (۲)

ناگہانی اموات قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

تحقیق سے ثابت ہے کہ دل کا دورہ، حادثاتی اَموات اور ناگہانی ارتحال صدیوں پہلے اتنی کثرت سے نہیں ہوتے تھے اور چودہ سو سال قبل تو عارضۂ قلب سے شاید ہی کسی کی موت واقع ہوئی ہو۔ صدیوں پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اموات کی کثرت دل کے دورے کی وجہ سے ہوگی۔ گویا یہ بھی قیامت کے قریب ہونے کی ایک علامت ہے۔

(۱۱) شعور کے فقدان کے باعث رائے عامہ کی پیروی سے بچنے کا حکم

جب معاشرے میں شعوری سطح اس حد تک گر جائے کہ لوگوں کو اپنے اچھے اور برے

..... ۲۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۲۶۰، رقم: ۱۱۳۲

۳۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۶: ۳۰۶، رقم: ۲۳۲۷

(۱) ۱۔ أبونعيم، حلية الأولياء، ۳: ۳۵۸، ۳۵۹

۲۔ سيوطي، الدر المنثور، ۶: ۵۲

(۲) داني، السنن الوردة في الفتن، ۴: ۷۸۹، ۷۹۳، رقم: ۳۹۵، ۳۹۹۔

کی پہچان نہ رہے، یا لوگ اچھائی کو چھوڑ کر برائی کو اختیار کر لیں اور اس پر اصرار کریں تو ایسے حالات میں رائے عامہ کی پیروی کے بجائے اپنے عقل وشعور کی بنا پر صحیح راستہ اختیار کیا جائے اور لوگوں کی اس طرف رہنمائی کی جائے۔ یہی وہ اُصول ہے جس کا حکم رسولِ مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص ؓ نے روایت کیا ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے اِرد گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَكَانُوْا هٰكَذَا – وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ – قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ. فَقُلْتُ: كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ؟ قَالَ: اِلْزَمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ. (۱)

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ: وَإِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ.

جب تم لوگوں کو دیکھو کہ انہوں نے وعدوں کا پاس کرنا چھوڑ دیا ہے اور انہیں امانتوں کی پروا نہیں رہی – اور آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگشت ہائے مبارک کو آپس میں پیوست کر کے فرمایا کہ (امانتوں کو لوٹنے والے گروہ) یوں گتھم گتھا ہو جائیں گے – میں آپ ﷺ کی خدمت میں کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ میں اُس وقت کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس وقت اپنے گھر

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب الأمر والنهي، ۴: ۱۰۹، رقم: ۴۳۴۳

۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۵۹، رقم: ۱۰۰۳۳

۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۳۱۵، رقم: ۷۷۵۸

۴۔ طحاوي، شرح مشكل الآثار، ۳: ۲۱۹

۵۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۲: ۳۶۳، رقم: ۱۱۷

ہی میں رہنا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اچھی چیز کو اختیار کرنا اور بری بات کو چھوڑ دینا۔ تم پر لازم ہے کہ (اپنے دینی و مذہبی اور معاشرتی و اَخلاقی فرائض کی کامل ادائیگی کے ذریعے) اپنی جان (کو نارِ جہنم سے بچانے) کی خصوصی فکر کرنا اور رائے عامہ کی پیروی کو چھوڑ دینا (بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کرنا)۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (اس وقت) عامۃ الناس کی رائے کی پیروی سے بچنا۔

(۱۲) زمانۂ فساد میں اِصلاح کا فریضہ ادا کرنے والوں کے لیے خوش خبری

جب معاشرہ فساد کا شکار ہو جائے اور جہالت اور بے شعوری عام ہو جائے؛ کرپشن، لوٹ مار، اور بددیانتی کا دور دورہ ہو، برائیوں کا ارتکاب سرِ عام ہونے لگے، تو ایسے حالات میں جو گروہ، جماعت یا لوگ اصلاح کا فریضہ ادا کریں گے، بیداریِ شعور کی کوشش کریں گے، اُنہیں حبیبِ کبریا ﷺ نے خصوصی مبارک باد سے نوازا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ.

اجنبیوں کو مبارک باد ہو!

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اجنبی کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

أُنَاسٌ صَالِحُوْنَ فِي أُنَاسِ سُوْءٍ كَثِيْرٍ، مَنْ يَعْصِيْهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُطِيْعُهُمْ.

بہت زیادہ برے لوگوں (کے ہجوم) میں وہ نیک لوگ (جو معاشرے میں بدی اور شر کے غلبہ کے باوجود حق اور نیکی پر استقامت سے قائم رہیں گے)۔ ان کی مخالفت

کرنے والوں کی تعداد ان کی اطاعت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہوگی۔ (مراد یہ ہے کہ یہ ایسا دور ہوگا جس میں دین پر عمل کرنے والے لوگ معاشرے میں اجنبی لگیں گے۔)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ، طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ، طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ.

اجنبیوں کو مبارک باد ہو! اجنبیوں کو مبارک باد ہو! اجنبیوں کو مبارک باد ہو!

عرض کیا گیا:

مَنِ الْغُرَبَاءُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟

یا رسول اللہ! اجنبی کون ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

نَاسٌ صَالِحُوْنَ فِي نَاسِ سَوْءٍ كَثِيْرٍ، مَنْ يَعْصِيْهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُطِيْعُهُمْ. (۱)

بہت زیادہ برے لوگوں (کے ہجوم) میں وہ نیک لوگ (جو معاشرے میں بدی اور شر کے غلبہ کے باوجود حق اور نیکی پر استقامت سے قائم رہیں گے)۔ ان کی مخالفت کرنے والوں کی تعداد ان کی اطاعت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہوگی۔ (مراد یہ ہے کہ یہ ایسا دور ہوگا جس میں دین پر عمل کرنے والے لوگ معاشرے میں اجنبی لگیں گے۔)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ اجنبی لوگ کون ہوں

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۷، رقم: ۶۶۵۰
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۴، رقم: ۸۹۸۶
۳۔ ابن المبارك، المسند، ۱: ۱۲-۱۳، رقم: ۲۳
۴۔ آجري، الغرباء، ۱: ۲۲، رقم: ۶

گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قَوْمٌ يُصْلِحُوْنَ حِيْنَ يُفْسِدُ النَّاسُ. (۱)

یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کے فساد میں مبتلا ہونے کے دور میں (ان کی) اِصلاح کی جد و جہد کریں گے۔

واضح رہے کہ قیامت کی ان چھوٹی علامات میں سے آج کسی کی ابتدا ہے، کسی کی انتہا ہے اور کوئی وسط میں ہے۔ بہرحال ایک بات کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ ہم اس زمانے میں ہیں جب **اقتربت الساعة** کا نقارہ بج رہا ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے، لوگو! حساب کا وقت قریب آ چکا ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے یہ سب علامات دیکھ رہے ہیں، جو حضور نبی اکرم ﷺ نے بیان فرما دی ہیں۔ یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر اب بھی ہم تبدیلی کا آغاز نہیں کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ **فأكثرهم لا يومنون** کے زمرے میں آتے ہیں کہ ہم پھر ایمان ہی نہیں لائے۔ اگر ایمان ہمارے قلوب میں داخل ہوتا تو ہمیں ضرور بدل دیتا۔

اس دورِ پرفتن میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دنیا کی فکر چھوڑ کر فکرِ آخرت کا آغاز کریں۔ جب ہم اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو وہ محاسبہ کا وقت ہو گا۔ ہر شخص کے ظاہری اور پوشیدہ اعمال (جو وہ دنیا میں کرتا رہا) وہ سب کے سب ظاہر کر دیے جائیں گے۔ اللہ رب العزت کو ہماری زندگی کے جرائم، گناہ، مظالم اور نافرمانیوں پر کسی اور کو گواہ بنانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہو گی۔ سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم کا ایک ایک عضو خود ہمارے خلاف گواہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے ارشاد فرمایا ہے:

حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۸۳، رقم: ۳۴۳۶۸

۲۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۳: ۶۳۶، رقم: ۲۹۱

(۲) حم السجده، ۴۱: ۲۰

یہاں تک کہ جب وہ دوزخ تک پہنچ جائیں گے، تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن (کے جسموں) کی کھالیں اُن کے خلاف گواہی دیں گی اُن اعمال پر جو وہ کرتے رہے تھےo

۲۔ قیامت کی علاماتِ کبریٰ

قیامت کی وہ علامات جن کا ظہور قیامت کے انتہائی قریبی زمانے میں ہوگا، ان کے ظہور کے بعد قیامت یک لخت واقع ہو جائے گی، ان علامات کو قیامت کی علاماتِ کبریٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ باہم منسلک ہو کر پے در پے ظہور پذیر ہوں گی۔

(۱) ظہورِ امام مہدی علیہ السلام

قیامِ قیامت کی بڑی علامات میں سب سے اہم 'ظہورِ امام مہدی علیہ السلام' ہے۔ یہ اُمتِ مسلمہ کے متفق علیہ عقائد میں سے ایک ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور اخیر زمانہ میں ہونا حق ہے۔ اس پر اعتقاد رکھنا عین لازم ہے۔ واضح رہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور احادیثِ صحیحہ متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔ اگرچہ ان کے ظہور کے حوالے سے بعض تفصیلات اخبار احاد سے ثابت ہیں۔ عہدِ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کو تمام طبقۂ فکر کے علماء و محققین، ہر قرن اور ہر زمانہ میں نقل کرتے چلے آئے ہیں، جن میں ان تمام احادیث اور آثارِ صحابہ کو جمع کیا گیا ہے۔ ائمۂ حدیث نے اس موضوع پر احادیث کو اس قدر کثرت سے روایت کیا ہے کہ وہ حد، تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ واضح رہے کہ متواتر احادیث کو ماننا واجب کا درجہ رکھتا ہے اور ان پر ایمان نہ رکھنا گمراہی کی دلیل ہے۔ اس ضمن میں یہاں پر چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ

اسْمِي.(۱)

دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص جو میرا ہم نام ہوگا عرب کا حکمران نہ بن جائے۔

۲۔ ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے یوں مروی ہے:

لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَلِيَ.(۲)

اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا، تو بھی اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اتنا دراز فرما دے گا کہ وہ شخص (یعنی مہدی ﷺ) خلیفہ ہو جائے۔

۳۔ حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا.(۳)

اگر دنیا کا صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے گا (تو اللہ تعالیٰ اسی کو دراز فرما دے گا اور) میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص (مہدی) کو بھیجے گا جو دنیا کو عدل و انصاف

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۴۸، رقم: ۴۲۷۹

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۶، رقم: ۴۲۸۲

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ماجاء في المهدي، ۴: ۵۰۵، رقم: ۲۲۳۰

۴۔ بزار، المسند، ۵: ۲۰۴، رقم: ۱۸۰۴

۵۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۲۸۹، رقم: ۱۱۸۱

(۲) ترمذی، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في المهدي، ۴: ۵۰۵، رقم: ۲۲۳۱

(۳) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب المهدي، ۴: ۱۰۷، رقم: ۴۲۸۳

۲۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۷: ۵۱۳، رقم: ۳۷۶۴۸

سے بھر دیں گے جس طرح وہ (ان سے پہلے) ظلم سے بھری ہوگی۔

۴۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُمْلَأَ الْأَرْضُ ظُلْمًا وَجَوْرًا وَعُدْوَانًا، ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مَنْ يَمْلَأُهَا قِسْطًا وَعَدْلًا. (۱)

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین ظلم و جور اور سرکشی سے بھر جائے گی، بعدازاں میرے اہلِ بیت سے ایک شخص (مہدی) نکلے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا (یعنی امام مہدی کے ظہور سے پہلے قیامت نہیں آئے گی)۔

۵۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَخْرُجُ فِي آخِرِ أُمَّتِي الْمَهْدِيُّ، يَسْقِيْهِ اللهُ الْغَيْثَ وَيَخْرُجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا وَيُعْطِي الْمَالَ صِحَاحًا، وَتَكْثُرُ الْمَاشِيَّةُ وَتُعَظِّمُ الْأُمَّةُ يَعِيْشُ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيًا يَعْنِي حِجَجًا. (۲)

میری اُمت کے آخری دور میں مہدی پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر خوب رحمت کی بارش برسائے گا اور زمین خوب اپنی پیداوار اُگائے گی اور وہ لوگوں کو یکساں طور پر مال دیں گے۔ ان کے زمانۂ (خلافت) میں مویشیوں کی کثرت اور اُمت کی عظمت ہوگی (وہ خلافت کے بعد) سات سال یا آٹھ سال زندہ رہیں گے۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں: مجھے میرے خلیل ابو القاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۴: ۶۰۰، رقم: ۸۶۶۹

۲۔ هیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۴۶۴، رقم: ۱۸۸۰

(۲) حاکم، المستدرك، ۴: ۶۰۱، رقم: ۸۶۷۳

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَيَضْرِبُهُمْ حَتّٰى يَرْجِعُوْا إِلَى الْحَقِّ.

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ میری اہلِ بیت سے ایک شخص ظاہر نہ ہوں گے، وہ لوگوں کا مقابلہ کریں گے حتی کہ وہ حق کی طرف رجوع کرلیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے عرض کیا: وہ کتنا عرصہ حکومت کریں گے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَمْسًا وَاثْنَيْنِ. (۱)

پانچ اور دو (یعنی سات سال)۔

ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام مہدی ﷺ کا ظہور قیامت کے قریبی زمانہ میں ہوگا۔ آپ ﷺ کے ظہور کے بعد قیامت کی دیگر بڑی علامات ظاہر ہوں گی۔

۷۔ امام مہدی ﷺ کے ظہور کے بعد دجال خروج کرے گا، اس کی حشر سامانیاں جاری ہوں گی کہ سیدنا عیسیٰ ﷺ کا نزول ہوگا۔ آپ ﷺ، امام مہدی ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں گے، جو اس بات کا اشارہ ہو گا کہ آپ ﷺ نبی آخر الزمان خاتم النبیین ﷺ کے اُمتی کے طور پر تشریف لائے ہیں۔ اس کے بعد آپ امام مہدی ﷺ کے ساتھ مل کر دجال کا مقابلہ کریں گے اور وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی نمک کی طرح پگھل جائے گا۔ حضرت جابر ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي خَفْقَةٍ مِنَ الدِّيْنِ، – وذكر الدجال ثم قال: – ثُمَّ يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيُنَادِي مِنَ السَّحَرِ، فَيَقُوْلُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَخْرُجُوا إِلَى الْكَذَّابِ الْخَبِيْثِ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: هٰذَا رَجُلٌ جِنِّيٌّ

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۱۹، رقم: ۳۳۳۵
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۱۵

فَيَنْطَلِقُوْنَ فَإِذَا هُمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عليه السلام، فَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَيُقَالُ لَهُ: تَقَدَّمْ، يَا رُوْحَ اللهِ، فَيَقُوْلُ: لِيَتَقَدَّمْ إِمَامُكُمْ فَلْيُصَلِّ بِكُمْ، فَإِذَا صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ خَرَجُوا إِلَيْهِ، قَالَ: فَحِيْنَ يَرَى الْكَذَّابُ يَنْمَاثُ كَمَا يَنْمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.(۱)

دین کے کمزور ہو جانے کی حالت میں دجال نکلے گا اور دجال سے متعلق تفصیلات بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: بعد ازاں عیسٰی بن مریم علیہ السلام (آسمان سے) اتریں گے اور بوقت سحر (یعنی صبح صادق سے پہلے) آواز دیں گے: اے مسلمانو! تمہیں اس جھوٹے خبیث (دجال) سے مقابلہ کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ لوگ کہیں گے کہ یہ کوئی جناتی مخلوق ہے۔ پھر آگے بڑھ کر دیکھیں گے تو اچانک انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نظر آئیں گے۔ پھر نماز فجر کے لیے اقامت ہوگی تو ان سے کہا جائے گا: اے روح اللہ! امامت کے لیے آگے تشریف لائیے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام فرمائیں گے: تمہارا امام ہی آگے بڑھے اور تمہیں نماز پڑھائے (اس وقت کے امام سیدنا مہدی علیہ السلام ہوں گے)۔ جب لوگ صبح کی نماز سے فارغ ہو جائیں گے تو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں) دجال سے مقابلہ کے لیے نکلیں گے۔ دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو (خوف کے مارے) ایسے گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

علاماتِ کبریٰ اور امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ظہور

علاماتِ کبری کے بارے میں کوئی واضح رہنمائی تو نہیں ملتی کہ یہ کب ظہور پذیر ہوں گی، لیکن احادیثِ مبارکہ میں ان کے زمانۂ ظہور کے اشارات ضرور دیے گئے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی علامات کبریٰ کے زمانہ ظہور کا ذکر اپنے ایک فرمان

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۶۷، رقم: ۱۴۹۹۷
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۴۴۴

مبارک میں کچھ یوں کیا ہے۔ حضرت ابو قتادہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْآيَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ. (۱)

قیامت کی نشانیاں (کسی بھی ہزارویں سال کی) دوسری صدی ختم ہونے کے بعد ظاہر ہوں گی۔

اہم نکتہ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ جن کی تعداد دس ہے جب بھی ظاہر ہونا شروع ہوں گی، وہ وقت کسی بھی ہزارویں سال کے شروع ہونے کے بعد پہلی دو صدیوں کے اختتام پر آئے گا۔ دوسرے لفظوں میں ہزارواں سال کوئی بھی ہوسکتا ہے خواہ وہ کئی ہزار برس کے بعد آئے یا لاکھوں برس کے بعد، اس امر کا تعین نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ اب سن ہجری کا دوسرا ہزارواں برس شروع ہے۔ مثال کے طور پر اس وقت ۱۴۴۰ سن ہجری ہے۔ گویا سن ہجری کو شروع ہوئے پہلا ہزارواں سال ختم ہو چکا ہے۔ اس پر مزید چار صدیاں بھی بیت چکی ہیں اور ۴۰ سال اگلی صدی کے بھی گزر چکے ہیں۔ اب پندرھویں صدی ہجری جاری ہے۔ لہٰذا ''**بعد المائتين**'' کا معنی یہ ہوا کہ جس طرح پہلا ہزارواں سال ختم ہو چکا ہے اور اس کی پانچویں صدی جاری ہے۔ اسی طرح قیامت کی علاماتِ کبریٰ کے ظہور کا زمانہ جب بھی شروع ہوگا اس کی ترتیب زمانی اور وقوع کی صورت یوں ہوگی کہ کسی زمانہ میں حسبِ سابق نیا ہزارواں سال شروع ہو کر اس کی پہلی دو صدیاں ختم ہوچکی ہوں گی اور اس ہزارویں برس کی تیسری صدی کی ابتدا ہوگی جب قیامت کی علاماتِ کبریٰ کا آغاز ہوگا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علاماتِ کبریٰ میں سے پہلی علامت امام مہدی علیہ السلام کی آمد ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الآيات، ۲: ۱۳۴۸، رقم: ۴۰۵۷
۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۷۵، رقم: ۸۳۱۹
۳۔ ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۱۲۵، رقم: ۳۴۳

سیدنا امام مہدی علیہ السلام کا ظہور قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے پہلی علامت ہو گا اور یہ بھی کسی ہزارویں سال کی دوسری صدی کے بعد ہی ہو گا۔

یہ بات امام بخاری کے شیخ امام نعیم بن حماد کی بیان کردہ درج ذیل روایات سے مزید واضح ہوتی ہے۔

۱۔ محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں:

وَيَقُوْمُ الْمَهْدِيُّ فِي سَنَةِ مِائَتَيْنِ. (۱)

امام مہدی علیہ السلام (کسی بھی ہزارویں سال کی) دوسری صدی میں ظاہر ہوں گے۔

۲۔ حضرت ابوجعفر بیان کرتے ہیں:

يَقُوْمُ الْمَهْدِيُّ سَنَةَ مِائَتَيْنِ. (۲)

امام مہدی علیہ السلام (کسی بھی ہزارویں سال کی) دوسری صدی میں ظاہر ہوں گے۔

۳۔ حضرت ابی قبیل بیان کرتے ہیں:

إِجْتِمَاعُ النَّاسِ عَلَى الْمَهْدِيِّ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَّمِائَتَيْنِ. (۳)

لوگ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خلافت پر (کسی بھی ہزارویں سال کے) سن ۲۰۴ھ میں متفق ہوں گے۔

امام سیوطی یہ تمام روایات 'الحاوی للفتاویٰ' میں ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

هٰذِهِ الآثَارُ تُشْعِرُ بِتَأَخُّرِهٖ إِلَى بَعْدِ الْأَلْفِ بِمِائَتَيْنِ. (۴)

---

(۱) نعيم بن حماد، كتاب الفتن، ۲: ۶۸۸، رقم: ۱۹۴۶

(۲) نعيم بن حماد، كتاب الفتن، ۱: ۲۱۴، رقم: ۹۵۳

(۳) نعيم بن حماد، كتاب الفتن، ۱: ۳۳۴، رقم: ۹۶۲

(۴) سيوطي، الحاوي للفتاوىٰ، ۲: ۱۷۶

یہ تمام آثار امام مہدی ؑ کے کسی بھی ہزارویں سال کی دوسری صدی میں آنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

مذکورہ روایات اور ان پر امام سیوطی کا یہ تبصرہ امام مہدی اور قیامت کے زمانۂ ظہور کی مزید وضاحت کرتا ہے۔ یہ بات اس حوالے سے بھی قرینِ قیاس ہے کہ امام مہدی ؑ اُمتِ محمدی کے آخری مجدد ہی نہیں، بلکہ وہ مجددِ اعظم ہوں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں تجدیدِ دین کے لیے ہر صدی کے شروع میں مجدد آئے گا۔ مجدد کی پیدائش پچھلی صدی کے نصف آخر یا آخری تہائی میں ہوتی ہے۔ ہر مجدد نئی صدی کے آغاز پر اپنا تجدیدی کام شروع کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس لیے امام مہدی ؑ اس ہزارویں سال کی دوسری صدی کے دورِ اواخر میں پیدا ہو چکے ہوں گے اور جوں ہی تیسری صدی (بعد المائتین) کا زمانہ شروع ہوگا تو ان کے ظہور کا اعلان ہو جائے گا۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے یہ پہلی علامت ہوگی۔ اس کے بعد ہی پے در پے دیگر علاماتِ کبریٰ ظہور پذیر ہوں گی۔

(۲) دجّال کا خروج

قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے دوسری بڑی علامت دجال کا خروج ہے، جو احادیثِ متواترہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو دیگر فتنوں کی طرح فتنۂ دجال کے بارے میں بھی پوری تفصیل سے آگاہ فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس قدر واضح نشانیاں ذکر فرما دی ہیں کہ اہلِ ایمان اسے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَمَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: ك ف ر. (۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط السّاعة، باب ذكر الدجال، ۴: ۲۲۴۸، رقم: ۲۹۳۳ ⟵

ہر نبی نے اپنی اُمت کو کانے کذاب (دجال) سے خبردار کیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! بلاشبہ وہ کانا (بدصورت) ہو گا، اور تمہارا رب ایسا نہیں ہے۔ دجال کی دو آنکھوں کے درمیان 'ک'، 'ف' اور 'ر' (اس نے کفر کیا) لکھا ہوا ہوگا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا: الدَّجَّالَ، وَالدُّخَانَ، وَدَابَّةَ الْأَرْضِ، وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَأَمْرَ الْعَامَّةِ وَخُوَيْصَةَ أَحَدِكُمْ. (۱)

چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو، دجال، دھواں، دابۃ الارض (زمینی چوپائے)، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، امر عام (قیامت) اور تم میں سے ہر ایک کا امر خاص (یعنی موت)۔

۳۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ أَصْبَهَانَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ. (۲)

..... ۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۷۶، رقم: ۱۳۹۵۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في قتل عيسٰى بن مريم ﷺ الدجال، ۴: ۵۱۶، رقم: ۲۲۴۵

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط السّاعة، باب بقية من أحاديث الدجال، ۴: ۲۲۶۷، رقم: ۲۹۴۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۲، رقم: ۸۸۳۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الآيات، ۲: ۱۳۴۸، رقم: ۴۰۵۶

۴۔ أبويعلى، المسند، ۱۱: ۳۹۷، رقم: ۶۵۱۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن و أشراط الساعة، باب في بقية من أحاديث الدجال، ۴: ۲۲۶۶، رقم: ۲۹۴۴

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۰۹، رقم: ۶۷۹۸

اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی موٹی چادریں اوڑھے دجال کی پیروی کریں گے۔

۴۔ حضرت حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلدَّجَّالُ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعَرِ مَعَهٗ جَنَّةٌ وَنَارٌ، فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهٗ نَارٌ. (۱)

دجال بائیں آنکھ سے کانا اور گھنے بالوں والا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ ہوگی۔ اُس کی دوزخ حقیقت میں جنت ہے اور اس کی جنت درحقیقت دوزخ ہے۔

۵۔ حضرت حذیفہ ؓ ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهٗ مَاءً وَنَارًا، فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ، وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهٗ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ. (۲)

دجال ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی۔ جسے لوگ پانی سمجھیں گے وہ درحقیقت جلانے والی دہکتی آگ ہوگی اور جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ درحقیقت ٹھنڈا شیریں پانی ہوگا۔ لہٰذا تم میں سے جو کوئی اسے پائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کی آگ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته وما معه، ۴: ۲۲۴۸، رقم: ۲۹۳۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۳، رقم: ۲۳۲۹۸

۳۔ نعيم بن حماد، الفتن، ۲: ۵۴۷، رقم: ۱۵۳۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته وما معه، ۴: ۲۲۵۰، رقم: ۲۹۳۴

۲۔ نووي، رياض الصالحين، ۱: ۴۱۱، رقم: ۴۱۱

میں کود جائے کیوں کہ وہ میٹھا اور پاکیزہ پانی ہوگا۔

۶۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ. (۱)

دجال مشرق کے علاقہ خراسان سے نکلے گا اور ایسے لوگ اس کی پیروی کریں گے جن کے چہرے پچکی ہوئی ڈھال جیسے ہوں گے۔

ان کے علاوہ متعدد احادیث ایسی ہیں جن میں تفصیل کے ساتھ فتنہ دجال کا ذکر کیا گیا ہے۔

۷۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ جس وقت دجال کا خروج ہوگا، وہ اپنے لشکر کے ساتھ زمین میں فساد برپا کرتا پھرے گا۔ وہ یمن سے ہو کر مکہ مکرمہ کا رخ کرے گا، لیکن مکہ مکرمہ پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ اس لیے دجال مدینہ طیبہ کا ارادہ کرے گا۔ مدینہ منورہ کے دروازوں پر بھی فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ اس لیے لعین دجال مدینہ طیبہ میں بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ بالآخر وہ شام واپس آئے گا اور یہاں پر حضرت عیسیٰ ؑ کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ اس کا ذکر اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی اس حدیثِ مبارکہ میں ہے۔ آپ ؓ فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ لِي: مَا يُبْكِيْكِ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، ذَكَرْتُ الدَّجَّالَ فَبَكَيْتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنْ يَخْرُجِ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴، رقم: ۱۲

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء من أين يخرج الدجال، ۴: ۵۰۹، رقم: ۲۲۳۷

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسٰى بن مريم ؑ وخروج يأجوج ومأجوج، ۲: ۱۳۵۳، رقم: ۴۰۷۲

۴۔ أبويعلى، المسند، ۱: ۳۸، رقم: ۳۳

الدَّجَّالُ وَأَنَا حَيٌّ، كَفَيْتُكُمُوْهُ, وَإِنْ يَخْرُجِ الدَّجَّالُ بَعْدِي، فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ. وَإِنَّهُ يَخْرُجُ فِي يَهُوْدِيَّةِ أَصْبَهَانَ، حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَدِيْنَةَ، فَيَنْزِلَ نَاحِيَتَهَا، وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَكَانِ، فَيَخْرُجَ إِلَيْهِ شِرَارُ أَهْلِهَا، حَتَّى الشَّامِ مَدِيْنَةٍ بِفِلَسْطِيْنَ بِبَابِ لُدٍّ.

وَقَالَ أَبُوْ دَاوُدَ مَرَّةً: حَتّٰى يَأْتِيَ فِلَسْطِيْنَ بَابَ لُدٍّ، فَيَنْزِلَ عِيْسٰى عليه السلام، فَيَقْتُلَهُ ثُمَّ يَمْكُثُ عِيْسٰى عليه السلام فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً إِمَامًا عَدْلًا وَحَكَمًا مُقْسِطًا.(۱)

رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا بات تمہیں رُلا رہی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے دجال کا خیال آیا تو رونے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دجال ظاہر ہوا اور میں زندہ ہوا تو میں تمہارے لیے اس کے خلاف کافی ہوں۔ اگر دجال میرے بعد ظاہر ہوا تو بے شک تمہارا رب ایک آنکھ والا نہیں (وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ دجال اصبہان کے یہودیوں میں سے ظاہر ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ آئے گا اور ایک جانب اُترے گا۔ اُس وقت مدینہ منورہ کے سات دروازے ہوں گے؛ ہر دروازے پر دو دو فرشتے مقرر ہوں گے (جو اسے بھگا دیں گے)۔ اس کے ساتھ روئے زمین کے بد ترین لوگ نکلیں گے۔ یہاں تک کہ وہ شام پہنچے گا اور پھر فلسطین شہر کے ایک مقام 'باب لُدّ' پر پہنچے گا۔

اور ابو داؤد نے ایک روایت میں کہا ہے: یہاں تک کہ وہ فلسطین کے باب لُدّ پر آ جائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ عليه السلام نازل ہوں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ پھر

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۷۵، رقم: ۲۴۵۱۱
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۹۰، رقم: ۳۷۴۷۴
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۳۵، رقم: ۶۸۲۲

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے اور آپ عادل امام اور انصاف پسند حکمران ہوں گے۔

واضح رہے کہ دجال مخلص مومنین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ وہ اپنی تمام تر حیلہ گری اور شعبدہ بازی کے باوجود بھی انہیں فتنے میں مبتلا نہیں کر سکے گا، بلکہ اسے دیکھ کر ان کے ایمان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں مزید اضافہ ہوگا۔ تاہم ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے مکر و فریب میں پھنس جائیں گے۔ مخلص مومنین دجال سے جاں فشانی سے مقابلہ کریں گے اور نہایت پامردی سے اُس کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ جائیں گے۔

خروجِ دجّال کی نشانیاں

حضور نبی اکرم ﷺ نے دجال کی نشانیوں کے بیان کے ساتھ چند دیگر علامات بھی ذکر فرمائی ہیں کہ جن کے ساتھ دجال کا خروج منسلک ہوگا۔

۱۔ ایک روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ نے بڑی واضح نشانی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا يَخْرُجُ الدَّجَّالُ حَتّٰى يَذْهَلَ النَّاسُ عَنْ ذِكْرِهٖ، وَحَتّٰى تَتْرُكَ الْأَئِمَّةُ ذِكْرَهٗ عَلَى الْمَنَابِرِ. (۱)

دجال اس وقت ظاہر ہوگا جب لوگ اسے بالکل بھول چکے ہوں گے۔ حتیٰ کہ ائمۂ مساجد بھی منبروں پر اس کا ذکر کرنا ترک کر دیں گے۔

اس فرمان مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کا ظہور بالکل آخری زمانے میں ہوگا۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۷۱، رقم: ۱۶۷۱۸

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۳۳۵

۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۵: ۱۶۴، رقم: ۷۸۳۱

(اس وقت) لوگ دجال کے ذکر کو بھول چکے ہوں گے۔

۲۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دجال کے خروج کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ، وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطَنْطِيْنِيَّةَ، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى فَخِذِ الَّذِي حَدَّثَهٗ أَوْ مَنْكِبِهٖ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَا لَحَقٌّ كَمَا أَنَّكَ هَاهُنَا أَوْ كَمَا أَنَّكَ قَاعِدٌ يَعْنِي مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ. (۱)

بیت المقدس کی آبادی کے بعد یثرب (مدینہ منورہ) کا بے آباد ہونا اور یثرب کے بے آباد ہونے کے بعد لڑائی جھگڑوں کا پیدا ہونا اور جھگڑوں کے بعد قسطنطنیہ کی فتح اور قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال کا نکلنا (سب قیامت کی علامات ہیں)۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک روایت کرنے والے صحابی (یعنی حضرت معاذ ﷺ) کی ران یا کندھے پر مار کر فرمایا: یہ اِسی طرح یقینی ہے جس طرح تم یہاں موجود ہو یا جیسے تم (یعنی معاذ بن جبل) یہاں بیٹھے ہو۔

اس حدیثِ مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ ان نشانیوں کا ظہور پے در پے ہو گا۔ یہ نشانیاں باہم ملی ہوئی ہوں گی اور ان سب کا ظہور ایک روایت کے مطابق سات ماہ کے قلیل عرصے میں ہو گا۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۲، رقم: ۲۲۰۷۶

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الملاحم، باب في أمارات الملاحم، ۴: ۱۱۰، رقم: ۴۲۹۴

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۹۱، رقم: ۳۷۴۷۷

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۰۸، رقم: ۲۱۴

الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمَى وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ. (۱)

جنگِ عظیم، قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا نکلنا سات مہینے کے عرصے میں ہوگا۔

ان روایات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دجّال کا ظہور ان واضح نشانیوں کے ظہور کے بعد ہوگا اور یہ نشانیاں پے در پے وقوع پذیر ہوں گی۔

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ اُمت کی تعلیم کے لیے فتنۂ دجال سے حفاظت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ فتنۂ دجال سے پناہ مانگنے کی دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ. (۲)

اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے مسیح دجال کے فتنے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۴، رقم: ۲۲۰۹۸
۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الملاحم، باب في تواتر الملاحم، ۴: ۱۱۰، رقم: ۴۲۹۵
۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء في علامات خروج الدجال، ۴: ۵۰۹، رقم: ۲۲۳۸
۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب الملاحم، ۲: ۱۳۷۰، رقم: ۴۰۹۲
۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۴۷۳، رقم: ۸۳۱۳

(۲) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الأذان، باب الدعا قبل الإسلام، ۱: ۲۸۶، رقم: ۷۹۸
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب ما یستعاذ منه في الصلاة، ۱: ۴۱۲، رقم: ۵۸۹
۳۔ ترمذي، السنن، کتاب الدعوات، باب: (۷۷)، ۵: ۵۲۴، رقم: ۳۴۹۴

سے پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

کیا موجودہ حالات کو خروجِ دجّال کا پس منظر قرار دیا جا سکتا ہے؟

اگر ان حقائق اور موجودہ عالمی منظر نامے کا جائزہ لیں تو کیا موجودہ حالات کو خروجِ دجّال کا پس منظر قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ سوال اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ کہنے کو تو دورِ حاضر کی سائنسی و مادی ترقی کو لاکھ ترقی یافتہ دور کہہ سکتے ہیں، لیکن اخلاقی اقدار اور ایمان واسلام کی پامالی کے اعتبار سے اسے انسانیت کا بدترین دور کہہ سکتے ہیں۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر صاحبانِ بصیرت کا یہ احساس قوی تر ہوتا جا رہا ہے کہ شاید اس عالمِ کائنات کی بساط لپیٹ دینے کا وقت زیادہ دور نہیں ہے، مگر موجودہ دور کی مادی ترقی کو دجالی فتنہ سمجھنا سراسر حقائق کے خلاف ہے۔ البتہ موجودہ حالات کو اس کے مقدمات میں شمار کرنا کسی حد تک درست ہوسکتا ہے۔

(۳) نزولِ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب آپ علیہ السلام کو قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف زندہ اُٹھا لیا۔

۱۔ یہ واقعہ قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (۱)

اور ان کے اس کہنے (یعنی فخریہ دعویٰ) کی وجہ سے (بھی) کہ ہم نے اللہ کے رسول، مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا ہے، حالانکہ انہوں نے نہ انہیں قتل کیا اور نہ ہی

(۱) النساء، ۴: ۱۵۸

انہیں سولی چڑھایا مگر (ہوا یہ کہ) ان کے لیے (کسی کو عیسیٰ ﷺ کا) ہم شکل بنا دیا گیا اور بے شک جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ یقیناً اس (قتل کے حوالے) سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، انہیں (حقیقتِ حال کا) کچھ بھی علم نہیں مگر یہ کہ گمان کی پیروی (کر رہے ہیں)، اور انہوں نے عیسیٰ (ﷺ) کو یقیناً قتل نہیں کیا○ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھا لیا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے○

۲۔ سورۂ آل عمران کی آیت مبارکہ میں یوں ارشاد فرمایا:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ○(۱)

جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے نجات دلانے والا ہوں اور تمہارے پیروکاروں کو (ان) کافروں پر قیامت تک برتری دینے والا ہوں، پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے سو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے میں تمہارے درمیان ان کا فیصلہ کر دوں گا○

اس آیت مبارکہ میں سیدنا عیسیٰ ﷺ کے آسمان کی طرف زندہ اُٹھائے جانے اور دوبارہ زمین پر بھیجے جانے کا واضح اعلان فرمایا گیا ہے۔ آیتِ مبارکہ کے اس حصے ﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ 'اور تمہارے پیروکاروں کو (ان) کافروں پر قیامت تک برتری دینے والا ہوں۔' میں پیروکاروں سے مراد اُمت محمدی کے وہ افراد ہیں، جو آخری زمانے میں آپ ﷺ کی پیروی کریں گے۔ کفار سے مراد یہودی ہیں کہ جنہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ قربِ قیامت میں آپ ﷺ ان پر غلبہ پا لیں گے۔

(۱) آل عمران، ۳: ۵۵

لہٰذا سیدنا عیسیٰ ﷺ آخری زمانے میں نبی آخر الزمان ﷺ کے اُمتی بن کر دوبارہ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ آپ شریعت محمدی پر عمل پیرا ہوں گے؛ امام مہدی ﷺ کے ساتھ مل کر دجال سے جنگ کریں گے اور اُسے واصلِ جہنم کریں گے۔

حضرت عیسیٰ ﷺ کا آسمان سے زمین پر دوبارہ نزول قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے تیسری بڑی علامت ہے۔ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ ﷺ کا آسمان سے نازل ہونا اور دجال ملعون کو قتل کرنا، قرآن حکیم، احادیثِ متواترہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔ اس کی تصدیق کرنا اور اس پر ایمان لانا اشد ضروری ہے۔

دجال کا خروج ہو چکا ہو گا اور امام مہدی ﷺ دمشق کی جامع مسجد میں فجر کی نماز کے لیے کھڑے ہوں گے کہ یکا یک حضرت عیسیٰ ﷺ آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے نزول فرمائیں گے۔ آپ ﷺ حضرت امام مہدی کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں گے۔ امام مہدی ﷺ نماز کی ادائیگی کے بعد دجال پر چڑھائی کریں گے۔ دجال لعین حضرت عیسیٰ ﷺ کو دیکھتے ہی ایسے پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ دجال کا تعاقب کریں گے اور بابِ لُد پر جا کر اسے اپنے نیزے سے قتل کریں گے اور اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔

نزولِ سیدنا عیسیٰ ﷺ کے اَحوال اور نشانیاں

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المظالم والغصب، باب کسر الصلیب و قتل الخنزیر، ۲: ۸۷۵، رقم: ۲۳۴۴

قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم میں عیسیٰ علیہ السلام عادل حکمران بن کر نہ آ جائیں، وہ صلیب کو توڑیں گے؛ خنزیر کو قتل کریں گے؛ جزیہ موقوف کر دیں گے اور اس وقت مال اتنا زیادہ ہوجائے گا کہ اسے کوئی بھی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد زمین میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو جائے گا اور زمین پر کسی قسم کا کوئی فساد باقی نہیں رہے گا۔ آپ علیہ السلام غلبۂ اسلام کے لیے جہاد کرتے ہوئے تمام باطل مذاہب کا خاتمہ فرمائیں گے۔ آپ علیہ السلام کے نزول کے بعد کا کل عرصۂ قیام چالیس یا پینتالیس سال ہوگا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ يَعْنِي عِيسٰى، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ، رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفّٰى، فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ. (۱)

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب نزول عيسٰى بن مريم عليه السلام حاكما بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، ۱: ۱۳۵، رقم: ۱۵۵

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۳۸، رقم: ۱۰۹۵۷

۴۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ماجاء في نزول عيسٰى بن مريم عليه السلام، ۴: ۵۰۶، رقم: ۲۲۳۳

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسٰى بن مريم عليه السلام وخروج يأجوج و مأجوج، ۲: ۱۳۶۳، رقم: ۴۰۷۸

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال، ۴: ۱۱۷، رقم: ۴۳۲۴

میرے اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے درمیانی عرصے میں کوئی دوسرا نبی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام (آسمان) سے نازل ہونے والے ہیں۔ لہٰذا جب تم انہیں دیکھو تو (ان علامتوں سے) انہیں پہچاننا۔ ان کا قد متوسط ہوگا، ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہوگا، وہ ہلکے زرد رنگ کی دو چادروں میں ملبوس ہوں گے، ان کے سر کے بال ایسے (سیاہ اور چمک دار) ہوں گے گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہو اگرچہ وہ تر (بھی) نہیں ہوں گے۔ وہ لوگوں سے اسلام (کے دفاع) پر جہاد کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عہد میں اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب کو ختم کر دے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو بھی ہلاک کریں گے اور آپ زمین میں چالیس سال تک قیام فرمائیں گے۔ پھر وہ وصال فرما جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

۳۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین میں اپنے نزول کے بعد پینتالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ وہ شریعتِ محمدی پر عمل پیرا رہیں گے؛ شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ اس کے بعد وصال فرما جائیں گے اور گنبدِ خضریٰ کے سائے تلے حضور نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔ یہ ذکر درج ذیل حدیثِ مبارک میں بھی آیا ہے:

يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ، فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهُ، وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِيْنَ سَنَةً، ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِي فِي قَبْرِي، فَأَقُوْمُ أَنَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہما. (۱)

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین کی طرف اُتریں گے؛ نکاح کریں گے؛ ان کی اولاد ہو گی اور

..... ۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۳۳، رقم: ۶۸۲۱

۳۔ ابن عبدالبر، التمهيد، ۱۴: ۲۰۱

(۱) ۱۔ ذهبي، ميزان الإعتدال، ۴: ۲۸۱

۲۔ مبارکپوري، تحفة الأحوذي، ۱۰: ۶۲

وہ پینتالیس سال تک زمین پر قیام کریں گے، پھر وفات پا جائیں گے اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کیے جائیں گے۔ (روزِ قیامت) میں اور عیسیٰ بن مریم ابوبکر وعمر کے درمیان ایک ہی مقبرے سے اٹھیں گے۔

۴۔ حضرت عیسیٰ ﷺ اپنے نزول کے بعد شریعتِ محمدی پر عمل پیرا ہوں گے اور امام مہدی ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں گے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ. (۱)

تم لوگوں کا اس وقت (خوشی سے) کیا حال ہوگا۔ جب تم میں عیسیٰ بن مریم ﷺ (آسمان سے) اُتریں گے اور تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔

۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ، فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُوْلُ: لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ، تَكْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب نزول عیسٰی بن مریم ﷺ، ۳: ۱۲۷۲، رقم: ۳۲۶۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب نزول عیسٰی بن مریم ﷺ حاکما بشریعة نبینا محمد ﷺ، ۱: ۱۳۶، رقم: ۱۵۵

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۱۳، رقم: ۶۸۰۲

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب نزول عیسٰی بن مریم ﷺ حاکما بشریعة نبینا محمد ﷺ، ۱: ۱۳۷، رقم: ۱۵۶

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۳۱، رقم: ۶۸۱۹ ←

میری اُمت میں سے ایک جماعت قیامت تک غلبۂ حق کے لیے کامیاب جنگ کرتی رہے گی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخر میں (حضرت) عیسیٰ ابنِ مریم ﷺ آسمان سے اُتریں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا: تشریف لائیے ہمیں نماز پڑھائیے۔ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ ﷺ فرمائیں گے: (اس وقت) میں امامت نہیں کروں گا۔ تم میں سے بعض، بعض پر امیر ہیں، ایسا اللہ تعالیٰ کا اس اُمت کو فضیلت و بزرگی عطا کرنے کی وجہ سے ہے۔

۶۔ حضرت ابو امامہ ﷺ رسول اللہ ﷺ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ نے دورِ پرفتن کی علامات ذکر فرمائیں۔ اس پر ایک صحابیہ اُم شریک بنت ابی العکر ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عرب اس وقت کہاں ہوں گے (مطلب یہ ہے کہ اہل عرب دین کی حمایت میں مقابلے کے لیے کیوں سامنے نہیں آئیں گے)؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيْلٌ، وَجُلُّهُمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ، وَإِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ، فَبَيْنَمَا إِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ، إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ، فَرَجَعَ ذَلِکَ الإِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرَى لِيَتَقَدَّمَ عِيْسَى يُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَيَضَعُ عِيْسَى يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَکَ أُقِيْمَتْ فَيُصَلِّي بِهِمْ إِمَامُهُمْ. (۱)

عرب اس وقت کم ہوں گے اور ان میں بھی اکثر بیت المقدس (شام) میں ہوں گے۔ ان کا امام و امیر ایک نیک شخص (مہدی) ہوگا۔ جس وقت ان کا امام نمازِ فجر کی امامت کے لیے آگے بڑھے گا تو اچانک (حضرت) عیسیٰ ابنِ مریم ﷺ اسی وقت

۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۹: ۱۸۰

۴۔ أبوعوانه، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۳۱۷

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسىٰ بن مريم ﷺ وخروج يأجوج و مأجوج، ۲: ۱۳۶۱، رقم: ۴۰۷۷

(آسمان سے) اُتریں گے۔ امام (مہدی ؑ) آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہیں گے تاکہ (حضرت) عیسیٰ ؑ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (حضرت) عیسیٰ ؑ امام (مہدی ؑ) کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے: آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی اقامت کہی گئی ہے۔ سو ان کے امام (مہدی) لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔

اس بات پر تمام ائمۂ حدیث کا اجماع ہے کہ سیدنا عیسیٰ ؑ کا نزول نبی کے طور پر نہیں بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اُمتی کی حیثیت سے ہوگا۔ آپ ؑ شریعتِ محمدی پر عمل پیرا رہیں گے۔ اسی لیے آپ ؑ امام مہدی کو حکم فرمائیں گے کہ وہ نماز کی امامت فرمائیں تاکہ اس سے اُمت کی فضیلت کا اظہار ہو۔

حضرت عیسیٰ ؑ اور امام مہدی ؑ دو الگ الگ شخصیات ہیں

واضح رہے کہ ظہورِ مہدی اور نزولِ عیسیٰ بن مریم ؑ کے بارے میں جو احادیث منقول ہیں، ان سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ اور امام مہدی ؑ دو الگ الگ شخصیات ہیں۔ صحابہ کرام ؓ اور تابعین کے دور سے لے کر آج تک کوئی اس کا قائل نہیں ہے کہ نازل ہونے والے مسیح اور ظاہر ہونے والے مہدی ایک ہی شخص ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ ؑ نبی اور رسول ہیں، لیکن آخری زمانے میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ جب کہ امام مہدی ؑ اس وقت امت کے امیر ہوں گے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری خلیفہ ہوں گے، آپ ؑ قیامت کے قریب مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے۔ ان کے والد کا نام عبد اللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ لہٰذا ان دونوں ہستیوں کو الگ الگ سمجھنا ضروری ہے۔ ان دونوں کو ایک ہی شخصیت کے دو نام قرار دینا، گمراہی اور متفقہ احادیث کے منکر ہونے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۴) یاجوج ماجوج کا خروج

یاجوج ماجوج کا فتنہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ایک بڑی نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال لعین کی ہلاکت کے کچھ عرصہ بعد امام مہدی علیہ السلام وصال فرما جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نمازِ جنازہ ادا فرمائیں گے۔ ان کا بیت المقدس میں وصال ہوگا اور وہیں مدفون ہوں گے۔ امام مہدی علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُمتِ محمدی کی امامت کا فریضہ ادا فرمائیں گے۔ اس دور میں زمین امن وسکون کا گہوارہ ہوگی۔ اچانک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کو کوہِ طور کے پاس لے جاؤ۔ میں اب ایک ایسی قوم کو نکالنے والا ہوں کہ جس کے ساتھ لڑنے کی کسی کی بھی طاقت نہیں ہے۔

یاجوج وماجوج کی قوم یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہوگی۔ حضرت ذوالقرنین نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک مستحکم آہنی دیوار قائم کر کے ان کا راستہ بند کر دیا تھا۔ قربِ قیامت میں وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ غارت گر قوم ٹڈی دل کی طرح ہر طرف سے نکل پڑے گی اور دنیا میں فساد پھیلائے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوہ طور کی طرف چلے جائیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں یاجوج و ماجوج کی ہلاکت و بربادی کے لیے دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں طاعون کی وبا سے ہلاک فرمائے گا۔ یاجوج و ماجوج کے فتنہ کا ذکر متعدد آیات اور احادیث مبارکہ میں آیا ہے۔

۱۔ یاجوج ماجوج کے فتنہ اور قربِ قیامت کا ذکر قرآنِ مجید میں اس طرح آیا ہے:

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ○ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ○ (۱)

یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۹۶-۹۷

دوڑتے ہوئے اُتر آئیں گے اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب ہو جائے گا تو اچانک کافروں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی، (وہ پکار اٹھیں گے:) ہائے شومئی قسمت! کہ ہم اس (دن کی آمد) سے غفلت میں پڑے رہے بلکہ ہم ظالم تھے○

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أَنَّهُمْ مِنْ سُلَالَةِ آدَمَ ﷺ، بَلْ هُمْ مِنْ نَسْلِ نُوحٍ أَيْضًا، مِنْ أَوْلَادِ يَافِثَ أَبِي التُّرْكِ، وَالتُّرْكُ شِرْذِمَةٌ مِنْهُمْ، تُرِكُوْا مِنْ وَرَاءِ السَّدِّ الَّذِي بَنَاهُ ذُو الْقَرْنَيْنِ. (۱)

وہ اولادِ آدم ﷺ سے ہوں گے بلکہ نوح ﷺ کی نسل سے بھی ہوں گے۔ یافث یعنی ابوالترک کی اولاد سے ہوں گے اور ترک وہ تھوڑی سی تعداد ہے، جو اس بند کے پیچھے چھوڑ دی گئی تھی جسے ذوالقرنین نے تعمیر کیا تھا۔

۲۔ دیوار کی تعمیر اور یاجوج ماجوج کے خروج کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات مقدسہ میں بھی ہے:

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا○ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ○ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا○ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا○ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ○ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا○ (۲)

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۱۹۵-۱۹۶

(۲) الکهف، ۱۸: ۹۲-۹۸

(مشرق میں فتوحات مکمل کرنے کے بعد) پھر وہ (ایک اور) راستہ پر چل پڑا○ یہاں تک کہ وہ (ایک مقام پر) دو پہاڑوں کے درمیان جا پہنچا اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کو آباد پایا جو (کسی کی) بات نہیں سمجھ سکتے تھے○ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج نے زمین میں فساد برپا کر رکھا ہے تو کیا ہم آپ کے لیے اس (شرط) پر کچھ مالِ (خراج) مقرر کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار تعمیر کر دیں○ (ذوالقرنین نے) کہا: مجھے میرے رب نے اس بارے میں جو اختیار دیا ہے (وہ) بہتر ہے، تم اپنے زورِ بازو (یعنی محنت و مشقت) سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا○ تم مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا دو، یہاں تک کہ جب اس نے (وہ لوہے کی دیوار پہاڑوں کی) دونوں چوٹیوں کے درمیان برابر کر دی تو کہنے لگا (اب آگ لگا کر اسے) دھونکو، یہاں تک کہ جب اس نے اس (لوہے) کو (دھونک دھونک کر) آگ بنا ڈالا تو کہنے لگا: میرے پاس لاؤ (اب) میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں گا○ پھر ان (یاجوج اور ماجوج) میں نہ اتنی طاقت تھی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ اتنی قدرت پا سکے کہ اس میں سوراخ کر دیں○ (ذوالقرنین نے) کہا: یہ میرے رب کی جانب سے رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدۂ (قیامت قریب) آئے گا تو وہ اس دیوار کو (گرا کر) ہموار کردے گا (دیوار ریزہ ریزہ ہوجائے گی) اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے○

احادیث مبارکہ میں بھی اس فتنہ کا ذکر مکمل تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت زینب بنت جحش ؓ فرماتی ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا، يَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهِ، وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيْهَا. قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ

اللهِ، أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ: نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ. (۱)

ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ ان کے پاس اضطراب کے عالم میں تشریف فرما ہوئے، آپ ﷺ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، عرب کی خرابی ہو اس شر کی وجہ سے جو قریب آ پہنچا ہے، آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا شگاف ڈال دیا گیا ہے۔ حضرت زینب بنت جحش ؓ فرماتی ہیں: میں عرض گزار ہوئی: یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، حالانکہ ہم میں صالح لوگ بھی ہیں؟ فرمایا: ہاں (ایسا اس وقت ہو گا) جب برائیاں بڑھ جائیں گی۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک طویل حدیث میں نزولِ حضرت عیسیٰ ؑ، خروجِ دجال اور یاجوج ماجوج کے خروج کو مکمل تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے کہ جو مومن ان نشانیوں کو جانتا ہو گا وہ انہیں فوراً پہچان لے گا۔ حضرت نواس بن سمعان کلابی ؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَبْعَثُ اللهُ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ، وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ مَرَّةً مَاءٌ (وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ: ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوا إِلَى

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب يأجوج ومأجوج، ۳: ۱۲۲۱، رقم: ۳۱۶۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن و أشراط الساعة، باب اقتراب الفتن و فتح ردم يأجوج ومأجوج، ۴: ۲۲۰۸، رقم: ۲۸۸۰

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في خروج يأجوج ومأجوج، ۴: ۴۸۰، رقم: ۲۱۸۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب ما يكون من الفتن، ۲: ۱۳۰۵، رقم: ۳۹۵۳

جَبَلِ بَيْتِ مَقْدِسٍ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ فَهَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ فَيَرْمُونَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرُدُّ اللهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مُخْمَرًّا دَمًا) وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ، فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللهِ، فَيُرْسِلُ اللهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ، وَلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا، وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَالِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ.[1]

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط السّاعة، باب ذر الدجال وصفته وما معه، ۴: ۲۲۵۰–۲۲۵۴، رقم: ۲۹۳۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۸۱، رقم: ۱۷۶۶۶

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في فتنة الدجال، ۴: ۵۱۰، رقم: ۲۲۴۰

پھر اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ﴾ 'اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے اُتر آئیں گے۔' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کا پہلا دستہ جب بحیرہ طبریہ پر سے گزرے گا، تو اس کا سارا پانی پی جائے گا۔ پھر جب ان کے پیچھے آنے والے اس پر سے گزریں گے تو اسے خشک پا کر کہیں گے، اس میں کبھی پانی تھا؟ (امام ترمذی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: پھر چل پڑیں گے اور چلتے چلتے بیت المقدس کے پہاڑ سے گزریں گے، تو کہیں گے: ہم نے سب زمین والوں کو تو قتل کر دیا، آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں۔ چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر ماریں گے۔ اللہ جل شانہٗ ان کے تیروں کو خون سے سرخ کر کے گرائے گا۔) پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کے ساتھی (کوہِ طور پر) روکے جائیں گے۔ (بھوک اور غذا کی ضرورت میں ان کی حالت اس درجہ کو پہنچ جائے گی کہ) اس وقت ان لوگوں کے لیے بیل یا گائے کا سر اس سے بھی اچھا ہوگا، جتنی کہ آج تمہارے لیے ایک سو دینار کی رقم اچھی ہے، (یہ دیکھ کر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کے ساتھی پہاڑ سے اتریں گے، مگر یاجوج ماجوج کے خون کی چکنائی اور بدبو سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہ پائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:) اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس پریشانی کے عالم میں) اللہ ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ وہاں مضبوط اور اونٹوں کی گردن کی طرح لمبی گردن والے پرندے بھیجے گا۔ وہ انہیں اُٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا وہاں پھینک دیں گے (ان کے کمان تیر اور ترکش کو مسلمان سات سال تک بطور ایندھن جلاتے رہیں گے) جو اللہ جل شانہٗ ان لوگوں پر بارش برسائے گا، جس سے نہ کوئی گھر بچے گا اور نہ کوئی خیمہ وہ زمین کو دھو کر صاف ستھرا کر دے گی۔ زمین شیشے کی طرح صاف ہو جائے گی۔ اس کے بعد زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے میوے اور پھل نکال اور اپنی برکت دوبارہ پھیلا دے۔ اب

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسى بن مريم علیہ السلام وخروج يأجوج وماجوج، ۲: ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۸، رقم: ۴۰۷۵

ایک جماعت ایک انار کو کھائے گی اور اس کے چھلکوں کی چھاؤں میں آرام کرے گی۔ اسی طرح دودھ میں برکت دی جائے گی۔ چنانچہ ایک زیادہ دودھ والی اونٹنی کئی قبائل کے لیے کافی ہوگی اور ایک قبیلہ ایک گائے کے دودھ پر گزارہ کرے گا۔ ایک بکری کے دودھ پر ایک چھوٹا قبیلہ زندگی بسر کرے گا۔ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک اللہ جل شانہٗ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔ جو لوگ بچیں گے ان کا حال یہ ہوگا کہ بے حجاب لوگوں کے سامنے عورتوں سے ہم بستر ہوں گے۔ جیسے گدھے کیا کرتے ہیں۔ اُنہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

۳۔ یاجوج ماجوج کے فتنے کا ذکر حضور نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں بھی فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ يَحْفِرُوْنَ كُلَّ يَوْمٍ حَتّٰى إِذَا كَادُوا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ: ارْجِعُوا فَسَنَحْفِرُهٗ غَدًا، فَيُعِيْدُهُ اللهُ أَشَدَّ مَا كَانَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتْ مُدَّتُهُمْ وَأَرَادَ اللهُ أَنْ يَبْعَثَهُمْ عَلٰى النَّاسِ، حَفَرُوا حَتّٰى إِذَا كَادُوا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الَّذِي عَلَيْهِمْ: ارْجِعُوا فَسَتَحْفِرُوْنَهٗ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالٰى، وَاسْتَثْنَوْا فَيَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ وَهُوَ كَهَيْئَتِهِ حِيْنَ تَرَكُوْهُ فَيَحْفِرُوْنَهٗ وَيَخْرُجُوْنَ عَلَى النَّاسِ، فَيُنْشِفُوْنَ الْمَاءَ وَيَتَحَصَّنُ النَّاسُ مِنْهُمْ فِي حُصُوْنِهِمْ، فَيَرْمُوْنَ بِسِهَامِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ عَلَيْهَا الدَّمُ الَّذِي اجْفَظَّ، فَيَقُوْلُوْنَ: قَهَرْنَا أَهْلَ الْأَرْضِ وَعَلَوْنَا أَهْلَ السَّمَاءِ، فَيَبْعَثُ اللهُ نَغَفًا فِي أَقْفَائِهِمْ فَيَقْتُلُهُمْ بِهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّ دَوَابَّ الْأَرْضِ لَتَسْمَنُ وَتَشْكَرُ شَكَرًا مِنْ لُحُوْمِهِمْ.(۱)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۱۰، رقم: ۱۰۶۴۰ ⟵

یاجوج ماجوج ہر روز (حضرت ذوالقرنین ﷺ کی تعمیر کردہ) دیوار کھودتے ہیں۔ جب وہ اتنی کھود لیتے ہیں کہ اس میں سے سورج کی کرنیں دیکھ سکیں تو ان کا سردار کہتا: واپس لوٹ آؤ ہم اسے کل کھودیں گے۔ (وہ واپس لوٹ جاتے ہیں اور) اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط حالت میں لوٹا دیتا ہے۔ مگر جب ان کی قید کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں پر ظاہر کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ دیوار کھودیں گے اور جب وہ اتنی کھود لیں گے کہ اس میں سے سورج کی شعاعیں دیکھ سکیں تو ان کا سردار کہے گا: واپس لوٹ آؤ؛ ان شاء اللہ کل تم اس کو کھود لو گے۔ ان سب نے ان شاء اللہ کہا۔ لہٰذا جب وہ اگلے دن اس کی طرف لوٹیں گے تو وہ اسی حالت میں ہو گی جس میں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ اسے کھود لیں گے۔ پھر وہ لوگوں پر حملہ آور ہوں گے۔ وہ (زمین پر موجود) تمام پانی خشک کر ڈالیں گے۔ لوگ ان سے بچنے کے لئے اپنے اپنے قلعوں میں محصور ہو جائیں گے۔ پھر وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے جو اللہ کی قدرت سے خون آلود ہو کر ان کی طرف لوٹیں گے۔ وہ کہیں گے: ہم نے زمین والوں پر بھی غلبہ پا لیا اور آسمان والوں پر بھی غالب آ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں کیڑے پیدا فرما دے گا اور ان سب کو ختم کر دے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے زمین کے جانور ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔

۴۔ ابن حرملہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں:

خَطَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَاصِبٌ إِصْبَعَهُ مِنْ لَدْغَةِ عَقْرَبٍ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ لَا عَدُوَّ، وَإِنَّكُمْ لَا تَزَالُونَ تُقَاتِلُوْنَ عَدُوًّا، حَتّٰى يَأْتِيَ يَأْجُوجُ

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسٰى بن مريم ﷺ وخروج يأجوج ومأجوج، ۲: ۱۳۶۴، رقم: ۴۰۸۰

۳۔ داني، السنن الواردة في الفتن، ۶: ۱۲۰۵، رقم: ۶۶۶

وَمَأْجُوجُ عِرَاضُ الْوُجُوهِ صِغَارُ الْعُيُونِ شُهْبُ الشِّعَافِ، مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.(۱)

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خطاب فرمایا اور اس وقت آپ ﷺ کی انگلی پر بچھو کے کاٹنے کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی تھی: تم کہتے ہو کہ کوئی دشمن نہیں رہا۔ حالاں کہ تم ہمیشہ دشمن سے حالتِ جنگ میں رہو گے۔ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج آئیں گے۔ (اور تم ان سے جنگ کرو گے ان کی نشانی یہ ہو گی) وہ چوڑے چہروں والے، چھوٹی آنکھوں والے اور سفید بالوں والے ہوں گے۔ وہ ہر طرف سے نمودار ہوں گے اور ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے پچکی ہوئی ڈھال ہوتی ہے۔

(۵) مدینہ منورہ کا غیر آباد ہو جانا

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ مدینہ منورہ کی آبادی ختم ہو جائے گی اور وہ ویران ہو جائے گا۔ گویا وہ دوبارہ کھجوروں کا شہر بن جائے گا۔ جہاں کوئی آبادی نہ ہو گی اور حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کو اوپر اُٹھا لیا جائے گا۔ اس کا ذکر ان احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ.(۲)

(جب قیامت قریب آئے گی تو) لوگ مدینہ کو پہلے سے بہتر حالت میں (ہونے کے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۱، رقم: ۲۲۳۸۵
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۶
۳۔ الشيباني، الآحاد و المثاني، ۶: ۱۹۰، رقم: ۳۴۱۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الحج، باب من رغب عن المدينة، ۲: ۶۶۳، رقم: ۱۷۷۵

باوجود) چھوڑ کر چلے جائیں گے سوائے ''عواف'' کے وہاں کوئی چیز نہیں رہے گی۔

عواف سے آپ ﷺ کی مراد رزق تلاش کرنے والے چرند و پرند ہیں۔

۲۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ، وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ، وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطَنْطِيْنِيَّةَ، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ. (۱)

بیت المقدس کی آبادی کے بعد یثرب (مدینہ منورہ) کا بے آباد ہونا اور یثرب کے بے آباد ہونے کے بعد لڑائی جھگڑوں کا پیدا ہونا اور جھگڑوں کے بعد قسطنطنیہ کی فتح اور قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال کا نکلنا (سب قیامت کی علامات ہیں)۔

۳۔ حضرت عوف بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَخْرَبُ الْمَدِيْنَةُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِأَرْبَعِيْنَ سَنَةٍ. (۲)

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب في المدينة حين يتركها أهلها، ۲: ۱۰۱۰، رقم: ۱۳۸۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۴، رقم: ۷۱۹۳

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۳۲، رقم: ۲۲۰۷۶

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الملاحم، باب في أمارات الملاحم، ۴: ۱۱۰، رقم: ۴۲۹۴

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۹۱، رقم: ۳۷۴۷۷

۴۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۰۸، رقم: ۲۱۴

(۲) ۱۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۵: ۵۱۸، رقم: ۸۹۴۵

۲۔ هندي، كنز العمال، ۱۴: ۲۲۱، رقم: ۳۸۴۷۸

مدینہ منورہ روزِ قیامت سے چالیس سال پہلے غیر آباد ہو جائے گا۔

مدینہ منورہ کے غیر آباد ہونے کی وجہ یہ ہو گی کہ مسلمان اس وقت مسلسل حالتِ جنگ میں ہوں گے۔ اہلِ مدینہ منورہ امام مہدی علیہ السلام کی فوج میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ جو منافقین ہوں گے اور جن کے دل میں عملی کفر جاگزیں ہو چکا ہوگا، وہی مدینہ میں باقی رہ جائیں گے۔ مدینہ منورہ انہیں بھی نکال باہر کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نیمدینہ منورہ کی یہ خصوصیت بیان فرمائی ہے کہ یہ اپنے اندر موجود گندگی کو باہر نکال دیتا ہے۔ پس مدینہ منورہ کفار و منافقین کو بھی نکال باہر کرے گا۔ وہ سب دجال کی فوج میں شامل ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ، لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيُخْرِجُ اللهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ. (۱)

کوئی شہر ایسا نہیں جسے (قیامت کے قریب) دجال برباد نہیں کرے گا سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے۔ ان کے راستوں میں سے کوئی راستہ ایسا نہیں ہوگا جس پر صف بستہ فرشتے ان کی حفاظت نہیں کر رہے ہوں گے۔ پھر مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو (نہایت سخت زلزلے کے) تین جھٹکے لگیں گے جن کے باعث اللہ تعالیٰ ہر

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب فضائل المدينة، باب لا يدخل الدجال المدينة، ۲: ۶۶۵، رقم: ۱۷۸۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن و أشراط الساعة، باب قصة الجساسة، ۴: ۲۲۶۵، رقم: ۲۹۴۳

۳۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۲: ۴۸۵، رقم: ۴۲۷۴

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۱۴، رقم: ۶۸۰۳

کافر اور منافق کو (اِس سے) باہر نکال دے گا۔

۵۔ **حضرت مِحْجَن بن الْاَدْرَع** ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

يَوْمُ الْخَلَاصِ، وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟ يَوْمُ الْخَلَاصِ وَمَا يَوْمُ الْخَلَاصِ؟ يَوْمُ الْخَلَاصِ وَمَا يَوْمُ الْخَلَاص:- ثَلاثًا.

یوم الخلاص، (خلاصی اور نجات کا دن)، اور یوم الخلاص کیا ہے؟ یوم الخلاص اور یوم الخلاص کیا ہے؟ یوم الخلاص، اور یوم الخلاص کیا ہے؟ آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

عرض کیا گیا: یوم الخلاص کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

يَجِيءُ الدَّجَّالُ فَيَصْعَدُ أُحُدًا، فَيَنْظُرُ الْمَدِيْنَةَ، فَيَقُوْلُ لِأَصْحَابِهِ: أَتَرَوْنَ هٰذَا الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ؟ هٰذَا مَسْجِدُ أَحْمَدَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَدِيْنَةَ فَيَجِدُ بِكُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَكًا مُصْلِتًا، فَيَأْتِي سَبْخَةَ الْجَرْفِ، فَيَضْرِبُ رُوَاقَهُ، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ. فَلَا يَبْقَى مُنَافِقٌ وَلَا مُنَافِقَةٌ، وَلَا فَاسِقٌ وَلَا فَاسِقَةٌ إِلَّا خَرَجَ إِلَيْهِ، فَذٰلِكَ يَوْمُ الْخَلَاصِ. (۱)

دجال آئے گا اور احد پہاڑ پر چڑھ جائے گا اور مدینہ منورہ کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہے گا: کیا تم وہ سفید محل دیکھ رہے ہو؟ یہ احمد (مجتبیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ) کی مسجد ہے۔ پھر وہ مدینہ آئے گا تو ہر دروازے پر تلوار سونتے ہوئے ایک فرشتہ پائے گا۔ وہ جرف کی شور زدہ ویران زمین پر اپنے خیمے نصب کرے گا۔ پھر مدینہ تین بار لرز اٹھے گا، اس وقت ہر منافق مرد وعورت اور ہر فاسق مرد و زن (مدینہ سے نکل کر)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۸، رقم: ۱۸۹۹۶
۲۔ حاکم، المستدرك، ۴: ۵۸۶، رقم: ۸۶۳۱

دجال کی طرف چلے جائیں گے۔ یہی یوم الخلاص (یعنی مدینہ کی منافقوں سے خلاصی کا دن) ہے۔

قیامت کے قریب جب مدینہ طیبہ غیر آباد ہو جائے گا، تو اللہ رب العزت حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کو جنت میں منتقل فرما دے گا، کیونکہ آپ ﷺ کا روضۂ اطہر جنت کا حصہ ہے اور جنت کو کبھی فنا نہیں ہے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. (۱)

میرے کاشانۂ (اقدس) اور میرے منبر کا درمیانی حصہ، جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کو عرشِ بریں پر اٹھا لے گا اور مدینہ منورہ پھر پلٹ کر کھجوروں کا شہر رہ جائے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر کو جنت کا حصہ بنا دینے کا قول کثیر محدثین و شارحین کا ہے۔ انہوں نے مذکورہ حدیث کی شرح میں یہی قول بیان کیا ہے۔ امام ابن بطال نے شرح صحیح بخاری میں بیان کیا ہے:

قَالَ الْمُهَلَّبُ: قَوْلُهُ ﷺ: 'رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ'. يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ عَلَى الْمَجَازِ، فَوَجْهُ الْحَقِيْقَةِ أَنْ يَكُوْنَ الْمَوْضِعُ الَّذِي بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقَبْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْجَنَّةِ رَوْضَةً،

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجمعة، باب فضل ما بين القبر و المنبر، ۱: ۳۹۹، رقم: ۱۱۳۷

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب ما بين القبر و المنبر روضة من رياض الجنة، ۲: ۱۰۱۰، رقم: ۱۳۹۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰۱، رقم: ۹۲۰۳

وَاحْتَجَّ قَائِلُ هٰذَا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ: ﴿وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ﴾ [الزمر،۳۹/۷٤]. قَالُوا: فَدَلَّتْ هٰذِهِ الآیَةُ أَنَّ الْجَنَّةَ تَكُوْنُ فِي الأَرْضِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. وَوَجْهُ الْمَجَازِ أَنْ یَكُوْنَ مَعْنَاهُ أَنَّ مَنْ صَلّٰى بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقَبْرِ فَقَدِ اسْتَوْجَبَ رَوْضَةً فِي الْجَنَّةِ.(۱)

مہلب نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک –'جنت کے باغوں میں سے ایک باغ'– میں حقیقت اور مجاز دونوں کا احتمال ہے۔ حقیقت اس اعتبار سے ہے کہ وہ مبارک جگہ جو منبر شریف اور قبرِ انور کے درمیان ہے، قیامت کے دن جنت میں ایک باغ ہوگی۔ یہ بات کہنے والوں نے اس کی دلیل اہلیانِ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کی ہے: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ. [الزمر، ۳۹/۷٤] 'اور وہ (جنتی) کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں سرزمینِ جنت کا وارث بنا دیا ہے کہ ہم (اِس) جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔' وہ کہتے ہیں: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روزِ قیامت جنت زمین پر ہوگی، اور مجاز بایں معنٰی کہ جس شخص نے منبر شریف اور قبرِ انور کی درمیانی جگہ نماز ادا کی، وہ جنت میں ایک باغ کا مستحق ٹھہر گیا۔

اس قول کو امام نووی، امام کرمانی، امام ابن الملقن، علامہ صدیق حسن قنوجی، علامہ انور شاہ کاشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی بیان کیا ہے۔(۲)

---

(۱) ابن بطال، شرح صحیح البخاري، ۴: ۵۰۶–۵۰۷

(۲) حدیث مبارک – مَا بَیْنَ بَیْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ – کی مزید تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب ''فضائل حرمین – نُورُ الْقَمَرَیْن فِي فَضَائِلِ الْحَرَمَیْن'' کا مطالعہ فرمائیں۔

(۶) کعبۃ اللہ کا اِنہدام

کعبہ مقدسہ کے انہدام کو بھی قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ. (۱)

کعبہ معظّمہ کو دو چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی ویران کر دے گا۔

۲۔ قربِ قیامت کعبہ معظّمہ ویران ہو جائے گا اور اس کا حج کرنے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ امام بخاری نے حضرت شعبہ سے روایت بیان کی ہے، جب کہ امام حاکم، ابن حبان اور ابویعلی نے اسی حدیث کو حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الحج، باب هدم الکعبة، ۲: ۵۷۹، رقم: ۱۵۱۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی أن یکون مکان المیت من البلاء، ۴: ۲۲۳۲، رقم: ۲۹۰۹

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الملاحم، باب النهي عن تهییج الحبشة، ۴: ۱۱۴، رقم: ۴۳۰۹

۴۔ نسائی، السنن، کتاب مناسك الحج، باب بناء الکعبة، ۵: ۲۱۶، رقم: ۲۹۰۴

(۲) ۱۔ بخاري، الصحیح، کتاب الحج، باب قول الله تعالٰی: جعل الله الکعبة بیت الحرام قیاما للناس، ۲: ۵۷۸، رقم: ۱۵۱۶

قیامت قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ زمین پر کعبہ معظّمہ کا حج کرنے والا نہیں رہے گا۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب بیت اللہ شریف کو آگ لگا دی جائے گی۔ ام المومنین سیدہ میمونہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا مَرِجَ الدِّيْنُ، وَظَهَرَتِ الرَّغْبَةُ، وَاخْتَلَفَتِ الإِخْوَانُ، وَحُرِّقَ الْبَيْتُ الْعَتِيْقُ.(۱)

اس دن تمہارا کیا حال ہو گا جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ گناہوں کی رغبت بڑھ جائے گی، بھائیوں میں اختلافات پیدا ہو جائیں گے اور بیت اللہ شریف کو آگ لگا دی جائے گی۔

واضح رہے کہ کعبۃ اللہ کا اِنہدام بھی قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

(۷) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا بھی قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے ایک ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ط يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ط قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۱۵۱، رقم: ۶۷۵۰

۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۵۰۰، رقم: ۸۳۹۷

۴۔ أبويعلى، المسند، ۲: ۲۷۷، رقم: ۹۹۱

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۳۳، رقم: ۲۶۸۷۲

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۶۰، رقم: ۳۷۲۲۵

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۴: ۱۰، رقم: ۱۴

مُنْتَظِرُوْنَ○[1]

وہ فقط اسی انتظار میں ہیں کہ ان کے پاس (عذاب کے) فرشتے آ پہنچیں یا آپ کا رب (خود) آ جائے یا آپ کے رب کی کچھ (مخصوص) نشانیاں (عیاناً) آ جائیں۔ (انہیں بتا دیجئے کہ) جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں (یوں ظاہراً) آ پہنچیں گی (تو اس وقت) کسی (ایسے) شخص کا ایمان اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا تھا یا اس نے اپنے ایمان (کی حالت) میں کوئی نیکی نہیں کمائی تھی، فرما دیجئے: تم انتظار کرو ہم (بھی) منتظر ہیں○

اس آیت میں (بَعْضُ آيَاتِ رَبِّکَ) سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا مراد ہے۔ تمام لوگ اس حالت کا مشاہدہ کریں گے۔ اس عظیم علامت کے بعد نہ کسی کافر کا ایمان معتبر ہوگا اور نہ کسی گناہ گار کی توبہ قبول کی جائے گی۔

حضرت ابو سعید الخدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ﴿يَوْمَ يَاْتِیَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّکَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا﴾ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے:

طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.[2]

(آیت مبارکہ میں بعض نشانیوں سے مراد) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

جس وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا، وہ وقت کائنات کی بساط لپیٹ دینے اور انعقادِ قیامت کا دن ہوگا۔ لہٰذا جس طرح نزع اور جان کنی کے وقت ایمان اور توبہ معتبر نہیں ہوتی، عین اسی طرح مغرب سے طلوعِ آفتاب کے بعد بھی کسی کا ایمان اور توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری دنیا کی نزع اور جان کنی شروع ہو چکی ہوگی۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا ذکر متعدد احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے۔

---

(۱) الأنعام، ۶: ۱۵۸

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۱، رقم: ۱۱۲۸۴

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا، فَذَاکَ حِيْنَ: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ [الأنعام، ٦/١٥٨]. (۱)

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہو جائے گا۔ جب لوگ اسے مغرب سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو (خوف کے مارے) زمین پر موجود ہر شخص ایمان لے آئے گا ہوا دیکھ کر ایمان لائیں گے، تو یہ وہ وقت ہوگا (جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔): ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ ’(تو اس وقت) کسی (ایسے) شخص کا ایمان اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا تھا یا اس نے اپنے ایمان (کی حالت) میں کوئی نیکی نہیں کمائی تھی۔‘

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا طَلَعَتْ فَرَآهَا

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القران، باب قوله هلم شهداء کم، ۴: ۱۶۹۷، رقم: ۴۳۵۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان الزمن الذي لایقبل فیه الإیمان، ۱: ۱۳۷، رقم: ۱۵۷

۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الملاحم، باب أمارات الساعة، ۴: ۱۱۵، رقم: ۴۳۱۲

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربها، ۲: ۱۳۵۲، رقم: ۴۰۶۸

النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُوْنَ فَذٰلِکَ حِیْنَ: ﴿لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا﴾ [الأنعام، ٦/١٥٨].
وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَیْنَهُمَا فَلَا یَتَبَایَعَانِهٖ وَلَا یَطْوِیَانِهٖ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا یَطْعَمُهٗ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ یَلِیْطُ حَوْضَهٗ فَلَا یَسْقِي فِیْهِ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أَحَدُکُمْ أُکْلَتَهٗ إِلٰی فِیْهِ فَلَا یَطْعَمُهَا. (۱)

قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہو جائے گا۔ پس جب لوگ اُسے مغرب سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، لیکن یہ وہ وقت ہو گا جب: ﴿لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا﴾ 'کسی (ایسے) شخص کا ایمان اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا تھا یا اس نے اپنے ایمان (کی حالت) میں کوئی نیکی نہیں کمائی تھی۔' قیامت (یوں اچانک) قائم ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے کپڑے اپنے سامنے پھیلائے ہوئے ہوں گے، لیکن وہ خرید نہیں سکیں گے اور نہ ہی کپڑوں کو لپیٹ پائیں گے۔ قیامت اس طرح (اچانک) قائم ہو جائے گی کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر چلا ہو گا، لیکن اسے پی نہیں پائے گا۔ قیامت یوں (اچانک) قائم ہو جائے گی کہ ایک آدمی جانوروں کو پانی پلانے کے لیے حوض پر لے جائے گا، لیکن پلا نہیں پائے گا، اور قیامت یوں (اچانک) قائم ہو جائے گی کہ ایک آدمی نے کھانے کے لیے لقمہ اپنے منہ تک اٹھایا ہو گا مگر اسے کھا نہیں پائے گا۔

۳۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس وقت نہ کسی کا ایمان قبول ہو گا اور نہ ہی توبہ۔ حضرت معاویہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب طلوع الشمس من مغربها، ۵: ۲۳۸۶، رقم: ۶۱۴۱

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا. (۱)

(گناہوں سے) ہجرت ختم نہیں ہو گی، جب تک توبہ ختم نہیں ہو گی اور توبہ ختم نہیں ہو گی، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہو گا۔

۴۔ حضرت ابو اُمامہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَوَّلُ الآيَاتِ طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا. (۲)

قیامت کی ابتدائی نشانیوں میں سے، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کے برپا ہونے کی دلیل ہے۔ اس وقت تمام نظامِ شمسی درہم برہم ہو جائے گا اور جو لوگ نظامِ فلکی اور نظامِ شمسی میں تغیر کو محال سمجھتے ہیں، اس وقت انہیں نظر آ جائے گا کہ اس نظام کے پردہ میں کس کا دستِ قدرت کارفرما تھا۔ لہٰذا سورج کا مغرب سے طلوع ہونا برحق ہے۔ یہ علاماتِ قیامت میں سے بہت بڑی علامت ہے کیونکہ اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۹۹، رقم: ۱۶۹۵۲
۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الجهاد، باب في الهجرة هل انقطعت، ۳: ۳، رقم: ۲۴۷۹
۳۔ نسائي، السنن الكبرٰى، ۵: ۲۱۷، رقم: ۸۷۱۱
۴۔ دارمي، السنن، ۲: ۳۱۲، رقم: ۲۵۱۳
۵۔ أبويعلى، المسند، ۱۳: ۳۵۹، رقم: ۷۳۷۱

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۲۶۳، رقم: ۸۰۲۲
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۸: ۹

(۸) دابة الأرض کا خروج

قیامت کے واقع ہونے کے قریب ایک جانور زمین سے نکلے گا اور وہ لوگوں سے کلام کرے گا۔ جس روز سورج مغرب سے طلوع ہو گا، اسی دن یا اگلے روز یہ عجیب الخلقت جانور زمین سے رونما ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہوگا۔ یہ جانور مومنین کے چہروں پر ایک نورانی نشان لگائے گا، جس سے ان کے چہرے روشن ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس کفار ومشرکین کی آنکھوں کے درمیان ایک مہر لگائے گا، جس سے ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں اس کا تذکرہ قیامت کی بڑی نشانیوں کے طور پر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ○ (۱)

اور جب ان پر (عذاب کا) فرمان پورا ہونے کا وقت آ جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے گفتگو کرے گا کیونکہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

احادیثِ مبارکہ میں سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور دابة الأرض کے خروج کو یکے بعد دیگرے ظاہر ہونے والی علامات قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث مبارک سنی اور اچھی طرح یاد کر لی:

إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوْجًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوْجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرَى عَلٰى إِثْرِهَا قَرِيْبًا.

(۱) النمل، ۲۷: ۸۲

وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَه: قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَلَا أَظُنُّهَا إِلَّا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا.(۱)

زمین سے مردوں کو اُٹھائے جانے کی نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت دابۃ الارض کا خروج ہوگا۔ اِن میں سے جو علامت بھی پہلے ظاہر ہوگی اُس کے فوراً بعد دوسری علامت کا ظہور ہوگا۔

'سنن ابن ماجۂ' کی روایت میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ فرماتے ہیں: میرے خیال میں ان میں سے پہلی علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَخْرُجُ الدَّابَّةُ، مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ وَعَصَا مُوْسَى، فَتَجْلُو وَجْهَ الْمُؤْمِنِ، وَتَخْتِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ، حَتّٰى إِنَّ أَهْلَ الْخُوَانِ لَيَجْتَمِعُونَ، فَيَقُوْلُ: هَاهَا يَا مُؤْمِنُ، وَيُقَالُ: هَاهَا يَا كَافِرُ، وَيَقُوْلُ: هٰذَا يَا مُؤْمِنُ، وَيَقُوْلُ: هٰذَا يَا كَافِرُ.(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال ومكثه في الأرض ونزول عيسى، ۴: ۲۲۶۰، رقم: ۲۹۴۱

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الملاحم، باب أمارات الساعة، ۴: ۱۱۴، رقم: ۴۳۱۰

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربها، ۲: ۱۳۵۳، رقم: ۴۰۶۹

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۲۶۸، رقم: ۳۵۹۷۰

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۹۱، رقم: ۱۰۳۶۶

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب تفسير القران، باب ومن سورة النمل، ۵: ۳۴۰، رقم: ۳۱۸۷

(قیامت کے قریب) 'دابة الأرض' (اس طرح) نکلے گا کہ اس کے پاس حضرت سلیمان ﷺ کی انگوٹھی اور عصائے موسیٰ ﷺ ہو گا۔ وہ (عصا کے ذریعے) مومن کا چہرہ روشن کرے گا اور انگوٹھی کے ساتھ کافر کی ناک پر مہر لگائے گا۔ حتیٰ کہ دستر خوان والے جمع ہوں گے، تو وہ کہے گا: آ ؤ اے مومن! کہا جائے گا: آ ؤ اے کافر! وہ ایک سے کہے گا کہ یہ کافر ہے اور دوسرے سے کہے گا کہ یہ مومن ہے۔

(۹) دھویں (دُخان) کا ظہور

دھویں کا نکلنا بھی قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اس وقت کفر و الحاد اور شر و فساد بڑھنا شروع ہو چکا ہو گا۔ اس دوران آسمان سے دھواں ظاہر ہو گا۔ جو آسمان سے لے کر زمین تک ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اس سے لوگوں کا دم گھٹنے لگے گا۔ وہ دھواں چالیس دن تک مسلسل رہے گا۔ اہلِ ایمان کو نزلہ اور زکام کی سی کیفیت ہوگی۔ جب کہ کفار و مشرکین اور منافقین پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی۔ کسی کو دو دن میں اور کسی کو تین دن میں ہوش آئے گا۔ قرآن حکیم میں خروجِ دُخان کا ذکر یوں بیان کیا گیا ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ○ يَّغْشَى النَّاسَ ط هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ (۱)

پس آپ اُس دن کا انتظار کریں، جب آسمان واضح دھواں ظاہر کر دے گا○ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا (یعنی ہر طرف محیط ہو جائے گا)، یہ دردناک عذاب ہے○

احادیثِ مبارکہ میں دھوئیں کے ظہور کو قیامت کی اُن دس بڑی علامات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جو قیامت کے برپا ہونے سے پہلے ظاہر ہوں گی۔ واضح رہے کہ ان کے ظہور سے

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب دابة الأرض، ۲: ۱۳۵۱، رقم: ۴۰۶۶

۴۔ حاکم، المستدرك علی الصحیحین، ۴: ۵۳۲، رقم: ۸۴۹۴

(۱) الدخان، ۴۴: ۱۰

پہلے قیامت قائم نہیں ہوگی۔

۱۔ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم اُس وقت (قیامت کے بارے میں) بات چیت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کس موضوع پر گفتگو کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ: فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُوْلَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عليه السلام، وَيَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ. (۱)

قیامت اُس وقت تک ہرگز قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو: اس کے بعد آپ ﷺ نے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کا نزول، یاجوج ماجوج اور تین جگہ زمین کے دھنسنے کا ذکر کیا، مشرق میں دھنسنا، مغرب میں دھنسنا اور جزیرہ، عرب میں زمین کا دھنسنا۔ آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

۲۔ ایک اور روایت میں دھوئیں کے ظہور کو قیامت کی چھ بڑی علامات میں شمار کا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا: الدَّجَّالَ، وَالدُّخَانَ، وَدَابَّةَ الْأَرْضِ، وَطُلُوْعَ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، ۴: ۲۲۲۵، رقم: ۲۹۰۱

۲۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۴۵۶، رقم: ۱۱۴۸۲

الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَأَمْرَ الْعَامَّةِ وَخُوَيْصَةَ أَحَدِكُمْ. (۱)

چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو، دجال، دھواں، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، امر عام (قیامت) اور تم میں سے ہر ایک کا امرِ خاص (یعنی موت)۔

(۱۰) تمام مومنین کی اَرواح قبض کر لینے والی ہوا کا ظہور

واضح رہے کہ قیامت کی ہولناکیوں کا شکار صرف کفار، مشرکین، منافقین اور اللہ کے نافرمان ہی ہوں گے اور ان کا اطلاق مومنین پر نہیں ہوگا۔ قیامِ قیامت سے پہلے ایک نہایت خوشبو دار اور ٹھنڈی ہوا چلے گی، جو تمام مومنین کی ارواح کو قبض کر لے گی اور اہلِ ایمان وفات پا جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مومن کسی غار یا پہاڑ میں چھپا ہوا ہوگا، تو وہاں بھی یہ ٹھنڈی اور مہک دار ہوا پہنچے گی اور وہ اس سے وصال پا جائے گا۔ یہ ٹھنڈی اور معطر ہوا دابۃ الارض کے نکلنے کے کچھ عرصہ بعد چلے گی۔ اس ہوا کے چلنے کے بعد قیامت قائم ہوگی۔

۱۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ حِيْنَ أَنْزَلَ اللهُ: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ [التوبة،

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط السّاعة، باب بقية من أحاديث الدجال، ۴: ۲۲۶۷، رقم: ۲۹۴۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۲، رقم: ۸۸۳۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الآيات، ۲: ۱۳۴۸، رقم: ۴۰۵۶

۴۔ أبويعلى، المسند، ۱۱: ۳۹۷، رقم: ۶۵۱۶

۹/۳۳]، أَنَّ ذٰلِکَ تَامًّا قَالَ: إِنَّهُ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِکَ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيْحًا طَيِّبَةً، فَتَوَفَّى كُلَّ مَنْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى دِيْنِ آبَائِهِمْ. (۱)

دن اور رات (کا سلسلہ) اس وقت تک ختم نہیں ہوگا، جب تک کہ لات اور عزیٰ کی عبادت نہ ہو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝﴾ ’وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس (رسول ﷺ) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو برا لگے۝‘ تو میں یہ گمان کرتی تھی کہ یہ دین مکمل ہوگیا (اور اب کفر نہیں رہے گا) آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ اللہ کی مشیت میں ہے وہ عنقریب واقع ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ فوت ہو جائے گا اور جس کے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ باقی رہے گا اور وہ لوگ اپنے آبائی دین (بت پرستی) کی طرف لوٹ جائیں گے۔

۲۔ ایک اور طویل روایت، جو یاجوج ماجوج کے ذکر میں پہلے گزر چکی ہے، اُس میں ہوا کا ذکر کچھ اس طرح سے آیا ہے۔ حضرت نواس بن سمعان کلابی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَالِکَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن و أشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة حتى تعبد دوس ذا الخلصة، ۴: ۲۲۳۰، رقم: ۲۹۰۷

۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۵۸۲، رقم: ۸۶۵۰

۳۔ داني، السنن الوارده في الفتن، ۴: ۸۳۱، رقم: ۴۲۶

فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ، وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ.(۱)

لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک اللہ جل شانہ، ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جو ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کرے گی۔ جو لوگ بچیں گے ان کا یہ حال ہوگا کہ بے حجاب لوگوں کے سامنے عورتوں سے ہم بستر ہوں گے، جیسے گدھے کیا کرتے ہیں۔ انہی لوگوں پر قیامت آئے گی۔

۳۔ حضرت بریدہ ﷺ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ لِلّٰهِ رِيْحًا يَبْعَثُهَا عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ تَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ.(۲)

اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا مقرر کر رکھی ہے، جسے اللہ (کسی بھی ہزارویں سال کی) صدی کے شروع میں بھیجے گا جو ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی۔

۴۔ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ ﷺ سے امام حاکم نے، ایک اور روایت نقل کی ہے، جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذر الدجال وصفته وما معه، ۴: ۲۲۵۰-۲۲۵۴، رقم: ۲۹۳۷

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء في فتنة الدجال، ۴: ۵۱۰، رقم: ۲۲۴۰

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسى بن مريم ﷺ وخروج يأجوج وماجوج، ۲: ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۸، رقم: ۴۰۷۵

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۵۰۴، رقم: ۸۴۱۱

۲۔ روياني، المسند، ۱: ۸۷، رقم: ۴۹

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱: ۱۹۹

يَجِيءُ رِيحٌ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ يُقْبَضُ فِيهَا رُوحُ كُلِّ مُؤْمِنٍ.(۱)

قیامت کے قریب ایک (خوشبودار) ہوا چلے گی جس میں ہر مومن کی روح قبض کر لی جائے گی۔

ان احادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کی ہولناکیاں مومنین کے لیے نہیں ہوں گی، بلکہ کفار، مشرکین، منافقین اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہی ان میں مبتلا ہوں گے۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلٰى شَرَارِ النَّاسِ.(۲)

قیامت صرف بدترین لوگوں پر ہی قائم ہوگی۔

(۱۱) قرآن مجید کا سینوں اور صحائف سے اُٹھا لیا جانا

قربِ قیامت کے وقت قرآن مجید کو دنیا سے اور سینوں سے اُٹھا لیا جائے گا۔ لوگ صبح اٹھ کر قرآن مجید کھولیں گے، تو ان میں قرآن کے الفاظ نہیں ہوں گے، بلکہ اوراق کورے ہوں گے۔ یہی حال حفاظ کا ہوگا کہ ان کے سینوں سے بھی قرآن مجید محو کر دیا جائے گا۔ اس کا ذکر احادیث مبارکہ میں یوں آیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۵۰۲، رقم: ۸۴۰۵

۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۵: ۴۵۰، رقم: ۸۷۰۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب قرب الساعة، ۴: ۲۲۶۸، رقم: ۲۹۴۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۹۴، رقم: ۳۷۳۵

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۲۶۴، رقم: ۶۸۵۰

۴۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۵۳۹، رقم: ۸۵۱۱

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَرْجِعَ الْقُرْآنُ مِنْ حَيْثُ نَزَلَ، فَيَكُوْنُ لَهُ دَوِيٌّ حَوْلَ الْعَرْشِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ، فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ: مَا لَکَ؟ فَيَقُوْلُ: مِنْکَ خَرَجْتُ وَإِلَيْکَ أَعُوْدُ أُتْلٰى وَلَا يُعْمَلُ بِي، فَعِنْدَ ذٰلِکَ يَرْفَعُ الْقُرْآنُ. (۱)

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک قرآن اسی طرف نہ لوٹ جائے جس طرف سے آیا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف)۔ وہ عرش کے ارد گرد آواز دے گا، جیسا کہ شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت قرآن سے فرمائے گا: تمہیں کیا ہوا؟ قرآن عرض کرے گا: میں تیری ہی طرف سے گیا تھا اور تیری ہی طرف لوٹ آیا ہوں۔ میری تلاوت کی جاتی تھی، لیکن مجھ پر عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب قرآن مجید کو اٹھا لیا جائے گا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَسْرِي عَلٰى كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لَيْلًا فَيُصْبِحُ النَّاسُ لَيْسَ مِنْهُ آيَةٌ وَلَا حَرْفٌ فِي جَوْفِ مُسْلِمٍ إِلَّا نُسِخَتْ. (۲)

اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب (قرآن مجید) پر ایک رات ایسی بھی آئے گی کہ (اسے دنیا

---

(۱) ۱۔ ديلمی، مسند الفردوس، ۵: ۷۹، رقم: ۷۵۱۳
۲۔ هندي، کنز العمال، ۱۴: ۱۰۵، رقم: ۳۸۵۲۷
۳۔ بغوي، معالم التنزيل، ۳: ۱۳۵
۴۔ علامہ آلوسی نے 'روح المعانی (۱۵: ۱۶۵)' میں لکھا ہے کہ اسے امام دیلمی نے حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

(۲) ۱۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۵: ۴۸۸، رقم: ۸۸۴۸
۲۔ هندي، کنز العمال، ۱۴: ۲۳۳، رقم: ۳۸۵۲۶

سے اٹھا لیا جائے گا)۔ صبح لوگ اٹھیں گے تو ہر مسلمان کے سینے سے قرآن کی ہر آیت اور ہر حرف مٹایا جا چکا ہوگا۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں:

اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ، فَإِنَّهُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُرْفَعَ.

قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو، قبل اس کے کہ یہ اُٹھا لیا جائے۔ قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قرآن مجید کو اُٹھا نہ لیا جائے۔

پوچھا گیا: لیکن جو قرآن مجید لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوگا اس کا کیا ہوگا (کیا وہ بھی اُٹھا لیا جائے گا)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَسْرِي عَلَيْهِ لَيْلًا فَيُرْفَعُ مَا فِي صُدُوْرِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَيَقُوْلُوْنَ: كَأَنَّا لَمْ نَعْلَمْ شَيْئًا، ثُمَّ يُفِيْضُوْنَ فِي الشِّعْرِ. (۱)

قرآن پر ایک رات ایسی بھی گزرے گی کہ اُس میں لوگوں کے سینوں سے بھی قرآن مجید اُٹھا لیا جائے گا۔ وہ صبح اُٹھیں گے تو کہیں گے: ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم قرآن کا کچھ بھی نہیں جانتے۔ پھر وہ شعر و شاعری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ قربِ قیامت میں قرآن مجید کو اُٹھا لیا جائے گا۔ اُس کے بعد ہی قیامت قائم ہوگی۔

(۱۲) آگ کا ظہور جو تمام لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع کر دے گی

قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے سب سے آخری علامت آگ کا ظہور ہوگا، جو عدن (یمن) کے کنویں سے ظاہر ہوگی اور تمام افراد کو میدانِ حشر میں لے جائے گی۔ یہ آگ لوگوں

(۱) ۱۔ ابن المبارك، الزهد: ۲۷۷، رقم: ۸۰۳
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۳۵۵، رقم: ۲۰۲۶
۳۔ بغوي، معالم التنزيل، ۳: ۱۳۵

سے دن رات میں کسی بھی وقت جدا نہیں ہو گی۔ جب شام کا وقت ہو گا اور لوگ ٹھہر جائیں گے، تو یہ آگ بھی ٹھہر جائے گی۔ پھر جب صبح ہو گی اور سورج بلند ہو جائے گا، تو یہ آگ لوگوں کو ہانکنا شروع کر دے گی۔ یہاں تک کہ لوگ میدانِ حشر میں پہنچ جائیں گے۔

۱۔ امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اُسید الغفاری ﷺ سے مروی روایت میں قیامت کی دس علاماتِ کبریٰ میں سے ایک علامت اس آگ کے نکلنے کو بیان کیا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ یہ آگ یمن سے نمودار ہو گی۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

وَآخِرُ ذٰلِکَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ.(۱)

ان علامات میں سب سے آخری علامت اس آگ کا ظہور ہے، جو یمن سے نمودار ہو گی اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانک دے گی۔

۲۔ حضرت حذیفہ بن اُسید ﷺ ہی سے امام ابن ماجہ کی بیان کردہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ أَبْيَنَ تَسُوْقُ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ، تَبِيْتُ مَعَهُمْ إِذَا بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ إِذَا قَالُوْا.(۲)

ایک آگ عدن کے ایک گاؤں ابین کے کنویں سے ظاہر ہوگی، جو لوگوں کو محشر کی

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، ۴: ۲۲۲۵، رقم: ۲۹۰۱

۲۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۴۵۶، رقم: ۱۱۴۸۲

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۱۷۳، رقم: ۳۰۳۳

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الآيات، ۲: ۱۳۴۷، رقم: ۴۰۵۵

۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۴۷۴، رقم: ۸۳۱۷

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۰۰، رقم: ۳۷۵۴۲

۴۔ طبراني، مسند الشاميين، ۲: ۳۲، رقم: ۸۶۴

جانب کھینچ کر لے جائے گی۔ یہ لوگوں کے ساتھ ہی رات بسر کرے گی اور دن میں بھی جب وہ آرام (قیلولہ) کرنا چاہیں گے تو آگ ان کے ساتھ ہو گی (یعنی دن ہو یا رات آگ ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی)۔

۳۔ امام ترمذی کی اس روایت سے اس بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ یہ آگ یمن کے شہر حضرموت سے نمودار ہو گی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَخْرُجُ نَارٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ، أَوْ بِحَضْرَمَوْتَ، فَتَسُوْقُ النَّاسَ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ. (۱)

قیامت سے قبل حضرموت کی جانب سے ایک آگ نمودار ہو گی، جو لوگوں کو (میدان حشر کی طرف) ہانکے گی۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس صورتِ حال میں آپ ہمیں کیا حکم فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ملکِ شام کی طرف چلے جانا۔

یہاں تک قیامت کی بڑی علامات کا ذکر اختتام پذیر ہوا۔ مذکورہ بالا علاماتِ کبریٰ کے بیان سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ ان علامات کے ظہور کے بعد بساطِ دنیا لپیٹ دی جائے گی اور محشر برپا ہوگا۔ جہاں تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور یومِ حشر کے مختلف مراحل انعقاد پذیر ہوں گے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قیامت کی ان علامات کے ذیل میں بیان کردہ حقائق کو موجودہ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۸، رقم: ۴۵۳۶
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتى تخرج نار من قبل الحجاز، ۴: ۴۹۸، رقم: ۲۲۱۷
۳۔ هيثمي، موارد الظمأن، ۱: ۵۷۵، رقم: ۲۳۱۲
۴۔ سيوطي، الدر المنثور، ۳: ۵۳۰، ۵۳۱

دور کے تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ قیامت کی چھوٹی نشانیاں بڑی تیزی سے رونما ہو رہی ہیں۔ اس حوالے سے علمِ نافع کا دنیا سے اُٹھ جانا، فتنوں اور معاشرتی برائیوں کی کثرت، ایمان کو دنیاوی مفادات پر قربان کر دینا، دینِ اسلام پر استقامت دکھانے سے گریز، نااہل اور منافق حکمران، بدمعاش اور بدعنوان لوگوں کا طاقت کے بل بوتے پر شریف اور معزز کہلانا، اہلِ مغرب کا غلبہ، خطۂ عرب میں خوش حالی کا دور دورہ اور ناگہانی اموات کی کثرت ہونے کا تذکرہ موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دورِ پرفتن میں فکرِ آخرت کی شمع جلانے والے حق پرستوں کے لیے رسولِ مکرم ﷺ نے بشارات کی بھی نوید سنائی ہے۔ یوں قیامت کی یہ چھوٹی نشانیاں بڑی نشانیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو رہی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ انعقادِ قیامت اب زیادہ دور نہیں۔

باب نمبر 3

موت، قیامت کا اَوّلین مرحلہ ہے

کائنات کی سب سے تلخ حقیقت موت ہے ۔کوئی بھی ذی فہم شخص اس تلخ حقیقت کے انکار کی جسارت نہیں کرسکتا۔موت ایسی چیز ہے جو انسان سے صرف زندگی ہی نہیں بلکہ اس سے متعلقہ ہر چیز چھین لیتی ہے۔کیا مال و دولت، کیا عزت و شہرت، کیا اعزا و اقارب اور کیا بیوی بچے سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ جب یہ تندوتیز طوفان آتا ہے تو اپنے ساتھ ہر شے کو خش و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔موت، فانی کائنات میں فنا بانٹنے والی سب سے منفرد شے ہے۔ واضح رہے کہ ہر شے نے موت کا ذائقہ چکھ کر ناپید ہونا ہے۔گویا اللہ رب العزت نے انسان کی آزمائش کے لیے جو دورانیہ دیا ہوتا ہے، اس کے انجام کا نام موت ہے۔ اس امتحانی مرحلے کے بعد اب نتائج کے مراحل کا آغاز ہوتا ہے۔

ا۔موت کی حقیقت کیا ہے؟

ایک زمانہ وہ تھا جب نہ ہمارے جسم تھے اور نہ ہی روح۔اُس دور کو عدم کا زمانہ کہتے ہیں۔ عدم کے بعد کا زمانہ وہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے ہماری ارواح کو پیدا فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی روح کو دنیا میں میں بھیجنے کا ارادہ فرماتا ہے تو عملِ تزویج کے ذریعے ماں کے بطن میں جسم کی تخلیق کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ جب ماں کے پیٹ میں جنین کی عمر چار ماہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس میں روح پھونکنے کا حکم دیتا ہے۔اس طرح جسم اور روح کا مرکب، حضرتِ انسان اس دنیائے فانی میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آتا ہے جب روح کو جسم سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ روح کے جسم سے جدا ہونے کے عمل کو موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

موت حق ہے اور ایک اٹل حقیقت بھی، جو ہم ہر روز دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی۔

اس سے انکار کرنا کسی بھی صاحبِ عقل کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ○ (۱)

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لیے مبتلا کرتے ہیں، اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے○

موت دراصل قیامت اور آخرت کا پہلا مرحلہ ہے۔ جب روح قفسِ عنصری سے پرواز کرتی ہے تو مرنے والے کے لیے تو اسی شام قیامت برپا ہو جاتی ہے۔ یہ تصور کرنا بھی حماقت ہے کہ موت فنا ہو جانے کا نام ہے، اگر موت فنا ہو جانے کا نام ہوتا تو اس کے بعد نہ کوئی ثواب ہوتا اور نہ ہی کوئی عذاب۔ موت دراصل ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقلی کا نام ہے۔ موت تو ایک عارضی شے کا نام ہے، جو ایک لمحے کے لیے آتی اور آ کر چلی جاتی ہے۔ موت کے بعد عالمِ برزخ کا آغاز ہوتا ہے، جس سے آخرت اور قیامت کے احوال شروع ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں موت کو ذائقہ سے تاویل کیا ہے۔ عین اسی طرح جیسے ذائقہ ایک مستقل چیز کا نام نہیں بلکہ یہ عارضی کیفیت کا نام ہے، جو آتی ہے اور کچھ دیر میں رخصت ہو جاتی ہے۔ عین اسی طرح موت آتی ہے اور تھوڑی دیر میں اپنا کام مکمل کر کے چلی جاتی ہے۔ گویا موت کی حقیقت ایک ذائقے کی مانند ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مومن کے لیے موت کا ذائقہ شیریں اور روح پرور ہوتا ہے، جب کہ فاسق، فاجر اور منافق کے لیے تلخ اور کرب ناک ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر موت ایک ذائقہ ہے، تو زندگی کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زندگی ابتلا اور آزمائش گاہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۳۵

۲۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً.(۱)

جس نے موت اور زندگی کو (اِس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

۳۔ پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ ط وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ○(۲)

اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لیے مبتلا کرتے ہیں، اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے○

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو کبھی آرام و آسائش دے کر آزماتا ہے اور کبھی تکلیف اور نقصان دے کر۔ دراصل یہ دونوں اشکال زندگی کے لیے وہ آزمائش ہیں، جن کے ذریعے انسان کا آخرت میں مقام متعین ہوتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں اس حقیقت کو کچھ یوں واضح کیا گیا ہے:

۴۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ○(۳)

اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں○

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انسان کی آزمائش کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ جیسے: ہم تمہیں کبھی خوف، کبھی بھوک، کبھی پیاس، کبھی انعامات دے کر اور کبھی انعامات

---

(۱) الملك، ۶۷:۲

(۲) الأنبياء، ۲۱:۳۵

(۳) البقرة، ۲: ۱۵۵

چھین کر، کبھی اولاد عطا کر کے اور کبھی اولاد واپس لے کر، کبھی کاروبار میں منافع دے کر اور کبھی نقصان دے کر آزماتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: ان صابرین کے لیے خوش خبری ہے، جو ان تمام حالات میں صبر، رضا، استقامت اور شکر گزاری کی روش اختیار کیے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ زندگی دراصل ایک فتنہ، ابتلا اور آزمائش ہے۔ اس کا مقصد یہ فیصلہ کرنا ہے کہ موت کے بعد کی حقیقی زندگی میں آپ کس منصب کے حق دار ہیں۔ واضح رہے کہ برزخ کا دورانیہ ایک زمانے کے لیے ہے۔ بعد ازاں بالآخر تم نے ہماری ہی طرف پلٹنا ہے اور اُس دن کڑا امتحان ہوگا۔ یاد رہے کہ جو قبر کے مرحلے میں کامیاب ہو گیا، وہ آخرت میں کبھی ناکام نہیں ہو گا۔ اس کے برعکس جو قبر کے امتحان میں ناکام ہو گیا تو اس کی آخرت میں کامیابی کی بھی کوئی سبیل نہیں ہوگی۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

۵۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ○ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ○ (۱)

بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی سے خوش ہیں اور اسی سے مطمئن ہوگئے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں○ انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کماتے رہے○

اِس آیتِ مبارکہ کی مزید وضاحت اس فرمانِ نبوی سے ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ. (۲)

---

(۱) يونس، ۱۰:۷-۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، ۵: ۲۳۸۶، الرقم: ۶۱۴۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه ومن کره لقاء الله کره الله لقاءه، ۴:۲۰۶۵، رقم: ۲۶۸۳

جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا خواہش مند ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کا خواہش مند ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے ملنا پسند نہیں ہے۔

گویا موت کا دوسرا نام ملاقات بھی ہے۔ موت اہلِ دنیا کے لیے ہجر و فراق ہے، جب کہ اہل اللہ کے لیے وصال ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو دیدار کی نعمت عطا کر فرمائے گا تو مومن کا فراق قیامت کے دن ختم ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک آنکھوں کو یہ مرتبہ اسی دنیا میں عطا فرما دیا ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مستفید ہوسکیں گے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: جی ہاں تم دیکھ سکو گے! اللہ رب العزت چودھویں رات کے چاند کی طرح جلوہ افروز ہوں گے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ ؓ راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے تو آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کی جانب دیکھ کر ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقمر، لَا تُضَامُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ. (۱)

عنقریب تم اپنے رب کو اسی طرح سے دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور تم اُسے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، ۱: ۲۰۳، رقم: ۵۲۹

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب ﴿وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب﴾، ۴: ۱۸۳۶، رقم: ۴۵۷۰

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی ﴿وجوہ یومئذ ناضرۃ إلی ربہا ناظرۃ﴾، ۶: ۲۷۰۳، رقم: ۶۹۹۷

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیہما، ۱: ۴۳۹، رقم: ۶۳۳

دیکھنے میں کوئی دِقت تک محسوس نہیں کرو گے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں چاہتے۔ قرآن مجید نے ان کی پہچان درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا.[1]

(یہ وہ لوگ ہیں) اور دنیوی زندگی سے خوش ہیں اور اسی سے مطمئن ہو گئے ہیں۔

جو لوگ دنیا کی زندگی پر مطمئن ہیں۔ ان کی یہ خوشی اس بات کی علامت ہے کہ وہ دنیاوی چکا چوند پر اکتفا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے خواہش مند نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا رکھنے والے دنیا میں ہمیشہ بے قرار رہتے ہیں۔ دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو جانے والوں کے متعلق اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ○[2]

ایسے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں○

غفلت میں مبتلا لوگ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے گریزاں ہیں اور دنیا کی زندگی پر مطمئن ہیں۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ جہنم قبر ہی سے شروع ہو جائے گی۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ قبر یا تو جنت کا باغ ہے یا پھر دوزخ کا ایک گڑھا۔

۲۔ موت و حیات کی درست ترتیب

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جہاں بھی زندگی اور موت کا ذکر فرمایا ہے تو اس حوالے سے پہلے موت کا اور بعد میں حیات کا ذکر فرمایا۔ واضح رہے کہ موت کو زندگی سے پہلے بیان کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ وہ شخص یقیناً کامیاب ہو جائے گا، جو موت کو زندگی سے

---

(۱) یونس، ۱۰:۷

(۲) یونس، ۱۰:۷

پہلے یاد رکھے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

۱۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ (۱)

جس نے موت اور زندگی کو (اِس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

۲۔ اللہ رب العزت نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ○ (۲)

تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہیں موت سے ہم کنار کرے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے○

یعنی تم مردہ تھے تو تمہیں زندگی دی۔ پھر مردہ ہو جاؤ گے اور زندہ کر کے میری طرف لوٹائے جاؤ گے۔ گویا موت پہلے ہے اور حیات بعد میں۔ اِس نکتے میں پیغام یہ چھپا ہے کہ ہمیں ہمیشہ موت کو زندگی پر مقدم رکھنا چاہیے۔ جن لوگوں نے زندگی کو موت پر مقدم رکھا، وہ بازی ہار گئے۔ وہ دنیوی زندگی کے دھندوں کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گئے۔ زندگی کی زیب و آرائش، لذتوں، تمناؤں، شہوتوں اور آرزوؤں کی طوالت نے انہیں موت کے بارے میں سوچنے کا وقت ہی نہیں دیا۔ انہیں اپنی زندگی سنوارنے، عیش و آرام کا بندوبست کرنے اور اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کی فکر نے اس قدر مصروف اور منہمک کر دیا ہے کہ وہ آخرت کو بھول چکے ہیں، حالانکہ جن کے لیے ساری عمر ضائع کر دی، اُنہوں نے اسے قبر کے دروازے پر بے یار و مددگار چھوڑ کر پلٹ جانا ہے۔ انہوں نے زندگی میں جو کچھ کمایا وہ بھی اپنے ورثا کے لیے بطور

---

(۱) الملك، ۶۷:۲

(۲) البقرة، ۲:۲۸

وراثت چھوڑ جانا ہے۔ قبر میں مال نہیں اعمال ساتھ جائیں گے۔ چنانچہ آخرت میں کامیابی کا ایک ہی راستہ ہے کہ مرنے سے پہلے موت کا سامان جمع کر لیا جائے۔ جن لوگوں نے سفر شروع کرنا ہو وہ پہلے ہی زادِ راہ اکٹھا کیا کرتے ہیں، کیونکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ منہ اندھیرے سفر پر روانہ ہونا ہے۔ جب سفر کا وقت مقرر ہو اور کوئی شخص کہے کہ ابھی میں سو جاتا ہوں صبح اُٹھ کر تیاری کر لوں گا تو ایسے شخص کو بھلا کون عقل مند کہے گا؟ سفر کا انتظام کیے بغیر رات کو سونا اس کی سفر سے عدم توجہ اور ناکامی کی دلیل ہے۔

وہ دنیا میں عالمِ برزخ کے حالات سے یکسر بے خبر ہے، مگر موت اس کی تمام لاعلمی کو ختم کر دے گی۔ انسان کو دنیا میں آج جو کچھ نظر نہیں آ رہا ہے، موت اسے سب کچھ واضح طور پر دکھا دے گی۔ یوں موت تو اصل بیداری ہے۔ ہماری زندگی میں غفلت اور بے خبری کے پردے ہیں، اسی لیے ہماری ترجیحات کی ترتیب تبدیل ہو گئی ہے۔ ہم نے اس عارضی زندگی کو پہلے اور موت کو بعد میں رکھا ہوا ہے، حالانکہ اصل زندگی موت سے شروع ہوگی، اس لیے موت کا نام پہلے اور زندگی کا نام بعد میں لیا گیا ہے۔ لہٰذا حاصلِ کلام یہ ہوا کہ ہمیں بھی چاہیے کہ اس دنیا کے لیے اُس قدر سامان جمع کریں جس قدر اس دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اُس قدر اسباب جمع کریں جس قدر وہاں رہنا ہے۔

۳۔ تذکارِ موت اَہلِ حق اور اَہلِ باطل کے درمیان ایک کسوٹی ہیں

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ موت کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے تاویل کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الجمعہ میں ایک بڑی لطیف بات بیان فرمائی ہے کہ اگرچہ یہ خطاب یہودیوں کے لیے ہے مگر ہمیں بھی یہ نکتہ سمجھایا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الجمعہ میں ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًام بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ م بِالظّٰلِمِيْنَ○(۱)

آپ فرما دیجیے: اے یہودیو! اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ سب لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست (یعنی اولیاء) ہو تو موت کی آرزو کرو (کیوں کہ اس کے اولیاء کو تو قبر و حشر میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی) اگر تم (اپنے خیال میں) سچّے ہو○ اور یہ لوگ کبھی بھی اس کی تمنا نہیں کریں گے اُس (رسول کی تکذیب اور کفر) کے باعث جو وہ آگے بھیج چکے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خُوب جانتا ہے○

حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں یہودی کثرت کے ساتھ آباد تھے۔ وہ تصور کیا کرتے تھے کہ بنی اسرائیل ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان سے خطاب کرتے ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ سب لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست (یعنی اولیاء) ہو تو ہم تمہیں ایک لمحے ہی میں پرکھ لیتے ہیں کہ تم اپنے قول پر کس حد تک درست ہو؟ تم موت کی آرزو کرو، کیونکہ اللہ کے دوست کو تو قبر اور حشر میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ گویا موت تو درحقیقت رب سے ملاقات کا نام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی واضح فرما دیا ہے کہ یہ لوگ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، کیونکہ وہ اپنی کرتوتوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ وہ جو کچھ زندگی بھر کرتے رہے ہیں، آخرت میں انہیں اعمالِ بد کی سزا ملنے والی ہے۔ لہٰذا وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ اللہ رب العزت ان ظالم لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

سمجھانا مقصود یہ تھا کہ موت جس سے آخرت کی ابتدا ہوتی ہے، وہ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا نام ہے۔ اس لیے اولیاء اللہ کی وفات کو وصال کہا جاتا ہے۔ وصال کا مطلب ملاقات ہوتا ہے۔ کیونکہ موت ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتی ہے، اس لیے

(۱) الجمعة، ۶۲: ۶-۷

اللہ کے مقرب بندوں کی وفات کو وصال کہا جاتا ہے۔ سورۃ الکہف میں دنیا کی بے ثباتی اور نیک اعمال کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا○[1]

مال اور اولاد (تو صرف) دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور (حقیقت میں) باقی رہنے والی (تو) نیکیاں (ہیں جو) آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے (بھی) بہتر ہیں اور آرزو کے لحاظ سے (بھی) خوب تر ہیں○

یہ مال و دولت، کاروبار، اولادیں اور خاندان یہ سب دنیا کی زندگی کی زیب و زینت کے سوا کچھ بھی نہیں، کیونکہ ظاہری چمک دمک تو مختصر عرصے کے لیے برقرار رہتی ہے اور آخرکار اصل حقیقت سامنے آ ہی جاتی ہے۔ حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اس حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں:

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لا إلٰہ إلّا اللہ[2]

یہ مال و دولت، جاہ وحشمت، عزیز و اقارب اور باقی تمام دنیاوی چیزیں سانس کی ڈور کے ساتھ ہی ختم ہو جانے والی ہیں۔ انسان کے لیے باقی رہنے والی چیزیں تو صرف نیکیاں ہی ہیں۔ انسان کی اصل متاع نیک اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے انہی کی بدولت اچھی اُمید رکھی جا سکتی ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس دنیا سے پردہ فرما گیا ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ایسا بالکل نہیں بلکہ اب تو پردہ اُٹھ گیا ہے۔ واضح رہے کہ موت پردہ ڈالتی نہیں پردے ہٹاتی ہے اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) الکہف، ۱۸:۴۶

(۲) اقبال، کلیات (اردو): ۵۲۷۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ○ (۱)

حقیقت میں تُو اِس (دن) سے غفلت میں پڑا رہا سو ہم نے تیرا پردۂ (غفلت) ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ تیز ہے○

لہٰذا جنہوں نے زندگی میں اپنی موت کو یاد رکھا، اُنہوں نے اعمالِ صالحہ کی صورت میں اس کے لیے تیاری کر رکھی ہے۔ جو غفلت کی چادر میں لپٹے رہے اُن کا یہ حجاب موت کے وقت اُٹھایا جائے گا۔ جب جنازے اُٹھیں گے تو اہلِ حق اور اہلِ باطل کی بخوبی پہچان ہو جائے گی۔

۴۔ جس کی موت ہوگئی، اُس کی قیامت واقع ہوگئی

دُنیا کی زندگی مہلت اور امتحان ہے اور آخرت حساب، نتائج اور جزا کی جگہ ہے۔ انسان کے پاس دنیا کی زندگی کا ہر لمحہ غنیمت ہے۔ جب یہ عارضی زندگی ختم اور دائمی زندگی کا آغاز ہو گا تو معلوم ہو گا کہ دُنیا کی زندگی اور مہلت آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت اور وُقعت نہیں رکھتی تھی لہٰذا جس انسان کی زندگی کی شام ہوگئی، وہ موت کے پُل پر قدم رکھ چکا تو اس کے لیے عالمِ آخرت کا آغاز ہو گیا ہے۔ اُس کے لیے تو قیامت واقع ہوگئی۔ اسی لیے موت کو قیامتِ صغریٰ سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے۔ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ. (۲)

تم میں سے جس کسی کی موت واقع ہوگئی تو اس کی قیامت (اُسی وقت) قائم ہوگئی۔

---

(۱) قٓ، ۵۰:۲۲

(۲) ديلمي، مسند الفردوس، ۱: ۲۸۵، رقم: ۱۱۱۷

قیامتِ کبریٰ کی علامات و آثار، حدیثِ مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابھی فلاں نشانی کا ظہور باقی ہے، مگر قیامتِ صغریٰ یعنی موت! اس کی نہ کوئی علامت و نشانی ہے اور نہ ہی کسی کو اس کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ کس کی موت میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ یہ تو ایسی ہنگامی قیامت ہے کہ اس کی کوئی ترتیب ہی نہیں ہے۔ کچھ معلوم نہیں ہے کہ موت پہلے باپ اور دادا کو آئے گی یا بیٹے اور پوتے کو؟ اسی طرح قیامتِ کبریٰ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں فلاں علامت اور نشانی کے بعد آئے گی۔ اس حوالے سے قرآنِ حکیم نے تو یہ کہا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ.(۱)

لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا۔

باقی رہیں نشانیاں اور علامات کا وقفہ، تو یہ تسبیح کے دانوں کی طرح یکے بعد دیگرے آتے جائیں گے اور آناً فاناً سب کچھ وقوع پذیر ہوتا چلا جائے گا۔

لہٰذا موت ہی قیامت کا اولین مرحلہ ہے۔ اسی سے قیامت کا آغاز ہوگا۔ موت کے بعد مہلت ختم ہوجائے گی۔ دار العمل موت سے پہلے تک ہے، اس کے بعد دار الجزا ہے۔ کامیاب شخص وہی ہے جس نے موت کو یاد رکھا اور اس کے آنے سے پہلے اگلے مراحل کے لیے اپنی تیاری مکمل کر لی۔

۵۔ موت کی یاد، لذّات کو توڑنے والی ہے

انسان کو دنیا میں صرف آزمائش و امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے تاکہ سب کو انفرادی طور پر آزمایا جائے اور اعمال کے نتیجے میں آخرت میں اسے بلند مقام سے نوازا جائے۔ واضح رہے کہ موت کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات ممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام ہی اس طرح سے ترتیب دیا ہے۔ موت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی طرف پہلا قدم

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۱

ہے۔ اس لیے موت قیامت کا مرحلۂ اُولیٰ ہے۔ موت کے بعد قبر کا عرصہ قیامت تک ہے۔ موت کے ضمن میں انسان کی دو حالتیں ہیں۔ ایک موت سے پہلے اور دوسری موت کے بعد۔ انسان کو چاہیے کہ موت سے پہلے ہمیشہ موت کو یاد رکھے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ. (۱)

لذات کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا ہے:

أَكْثِرُوْا ذِكْرَ الْمَوْتِ، فَمَا مِنْ عَبْدٍ أَكْثَرَ ذِكْرَهُ إِلَّا أَحْيَا اللهُ قَلْبَهُ، وَهَوَّنَ عَلَيْهِ الْمَوْتَ. (۲)

موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ جو بھی شخص اسے کثرت سے یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو زندہ کر دیتا ہے اور اس پر موت کی سختی کو آسان کر دیتا ہے۔

موت کو یاد کرنے والے لوگوں کی دو اقسام ہیں:

۱۔ غافل، یہ لوگ حقیقت میں احمق ہیں، جو موت اور اس کے بعد کی حالت کے بارے میں زیادہ غور وفکر سے کام نہیں لیتے؛ مگر جب کوئی جنازہ دیکھتے ہیں تو انہیں موت یاد آ جاتی ہے

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في ذكر الموت، ۴: ۵۵۳، رقم: ۲۳۰۷

۲۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب كثرة ذكر الموت، ۴: ۴، رقم: ۱۸۲۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ۲: ۱۴۲۲، رقم: ۴۲۵۸

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۲۵۹، رقم: ۲۹۹۲

(۲) ديلمي، مسند الفردوس، ۱: ۷۴

اور صرف زبان سے 'إنّا للّٰه وإنّا إليه راجعون' کہتے ہیں۔ یہ اپنے افعال کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ یہ اپنے قول کے لحاظ سے بھی جھوٹے ہیں۔ وہ کہتے کچھ اور، کرتے کچھ اور ہیں۔

۲۔ دوسری قسم کے افراد وہ ہیں جو دانا مسافر کی طرح ہمیشہ اپنی منزلِ مقصود کو یاد رکھتے ہیں ۔ وہ کسی بھی صورت اپنے مقصود کو فراموش نہیں کرتے۔ جو ہر آن ہر لمحہ موت کو یاد رکھتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو دنیا کی بھول بھلیوں میں گم ہونے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ان لوگوں کو مومنین، مطیعین، قانتین اور خاشعین کہا گیا ہے۔

واضح رہے کہ آخرت کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ موت کا ہے، موت وہ گھونٹ ہے جسے ہر جان دار نے ہر صورت پینا ہے۔

قرآن و حدیث میں موت کی شدّت اور سختی کا جو ذکر آیا ہے، اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دُنیاوی زندگی کے سارے مصائب و آلام، رنج و غم اور تکالیف اکٹھی کر دی جائیں تو موت کی تکلیف اور شدّت اِن سے کہیں زیادہ ہو گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِ.(۱)

اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آ پہنچی۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ○ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ○ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ○ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ○ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمَسَاقُ○(۲)

نہیں نہیں، جب جان گلے تک پہنچ جائے○ اور کہا جا رہا ہو کہ (اِس وقت) کون ہے جھاڑ پھونک سے علاج کرنے والا (جس سے شفایابی کرائیں)○ اور (جان دینے

(۱) ق، ۵۰: ۱۹

(۲) القيامة، ۷۵: ۲۶۔ ۳۰

والا) سمجھ لے کہ (اب سب سے) جدائی ہےo اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے لگےo تو اس دن آپ کے رب کی طرف جانا ہوتا ہےo

پھر ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَo[1]

اور اگر آپ (اس وقت کا منظر) دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں گے اور فرشتے (ان کی طرف) اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے اور (ان سے کہتے ہونگے) تم اپنی جانیں جسموں سے نکالو۔ آج تمہیں سزا میں ذلّت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق باتیں کیا کرتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھےo

اسی طرح کی کثیر آیاتِ مبارکہ اور فرامینِ رسول ﷺ ہماری نظروں سے گزرتے ہیں، مگر ہم سرسری طور پر پڑھ کر گزر جاتے ہیں؛ اُنہیں اپنا حرزِ جاں نہیں بناتے اور ان اقوال کو اپنے احوال نہیں بناتے۔ جب کہ مقصود یہ ہے کہ موت کی یاد کو اپنا حال بنا لیا جائے۔ جب موت ہر وقت آنکھوں سے سامنے رہے گی تو دنیاوی شہوات و لذات کسی بھی صورت اپنی جانب راغب نہیں کرسکیں گی۔

۶۔ موت کو ہر وقت یاد رکھنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں

موت کو یاد رکھنا انسان کو آخرت سے خبردار رکھتا ہے اور وہ اِس سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ احادیث مبارکہ میں موت کو کثرت سے یاد رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد

(۱) الأنعام، ۶: ۹۳

فرمایا ہے:

اِسْتَحْيُوا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّا نَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ: لَيْسَ ذَاکَ وَلٰکِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى، وَالْبَطْنَ وَمَا حَوَى، وَلْتَذْکُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَکَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذَالِکَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ. (۱)

اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اللہ کا شکر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے نہیں بلکہ اللہ سے کماحقہ حیاء کرنے کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے سر کی حفاظت کرو اور جو کچھ سر میں ہے (یعنی آنکھ، کان اور زبان وغیرہ کی)، اپنے پیٹ کی حفاظت کرو (کہ اس میں کوئی حرام چیز نہ جائے) اور ان چیزوں کی حفاظت کرو جو پیٹ کے ساتھ لگی ہوئی ہیں (یعنی شرم گاہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ)۔ موت کو یاد کرو اور (قبر میں) ہڈیوں کے گل سڑ جانے کو بھی یاد رکھو۔ جو شخص آخرت کی زندگی کا خواہشمند ہوتا ہے وہ دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دیتا ہے۔ جس شخص نے یہ سارے کام کیے۔ اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کیا جس طرح حیا کرنے کا حق تھا۔

حدیثِ مبارک کے پہلے حصے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حرام کاموں سے اپنے آپ کو روکے رکھنا ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب اور حیا ہے۔ اب سوال یہ

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۷، رقم: ۳۶۷۱

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب منه، ۴: ۶۳۷، رقم: ۲۴۵۸

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۸: ۴۶۱، رقم: ۵۰۴۷

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۷۷، رقم: ۳۴۳۲۰

اُٹھتا ہے کہ حیا کس طرح میسر آئے؟ اس کے لیے دوسرے حصے میں فرما دیا ہے کہ موت اور آخرت کو یاد رکھو۔ جب موت تمہارے ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہو گی تو گناہ اور معصیت کا ارتکاب ناممکن ہو جائے گا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، قَالَ: فَأَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَكْيَسُ؟ قَالَ: أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا أُوْلَئِكَ الْأَكْيَاسُ. (۱)

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، ایک انصاری صحابی حاضرِ خدمت ہوئے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا۔ پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! مومنین میں سب سے بہترین مومن کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔ انصاری صحابی نے دوبارہ عرض کیا: مومنین میں سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لیے اچھی طرح تیاری کرنے والا ہو۔ وہی لوگ سب سے زیادہ عقل مند ہیں۔

عقل مند وہ نہیں جس نے دنیاوی مال و اسباب جمع کرنے میں تگ و دو کی، بلکہ موت کا تذکرہ کرنے اور اس کی تیاری کرنے والا ہی سب سے زیادہ عقل مند شخص ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ۲: ۱۴۲۳، رقم: ۴۲۵۹

۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۵۸۳، رقم: ۸۶۲۳

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۶۱، رقم: ۴۶۷۱

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۲۳۵، رقم: ۷۹۹۳

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے ہی مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! لوگوں میں سے سب سے زیادہ عقل مند اور دور اندیش کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ، وَأَشَدُّهُمُ اسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ، أُوْلَئِکَ هُمُ الْأَكْيَاسُ ذَهَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ. (۱)

موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا اور موت آنے سے پہلے موت کے لیے سب سے زیادہ تیاری کرنے والا۔ یہی لوگ سب سے زیادہ عقل مند ہیں اور دنیا و آخرت میں عزت و شرف پانے والے ہیں۔

(۱) سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کا فکرِ آخرت

صحابہ کرام ؓ نے زندگی کی بے ثباتی اور آخرت کے دوام کو حقیقی معنوں میں سمجھ لیا تھا۔ وہ زندگی میں بے انتہا نیکیاں کرتے تھے، مگر پھر بھی آخرت کی باز پرس سے لرزاں رہتے تھے۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ جب کسی کی تعزیت کرنے جاتے تو اُن کے لواحقین سے فرماتے:

لَيْسَ مِنَ الْعَزَاءِ مُصِيْبَةٌ، وَلَا مَعَ الْجَزَعِ فَائِدَةٌ، الْمَوْتُ أَهْوَنُ مَا قَبْلَهُ وَأَشَدُّ مَا بَعْدَهُ، اذْكُرُوْا فَقْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ تَصْغُرْ مُصِيبَتُكُمْ، وَأَعْظَمَ اللهُ أُجُوْرَكُمْ. (۲)

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۳۰۸، رقم: ۶۴۸۸
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۴۱۷، رقم: ۱۳۵۳۶
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۰۹
۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۱۹، رقم: ۵۰۵۳

(۲) ۱۔ دينوري، المجالسة وجواهر العلم: ۱۳۲، رقم: ۷۷۰ ←

تعزیت سے مصیبت دور نہیں ہوسکتی، لیکن رونے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ موت سے قبل کی زندگی بہت آسان ہے، لیکن موت کے بعد کی زندگی بہت سخت ہے۔ تم رسول اللہ ﷺ کے وصال کو یاد کرو، تمہاری پریشانی کم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا اجر بھی زیادہ ہوگا۔

۲۔ ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر ؓ باغ میں تشریف لے گئے، آپ ؓ نے باغ میں ایک چڑیا کو درخت پر بیٹھے دیکھا تو اُسے کہنے لگے:

طُوبٰی لَکَ یَا طَیْرُ، وَاللّٰہِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي کُنْتُ مِثْلَکَ، تَقَعُ عَلَی الشَّجَرَةِ، وَتَأْکُلُ مِنَ الثَّمَرِ، ثُمَّ تَطِیْرُ وَلَیْسَ عَلَیْکَ حِسَابٌ وَلَا عَذَابٌ، وَاللّٰہِ، لَوَدِدْتُ أَنِّی کُنْتُ شَجَرَةً إِلٰی جَانِبِ الطَّرِیْقِ مَرَّ عَلَيَّ جَمَلٌ، فَأَخَذَنِي فَأَدْخَلَنِي فَاہُ فَلَاکَنِي، ثُمَّ ازْدَرَدَنِي، ثُمَّ أَخْرَجَنِي بَعْرًا وَلَمْ أَکُنْ بَشَرًا. (۱)

اے پرندے! تو کتنا خوش نصیب ہے۔ اے کاش! میں تیرے جیسا ہوتا۔ تجھے مبارک ہو تو جس درخت پہ چاہتا ہے بیٹھ جاتا ہے، پھل کھاتا ہے اور پھر وہاں سے اٹھ جاتا ہے، تجھ پر نہ تو کوئی حساب و کتاب اور نہ ہی عذاب۔ اے کاش! میں سرِ راہ کوئی سرسبز درخت ہوتا، اونٹ میرے پاس سے گزرتا، مجھے پکڑتا اور اپنے منہ میں ڈال لیتا، مجھ کو چباتا اور مجھے نگل لیتا، پھر مینگنی کی شکل میں مجھے خارج کر دیتا، یہ سب کچھ ہوتا مگر میں بشر نہ ہوتا۔

۳۔ موت کی ساعتیں لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھیں؟ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ غم زدہ ہوکر آپ ؓ کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے شدتِ غم سے یہ شعر پڑھا:

۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۳۰: ۳۳۶

۳۔ هندي، کنز العمال، ۱۵: ۳۱۵، رقم: ۴۲۹۵۸

(۱) ابن أبي شیبة، المصنف، ۷: ۹۱، رقم: ۳۴۴۳۲

هَيْجٌ هَيْجٌ، مَنْ لَا يَزَالُ دَمْعُهُ مُقَنَّعًا

فَإِنَّهُ فِي مَرَّةٍ مَدْفُوقُ

میں نے عرض کی فتنہ ہے، فتنہ (آزمائش) ہے اُس ہستی کے لیے جس کے آنسو نہ رکے کیونکہ وہ ایک ہی مرحلہ (لمحہ) میں ٹپک جانے والے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نہیں، اس طرح کہو:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ○ (۱)

اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آ پہنچی۔ (اے انسان!) یہی وہ چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا○ (۲)

(۲) سیدنا فاروق اعظم ﷺ کا فکرِ آخرت

حضرت عمر ﷺ ہر وقت آخرت کی فکر میں رہتے تھے۔ انہیں ہر لمحہ یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں ایسا عمل نہ ہو جائے جس کی آخرت میں پکڑ ہو۔ وہ دوسروں کو بھی موت کی تیاری کی تلقین فرماتے تھے۔

۱۔ حضرت ثابت بن حجاج سے روایت ہے کہ حضرت عمر ﷺ فرمایا کرتے تھے:

حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَزِنُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوْزَنُوْا وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ○﴾ [الحاقة، ٦٩/١٨]. (۳)

تم اپنا یومِ حساب آنے سے پہلے اپنا حساب کر لو، اعمال کے تولے جانے سے پہلے

---

(۱) قٓ، ۵۰: ۱۹

(۲) أبو يعلى، المسند، ۷: ۴۳۰، رقم: ۴۴۵۱

(۳) ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۹۶، رقم: ۳۴۴۵۹

اپنا وزن کر لو اور روزِ محشر بڑی پیشی کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لو۔ 'اُس دن تم (حساب کے لیے) پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی○'۔

جس انسان کے دل میں آخرت کی جواب دہی کا خوف نہیں ہے، وہ دل ایمان کی لذت سے محروم ہے اور اگر کسی حکمران کا دل فکرِ آخرت سے خالی ہو تو وہ اپنی رعایا سے نہ عدل کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنی خواہشات پر قابو پا سکتا ہے۔ ایسا حکمران اقتدار کے نشے میں ہر ناجائز کام کر گزرتا ہے، لیکن اس کے برعکس جس کے دل میں رضائے الٰہی اور آخرت کی کامیابی کے جذبات موجزن ہوں ایسے حکمران کا وجود رعایا کے لیے سراسر رحمت اور سراپائے عدل و انصاف بن جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق ﷺ ایسے ہی خلیفہ تھے کہ جنہیں اقتدار ملا تو ان کے لیے آرام و راحت، خواب و خیال بن کر رہ گئی۔ خلافت کے بار سے ان کی رات کی نیندیں اجیرن اور دن کا چین جاتا رہا۔ وہ ایک مرتبہ تلاوت کرتے کرتے جب اس مقام پر پہنچے ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾[1] 'میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد صرف اللہ کے حضور کرتا ہوں'، تو ان ﷺ کی بے ساختہ چیخ نکل گئی۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن شداد بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَإِنِّي لَفِي الصَّفِّ خَلْفَهُ فِي صَلَاةٍ.[2]

میں نے حضرت عمر فاروق ﷺ کی روتے ہوئے ہچکی بندھنے کی آواز سنی جب میں آپ کے پیچھے (آخری) صف میں کھڑا تھا۔

۳۔ خشیتِ الٰہی میں آہ و بکا اور گریہ و زاری، آپ کی ہر شب کا معمول تھا۔ ایسی ہی دوسری روایت حضرت حسن بصری ﷺ سے بھی مروی ہے:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ يَمُرُّ بِالْآيَةِ فِي وِرْدِهِ، فَتَخْنُقُهُ الْعِبْرَةُ، فَيَبْكِي،

(۱) یوسف، ۱۲:۸۶

(۲) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲:۱۱۴، رقم: ۲۷۱۶

۲۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۱:۳۱۲، رقم:۳۵۶۵

حَتّٰى يَسْقُطَ، ثُمَّ يَلْزَمُ بَيْتَهُ، حَتّٰى يُعَادَ، يَحْسَبُوْنَهُ مَرِيْضًا. (۱)

حضرت عمر بن خطاب ﷺ اپنے اوراد میں دورانِ تلاوت جب کسی آیت کریمہ سے گزرتے تو (آیت میں موجود) خوف وعبرت آپ کا سانس روک لیتی اور آپ زار و قطار رونے لگتے یہاں تک کہ (اسی کیفیت میں) روتے روتے گر جاتے پھر (ایک دو روز تک) گھر میں ہی رہتے۔ لوگ آپ کو مریض گمان کرتے ہوئے آپ کی عیادت کے لیے آ جاتے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر ﷺ جب مرض الموت میں تھے تو ان کا سر میری گود میں تھا۔

قَالَ: ضَعْ خَدِّيْ عَلَى الْأَرْضِ. فَقُلْتُ: وَمَا عَلَيْكَ كَانَ فِي حِجْرِيْ أَمْ عَلَى الْأَرْضِ؟ فَقَالَ: ضَعْهُ لَا أُمَّ لَكَ. فَوَضَعْتُهُ، وَقَالَ: وَيْلِي، وَوَيْلٌ لِأُمِّي! إِنْ لَمْ يَرْحَمْنِي رَبِّي. (۲)

انہوں نے مجھے فرمایا: میرا رخسار (چہرہ) زمین پر رکھ دو۔ میں نے عرض کیا: اس سے بھلا آپ کو کیا فرق پڑتا ہے کہ خواہ یہ میری گود میں ہو یا زمین پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا ناس ہو، اسے نیچے رکھ دو۔ میں نے آپ کا رخسار زمین پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میرے اور میری والدہ کے

---

(۱) ۱۔ ابن أبی شیبه، المصنف، ۷:۹۵، رقم:۳۴۴۵۷

۲۔ أحمد بن حنبلِ، الزهد:۱۱۹

۳۔ أبو نعیم اصبهانی، حلیة الاولیاء، ۱:۵۱

(۲) ۱۔ ابن أبي الدنیا، المحتضرین:۵۵، رقم:۴۲

۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۴۴:۴۴۵

۳۔ ابن قدامة، الرقة والبكاء:۱۰۵، رقم:۹۸

۴۔ ذهبي، تاریخ الإسلام، ۳:۲۸۲

لیے ہلاکت ہے۔

۵۔ حضرت عثمان ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب ﷺ کو زخمی کیا گیا تو میں آپ کے پاس آیا۔ آپ کا سر مبارک مٹی میں تھا۔ میں اسے اٹھانے کے لیے آگے بڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

دَعْنِي، وَيْلِي وَوَيْلُ أُمِّي إِنْ لَمْ يَغْفِرْ لِي، وَيْلِي وَوَيْلُ أُمِّي إِنْ لَمْ يَغْفِرْ لِيْ. (۱)

مجھے چھوڑ دو، اگر میری مغفرت نہ ہوئی تو میرے اور میری والدہ کے لیے ہلاکت ہے، اگر میری مغفرت نہ ہوئی تو میرے اور میری والدہ کے لیے ہلاکت ہے۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عامر بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے آخرت کے خوف کی کیفیت میں زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا:

لَيْتَنِيْ هٰذِهِ التِّبْنَةُ، لَيْتَنِيْ لَمْ أَكُ شَيْئًا، لَيْتَ أُمِّي لَمْ تَلِدْنِي، لَيْتَنِي كُنْتُ نَسْياً مَنْسِيًّا. (۲)

کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش! میں کچھ نہ ہوتا، کاش! میری ماں مجھے جنم ہی نہ دیتی۔ کاش! میں بھلا دیا گیا ہوتا۔

واضح رہے کہ آپ ﷺ کی یہ گریہ و زاری اور عاجزی و انکساری فکرِ آخرت کی وجہ سے تھی۔

---

(۱) ۱۔ ابن أبي الدنيا، المحتضرين:۵۶، رقم:۴۵
۲۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۴۴:۴۴۳
۳۔ ابن قدامة، الرقة والبكاء:۱۰۵، رقم:۹۹

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۷:۹۸، رقم:۳۴۴۸۰

(۳) سیدنا عثمان غنی ﷺ کا فکرِ آخرت

حضرت عثمان غنی ﷺ فرماتے ہیں: دنیا اللہ تعالیٰ کی سرائے ہے جو آخرت کے مسافروں کے لیے وقف ہے، تو اپنا توشہ لے لے اور جو کچھ سرائے میں موجود ہے اس کا لالچ نہ کر۔

۱۔ حضرت عثمان ذوالنورین ﷺ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ ان سے پوچھا گیا: جب آپ کے سامنے جنت و دوزخ کا ذکر آتا ہے، تو اس وقت تو آپ روتے نہیں اور قبر کو دیکھ کر اس قدر اشک بار کیوں ہو جاتے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اس حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ. قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ. (۱)

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے جس نے اس سے نجات پائی، اس کے لیے آئندہ بھی آسانی ہوگی اور جس نے اس منزل میں رہائی نہ پائی، تو آئندہ اس کے لیے سختی ہی سختی ہے۔ حضرت عثمان ﷺ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے قبر سے زیادہ ہولناک کوئی چیز نہیں دیکھی۔

۲۔ حضرت عثمان غنی ﷺ نے ایک دن بلیغ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۶۳، رقم: ۴۵۴

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، ۲: ۱۴۲۶، رقم: ۴۲۶۷

۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۵۲۶، رقم: ۱۳۷۳

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۴: ۵۶، رقم: ۶۸۵۶

ابْنَ آدَمَ، اعْلَمْ أَنَّ مَلَکَ الْمَوْتِ الَّذِي وُکِّلَ بِکَ لَمْ یَزَلْ یُخْلِفُکَ، وَیَتَخَطَّی إِلٰی غَیْرِکَ، مُنْذُ أَنْتَ فِي الدُّنْیَا، وَکَأَنَّهُ قَدْ تَخَطَّی غَیْرَکَ إِلَیْکَ، وَقَصَدَکَ، فَخُذْ حِذْرَکَ، وَاسْتَعِدَّ لَهُ، وَلَا تَغْفُلْ فَإِنَّهُ لَا یَغْفُلُ عَنْکَ. (۱)

اے ابن آدم! یہ بات جان لے کہ جو ملک الموت تمہارے لیے مقرر کیا گیا ہے، وہ مسلسل تمہارے تعاقب میں ہے۔ جب سے تمہارا دنیا میں رہنا مقدر ہے، وہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور کے پاس چلا جاتا ہے۔ جس طرح اُس نے کسی اور کا قصد کیا ہے، (عنقریب) وہ تمہارا قصد بھی کرے گا۔ لہٰذا خبردار رہو! اُس کے لیے تیاری کرو، اُس سے غفلت نہ برتو، کیونکہ وہ تم سے غفلت نہیں برتے گا۔

۳۔ حضرت عثمان غنی ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے:

وَدِدْتُّ أَنِّي إِذَا مُتُّ لَمْ أُبْعَثْ. (۲)

کاش! میں مرنے کے بعد نہ اٹھایا جاؤں۔

(۴) سیدنا علی المرتضٰی ﷺ کا فکرِ آخرت

۱۔ حضرت ضرار اسدی ﷺ بیان کرتے ہیں: خدا گواہ ہے کہ میں نے سیدنا علی ﷺ کو زارو قطار روتے ہوئے یہ کہتے سنا ہے:

اری دنیا! تو مجھے رُجھانے اور بہلانے آئی ہے۔ دور ہو جا! دور ہو جا! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب تیری طرف رجوع کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تیری عمر تھوڑی ہے، تیرا عیش و آرام حقیر

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۳۹: ۲۳۸
۲۔ هندي، کنز العمال، ۱۵: ۲۹۴، رقم: ۴۲۷۹۰
(۲) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۴: ۱۸۳

ہے، تیرے خطرات بہت ہیں۔ ہائے! (سفرِ آخرت کے لیے) زادِ راہ کی کمی، سفر کی دوری اور راستہ کی وحشت انگیزی۔ (۱)

۲۔ حضرت قتادہ ؒ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَدِدْتُ أَنِّي خَضِرَةٌ تَأْكُلُنِي الدَّوَابُّ. (۲)

کاش میں سبزہ ہوتا کہ مجھے چوپائے کھا جاتے۔

(۵) صحابہ کرام ؓ اور اکابر اولیاء اور صلحاء کے اَحوال

صحابہ کرام ؓ اور اکابرینِ اُمت کے فکرِ آخرت کے چند احوال ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ فرماتی ہیں:

قَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِي يُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فِي قَبْرِهٖ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً، حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا سَكَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي: أَيْ بَارَكَ اللهُ لَكَ، مَاذَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي آخِرِ قَوْلِهٖ، قَالَ: قَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ. (۳)

حضور نبی اکرم ﷺ (خطبہ کے لیے) کھڑے ہوئے اور اس فتنے کا ذکر کیا، جس میں آدمی قبر میں مبتلا کیا جائے گا۔ جب آپ ﷺ نے فتنۂ قبر بیان کرنا شروع کیا تو مسلمانوں کی یہ کیفیت ہوئی کہ وہ بلند آواز میں گریہ و زاری کرنے لگے، جس کی وجہ

---

(۱) ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۲۴: ۴۰۱

(۲) ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ۳: ۱۹۸

(۳) نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، ۴: ۱۰۳، رقم: ۲۰۶۲

سے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بات پوری طرح نہ سمجھ سکی۔ جب گریہ و زاری کا شور ختم ہوا، تو میں نے اپنے قریب آدمی سے پوچھا: اے فلاں! اللہ تجھے برکت عطا فرمائے، حضور نبی اکرم ﷺ نے آخر میں کیا بات ارشاد فرمائی تھی؟ اس نے بتایا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں عنقریب دجال جیسے فتنے سے آزمائے جاؤ گے۔

۲۔ حضرت ابو ذر غفاری ؓ اکثر فرمایا کرتے تھے:

يَأَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي لَكُمْ نَاصِحٌ، إِنِّي عَلَيْكُمْ شَفِيْقٌ، صَلُّوا فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ لِوَحْشَةِ الْقُبُورِ، وَصُوْمُوا الدُّنْيَا لِحَرِّ يَوْمِ النُّشُورِ، وَتَصَدَّقُوا مَخَافَةَ يَوْمٍ عَسِيْرٍ، يَأَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي لَكُمْ نَاصِحٌ، إِنِّي عَلَيْكُمْ شَفِيْقٌ. (۱)

اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور تم پر شفقت کرنے والا ہوں۔ قبر کی وحشت سے بچنے کے لیے رات کی تاریکی میں نماز پڑھا کرو (یعنی نمازِ تہجد ادا کیا کرو)، یومِ حشر کی گرمی سے بچنے کے لیے دنیا میں روزے رکھا کرو اور تنگی والے دن (روزِ قیامت) کے خوف سے بچنے کے لیے صدقہ کیا کرو۔ اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور تم پر شفقت کرنے والا ہوں۔

۳۔ حضرت سالم بن بشیر بن جحل بیان کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ ؓ اپنے مرض الموت میں رونے لگے، آپ ؓ سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے:

أَمَا أَنِّي لَا أَبْكِي عَلٰى دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ، وَلٰكِنِّي أَبْكِي عَلٰى بُعْدِ سَفَرِي وَقِلَّةِ زَادِي، وَإِنِّي أَمْسَيْتُ فِي صُعُوْدٍ وَمَهْبَطَةٍ عَلٰى جَنَّةٍ وَنَارٍ، وَلَا أَدْرِي إِلٰى

---

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۴۱۲، رقم: ۳۹۲۴
۲۔ أحمد بن حنبل، الزهد: ۱۴۸
۳۔ ابن عساكر، تاريخ دمشق الكبير، ۶۶: ۲۱۴

أَيَّهِمَا يُؤْخَذُ بِيَ. (۱)

میں تمہاری اس دنیا (کو چھوڑنے) کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ اپنے (آئندہ پیش آنے والے) سفر کے طویل ہونے اور زادِ سفر کے کم ہونے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں نے ایسی بلندی اور پستی پر شام کی ہے جس کے آگے جنت ہے یا جہنم ہے اور میں نہیں جانتا ان دونوں میں سے میرا مقام کون سا ہوگا؟ (یعنی اگر جنت مقدر ٹھہری تو بلندی وگرنہ پستی پھر زندگی کی شام ڈھلتی ہے۔)

۴۔ حضرت سلمان فارسی ﷺ بیان کرتے ہیں: قیامت کے ہولناک مناظر سے دل لرزتا ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا خیال آتا ہے تو طبیعت بے چین اور دل غمگین ہو جاتا ہے۔ کیا معلوم جنت کی طرف جانا ہے یا دوزخ کا سامنا کرنا ہے۔ مجھے دنیا دار پر حیرانی ہوتی ہے کہ موت اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے اور وہ اسے پسِ پشت ڈال کر دنیا کی اُمیدوں اور آرزوؤں میں مشغول ہے۔ اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ وہ پھر بھی قہقہے لگا رہا ہے۔ (۲)

۵۔ حضرت شداد بن اوس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ موت کا لمحہ دُنیا اور آخرت کی تمام ہولناکیوں سے زیادہ ہول ناک ہے، یہ آروں کے چیرنے سے زیادہ اذیت ناک، قینچیوں کے کاٹنے سے زیادہ سخت اور ہنڈیا کے اُبالنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے، اگر مردہ زندہ ہو کر لوگوں کو موت کی سختی سے آگاہ کر دے تو لوگوں کا آرام اور نیند ختم ہو جائے۔ (۳)

۶۔ حضرت عبد العزیز بن سلمان العابد ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک بن

---

(۱) ۱۔ ابن المبارك، كتاب الزهد : ۳۸، رقم: ۱۵۴

۲۔ أحمد بن حنبل، الزهد : ۱۵۳

۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۱: ۳۸۳

(۲) ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۱: ۵۴۸

(۳) الإشبيلي، العاقبة في ذكر الموت: ۱۱۳

دینار ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

عجبًا لمن يعلم أنّ الموت مصيره والقبر مورده، كيف يقر بالدّنيا عينه، وكيف يطيب فيها عيشه؟ ثم يبكي مالك حتّى يسقط مغشيا عليه. (۱)

تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ موت اس کا انجام ہے۔ قبر اس کا ٹھکانہ ہے۔ اسے اس دنیا میں کیسے قرار حاصل ہے اور اس کی زندگی اس دنیا میں کیسے اچھی اور خوشگوار بن سکتی ہے؟ پھر حضرت مالک بن دینار یہ فرما کر زار و قطار رونے لگے حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

۷۔ حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيَّ الْمَوْتَ. (۲)

اے اللہ! مجھ پر موت کی سختی آسان فرما۔

۸۔ حضرت ربیع بن خثیم وہ تابعی ہیں، جن کی عبادت و ریاضت اور خوف و خشیت کو دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ جیسے صحابی بھی فرمایا کرتے تھے: اے ربیع! اگر حضور نبی اکرم ﷺ تجھے دیکھ لیتے تو بہت خوش ہوتے۔ ان کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اپنے لیے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ جب کبھی محسوس ہوتا کہ وہ تساہل و تغافل کا شکار ہو رہے ہیں، تو جا کر قبر میں لیٹ جاتے اور تھوڑی دیر اس میں پڑے رہنے کے بعد کہتے: اے پروردگار! مجھے ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ میں اپنی خطاؤں کی تلافی کر سکوں۔ تب وہ وہاں سے اٹھتے اور اپنے آپ سے کہتے: اے ربیع! دیکھ تجھے نئی زندگی دے کر دوبارہ دنیا میں بھیج رہے ہیں۔ اب

---

(۱) ۱۔ ابن عساكر، تاريخ دمشق الكبير، ۵۶: ۴۱۶

۲۔ ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۳: ۲۷۷

(۲) أحمد بن حنبل، الزهد، ۱: ۲۹۱

کوشش کرو اور جو نیک عمل کر سکتے ہو کر لو۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آ پہنچے، جب دوبارہ واپسی کا موقع نہ ملے۔ ایک دن حضرت ربیع کا گزر کسی لوہار کی دوکان سے ہوا۔ انہوں نے تپتا ہوا لوہا بھٹی کے اندر دیکھا تو غش کھا کر گر گئے اور دوسرے دن تک ہوش نہ آیا۔ ہوش آنے پر آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: مجھے وہ حالت یاد آ گئی تھی، جو دوزخیوں کی نارِ جہنم میں ہوگی۔ (۱)

۹۔ امام محمد بن سیرین تابعی کی سیرت و کردار، خوف وخشیتِ الٰہی اور ذکرِ موت سے آراستہ تھی۔ ان کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو وہ آخرت کے ڈر سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ گویا اُن کے ایک ایک عضو پر موت طاری ہوگئی ہو۔ (۲)

الغرض! صحابہ کرام ﷺ، تابعین اور قرونِ اولیٰ کے مقدس گروہ کا ہر ایک شخص دن اور رات اپنی آخرت بنانے ہی کی فکر میں مبتلا رہتا تھا۔ ان کی پاکیزہ زندگی اور عمل سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ جو لوگ رضائے الٰہی اور آخرت کی کامیابی کو زندگی کا نصب العین بنالیتے ہیں، وہ مال و دولت اور اقتدار حاصل کر کے زیادہ مستعد ہو جاتے ہیں کہ کہیں اقتدار اور مال کا نشہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور اور ان کی آخرت کو برباد نہ کر دے۔

۸۔ حیاتِ دنیوی کے عناصرِ خمسہ

درحقیقت مرنے والے کے لیے قیامت تو موت کے ساتھ ہی برپا ہو جاتی ہے۔ اسے قیامت کے سالوں اور صدیوں کو گننے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ زندگی اور موت میں ایک قدم کا فاصلہ بھی حائل نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ موت کسی بھی لمحے آ سکتی ہے۔ لہٰذا جیسے ہی موت آئے گی تو میت کے لیے قیامت کا پہلا مرحلہ شروع ہو کر اس کا جزا و سزا کا عمل شروع ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ انسان کو امیدوں نے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ابھی بھلا کون سی جلدی ہے؟ وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ سنور جائے گا۔ انسان امید میں رہتا ہے یہاں تک کہ یک لخت بلاوا آ جاتا ہے، دغا باز شیطان کا دھوکہ جاتا رہتا ہے اور عمل کی مہلت بھی ختم ہو

(۱) ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۳: ۶۷

(۲) ابن الجوزي، صفة الصفوة، ۳: ۲۴۶

جاتی ہے۔ اس حقیقت کو سورۃ الحدید کی اس آیت کریمہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط مَاْوٰكُمُ النَّارُ ط هِيَ مَوْلٰكُمْ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (۱)

پس آج کے دن (اے منافقو!) تم سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اُن سے جنہوں نے کفر کیا تھا اور تم (سب) کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور یہی (ٹھکانا) تمہارا مولا (یعنی ساتھی) ہے، اور وہ نہایت بری جگہ ہے۔ (کیوں کہ تم نے اُن کو مولا ماننے سے انکار کر دیا تھا جہاں سے تمہیں نورِ ایمان اور بخشش کی خیرات ملنی تھی) ○

روزِ قیامت کسی لین دین کا معاملہ نہیں ہے کہ کسی طریقے سے خلاصی ہو، کوئی فدیہ بھی نہیں ہے کہ کوئی تمہارا بدلہ چکا دے۔ جو کچھ کرنا ہے اسی دنیا میں کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیوی زندگی میں انسان کو آزمائش کے لیے ہی بھیجا گیا ہے، جیسا کہ سورۃ الملک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

۲۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. (۲)

موت اور زندگی کو (اِس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔

دنیا ایک ایسی جگہ ہے، جہاں آپ صرف سامان خرید سکتے ہیں اور یومِ حساب وہ دن ہے، جس دن آپ کے پاس میزان میں اس سامان کا حساب ہوگا۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ یہاں سے کس طرح کا سامان خریدتے ہیں، اگر اس دنیا سے لہو و لعب، تفاخر، دھوکہ دہی، تعیش اور بداعمالی کا سامان ساتھ لے کر جائیں گے، تو یومِ حساب اُس کی وقعت روئی کے گالوں جیسی

---

(۱) الحدید، ۵۷: ۱۵

(۲) الملک، ۶۷: ۲

ہوگی، جو بظاہر تو بہت زیادہ نظر آتی ہے، لیکن درحقیقت اس کا وزن کچھ بھی نہیں ہوتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اس کی وضاحت یوں فرماتا ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌم بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ. (۱)

جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور ظاہری آرائش ہے۔ اور آپس میں فخر اور خودستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے۔

اس آیت کریمہ میں حیات دنیوی کے عناصرِ خمسہ بیان کیے گئے ہیں:

(۱) دنیاوی زندگی محض کھیل ہے۔

(۲) یہ دنیا محض تماشا ہے۔

(۳) دنیا ظاہری آرائش ہے۔

(۴) دنیا آپس میں فخر اور خودستائی ہے۔

(۵) دنیا ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے۔

یہ پانچ چیزیں حیاتِ دنیوی کے وہ پانچ عناصر ہیں، جو انسان کو مسلسل دھوکے میں مبتلا رکھتے ہیں۔ انسان لمبی لمبی امیدوں کا شکار ہوکر اپنی آخرت کو بھول جاتا ہے۔ دنیوی چکا چوند اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیتی ہے۔ وہ اس دھوکے کو حقیقت سمجھتا ہے اور مرنے کے بعد کی اصل زندگی میں شک میں مبتلا رہتا ہے کہ پتہ نہیں یہ سب ہوگا بھی کہ نہیں؟ وہ یہ تصور کیا کرتے تھے کہ جو حاضر ہے اسے نبھا لو مرنے کے بعد جو ہوگا، اسے دیکھا جائے گا۔ یہاں اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ یہ پانچ چیزیں لوگوں کو برباد کر گئیں۔ آج تم تاریکیوں میں مارے گئے اور نور والوں سے تم نے نور مانگا، مگر تمہیں نور مل نہیں سکا کیونکہ نور کا سودا دنیا میں ہوتا ہے قیامت کے

---

(۱) الحدید، ۵۷:۲۰

دن نہیں۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کی مثال بارش جیسی ہے۔ جب بارش زیادہ ہوتی ہے تو پیداوار بھی بڑھتی ہے، جو کسان کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ وہ اسی زعم میں رہتا ہے مگر خبر نہیں ہوتی، وہ یکا یک خشک بھی ہو جاتی ہے اور بالآخر ختم ہو جاتی ہے۔ آخرت میں نافرمان لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے اور اس کا سب کیا دھرا ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ دنیا کی زندگی دھوکے کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

مذکورہ آیت کے آخری حصہ میں فرمایا:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ○ (۱)

اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا کچھ نہیں ہے○

قرآن مجید اس فتنے اور دھوکے سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی طرف بڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں فرمایا ہے:

۴۔ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ط ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ○ (۲)

(اے بندو!) تم اپنے رب کی بخشش کی طرف تیز لپکو اور جنت کی طرف (بھی) جس کی چوڑائی (ہی) آسمان اور زمین کی وسعت جتنی ہے، اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے○

اس حوالے سے حکم ہوتا ہے کہ تم آہستہ آہستہ نہ چلو بلکہ بخشش اور مغفرت کا جو سودا

(۱) الحدید، ۵۷: ۲۰

(۲) الحدید، ۵۷: ۲۱

بانٹا جا رہا ہے اس کی طرف دوڑ کر جاؤ۔ تم نے بخشش اور مغفرت کا یہ سودا اطاعت، عبادت، محبت، صدق اور اللہ کی بندگی کے زر سے خریدنا تھا۔ اللہ رب العزت نے دنیا میں تمہارے لیے بازار کھولا تھا، مگر تم نے سودا لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ۔ اب وقت گزر چکا ہے اور تمام بازار بند ہو چکے ہیں۔ تم نے چند مرلوں اور کنالوں کے مکانوں کے عوض، اللہ رب العزت کی اس جنت کو چھوڑ دیا، جس کی وسعت میں زمین و آسمان سب کے سب سما جائیں۔ تم شک میں مبتلا تھے کہ یہ سب باتیں سچ ہیں بھی یا نہیں؟ کفار بھی یہی کہا کرتے تھے کہ یہ اگلی کتابوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ بس اسی غرور، دھوکے، شک اور بے یقینی نے انہیں تباہ کر دیا۔

موت کیسے قیامت کا پہلا مرحلہ ہے؟ درج ذیل آیتِ کریمہ میں موت کی اسی ہولناکی کا ایک مختصر سا منظر پیش کیا گیا ہے، تاکہ موت کے منکر وقت کی بے بسی کو دیکھ کر اپنے احوال کی اصلاح کی طرف توجہ دے سکیں۔ سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا ہے:

۵۔ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ. (۱)

اور اگر آپ (اس وقت کا منظر) دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں گے اور فرشتے (ان کی طرف) اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے اور (ان سے کہتے ہوں گے) تم اپنی جانیں جسموں سے نکالو۔ آج تمہیں سزا میں ذلّت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق باتیں کیا کرتے تھے۔

سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۹۲-۹۳ میں موت کا یہ منظر نامہ دکھایا گیا ہے کہ جب ظالم، نافرمان اور غافل لوگ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے، تو فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے آئیں گے۔ ان سے کہیں گے کہ تم اپنی جانیں اپنے جسموں سے نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا؛ یہ ایسا عذاب ہے جو موت کے ساتھ متصل ہے۔ گویا موت

---

(۱) الأنعام، ۶: ۹۳

کی شام ہی اس کے لیے قیامت ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ جزا و سزا کا اصل وقوع تو قیامت کے دن ہوگا، لیکن اس کا آغاز روح کے نکلنے کی شام ہی سے ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کے کان میں یہ آواز گونجنی چاہیے کہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ[1] کہ قیامت قریب آ پہنچی ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبۃ میں منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ.[2]

عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ (دنیا ہی میں) عذاب دیں گے۔

یہاں منافقین کو دو مرتبہ عذاب دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک عذاب قبر کا ہے، جو قیامت کی ابتدا ہے ایک عذاب قیامت کا ہے۔ بتانا مقصود یہ ہے کہ قبر سے ہی آخرت کا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ سورۃ السجدۃ میں فرمایا گیا ہے:

۷۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ○[3]

اور ہم ان کو یقیناً (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے قریب تر (دنیوی) عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے تاکہ وہ (کفر سے) باز آ جائیں○

ان آیات نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ایک عذاب قریب تر آ گیا ہے یہ اقتربت الساعۃ کی ابتدا ہے۔ ادھر تمہاری روح قفسِ عنصری سے پرواز کرے گی اور اگر اعمالِ صالحہ اور بخشش و مغفرت کا سامان پاس نہیں ہے تو سمجھ لیں کہ ادنیٰ عذاب شروع ہو گیا۔

۸۔ اسی طرح سورۃ الطّور میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ○[4]

---

(۱) القمر، ۵۴: ۱

(۲) التوبۃ، ۹: ۱۰۱

(۳) السجدۃ، ۳۲: ۲۱

(۴) الطور، ۵۲: ۴۷

اور بے شک جو لوگ ظلم کر رہے ہیں اُن کے لیے اس عذاب کے علاوہ بھی عذاب ہے، لیکن اُن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں○

۹۔ قرآن مجید نے ایک تسلسل سے بیان کر دیا ہے کہ موت کی ہچکی کے ساتھ ہی مرحلۂ آخرت شروع ہو جاتا ہے، جس میں پہلے عذابِ قبر ہے، جو عذابِ قیامت کے ساتھ متصل ہے۔ سورۃ التکاثر اسی حقیقت کو بیان کرتی ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ○ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ○ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ○ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ○ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ○(۱)

تمہیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا○ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے○ ہرگز نہیں! (مال و دولت تمہارے کام نہیں آئیں گے) تم عنقریب (اس حقیقت کو) جان لو گے○ پھر (آگاہ کیا جاتا ہے) ہرگز نہیں: عنقریب تمہیں (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا○ ہاں ہاں! کاش تم (مال و زر کی ہوس اور اپنی غفلت کے انجام کو) یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو دنیا میں کھو کر آخرت کو اس طرح نہ بھولتے)○ تم (اپنی حرص کے نتیجے میں) دوزخ کو ضرور دیکھ کر رہو گے○ پھر تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے○ پھر اس دن تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا (کہ تم نے انہیں کہاں کہاں اور کیسے کیسے خرچ کیا تھا)○

مال و دولت کی حرص، دنیا کا لالچ، لہو و لعب، زیب و زینت اور دنیا کے تفاخر سے لالچ پیدا ہوتا ہے۔ جیسے جیسے مال آتا جاتا ہے ویسے ویسے ہوس بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ مال کے اندر بذاتِ خود ایک خاصیت ہے کہ یہ جتنا خود بڑھتا ہے اتنا ہی ہوس کو بڑھاتا ہے۔ چنانچہ کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے انسان کو موت اور آخرت سے غافل کر دیا ہے یہاں تک اُسے

(۱) التکاثر، ۱۰۲: ۱-۸

قبر میں جا پہنچایا۔

۹۔ حقیقتِ ایمان

یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ 'کشف المحجوب' کا شمار تصوف کی صفِ اول کی تصانیف میں ہوتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے اپنی اس تصنیف کا آغاز علم اور ایمان کی حقیقت سے کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ جس حدیث سے آغاز کرتے ہیں، وہ حدیثِ زہد ہے۔ یہ حدیث بہت سی کتبِ احادیث میں درج ہے۔ 'المنہاج السوی' میں بھی یہ حدیث تمام مصادر کے ساتھ شامل کی گئی ہے۔ حضرت حارث بن مالک انصاری ﷺ روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے استفسار فرمایا:

كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ؟ قَالَ: أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا. فَقَالَ: انْظُرْ مَا تَقُوْلُ، فَإِنَّ لِكُلِّ شَيءٍ حَقِيْقَةً، فَمَا حَقِيْقَةُ إِيْمَانِکَ؟ فَقَالَ: عَزَفَتْ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا وَأَسْهَرْتُ لِذٰلِکَ لَيْلِي وَاظْمَأْتُ نَهَارِي، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى عَرْشِ رَبِّي بَارِزًا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغُوْنَ فِيْهَا. قَالَ: يَا حَارِثُ، عَرَفْتَ فَالْزَمْ، ثَـلَاثًا. (۱)

اے حارث! تو نے کیسے صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی طرح (یعنی حقیقت ایمان کے ساتھ) صبح کی، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟ یقیناً ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، سو تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میرا نفس دنیا سے بے رغبت ہو گیا ہے،

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۲۶۶، رقم: ۳۳۶۷
۲۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۷:۳۶۲، رقم: ۱۰۵۹۰
۳۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶:۱۷۰، رقم:، ۳۰۴۲۳

اسی وجہ سے اپنی راتوں میں بیدار اور دن میں (دیدارِ الٰہی کی طلب میں) پیاسا رہتا ہوں۔ حالت یہ ہے گویا میں اپنے رب کے عرش کو سامنے ظاہر دیکھ رہا ہوں؛ جیسے میں اہل جنت کو جنت میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور دوزخیوں کو تکلیف سے چلاتے دیکھ رہا ہوں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے (حقیقتِ ایمان کو) پہچان لیا، اب اس حالت کو قائم رکھنا یہ کلمہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

یہی روایت حضرت انس بن مالک ﷺ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَصَبْتَ فَالْزَمْ. مُؤْمِنٌ نَوَّرَ اللهُ قَلْبَهُ. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو نے حقیقتِ ایمان کو پا لیا، پس اس حالت کو قائم رکھنا، تو وہ مومن ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے (اپنی معرفت کے نور سے) روشن کر دیا ہے۔

یہ حدیثِ مقدسہ دراصل تصوف کی روح ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پر حضرت حارث عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے اللہ پر ایمان کی حقیقت کے ساتھ صبح کی۔ یہ حقیقتِ ایمان درحقیقت تزکیہ اور احسان کا نام ہے اور یہی تصوف ہے۔ تزکیۂ نفس اور احسان قلب و روح کی جلا ہے۔ باقی سب کچھ رسومات ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ یہ حدیث اس لیے تحریر کرتے ہیں تاکہ پوشیدہ حقیقت سے پردہ اُٹھ جائے۔ وہ آج سے ہزار سال پہلے یہ تحریر کر رہے ہیں کہ تصوف کا فقط نام ہی رہ گیا ہے اس کا عملی طور پر کام باقی نہیں رہا۔ اب تصوف میں ریاضات، مجاہدات، زہد وتقویٰ اور کیفیات کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، حالاں کہ جب تک قلب و باطن میں مالا اعلیٰ کی کیفیت پیدا نہ ہو جائے تب تک کوئی تصوف نہیں ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور میں بھی تصوف کے نام پر کیا کچھ روا رکھا جاتا ہوگا۔

---

(۱) هیثمی نے 'مجمع الزوائد (۱:۵۷)' میں کہا ہے کہ اسے امام بزار نے روایت کیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے استفسار پر حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے حقیقتِ ایمان کی جو تفصیل بیان کی حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی توثیق فرمائی۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنی جان کو دنیا سے الگ کر لیا ہے۔ یعنی اگرچہ بظاہر دنیا میں ہی رہتا ہوں مگر دنیا مجھ میں نہیں رہتی۔ درحقیقت یہی نکتہ تو تصوف کی اصل ہے۔ جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خود بھی دنیا میں رہتے ہیں اور دنیا بھی پوری طرح ہم میں موجود رہتی ہے، اگر آپ خود دنیا سے نکل جائیں تو یہ رہبانیت ہے اور اگر دنیا کو خود سے نکال دیں تو یہ زُہد ہے۔

لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ نہ ہم راہب ہوئے اور نہ ہی زاہد! پہلے لوگ رات کو رہبان ہوتے تھے۔ دن کو گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے تھے۔ یعنی دن کو فرائض ادا کیا کرتے تھے اور رات اللہ تعالیٰ کے حضور مصلے پر قیام کیا کرتے تھے۔ حضرت حارث دوسرا جملہ عرض کرتے ہیں کہ جب رات آتی ہے تو جاگتا رہتا ہوں۔ یعنی رات اور نیند کی رفاقت ختم ہوگئی ہے۔ وہ پھر تیسرا جملہ بیان فرماتے ہیں کہ دن کو پیاسا رہتا ہوں۔ واضح رہے کہ یہ پیاس پانی سے بجھنے والی نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو رات کے جاگنے میں جامِ محبت و معرفت پینے کو ملے تھے دن اسی کی طلب میں گزارتا ہوں کہ سورج کب ڈوبے اور رات آئے جب ہر کوئی سو جائے اور میں اپنے محبوب سے راز و نیاز میں مشغول ہو جاؤں۔

یہ تین جملے دراصل سلوک و تصوف کی بنیاد ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں مجھے کیا ملا؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یوں لگتا ہے گویا کہ میں اپنے مولا کا عرش اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں یعنی مالا اعلیٰ کے انوار و تجلیات کا میرے قلب و باطن پر نزول ہوتا ہے۔ گویا ناسوت، ملکوت سے جڑ جاتا ہے اور یوں لگتا ہے، جیسے میں جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ جنت میں رہنے والے آپس میں ایک دوسرے کی زیارت کرنے جا رہے ہیں۔ اہلِ جہنم کو دیکھتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے پر گر رہے ہیں۔ یعنی دوزخ کے عذاب میں انہیں بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اس پر آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے حارث تو حقیقتِ ایمان کو جان گیا ہے تو اس کیفیت کو بدستور قائم رکھنا۔ پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ اس کیفیت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

۱۰۔ بہترین ہم نشینوں کی پہچان

اولیاء کرام تلقین فرمایا کرتے تھے کہ سوچ سمجھ کر دوستی بنایا کرو کہ یہ ہم نشینی قبر اور آخرت میں بھی کام آئے گی یا نہیں؟ جس دوستی نے آخرت میں کام ہی نہیں آنا وہ کسی کام کی بھی نہیں ہے۔

۱۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟

کیا میں تمہیں تم میں سے سب سے بہتر لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا، ذُكِرَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ. (۱)

تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہمارے بہترین ہم نشین کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللهَ رُؤْيَتُهُ، وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۴۵۹، رقم: ۲۷۶۴۰

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب من لا يؤبه له، ۲:۱۳۷۹، رقم: ۴۱۱۹

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۴:۱۶۷، الرقم: ۴۲۳

(۲) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۴:۳۲۶، رقم: ۲۴۳۷

۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱:۲۱۳، رقم: ۶۳۱

۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۷:۴۶

ایسا ہم نشین جس کا دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

۳۔ واضح رہے کہ اعمالِ صالحہ قبر ہی میں مددگار اور محافظ بنتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ، يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ. (۱)

میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، دو چیزیں واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہ جاتی ہے: اُس کے اہل وعیال، اس کا مال و دولت اور اس کے اعمال۔ اُس کے اہل وعیال اور اس کا مال و دولت تو واپس آ جاتے ہیں لیکن اس کا عمل ہی اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔

قابلِ افسوس بات ہے کہ ہماری دلچسپی پہلی دو چیزوں تک ہی محدود رہتی ہے۔ انسان اپنی اولاد کو ہر آسائش پہنچانے اور ان کی ہر فرمائش کو پورا کرنے کے لیے حلال وحرام، ایمان داری اور دھوکہ دہی میں تمیز کیے بغیر دن رات ایک کیے رکھتا ہے۔ پھر وہ جاہ و منصب، شہرت و نام وری اور مال و زر کے حصول کی خاطر ہر حد تک جانے میں کوشاں رہتا ہے۔ صرف نیک اعمال ہی کو بجا لانا اُسے مشکل کام لگتا ہے، باقی وہ کسی بھی کام کو کرنے سے ہچکچاتا نہیں ہے۔ احکامِ الٰہی اور ارشاداتِ نبوی ﷺ سے یکسر روگردانی لوگوں کا عمومی رویہ ہے، حالانکہ یہی تو قبر میں حقیقی زادِ سفر ہے۔ حضرت انس ابن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۴۔ اَلْأَخِلَّاءُ ثَلَاثَةٌ: فَإِمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: لَکَ مَا أَعْطَيْتَ، وَمَا أَمْسَکْتَ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، ۵:۲۳۸۸، رقم: ۶۱۴۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزهد والرقاق، ۴:۲۲۷۳، رقم: ۲۹۶۰

فَلَيْسَ لَكَ، فَذَالِكَ مَالُكَ. وَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: أَنَا مَعَكَ حَتّٰى تَأْتِيَ بَابَ الْمَلِكِ ثُمَّ أَرْجِعُ وَأَتْرُكُكَ فَذٰلِكَ أَهْلُكَ وَعَشِيْرَتُكَ يَشِيْعُوْنَكَ حَتّٰى تَأْتِيَ قَبْرَكَ. ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ فَيَتْرُكُوْنَكَ. فَأَمَّا خَلِيْلٌ، فَيَقُوْلُ: أَنَا مَعَكَ حَيْثُ دَخَلْتَ وَحَيْثُ خَرَجْتَ فَذٰلِكَ عَمَلُكَ. فَيَقُوْلُ: وَاللهِ، لَقَدْ كُنْتَ مِنْ أَهْوَنِ الثَّلَاثَةِ عَلَيَّ.(۱)

دوست تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک دوست وہ ہے جو کہتا ہے: جو تو نے کسی کو دیا وہ تیرا ہے اور جو تو نے روکے رکھا وہ تیرا نہیں۔ یہ (دوست) تیرا مال ہے۔ دوسرا دوست وہ ہے جو کہتا ہے کہ میں اس وقت تک تیرے ساتھ ہوں۔ یہاں تک کہ تو بادشاہ کے دروازے پر پہنچ جائے، پھر میں وہاں سے واپس لوٹ جاؤں گا اور تجھے چھوڑ جاؤں گا۔ ایسے دوست تیرے گھر والے اور رشتہ دار ہیں، جو قبر تک تیرے ساتھ رہتے ہیں پھر (تجھے قبر میں اتار کر) واپس پلٹ آتے ہیں اور تجھے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ تیسرا دوست وہ ہے جو کہتا ہے کہ میں ہر جگہ تیرے ساتھ ہوں، جہاں تو داخل ہو یا جہاں سے باہر نکلے۔ یہ (دوست) تیرا عمل ہے۔ پس بندہ کہتا ہے: اللہ کی قسم! تُو تو میرے نزدیک ان تمام قسم کے دوستوں میں سب سے زیادہ بے وقعت تھا۔

اس حدیثِ مقدسہ میں انسان کے تین دوستوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا پہلا دوست مال و دولت ہے جس کے حصول میں وہ دن رات سرگرداں رہتا تھا، اس میں سے جس قدر اس نے خرچ کر لیا وہی اس کا تھا جو بچا کر چھوڑ گیا وہ اس کا ہے ہی نہیں۔

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۱:۱۴۵، رقم: ۲۴۸
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷:۳۷۴، رقم: ۳۱۰۸
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳:۷۲، رقم: ۲۵۱۸
۴۔ طيالسي، المسند، ۱:۲۶۹، رقم: ۲۰۱۳

دوسرا ساتھی اہل وعیال عزیز و اقارب اور اس کے گھرانے کے افراد ہوتے ہیں۔ وہ جوں ہی قبر میں دفن ہوا اسے تنہا چھوڑ کر واپس آ جاتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تیرا ایک تیسرا دوست بھی ہے۔ درحقیقت وہی تیرا حقیقی دوست ہے اور وہ اس کا عملِ صالح ہے۔ جو قبر اور حشر ہر جگہ اس کے ساتھ چلے گا، اگرچہ عمل پر کامل بھروسہ نہیں ہے لیکن تدبیر یہی ہے۔ انسان کو اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ انسان کے لیے افسوس ہونا چاہیے کہ وہ اپنے حقیقی ساتھی پر سب سے کم توجہ دیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب اس کی موت واقع ہو گی، تو اسے اپنی زندگی پر ندامت ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۵۔ مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ إِلَّا نَدِمَ. قَالُوا: وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَ. (۱)

جو کوئی وفات پا جاتا ہے، وہ نادم ہوتا ہے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کس بات پر نادم ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ نیک ہو تو وہ اس بات پر نادم ہوتا ہے کہ اس نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر وہ بُرا آدمی ہو تو وہ اس بات پر نادم ہوتا ہے کہ وہ برائیوں سے باز کیوں نہ آیا؟

حضرت داؤد طائی جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو اہلِ جنازہ کو ایک نصیحت کرتے: اے دنیا والو، سن لو! جتنے لوگ بھی اس دنیا سے گزر گئے اور قبروں میں پڑے ہیں، جو کچھ انہوں نے اپنی آخرت کے لیے آگے بھیج دیا تھا، اس پر سب فرحاں اور نازاں ہیں۔ وہ جو کچھ پیچھے چھوڑ گئے تھے، اس پر نادم و شرمندہ ہیں۔ جو پچھلوں کے لیے چھوڑ گئے تھے وہ پچھلوں

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء في ذهاب البصر، ۴: ۶۰۳، رقم: ۲۴۰۳

۲۔ عبد الله بن مبارك، كتاب الزهد: ۱۱، رقم: ۳۳

کی وارثت ہے۔ جسے وہ آپس میں بانٹ لیں گے، یا اس کی خاطر آپس میں جھگڑا وفساد اور قتل و غارت کریں گے۔ چنانچہ مرنے والے کو پیچھے چھوڑے ہوئے مال و متاع پر پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اندازہ کیجیے کہ وہ بندگانِ الٰہی جنہوں نے اعمالِ صالحہ بجا لا کر قبر کی تیاری کر لی، اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی نیاز مندی کی بھلا کیا شان ہوگی! حضرت شبان بن جسر کی مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ کیجیے جسے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أنا والله الّذي لا إله إلّا هو أدخلت ثابتا البناني لحده معي حميد الطويل أو رجل غيره شكّ محمّد، قال: فلمّا سوّينا عليه اللبن سقطت لبنة فإذا أنا به يصلّي في قبره فقلت للّذي معي: ألا ترى؟ قال: اسكت فلمّا سوّينا عليه وفرغنا أتينا ابنته فقلنا لها: ما كان عمل ثابت؟ قالت: وما رأيتم؟ فأخبرناها. قالت: كان يقوم اللّيل خمسين سنة فإذا كان السّحر قال في دعائه: اللّهم إن كنت أعطيت أحدا من خلقك الصلاة في قبره فأعطنيها فما كان الله ﷻ ليرّد ذلك الدعاء. (۱)

اس اللہ ﷻ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے حضرت ثابت البنانی کو ان کی لحد میں اتارا اور میرے ساتھ حمید الطّویل یا کوئی اور شخص تھا۔ دوسرے شخص کے نام کے تعین میں راوی کو شک گزرا۔ شبان بن جسر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم ان کی قبر پر مٹی کی سلیں رکھ چکے تو ان میں سے ایک سِل نیچے گر گئی۔ پس ہم نے دیکھا کہ حضرت ثابت قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے اپنے ساتھ موجود شخص سے کہا: کیا تو نے نہیں دیکھا؟ اس نے مجھے کہا: خاموش رہو۔ پھر جب ہم نے دوبارہ ان کی

(۱) ۱۔ ابن جوزي، صفة الصفوة، ۳: ۲۶۳
۲۔ ابن رجب الحنبلي، أهوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور: ۳۸

قبر کو مرمت کر دیا اور اس پر مٹی ڈال کر فارغ ہوئے، تو ہم ان کی بیٹی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: حضرت ثابت کا وہ کون سا عمل تھا جس کی بنا پر انہیں یہ مقام ملا؟ انہوں نے پوچھا: آپ نے کیا دیکھا ہے؟ ہم نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے بارے میں انہیں بتایا تو انہوں نے کہا: وہ پچاس سال تک راتوں کو قیام کرتے رہے اور ہر روز جب صبح ہوتی تو وہ یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! اگر تو کسی کو قبر میں نماز ادا کرنے کی توفیق دے تو میری دعا ہے کہ یہ توفیق مجھے دینا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا ردّ نہیں فرمائی۔

۱۱۔ خوف و رِجا اور بے عملی کا بیان

دیکھا جائے تو زندگی کا فیصلہ کن مرحلہ موت ہے۔ اسی لیے اولیا اللہ خوفِ آخرت کے لیے بار بار موت کو یاد کرنے پر زور دیتے ہیں۔ جب اولیاء اللہ موت اور قبر کی آیات پڑھتے تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور وہ عذاب سے خوف زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخش کے طلب گار ہوتے تھے۔ وہ مردانِ حق اپنی زندگیاں آخرت کے عذاب کا خوف، اللہ کی رحمت اور بخشش کی امید یعنی خوف و رجا کو یک جا کر کے گزارتے تھے۔ ہم نے دین کی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے۔ کچھ خالص خوف والے ہو گئے اور کچھ خالص رجا والے۔ ہم لوگ إلا ما شاء اللہ صرف امید ہی امید رکھتے ہیں۔ خوف کی طرف نہیں جاتے اور برملا کہتے ہیں کہ ہمارا تو بیڑا پار ہے۔ واضح رہے کہ یہ بیڑا پار لگا دینے کا نظریہ کہیں دونوں جہان میں ہمارا بیڑا غرق ہی نہ کر دے۔ اللہ والوں نے چودہ سو سال میں کبھی ایسے بیڑے پار کرنے کی بات نہیں کی۔ یہ بدعت تو ہم نے خود سے شروع کی ہے۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اعمالِ صالحہ، خوف و رجا، خشیت و محبت، تقویٰ، قیام اللیل، صدق و اخلاص، ریاضیت و مجاہدہ کے بغیر بیڑا پار نہیں کرایا جا سکتا۔ آپ 'کشف المحجوب'، 'فتوح الغیب'، 'الفتوحات الربانیہ'، 'غنیۃ الطالبین'، 'الرسالۃ القشیریۃ'، 'قوت القلوب'، 'عوارف المعارف' اور 'سر الاسرار' جیسی تمام تصانیفِ تصوف کا مطالعہ کر لیں۔ ان تمام تصانیف اور اسلام کے علمی

اثاثے میں کہیں بھی خوف وخشیت، تقویٰ وطہارت، قیام اللیل، صدق واخلاص اور زہد و ورع کے بغیر بیڑا پار کرنے کی بات تحریر ہی نہیں کی گئی۔

اگر اس سے بھی زیادہ تفصیل میں جانا چاہتے ہیں تو حضرت حسن البصری، امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، شیخ ابو الحارث اسد المحاسبی، حضرت وکیع بن الجراح، جنید بغدادی، ابراہیم بن ادہم، سری سقطی، فضیل بن عیاض اور بشر الحافی کی مبارک زندگیوں کا مطالعہ کر لیں۔ ان سب کی کتب، رسائل اور اقوال آج بھی دستیاب ہیں۔ ان کی پوری زندگی میں اور تمام کتب میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ملے گا کہ، ہمارے رفیق بن جاؤ تو دنیا و آخرت کے تمہارے سارے بیڑے پار ہو جائیں گے!

ہر ایک کے بیڑے پار لگانے کی یہ تعلیم ہم نے اب اپنی جیبیں بھرنے اور دنیا کا مال بنانے کے لیے شروع کی ہے تاکہ لوگ اللہ کی طرف نہ جائیں بلکہ ہماری طرف آئیں۔ ہم نے تو اسلام کے سارے تصورات ہی تبدیل کر دیے ہیں۔ تصوف پر یہ کتابیں اس وقت تحریر کی جانے لگی تھیں جب صحیح بخاری، مسلم اور ترمذی بھی مرتب نہیں ہوئی تھیں۔ واضح رہے کہ جو علم سب سے پہلے معرضِ وجود میں آیا اور جس پر کتابیں تحریر کی گئیں، وہ زہد و ورع ہے یہی قرآن و حدیث کا مقصد ہے۔ اسی پر ہماری اصلاح کا دارومدار ہے۔ گویا یہی کُل تصوف اور سلوک ہے۔

امام وکیع بن الجراح نے کتاب الزہد لکھی، جن سے امام شافعی نے روایت لی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد لکھی، امام حارث المحاسبی نے تصوف پر کتاب لکھی۔ یہ پہلے زمانوں کے محدثین ہیں جن کی روایات بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔ تصوف پر حضرت سفیان الثوری نے کام کیا، جو امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کا ان پر انحصار ہے۔ امام عبداللہ مبارک نے تصوف پر کتاب الزھد لکھی جو امیرالمومنین فی الحدیث ہیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی کل صحاح ستہ کا انحصار انہی پر ہے۔ یہ امام بخاری کے شیوخ اور امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالکؒ کے معاصرین میں سے ہیں۔ چنانچہ تصوف پر اس وقت سے کتب تحریر کی گئی ہیں، جب ابھی موطا، بخاری، مسلم، ترمذی بھی معرض وجود میں نہیں آئی تھیں اور پھر صدیوں تک

لکھی جاتی رہیں۔ تیرہ (۱۳) صدیوں تک تصوف پر اولیاء اللہ نے تحریر کیا ہے۔ ہمارے مسلک میں جو خرابی اور کمزوری آ گئی ہے، اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم نے تصوف کو بے عملی سے منسوب کر دیا جب کہ محض خالی نسبت، بیعت و ارادت، میلاد شریف، عرس اور گیارہویں شریف پر بیڑا پار کر رہے ہیں۔ ہم میں نہ تو اتباعِ شریعت ہے نہ اتباعِ سنت، نہ تقویٰ وطہارت ہے، نہ ہی عبادت و بندگی، نہ رات کا قیام ہے نہ دن کا صیام اور نہ ہی وہ خشیت الٰہی، جس کے باعث حضرت عمر بن عبدالعزیز تین تین دن بے ہوش رہتے تھے۔ ہماری کیفیات ایسی نہیں ہیں کہ جیسے سیدنا فاروق اعظم ﷺ غش کھا کر گر جاتے اور تین تین دن تک اسی کیفیت میں مبتلا رہتے، حتیٰ کہ لوگ ان کی عیادت کے لیے آتے تھے۔ یہی حال سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضی ﷺ کا تھا۔ یہی طرزِ عمل ان اولیائے کرام کا تھا، جن سے تمام سلاسلِ طریقت جاری ہوئے، اگر ہم اصل مصادر کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم نے تو بے عملی پر تکیہ کیا ہوا ہے۔ ہم محض امید کے سہارے چل رہے ہیں۔ جب ہماری آنکھوں سے پردہ اٹھے گا تو سمجھ میں آئے گا کہ یہ خالی خولی امید تو محض ایک دھوکہ اور سراب کے سوا کچھ نہ تھی۔

۱۲۔ خوف و رِجا کی کیفیت کا حاصل خشیتِ الٰہی ہے

واضح رہے کہ خوف اور رجا کی دونوں کیفیات کو یک جا کریں تو خشیتِ الٰہی بنتی ہے۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو امید کی طرف نہیں آتے بلکہ خوف ہی خوف دلاتے رہتے ہیں۔ واضح رہے کہ صرف خوف دلانے سے انسان میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔ بندہ رب کا قرب حاصل نہیں کر پاتا بلکہ اس سے مزید دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کچھ لوگ خوف سے بے نیاز ہو کر صرف امید کی بات کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خوف سے بھلا کیا کام؟ ہمارے آقا ﷺ نے تو ہمارا بیڑا پار کر ہی دینا ہے۔ اس سوچ سے صرف غفلت ہی پیدا ہوتی ہے اور انسان عمل سے عاری ہو جاتا ہے۔ محض خوف سے وحشت اور صرف رجا سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ ایمان کا نقطۂ کمال خوف اور رجا کو جمع کرنے میں ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ خوف اور رجا کو یک جا کریں تو خشیت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا. (۱)

بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں۔

جنہیں خشیت مل گئی گویا انہیں علمِ صحیح مل گیا۔ جیسے خوف اور رجا کو ملانے سے خشیت بنتی ہے، عین اسی طرح خوف اور محبت کو ملانے سے قربت ملتی ہے۔ ساری عبادت کی بنیاد دو چیزوں، خشیتِ الٰہی اور محبتِ ربانی پر استوار ہے۔

واضح رہے کہ عبادت کے تین درجات ہیں:

(۱) عبادت

پہلا درجہ یہ ہے کہ کبھی عبادت کی اور کبھی نہ کی۔ یہ درجہ محض عبادت کا ہے۔

(۲) عبدیت

اگر عبادت حال بن جائے تو یہ کیفیت عبدیت کہلاتی ہے۔

(۳) عبودیت

اگر عبادت مقام بن جائے اور کبھی دور نہ ہو تو عبودیت کہلاتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں عبدیت میں استقامت آ جائے اور یہ حال نہ رہے بلکہ مقام ہو جائے تو عبادت بھی، عبدیت بھی اور عبودیت بھی اسی میں ہے۔ ایک ہاتھ میں محبت ہو اور دوسرے ہاتھ میں خشیت، پھر اُخروی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ نہ تو خالی خولی محبت سے بیڑا پار ہوتا ہے اور نہ ہی صرف خشیت سے، یہ دونوں کیفیات باہم ملتی ہیں تو قربت نصیب ہوتی ہے۔

پہلے خوف اور رجا کے ملنے سے خشیت ملی تھی؛ اب خشیت اور محبت کے ملاپ سے

---

(۱) فاطر، ۳۵: ۲۸

قربت ملتی ہے اور جب قربت میں ادب شامل ہوتا ہے تو معرفت نصیب ہوتی ہے۔

۱۳۔ حاصلِ کلام

اس باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ موت درحقیقت قیامت کا اولین مرحلہ ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے موت کی حقیقت آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی سے ثابت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، جو ہر ایک کو ہر صورت آئے گی۔ اسی لیے اللہ رب العزت کے مقرب بندے موت کو ہمیشہ یاد رکھ کر اپنی اخروی اور ابدی زندگی کا سامان تیار کرتے رہتے ہیں۔ موت کا ذکر ہی درحقیقت اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان ایک کسوٹی ہے۔ واضح رہے کہ جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا، وہ اہل اللہ میں سے ہوگا اور جو اس کے برعکس موت کے نام سے گریزاں ہوگا، تو جان لو کہ وہ اہلِ حق میں سے نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قبر میں انسان کے بہترین ہم نشین اور اُس کے دوست اُس کے اعمالِ صالحہ ہوں گے، مال و اولاد، دوست اور رشتہ دار سب پیچھے رہ جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں اپنے اعمال کو سنوارنے پر محنت کرنی چاہیے کیونکہ یہی سفرِ آخرت کا زادِ راہ ہے۔

باب نمبر 4

مرحلۂ قبر
اور
عذابِ قبر

انسان کو موت کے بعد اور جنت یا دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ موت کے بعد سب سے پہلا مرحلہ قبر کا ہے۔ اصطلاح میں قبر کا زمانہ 'برزخ' کہلاتا ہے۔ یہ مرحلہ روزِ قیامت مُردوں کے قبروں سے اُٹھائے جانے پر اختتام پذیر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ کے معاملات عام انسانوں سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ اس لیے بندہ ان حالات کو اپنے حواسِ خمسہ کے ذریعے معلوم نہیں کرسکتا لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحبِ حال اور اہلِ نظر قبر میں موجود مُردے کے حالات سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

برزخ کے لغوی معنی پردہ، آڑ، حاجز یا فاصل کے ہیں۔ دو حالتوں کے درمیان فاصل کو برزخ کہا جاتا ہے۔ عالمِ برزخ کو برزخ اسی لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ عالمِ حیات اور عالمِ ممات کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ امام جوہری نے بیان کیا ہے:

اَلْبَرْزَخُ: اَلْحَاجِزُ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ، وَالْبَرْزَخُ: مَا بَيْنَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، مِنْ وَقْتِ الْمَوْتِ إِلَى الْبَعْثِ، فَمَنْ مَاتَ فَقَدْ دَخَلَ الْبَرْزَخَ.(۱)

برزخ دو چیزوں کے درمیان حائل چیز کو کہتے ہیں، اور برزخ سے مراد وہ پردہ ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے؛ موت کے وقت سے لے کر (روزِ حشر) قبروں سے اُٹھائے جانے تک کے عرصہ پر محیط ہے۔ جو وفات پا گیا وہ عالم برزخ میں داخل ہو گیا۔

موت کے بعد عالمِ برزخ کا ثبوت درج ذیل آیاتِ مبارکہ کے مضامین سے ملتا

---

(۱) ۱۔ الجوهری، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، ۱: ۴۱۹
۲۔ ابن منظور، لسان العرب، ۳: ۸

ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ○ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ط اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ط وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ○ (۱)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ جائے گی (تو) وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے○ تاکہ میں اس (دنیا) میں کچھ نیک عمل کر لوں، جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، یہ وہ بات ہے جسے وہ (بطورِ حسرت) کہہ رہا ہوگا، اور ان کے آگے اس دن تک ایک پردہ (حائل) ہے (جس دن) وہ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے○

اس آیت کی تفسیر میں امام مجاہد فرماتے ہیں:

اَلْبَرْزَخُ: الْحَاجِزُ مَا بَیْنَ الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ. (۲)

برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان حائل پردے کا نام ہے۔

امام محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں:

اَلْبَرْزَخُ: مَا بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ، لَیْسُوْا مَعَ أَهْلِ الدُّنْیَا یَأْکُلُوْنَ وَیَشْرَبُوْنَ، وَلَا مَعَ أَهْلِ الْآخِرَةِ یُجَازَوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ. (۳)

برزخ دنیا اور آخرت کا درمیانی وقت ہے۔ اہل برزخ نہ تو دنیا والوں میں شامل ہیں کہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہوں اور نہ ہی آخرت والوں کے ساتھ ہیں کہ اپنے

---

(۱) المؤمنون، ۲۳: ۹۹-۱۰۰

(۲) سیوطي، الدر المنثور، ۶: ۱۱۵

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۲۵۶

اعمال کی جزا پا سکیں۔

قبر میں بھی جزا و سزا کا مرحلہ موجود ہے، مگر اعمال کی دائمی جنت یا دوزخ کا فیصلہ آخرت ہی میں ہوگا۔

حضرت ابوصخر کا قول ہے:

اَلْبَرْزَخُ: اَلْمَقَابِرُ، لَا هُمْ فِي الدُّنْيَا، وَلَا هُمْ فِي الْآخِرَةِ، فَهُمْ مُقِيْمُوْنَ إِلٰى يَوْمٍ يُبْعَثُوْنَ. (۱)

برزخ سے مراد قبریں ہیں؛ اہل قبور نہ تو دنیا والوں میں شامل ہیں اور نہ ہی آخرت والوں میں، بلکہ وہ یوم البعث تک (اپنی قبروں میں) مقیم ہیں۔

اِن تمام اَقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم بھی ہے، جس کا نام برزخ ہے۔ گویا موت کے بعد سے روزِ محشر میں اُٹھائے جانے کا درمیانی عرصہ ہے جو قبر میں گزرے گا، اُسے عالمِ برزخ کہتے ہیں۔ اس عالم میں بھی انسانی جسم کو اُس کے نیک اعمال کے سبب انعامات سے نوازا جائے گا یا اعمالِ بد کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے اپنی قبر کو جنت کا ایک باغ بنا لے یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ قبر کے احوال، مومنین پر ہونے والے انعامات اور گناہ گاروں پر ہونے والے عذاب کا تذکرہ آئندہ بحث میں آئے گا۔ جس سے اس بات کو مزید تقویت ملے گی کہ عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت کے درمیان کا عرصہ بھی انسانی زندگی کا اہم ترین مرحلہ ہے۔

۱۔ قبر کی اپنے مکین کو پکار

قبر ہر روز اپنے مکین کو پکارتے ہوئے کہتی ہے: اے ابنِ آدم! میں تنہائی، آزمائش، تاریکی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔ تم میرے پاس تیاری کر کے آنا۔

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۲۵۶

۱۔ حضرت ابوسعید الخدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ: أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ، وَأَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ. (۱)

قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں قبر کلام نہ کرتی ہو، وہ (زبانِ حال سے) کہتی ہے: میں اجنبیت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا گھر ہوں۔

۲۔ حضرت ابوالحجاج الثمالی ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَقُوْلُ الْقَبْرُ لِلْمَيِّتِ حِيْنَ يُوْضَعُ فِيْهِ: وَيْحَكَ ابْنَ آدَمَ، مَا غَرَّكَ بِي؟ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي بَيْتُ الْفِتْنَةِ، وَبَيْتُ الظُّلْمَةِ، وَبَيْتُ الْوَحْدَةِ، وَبَيْتُ الدُّوْدِ؟ مَا غَرَّكَ بِي إِذَا كُنْتَ تَمُرُّ بِي فَدَّادًا؟ فَإِنْ كَانَ مُصْلِحًا أَجَابَ عَنْهُ مُجِيْبُ الْقَبْرِ فَيَقُوْلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ مِمَّنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُوْلُ الْقَبْرُ: إِذَنْ أَعُوْدُ إِلَيْهِ خَضْرَاءَ وَيَعُوْدُ جَسَدُهُ نُوْرًا، وَيَصْعَدُ رُوْحُهُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (۲)

میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر میت سے کہتی ہے: اے ابن آدم تیرا کچھ نہ بچے! تجھے کس چیز نے مجھ سے غافل کر دیا؟ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میں آزمائش، تاریکی، تنہائی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں؟ تجھے کس چیز نے مجھ سے غافل کیا ہوا

---

(۱) ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب: ٦، ۴: ٦٣٩، رقم: ٢۴٦٠

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ٢٢: ٣٧٧، رقم: ٩۴٢

۲۔ أبو يعلى، المسند، ١٢: ٢٨٦، رقم: ٦٨٧٠

۳۔ ابن أبي عاصم، الآحاد والمثاني، ۴: ٣٧١، رقم: ٢۴١٢

۴۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ٦: ٩٠

تھا جب تو میرے پاس سے متکبرانہ انداز میں گزرتا تھا؟ لیکن اگر وہ شخص نیک و صالح ہو تو اس کی طرف سے قبر کو جواب دینے والا جواب دے گا: کیا تو نہیں جانتی کہ یہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرتا تھا اور برائی سے منع کیا کرتا تھا۔ قبر اس کا جواب دے گی: پھر تو میں اس کے لیے سرسبز باغ بن جاؤں گی، اس کا جسم سراپا نور بن جائے گا اور اس کی روح رب العالمین کے پاس چلی جائے گی۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ ایک قبر کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

مَا يَأْتِي عَلٰى هٰذَا الْقَبْرِ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَهُوَ يُنَادِي بِصَوْتٍ طَلْقٍ ذَلْقٍ: يَا ابْنَ آدَمَ، كَيْفَ نَسِيْتَنِي؟ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنِّي بَيْتُ الْوَحْدَةِ، وَبَيْتُ الْغُرْبَةِ، وَبَيْتُ الْوَحْشَةِ، وَبَيْتُ الدُّوْدِ، وَبَيْتُ الضِّيْقِ، إِلَّا مَنْ وَسَّعَنِي اللهُ عَلَيْهِ. (۱)

قبر ہر روز بلا ناغہ بلند اور غضب ناک آواز میں کہتی ہے: اے ابن آدم! تم نے مجھے کیسے بھلا دیا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ میں تنہائی، اجنبیت، وحشت، کیڑے مکوڑوں اور تنگی کا گھر ہوں؟ سوائے اس کے جس کے لیے اللہ تعالیٰ مجھے وسیع کر دے۔

۴۔ ایک روایت میں ہے کہ قبر اپنے مکین کو ایک دن میں ستر مرتبہ پکارتی ہے، مگر انسان ہے کہ اس کی پروا کیے بغیر اپنی دنیا میں مگن ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْأَرْضَ لَتُنَادِي كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً: يَا بَنِيْ آدَمَ، كُلُوْا مَا شِئْتُمْ وَاشْتَهَيْتُمْ، فَوَاللهِ، لَأَكُلَنَّ لُحُوْمَكُمْ وَجُلُوْدَكُمْ. (۲)

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۲۷۳، رقم: ۸۶۱۳

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۱۹، رقم: ۵۰۵۲

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳: ۴۶

(۲) هندي، كنز العمال، ۱۵: ۲۳۲، رقم: ۴۲۱۰۷

بے شک زمین ہر روز ستر مرتبہ پکارتی ہے: اے ابن آدم! جو کچھ چاہو کھا لو، اللہ کی قسم! میں تمہارا گوشت اور تمہاری کھال تک کھا جاؤں گی۔

آج کا انسان اپنے جسم اور اپنے اہل وعیال کو پالنے میں مصروف ہے۔ جب کہ اس کا جسم قبر کی مٹی کی خوراک ہے۔ اس کا مال اور اولاد اسی دنیا میں رہ جائیں گے۔ جب کہ قبر کے ساتھی اس کے نیک اعمال ہی ہوں گے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرامین میں قبر کی تیاری کی ترغیب دی ہے۔

۵۔ حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! دنیا میں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ آپ ﷺ نے نہایت فصیح و بلیغ جواب ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَنْسَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلَى، وَتَرَكَ أَفْضَلَ زِينَةِ الدُّنْيَا، وَآثَرَ مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى، وَلَمْ يَعُدَّ غَدًا مِنْ أَيَّامِهِ، وَعَدَّ نَفْسَهُ مِنَ الْمَوْتَى. (۱)

جو قبروں اور اُن میں جسم کے بوسیدہ ہو جانے کو نہیں بھولا اور دنیا کی زیب و زینت کو ترک کر دیا، جس نے فانی (دنیا) پر (باقی) آخرت کو ترجیح دی، جو آنے والے دن کو اپنی زندگی میں شمار ہی نہیں کرتا اور (ہر وقت) اپنے آپ کو وفات پا جانے والوں میں شمار کرتا ہے۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان فکرِ آخرت اور موت کو کثرت سے یاد کرنے کا شان دار وظیفہ ہے کہ جو شخص اس حال میں رہے تو وہ کبھی قبر کے امتحان میں ناکام نہ ہوگا۔

۲۔ میت کی پکار اور قوتِ سماعت

جو انسان زمین کے اوپر غرور و تکبر کا پیکر بن کر رہتا ہے، جب وہ زمین کے نیچے جاتا

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۷۷، رقم: ۳۴۳۱۸
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۳۵۵، رقم: ۱۰۵۶۵

ہے تو اُس کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں ہوتا۔ اُس وقت وہ پکارتا ہے کہ اے کاش! مجھے ایک موقع اور مل جائے کہ میں دنیا میں جا کر نیک اعمال کروں اور اپنے اس تاریک گھر کو روشن کروں، مگر اس وقت کی ڈور ہاتھ سے نکل چکی ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے پسماندگان کا محتاج ہوتا ہے کہ وہ اُس کے لیے نیک اعمال کریں، اُس کی مغفرت کی دعا کریں اور اُس کی طرف سے صدقہ و خیرات کر کے اُس کا ثواب اُسے بطور ہدیہ بھیجیں۔ اس کے برعکس نیک اور صالح شخص کے لیے قبر جنت کا ایک خوب صورت باغ ہے کہ اُسے وہاں ہر قسم کی راحت میسر ہے۔ لہٰذا وہ نہایت ذوق وشوق سے اپنی اس آخری آرام گاہ کی جانب گامزن رہتا ہے۔

احادیث میں مذکور ہے کہ جب میت کو دفنانے کے لیے لے جایا جاتا ہے تو وہ اپنے اعمال و احوال کے مطابق کلام کرتی اور قبر کے اردگرد موجود انسانوں کی آوازیں بھی سنتی ہے۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الإِنْسَانَ. وَلَوْ سَمِعَهَا الإِنْسَانُ لَصَعِقَ. (۱)

جب جنازہ تیار ہوتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہو تو کہے گا کہ مجھے جلدی لے چلو مجھے جلدی لے چلو، اگر نیک شخص کا

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب كلام الميت على الجنازة، ۱: ۴۶۴، رقم: ۱۳۱۴

۲۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة، ۴: ۴۱، رقم: ۱۹۰۹

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۷۸، رقم: ۳۱۱۱

۴۔ أبويعلى، المسند، ۲: ۴۵۴، رقم: ۱۲۶۵

جنازہ نہ ہوتو کہے گا: ہائے ہلاکت! وہ (میرے) اس جنازے کو کہاں لیے جا رہے ہیں؟ میت کی یہ آوازیں انسانوں (اور جنات) کے علاوہ تمام مخلوقات سنتی ہیں، اگر انسان ان آوازوں کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ. (۱)

میت کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چل دیتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ تک سن رہا ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بدر کے مقتولین کو تین دن تک پڑا رہنے دیا۔ پھر آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان پر کھڑے ہو کر آواز دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ، يَا أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ، يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ، أَلَيْسَ قَدْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا، فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ يَسْمَعُوا وَأَنّٰى يُجِيْبُوا وَقَدْ جَيَّفُوْا، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، ۱: ۴۶۲، رقم: ۱۳۰۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب عرض مقعد المیت من الجنة أو النار علیه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه، ۴: ۲۲۰۰، رقم: ۲۸۷۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵۷

أَقُوْلُ مِنْهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يُجِيْبُوا ثُمَّ أَمَرَ بِهِمْ فَسُحِبُوا فَأُلْقُوا فِي قَلِيْبِ بَدْرٍ. (۱)

اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! تمہارے رب نے (میرے ذریعے) تمہارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچ نہیں پایا؟ میرے رب نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا تھا میں نے تو اسے سچ پایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیسے سن سکتے ہیں اور کیسے جواب دے سکتے ہیں حالانکہ یہ تو اب مردار ہو چکے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں، وہ تم اُن سے زیادہ نہیں سن سکتے، ہاں! البتہ یہ (اب تمہاری طرح) جواب نہیں دے سکتے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں ٹھکانے لگانے کا حکم دیا، تو وہ سب گھسیٹ کر (بدر کے کنویں) قلیب میں ڈال دیے گئے۔

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے میت کا قبر میں باہر کے حالات سے باخبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ نکیرَین کے سوالات اور جوابات کا سخت مرحلہ

قبر میں جب عالمِ برزخ کا آغاز ہوگا تو سب سے پہلے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات دینے کا مرحلہ سامنے آئے گا۔ دنیا میں جس شخص نے اس امتحان کی تیاری کی ہوگی اُس کے لیے تو یہ مرحلہ چنداں مشکل نہ ہوگا، لیکن دنیاوی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض مقعد على الميت من الجنة أو النّار عليه وإثبات عذاب القبر والتّعوذ منه، ۴: ۲۲۰۳، رقم: ۲۸۷۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۱۹، رقم: ۱۳۳۲۰

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۲۳، رقم: ۶۴۹۸

نافرمانی میں گزارنے والے کو اس مرحلہ میں کس قدر مشکل صورتِ حال کا سامنا کرنا ہوگا، اس کی ایک جھلک درج ذیل احادیث مبارکہ سے بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔

۱۔ حضرت براء بن عازب ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّيَ اللهُ. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ: دِينِيَ الإِسْلَامُ. فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ: هُوَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. فَيَقُولَانِ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ، فَآمَنْتُ بِهِ، وَصَدَّقْتُ، زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ، فَذَالِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [إبراهيم، ١٤/٢٨]. ثُمَّ اتَّفَقَا، قَالَ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ: فَيَأْتِيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا، قَالَ: وَيُفْتَحُ لَهُ فِيْهَا مَدَّ بَصَرِهِ.

قَالَ: وَإِنَّ الْكَافِرَ فَذَكَرَ مَوْتَهُ، قَالَ: وَتُعَادُ رُوْحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي. فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُوْلَانِ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي. فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ وَأَلْبِسُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ.(۱)

(۱) أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في المسألة فى القبر وعذاب القبر، ۴:۲۳۹، رقم:۴۷۵۳

(قبر میں تدفین کے بعد) میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اُسے بٹھا کر کہتے ہیں کہ بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر دونوں فرشتے اُس سے پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اِسلام ہے۔ پھر دونوں اس سے کہتے ہیں: یہ ہستی کون ہیں جو تمہاری طرف مبعوث فرمائی گئی تھیں؟ وہ کہتا ہے: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ دونوں کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ لہٰذا ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی۔ (حدیث جریر میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا اضافہ بھی ہے: 'اللہ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔' پھر دونوں متفق ہوگئے۔ پھر آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا، لہٰذا جنت میں اس کا بستر لگا دو، جنت کی طرف اس کے لیے (قبر میں) دروازہ کھول دو، اسے جنتی لباس پہنا دو۔ اس کے ذریعے اس کے پاس جنت کی ہوا اور خوش بو آتی ہے اور حدِ نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

راوی کہتے ہیں: رہی بات کافر کی تو آپ ﷺ نے اس کی موت کا قصہ بھی بیان فرمایا ہے۔ فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ دونوں اسے کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں۔ دونوں کہتے ہیں کہ یہ ہستی بھلا کون ہیں جنہیں تم میں مبعوث فرمایا گیا تھا؟ کہتا ہے: مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے۔ اس پر آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اس نے توحید و رسالت کو جھٹلا دیا ہے، لہٰذا جہنم میں اس کا بستر لگا دو اور اسے جہنمی لباس پہنا دو اور اس کے لیے اس کی قبر سے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔

۲۔ ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: جب میت دفنائی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے، نیلی آنکھوں والے فرشتے

آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں میت سے پوچھتے ہیں تم اس شخص (یعنی حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ اگر وہ مومن ہو تو وہ وہی کہتا ہے جو وہ دنیا میں کہا کرتا تھا یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

اس جواب پر وہ دونوں فرشتے اُسے کہتے ہیں: ہمیں علم ہے کہ تو دنیا میں یہی کہا کرتا تھا۔ پھر اس کے لیے اس کی قبر چاروں طرف سے ستر، ستر گز تک وسیع کر دی جاتی ہے۔ پھر قبر کو اُس کے لیے روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے: سو جا۔ وہ کہتا ہے: میں اپنے گھر والوں کی طرف جاتا ہوں تاکہ انہیں اپنے حالات کی خبر دوں۔ دونوں فرشتے اُسے کہتے ہیں:

نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ.

تو اس پہلی رات کی دلہن کی طرح سو جا جس کو اس کے گھروں میں سے صرف اس کا محبوب شوہر ہی جگاتا ہے۔

وہ اسی حال میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے اسی حال میں اس کی قبر سے اٹھائے گا۔ لیکن اگر وہ شخص منافق ہو تو وہ ان کے سوال کے جواب میں کہتا ہے: میں نہیں جانتا میں نے وہی کہا جو میں نے لوگوں کو کہتے سنا تھا۔ دونوں فرشتے اسے کہتے ہیں: ہم جانتے ہیں کہ تو یہی کہا کرتا تھا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے سکڑ جا۔ پس زمین اس کے لیے سکڑ جاتی ہے اور اس کے دونوں پہلو ایک دوسرے میں دھنس جاتے ہیں۔ پس وہ اسی حال میں عذاب میں مبتلا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے اس کی قبر سے اٹھائے گا۔[1]

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، ۳:۳۸۳، رقم: ۱۰۷۱ ⟵

یہ احادیث مبارکہ واضح کرتی ہیں کہ جو شخص قبر میں نکیرین کے سوالات کا جواب نہ دے سکے گا، اس پر عذابِ قبر اپنی اذیت ناک ہولناکیوں کے ساتھ قبر کی شام سے لے کر قیامت تک کے لیے جاری کر دیا جاتا ہے۔ پھر منکر نکیر کے سوالات کے جوابات صرف وہی دے سکے گا جس نے اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی معرفت حاصل کی ہوگی۔ اُن کے بتائے ہوئے دین پر ثابت قدم رہا ہوگا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے، اُس کا عقیدۂ آخرت متزلزل نہیں ہونے دیتا اور قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے جواب دیتے وقت بھی وہ ثابت قدم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، اُس کے اختیارات اور عالمِ برزخ و آخرت پر جس کا ایمان پختہ نہیں ہوگا، وہ منکر نکیر کے سوالات کا جواب کیسے دے گا؟ اِن احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے جوابات کے فوراً بعد ہی جزا و سزا کے عمل کا آغاز ہو جاتا ہے۔

۴۔ قبر کے بہترین ساتھی کون ہیں؟

دنیاوی زندگی زیب و زینت، مال و دولت، آسائش و تفاخر اور لہو و لعب سے عبارت ہے۔ ان فتنوں نے انسان کو غفلت میں ڈال رکھا ہے، جس لمحے اسے موت آئے گی تو اسی وقت اس کی آخرت کا سفر شروع ہو جائے گا، اس لمحے غفلت کا یہ پردہ اٹھایا جائے گا تو پھر اس کے ہاتھ سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں آئے گا۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر غفلت کے پردے کے نتیجے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (۱)

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۷:۳۸۶، رقم:۳۱۱۷

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴:۱۹۹، رقم:۵۳۹۹

۴۔ هيثمي، موارد الظمأن، ۱:۱۹۷، رقم:۷۸۰

(۱) البقرة، ۲:۷

اللہ نے (ان کے اپنے اِنتخاب کے نتیجے میں) ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑ گیا) ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے○

بدقسمتی سے (الا ماشاء اللہ) ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہماری بصارتوں اور سماعتوں پر غفلت کے پڑے پردوں نے حقیقت کو ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ قبر ہمیں ہر روز آوازیں دیتی ہے۔ وہ پکارتی ہے کہ میں تاریکی کا گھر ہوں؛ روشنی کا بندوبست کر کے آنا؛ میں تنہائی اور وحشت کا گھر ہوں؛ نیک اعمال کو اپنی رفاقت بنا کر آنا؛ میں سانپوں، بچھوؤں کا گھر ہوں؛ اپنے بچاؤ کا انتظام کر کے آنا؛ میں تباہی اور ہلاکت کا مرکز ہوں؛ لہٰذا اپنی حفاظت کا اہتمام کر کے آنا، مگر ہم جاننے بوجھنے کے باوجود اس کی پکار سننے سے محروم ہیں۔ یہ عالمِ بےخبری اس لیے ہے کہ ہم پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ ہم ہر روز موت کا منظر دیکھتے ہیں کہ یہ لمحہ جو آج اس پر وارد ہوا ہے، کل ہم پر بھی وارد ہو جائے گا، لیکن ہم اس کے باوجود اس عارضی زندگی کو حقیقی اور دائمی سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا بیٹھے ہیں۔ یہ پردہ اس وقت اُٹھے گا، جب حقیقی زندگی میں پہنچ کر اُس کا دوام دیکھیں گے، تو تبھی جا کر اصل زندگی کی سمجھ آئے گی۔

پھر ہم دنیاوی اور دائمی زندگی کا موازنہ کریں گے، جس کے لیے ہم نے اپنی ساری عمر برباد کر دی تھی۔ تب پوچھا جائے گا کہ حقیقی زندگی کا دوام دیکھنے کے بعد اب بولو جو زندگی گزار کر آئے ہو، وہ کتنی طویل تھی؟ سورۃ النازعات میں غفلت میں پڑے لوگوں کی سوچ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا○[1]

گویا وہ جس دن اسے دیکھ لیں گے تو (یہ خیال کریں گے کہ) وہ (دنیا میں) ایک شام یا اس کی صبح کے سوا ٹھہرے ہی نہ تھے○

وہ کہیں گے باری تعالیٰ! ہم تو دنیاوی زندگی کو بڑی سمجھتے تھے، مگر اب اس زندگی کا

(۱) النازعات، ۷۹: ۴۶

نظارہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ساری زندگی فقط ایک شام یا ایک صبح کی طرح تھی۔ کیا یہ دانش مندی ہوگی کہ صرف ایک صبح یا شام کی لذت اور راحت کے لیے دائمی زندگی برباد کر دی جائے۔ سچ پوچھا جائے تو ہماری مثال اس نادان کی سی ہے، جو ایک دن کی صبح یا شام کی آسودگی کے لیے اپنی پوری زندگی ہی برباد کر لیتا ہے۔ سورۃ یونس کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی اسی بات کو بیان فرمایا گیا ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ.(۱)

اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا (وہ محسوس کریں گے) گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا دنیا میں ٹھہرے ہی نہ تھے۔

پھر سورۃ الروم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ لا مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ط كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ○(۲)

اور جس دن قیامت برپا ہو گی مجرم لوگ قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی کے سوا ٹھہرے ہی نہیں تھے، اسی طرح وہ (دنیا میں بھی حق سے) پھرے رہتے تھے○

سورۃ الاحقاف میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط بَلٰغٌ ج فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ○(۳)

جس دن وہ اس (عذابِ آخرت) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو

---

(۱) یونس، ۱۰: ۴۵

(۲) الروم، ۳۰: ۵۵

(۳) الاحقاف، ۴۶: ۳۵

(خیال کریں گے) گویا وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی کے سوا ٹھہرے ہی نہیں تھے، (یہ اللہ کی طرف سے) پیغام کا پہنچایا جانا ہے، نافرمان قوم کے سوا دیگر لوگ ہلاک نہیں کیے جائیں گے○

افسوس صد افسوس! جب روزِ حشر کی حشر سامانیاں کسی صورت بھی ختم ہونے کا نام نہ لیں گی اور ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہو گا، تب سارے پردے اٹھ جائیں گے اور زندگی کی حقیقت کھل کے سب کے سامنے آ جائے گی، پھر وہ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ دنیوی زندگی کا دورانیہ تو قیامت کے دن کی طوالت کے حساب سے ایک لمحے سے بھی کم ہے۔ اس وقت لوگ پکار اٹھیں گے کہ اے کاش! ہم اس مختصر سی دنیوی زندگی کے لیے اپنی اُخروی زندگی کو برباد نہ کرتے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس زندگی کو آج ہم ایک لمحہ کیوں نہیں سمجھ رہے؟ ایسا اس لیے ہے کہ ہم پردے میں ہیں۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ پردے اُٹھنے کا وقت کب آئے گا؟ بہتر یہی ہے کہ یہ خوابِ غفلت کا پردہ موت کے اُٹھانے سے پہلے ہم خود ہی اُٹھا دیں تو ہمارے حق میں بہتر ہو گا۔ کیونکہ اگر ہم غفلت میں مبتلا رہے اور موت نے پردہ اٹھا دیا تو پھر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس پچھتاوے کا مداوا کرتے ہوئے موت کے پردہ اٹھانے سے پہلے ہم خود ہی پردہ اٹھا لیں، ورنہ موت آتے ہی اعمال کا سلسلہ کٹ جائے گا اور جزا و سزا کا مرحلہ شروع ہو جائے گا۔

ہم میں سے ہر کسی کی زندگی کا سورج ڈوبنے کو ہے۔ درحقیقت یہ وہ لمحہ ہے جس پر ہم اپنی آخرت کو قربان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب پردہ اٹھے گا تو اس وقت لوگ کہیں گے ہمیں ایک مہلت اور دے کر دنیا میں بھیج دے تاکہ اعمالِ صالحہ کر کے آئیں۔ اس پر آواز آئے گی کہ عمل کا وقت تو اب گزر چکا ہے۔ اب تک تو نے جو کچھ اعمال کیے ہیں، اسی کا حساب کتاب ہوگا۔ اب اعمال کا نہیں بلکہ میزان کا وقت ہے۔

واضح رہے کہ اگر ہم اعمالِ صالحہ کے بغیر اگر اسی حال میں قبر میں جائیں گے، تو پھر سوائے عذاب کے کچھ اور نہیں ملے گا۔ یاد رکھیں کہ فکرِ موت اور خوفِ آخرت کرنا ہی زندگی کے

بدلنے کا نکتۂ آغاز ہے۔ حضرت اُم مبشر ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام ؓ کو تعلیم فرماتے تھے۔

اِسْتَعِيْذُوْا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

لوگو! عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔

حضرت اُم مبشر بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا (بندے کی) قبر کے لیے ہی عذاب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ، وَإِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُوْنَ فِي قُبُوْرِهِمْ تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ. (۱)

ہاں، ان (نافرمان اور سرکش لوگوں) کو ان کی قبروں میں ایسا عذاب دیا جائے گا جسے (تمہارے علاوہ) سب جانور سنتے ہیں۔

قابلِ غور بات ہے کہ عذابِ قبر کی وجہ سے قبر سے ایسی چیخیں بلند ہوتی ہیں کہ جنہیں انسانوں اور جنات کے علاوہ زمین کی ساری مخلوقات سنتی ہیں۔ قبر کا فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ ہے اور پردہ کے پیچھے ان کی آخرت پوشیدہ ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑھتا ہے کہ ہم دنیا کی اس چند روزہ زندگی کے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ ہم شیطان کے بہکاوے میں ہیں کہ جو ہر وقت انسان کو گم راہی کے راستے پر ڈالنے کی تگ و دو میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۶۲، رقم: ۲۷۰۸۹
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۹۵، رقم: ۳۱۲۵
۳۔ ابن راهويه، المسند، ۳: ۷۸۵، رقم: ۱۴۱۴
۴۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۲۴، رقم: ۸۷۵

(۲) الأعراف، ۷: ۲۷

اے اولادِ آدم! (کہیں) تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا۔

شیطان کو جب جنت سے نکالا گیا تو اس نے قسم کھائی تھی کہ میں لوگوں کو گم راہ کرتے ہوئے انہیں دنیا کے دھوکے میں ڈال کر اس کی زیب و زینت اور آرائش میں مبتلا کر دوں گا۔ میں دنیا کچھ اس طرح سے آراستہ کر کے دکھاؤں گا کہ ہر شخص اس کی طرف راغب ہو گا۔ وہ اس کے پیچھے دیوانہ وار دوڑے گا؛ اسی کے لیے جیے گا اور اسی کے لیے مرے گا۔ وہ اسی کیفیت میں اس حد تک گم ہوجائے گا کہ ذاتِ باری تعالیٰ ہی کو بھول جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے بنی آدم! شیطان تمہیں کہیں اس فتنے میں مبتلا کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے، جیسا کہ اس نے کمال مکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمہارے والد آدم اور حضرت حوا کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔ اسی طرح کہیں تمہیں بھی اس فتنے اور آزمائش میں مبتلا کرتے ہوئے فکرِ آخرت بھلا کر حبِ دنیا میں مبتلا نہ کر دے۔

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ اس دن مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے جو ساری زندگی گزاری، یہ ایک لمحہ والی بات تو آج سمجھ میں آئی ہے۔ ارشاد یہ ہو گا کہ آج سمجھ میں آ گئی ہے تو اب تمہیں اس کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اُم الکتاب قرآنِ مجید میں مختلف مواقع پر متعدد مضامین کے ساتھ اس نکتے کو واضح کیا ہے کہ انسان کی یہ زندگی دراصل دار العمل ہے۔ اس میں جو مشکل گھڑی قبر میں آنے والی ہے، احوال القیامت میں سے ایک ہے۔ زندگی میں کیے گئے نیک اعمال کی بدولت اگر احوالِ حیات بدل گئے اور زندگی صالح بن گئی، تو یہ اعمالِ صالحہ انسان کے کس طرح کام آئیں گے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ ﷺ کی ایک طویل روایت حقیقت عیاں کر دینے کے لیے کافی ہے، جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ إِنَّهُ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِيْنَ يُوَلُّونَ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَانَتِ الصَّلَاةُ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَنْ يَمِيْنِهِ،

وَكَانَتِ الزَّكَاةُ عَنْ شِمَالِهِ، وَكَانَ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصِّلَةِ وَالْمَعْرُوفِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ فَيُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ. فَتَقُوْلُ الصَّلَاةُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى عَنْ يَمِيْنِهِ، فَيَقُوْلُ الصِّيَامُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى عَنْ يَسَارِهِ، فَتَقُوْلُ الزَّكَاةُ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، فَتَقُوْلُ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصِّلَةِ وَالْمَعْرُوْفِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ: مَا قِبَلِي مَدْخَلٌ، فَيُقَالُ لَهُ: اجْلِسْ فَيَجْلِسُ وَقَدْ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ، وَقَدْ أُذِنِيَتْ لِلْغُرُوْبِ، فَيُقَالُ لَهُ: أَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِى كَانَ فِيْكُمْ مَا تَقُوْلُ فِيْهِ؟ وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: دَعُوْنِي حَتّٰى أُصَلِّيَ، فَيَقُوْلُوْنَ: إِنَّكَ سَتَفْعَلُ أَخْبِرْنِىْ عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ: أَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ فِيْكُمْ مَا تَقُوْلُ فِيْهِ؟ وَمَاذَا تَشْهَدُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ، أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَأَنَّهُ جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ اللهِ، فَيُقَالُ لَهُ: عَلٰى ذَالِكَ حَيِيْتَ، وَعَلٰى ذَالِكَ مِتَّ، وَعَلٰى ذَالِكَ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا، وَمَا أَعَدَّ اللهُ لَكَ فِيْهَا فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُوْرًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا وَمَا أَعَدَّ اللهُ لَكَ فِيْهَا لَوْ عَصَيْتَهُ، فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُوْرًا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا، وَيُنَوَّرُ لَهُ فِيْهِ، وَيُعَادُ الْجَسَدُ لِمَا بَدَأَ مِنْهُ، فَتَجْعَلُ نَسْمَتُهُ فِي النَّسَمِ الطَّيِّبِ، وَهِيَ طَيْرٌ يَعْلُقُ فِى شَجَرِ الْجَنَّةِ. قَالَ: فَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾ [إبراهيم، ١٤/٢٧]. (۱)

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۸۰-۳۸۲، رقم: ۳۱۱۳ ⟵

میت جب قبر میں رکھی جاتی ہے، تو وہ پسماندگان کے واپس لوٹتے وقت ان کے جوتوں کی آواز تک سنتی ہے۔ اگر میت مومن ہو تو (قبر میں) اس کی نمازیں اس کے سر کی جانب آ کر کھڑی ہو جاتی ہیں؛ اس کے روزے اس کی دائیں جانب کھڑے ہو جاتے ہیں؛ اس کی زکوٰۃ اس کی بائیں جانب کھڑی ہو جاتی ہے اور اس کے نیک کام، صدقات، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ احسانات اور دیگر بھلائی کے کام اس کے قدموں کی جانب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس میت کے سر کی طرف سے (سوال کرنے والے) فرشتوں کو لایا جاتا ہے تو نماز ان سے کہتی ہے: میری طرف سے آگے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے، پھر فرشتوں کو اس کے دائیں جانب سے پیش کیا جاتا ہے تو روزے کہتے ہیں: تم میری طرف سے داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر فرشتوں کو اس میت کی بائیں جانب سے لایا جاتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے: میری طرف سے داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں۔ پھر انہیں میت کے قدموں کی طرف پیش کیا جاتا ہے تو اس کی نیکیاں، صدقات و خیرات، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ احسانات اور دیگر بھلائی کے کام کہتے ہیں: ہماری اس طرف سے کوئی رستہ نہیں۔ پھر اس میت کو کہا جائے گا: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ جائے گا اور اسے سورج غروب ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے ہاں مبعوث ہوئے، ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور تم ان کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو؟ مومن آدمی کہتا ہے: ذرا ٹھہرو! پہلے مجھے نمازِ عصر ادا کر لینے دو (سورج غروب ہونے والا ہے)۔ فرشتے کہتے ہیں: بے شک تم نماز پڑھ لینا مگر ہم جو بات پوچھ رہے ہیں پہلے اس کا ہمیں جواب دو۔ بتاؤ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے درمیان مبعوث کیے گئے۔ ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور کیا گواہی دیتے تھے؟ مومن آدمی کہتا ہے: وہ (حضرت) محمد ﷺ ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۵۶، رقم: ۱۲۰۶۲

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۱۰۶، رقم: ۲۶۳۰

کر آئے ہیں۔ تب اسے کہا جاتا ہے، اسی عقیدے پر تو زندہ رہا، اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی عقیدے پر اٹھایا جائے گا۔ پھر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے جنت میں تمہارا ٹھکانہ یہ ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے (وہ بھی دیکھ لو یہ سب کچھ دیکھ کر) اس کے ذوق وشوق اور خوشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تو یہ تمہارا ٹھکانہ ہوتا اور جو کچھ اس میں ہے وہ تمہارا نصیب ہوتا۔ اس سے اس کی خوشی اور مسرت اور بڑھ جائے گی۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ (تقریباً ۱۰۵ فٹ یا ۳۵ میٹر) کشادہ کرتے ہوئے اسے منور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے جسم کو پہلے والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی اسے میٹھی نیند سلا دیا جاتا ہے)۔ اُس کی روح کو پاکیزہ اور خوش بودار بنا دیا جاتا ہے اور یہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں پر اُڑتی پھرتی ہے۔ (قبر میں مومن کا یہ نیک انجام) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ 'اللہ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔'

اِس حدیث مبارک میں عالم برزخ کے جملہ احوال اس قدر تفصیل سے بیان کر دیے گئے ہیں کہ مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ برزخ کی زندگی میں کامیابی کا سارا دار و مدار دنیا میں کی گئی بندگی اور اعمالِ صالحہ پر منحصر ہے، جنہیں بدقسمتی سے اکثر لوگ ضروری نہیں سمجھتے۔ عبادات میں اقرار توحید و رسالت کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اعمالِ صالحہ میں صدقہ وخیرات، عفو و درگزر، انفاق فی سبیل اللہ، جہاد اور حسنِ اخلاق قبر میں پہلی رات ہی مرنے والے کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے حفاظت اور خدمت کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں تمام نیکیاں، بھلائی کے کام، خیرات وحسنات، احسانات، قیام اللیل اور کثرتِ سجود محافظ بن کر مرنے والے کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ حساب وکتاب کے لیے آنے

والے فرشتے مرحوم تک جانے کی راہ نہیں پاتے۔ جس نے ساری زندگی عبادت و بندگی بجا لانے میں بسر کی ہوگی، مرنے کے بعد قبر میں بھی اس کا دھیان بروقت نماز کی ادائیگی سے اوجھل نہیں ہوگا، وہ فرشتوں سے کہے گا: ٹھہرو! پہلے مجھے نمازِ عصر پڑھ لینے دو کیونکہ مرنے والے کو تدفین کے وقت نمازِ عصر کا منظر دکھایا جاتا ہے۔

اس پر فرشتے کہتے ہیں کہ چند سوالات کا جواب دینے کے بعد نماز ادا کر لینا۔ اس پر مومن کہتا ہے: پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اس شخص کے بارے میں بتاؤ کہ یہ کون سی ہستی ہیں؟ وہ کہے گا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ واضح رہے کہ یہ جواب وہی شخص دے سکے گا جس نے اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و محبت میں بسر کی ہوگی۔ پھر اس کی قبر میں دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا، جہاں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ اسے کہا جائے گا کہ اگر تو نے دنیوی زندگی اللہ کی نافرمانی میں گزاری ہوتی تو یہ تیرا مقام ہوتا۔ پھر اس پر جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اب یہ تمہارا گھر ہے، جو رب نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے، جس کی نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے۔ تمہیں یہ تمہارا دائمی گھر مبارک ہو۔ وہ اس پر خوشی سے نہال ہو جائے گا۔ اس پر حساب لینے والے فرشتے اس سے کہتے ہیں: اے خوش نصیب شخص اب تو سو جا! اللہ تعالیٰ تیرے بستر اور تیرے آرام میں برکت ڈالے۔ تجھے مبارک ہو تیرے دوست تیرے بڑے وفادار ہیں۔ کیسے پیارے دوست ہیں جو تو نے دنیا میں بنائے تھے۔ وہ بدقسمت جس نے اپنی دنیا کی زندگی نافرمانی اور بے عملی میں گزاری ہوگی تو اس کے لیے دوزخ کا دروازہ کھول کر کہا جائے گا کہ یہ بھڑکتی ہوئی آگ اب تیرا مستقل ٹھکانہ ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ہمیشہ ایک ہی موضوع پیش نظر نہیں رہنا چاہیے۔ اصلاح احوال کے لیے زندگی کے تمام پہلو پیش نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ جس طرح ہر جسمانی مرض کے لیے علاج اور ادویات مختلف ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر سر درد اور بخار کے لیے ایک دوا ہے، جب کہ پیٹ درد کے لیے دوسری دوا ہوگی، اسی طرح ٹی بی، کینسر اور امراضِ جگر کے لیے علیحدہ علیحدہ ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ اسی طرح روحانی

امراض بھی مختلف اقسام کے ہوتے ہیں اور ان کے علاج بھی مختلف انداز سے ہوتے ہیں۔ تعلق بالرسول کے فروغ کے لیے علیحدہ نصاب ہے، تعلق باللہ کی مضبوطی کے لیے الگ، عقائد کی درستگی کے لیے علیحدہ نصاب ہے، جب کہ آفاتِ نفس کے علاج کے لیے ایک علیحدہ نصاب ہوگا۔ اگر ہم صرف رحمت کے مضمون ہی کو ساری زندگی پڑھتے رہیں، اسی کو سنیں اور اعمال کو بجا لانے، اللہ کی گرفت، یا نافرمانی کی شکل میں عذابِ قبر اور عذابِ دوزخ کا مطالعہ نہ کریں اور نہ ہی تذکرہ، تو اس سے بے عملی کی راہ نکلتی ہے۔ اذہان میں توسل کا ایسا عقیدہ فروغ پا جاتا ہے جس کی شریعت میں چنداں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ربیعہ بن کعب ﷺ کی روایت کردہ وہ حدیث ہمیشہ پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے، جسے خشیتِ الٰہی کے ذیل میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے، جس میں حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ سے جنت میں رفاقت عطا کرنے کی درخواست کرتے ہیں اور آپ ﷺ درخواست قبول فرماتے ہوئے کثرتِ سجود کی بھی تلقین کرتے ہیں۔

اِس حدیث مبارک میں قابل توجہ امر یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جنت میں اپنی رفاقت کی ضمانت دیتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں: اے ربیعہ! آپ کثرتِ سجود سے میری مدد بھی کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم خود کو اس کا حق دار ہی ثابت نہ کر سکو۔ حدیثِ مبارک میں سجود کا لفظ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ سجدہ اللہ تعالیٰ کے در پر جبینِ نیاز جھکا دینے کا نام ہے اور یہ عاجزی و انکساری کی انتہا ہوتی ہے۔ یہ رجوع الی اللہ کی کامل ترین شکل ہے۔ یاد رہے کہ توسل تب ہی کارآمد ہوتا ہے جب اس کے ساتھ احکامِ الٰہی کی تعمیل بھی ہو اور فرموداتِ رسول مکرم ﷺ کا لحاظ بھی، اگر کوئی توسل اور شفاعت کے یہ معنی نکال کر بغیر عمل کیے ہی بیڑا پار کرنے کی بات کرے گا، تو درحقیقت اس نے احکامِ الٰہی اور ارشادات رسول اکرم ﷺ کی لاج نہیں رکھی۔ ایسی سوچ ہمارا خود ساختہ عقیدۂ توسل و شفاعت ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کی کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔

رسولِ مکرم ﷺ کے سچے امتی وہ ہوتے ہیں جو ان سے سچی محبت بھی کرتے ہیں اور ان ﷺ کے احکام کی تعمیل بھی بجا لاتے ہیں، اگر عمل کے حوالے سے زندگی میں انتشار، بغاوت

اور نافرمانی ہے تو محض عشق و محبت کے مضامین کو سن کر سر دھننا وفاداری نہیں۔ اُخروی کامیابی کا انحصار اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی غلامی بجا لانے میں ہے۔ بندگی اور نسبت غلامی کے حصول میں کیے گئے اعمالِ صالحہ مرنے والے کی چاروں طرف سے حفاظت کریں گے۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ رمضان المبارک میں رکھے گئے روزے مرنے والے کے بائیں جانب سے اس کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔ تلاوتِ قرآن قبر میں اس کے پاؤں کی جانب کھڑی ہو کر گھیرا ڈال لے گی۔ سر کی جانب اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ادا کی گئی نمازیں کھڑی ہوں گی، صدقہ و خیرات، قیام اللیل، اعمالِ صالحہ و حسنات مددگار بن کر اس کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے، جنہیں دیکھ کر فرشتے اسے مبارک باد دیں گے کہ تم نے کیسے پیارے دوست بنائے ہیں۔ حضرت یزید رقاشی نے کامل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

بَلَغَنِي أَنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ احْتَوَشَتْهُ أَعْمَالُهُ ثُمَّ أَنْطَقَهَا اللهُ، فَقَالَتْ: أَيُّهَا الْعَبْدُ الْمُتَفَرَّدُ فِي حَفْرَتِهِ انْقَطَعَ عَنْكَ الْأَخِلَّاءُ وَالْأَهْلُوْنَ، وَلَا أَنِيْسَ لَكَ الْيَوْمَ غَيْرُنَا. قَالَ: ثُمَّ يَبْكِي يَزِيْدُ وَيَقُوْلُ: فَطُوبٰى لِمَنْ كَانَ أَنِيْسُهُ صَالِحًا وَالْوَيْلُ لِمَنْ كَانَ أَنِيْسُهُ عَلَيْهِ وَبَالًا. (۱)

مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو اس کے اعمال اسے گھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان اعمال کو قوت گویائی عطا کرتے ہیں۔ اَعمال کہیں گے: اے اس گڑھے میں تنہا آنے والے بندے۔ تیرے سب رشتہ دار سب دوست تجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اب تمہارا ہمارے سوا کوئی انیس (دوست) نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت یزید روتے ہوئے کہنے لگے: مبارک باد ہے اسے جس کے نیک اعمال اس کے دوست بنے اور بربادی ہے اس کے لیے جس کے دوست (یعنی

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۶۵: ۸۸
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۳: ۴۲۰
۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۳۲: ۷۴

بد اعمال) اس پر وبال بن گئے۔

یہ روایت اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے کہ قبر میں دفن ہوتے ہی اللہ تعالیٰ قبر کو قوتِ گویائی عطا فرما دیتا ہے۔ وہ اپنے مکین سے کہتی ہے: اے اس تاریکی کے گھر میں تنہا آنے والے! تیرے سب رشتے دار تجھے اکیلا چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ اب تیرا یہاں کوئی مونس و مددگار موجود نہیں ہے۔ اس وقت اگر دنیا میں اعمالِ صالحہ کیے ہوں گے تو وہ مدد دیں گے۔ وہ مرنے والے کے چاروں اطراف آ کھڑے ہوں گے، جس پر قبر کہتی ہے کہ مبارک باد ہے، اس کے لیے جس نے ان نیک اعمال کو اپنا دوست بنا لیا ہے۔

ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ ہم جن کے لیے سارے دجل و فریب، مکر اور جھوٹ کما رہے ہیں وہ سب کے سب تدفین کے بعد ایک ایک کر کے نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ وہ سب دنیوی رفاقتیں، دوست یار، رشتہ دار اور احباب، جن کی خوشنودی کی خاطر قبر میں پیش آنے والے حالات سے یکسر بے خبر ہو کر حرام کماتا رہا، وہ اس کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اس وقت مرنے والا کہتا ہے کہ کاش میں نے ان کے بجائے اعمالِ صالحہ کو اپنا دوست بنایا ہوتا۔ اب اس کے لیے قبر میں تباہی و بربادی اور حسرت و یاس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

واضح رہے کہ حقیقی دوست وہی ہیں، جو قبر میں کام آئیں، اگر دنیا میں سجدوں سے دوستی استوار کی ہوگی، حسنِ کردار کو اپنایا ہوگا، نفس کشی اور تقویٰ کی راہ اختیار کی ہوگی، طبیعت کی فراخی اور دل کی نرمی سے مخلوقِ الٰہی کے لیے آسانیاں پیدا کی ہوں گی، حسنِ خلق، حسنِ معاملات اور حسنِ کلام سے لوگوں کے دلوں کو جیتا ہوگا، غیبت، چغل خوری، شکوہ شکایت، حسد و عناد، غیض و غضب اور کینہ پروری جیسے رذائلِ اخلاق سے اجتناب کیا ہوگا، تو پھر قبر کی زندگی کامیابی کی خوش خبری لیے اس کی منتظر ہوگی۔

حضرت شقیق بلخی سے کسی نے پوچھا کہ حضرت قبر میں روشنی کیسے حاصل ہوتی ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہم نے اسے راتوں کے قیام میں پایا۔

عرض کیا: منکر نکیر کو کیسے جواب دیں؟

فرمایا: ہم نے اسے تلاوتِ قرآن سے سیکھا ہے۔

عرض کیا: قیامت کے دن پل صراط کا مشکل مرحلہ کیسے عبور ہوگا؟

فرمایا: ہم نے اسے روزوں میں پایا ہے۔

پوچھا گیا: جب سورج سوا نیزے پر ہوگا تو تمازتِ آفتاب میں سایہ کہاں سے نصیب ہوگا؟

فرمایا: اسے ہم نے خلوت میں پایا ہے۔[1]

۵۔ درودِ پاک عالمِ برزخ کا بہترین رفیق ہے

تمام نیک اعمال کا ذکر قبر میں کام آنے والے اچھے دوست کے طور پر ہو چکا ہے، مگر ان سب سے بڑھ کر ایک عزیز ترین دوست کا ذکر ابھی باقی ہے، جس کی مدد کے بغیر درج بالا سب دوستیاں بے کار ہیں۔ قبر میں منکر نکیر جب آخری سوال کریں گے کہ بھلا یہ ہستی کون ہے؟ اس موقع پر مرنے والے کو حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرائی جائے گی۔ اس کے لیے اس سے بڑی بدنصیبی کی بات **بھلا اور** کیا ہوگی کہ وہ کہے:

لَا أَدْرِي. [2]

میں انہیں نہیں پہچانتا۔

ہاں، اس وقت ایک دوست کام آئے گا جو آپ ﷺ کی پہچان کا باعث بنے گا، وہ حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا ہے۔ پہلے زمانے کے اکابرین کے احوال سے تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جب ان سے بعد از وفات کسی نے خواب میں ملاقات کی اور ان

(۱) ۱۔ سیوطی، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: ۱۴۷
۲۔ الصفوری، نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، ۱: ۱۲۶
(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، ۱: ۴۴۸، رقم: ۱۲۷۳

سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کا کون سا عمل کام آیا تو انہوں نے واضح کیا کہ حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھنا ہمارے کام آیا۔ حدیث مبارک میں ہے کہ فرشتے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ہمارا پڑھا ہوا درود وسلام پیش کرتے ہوئے اس کے بھیجنے والے کا نام اور اس کے ماں باپ کا نام بھی بتاتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللهَ وَكَّلَ بِقَبْرِي مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ، فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ أَحَدٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَبْلَغَنِي بِاسْمِهٖ وَاسْمِ أَبِيْهِ، هٰذَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ. (۱)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری قبر میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی آوازوں کو سننے (اور سمجھنے) کی قوت عطا فرمائی ہے۔ قیامت کے دن تک جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ اس درود پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام مجھے پہنچائے گا کہ یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں نے آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے۔

واضح رہے کہ درود وسلام حضور نبی اکرم ﷺ سے قرب اور پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ہمیں آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا اپنی زندگی کا وظیفہ بنا لینا چاہیے تاکہ دربارِ رسالت میں درود وسلام کی وساطت سے ہماری عاجزانہ حاضری قبول ہو جائے۔ اس سے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے، جسے کبھی زوال نہیں ہے۔ جس اُمتی نے ساری زندگی نیک اعمال بجا لا کر اخلاص ومحبت کے مقام سے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں درود وسلام بھیجنا اپنا وظیفہ بنا لیا ہو، قبر میں وہی درود شریف دوست بن کر رسالت مآب ﷺ کی پہچان کا سبب بنے گا۔

---

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۴: ۲۵۴–۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵

۲۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۶۲

درودِ پاک پڑھنا ایسا عمل ہے کہ ادھر ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا اُدھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج کر دیں، ہمارے دس درجے بلند کر دیے اور دس گناہوں کو معاف کر دیا۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ. (۱)

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود (بصورتِ رحمت) بھیجتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں۔

زندگی کا ہر گزرتا لمحہ ہمیں یہ آگاہ کر رہا ہے کہ بلاشبہ حساب کا وقت قریب سے قریب تر آ رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ کیا ہم اس امتحان کی تیاری کر رہے ہیں، جس میں ہمارے ہر عمل کی باز پرس ہوگی۔ عشقِ رسول ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ درود و سلام پڑھتے پڑھتے آقائے دو جہاں ﷺ کے ساتھ ایسا تعلق بن جائے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک سامنے آئے اور فرشتے پوچھیں کہ بتاؤ یہ کون ہیں؟ آقا ﷺ خود فرما دیں اس سے کیوں پوچھتے ہو؟ مجھ سے پوچھو کہ یہ کون ہے؟ یہ میرا وہ امتی ہے جو شب و روز اپنے دہن کو مجھ پر پڑھے گئے درود و سلام سے تر رکھتا تھا۔ اس درود و سلام نے آج مجھے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ اب یہ میرے بارے میں نہیں بتائے گا بلکہ میں خود اس کے بارے میں بتاؤں گا کہ یہ میرا امتی ہے اور میں اس کا نبی ﷺ ہوں۔ اگر ایسی صورت حال رونما ہو جائے تو پھر ایسے شخص کے مقام و مرتبے، فضیلت اور رتبے کی کیا حد ہوگی؟ اس کیفیت کا اظہار

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۱، ۱۳۷۸۰

۲۔ نسائی، السنن، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ، ۳: ۵۰، رقم: ۱۲۹۷

کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

۶۔ قبر جنت کا باغ بھی بن سکتی ہے اور دوزخ کا گڑھا بھی

احادیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ قبر کی دو حالتیں ہیں۔ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا پھر یہ دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ اس حوالے سے احادیثِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا:

۱۔ إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ. (۱)

بے شک قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

گویا قبر کی تعریف یہ ہے کہ کسی کے لیے تو جنت کا باغ ہے تو کسی کے لیے یہ دوزخ کا گڑھا۔ دراصل یہی قبر کسی کے لیے جنت ہے اور کسی کے لیے دوزخ۔ حدیثِ مبارک میں آتا ہے کہ جو لوگ صدق و اخلاص کے پیکر ہوں، جن کی نیت میں اخلاص ہو، عملِ صالح اوڑھنا بچھونا ہو، اطاعت اور بندگی میں رضائے الٰہی پیشِ نظر ہو، تو پھر اسی دنیا میں وہ اپنی قبر کو جنت بنا لیتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے مومنین کے لیے ارشاد فرمایا ہے:

۲۔ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب صفه القيامة والرقائق والورع، باب ۲۶، ۴: ۶۳۹، رقم: ۲۴۶۰

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۲۷۳، رقم: ۸۶۱۳

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۳۵۵، رقم: ۷۹۰۰

۲۔ بیهقی، شعب الإيمان، ۷: ۱۷۱، رقم: ۹۸۸۴

۳۔ عبد بن حمید، المسند: ۱۳۷، رقم: ۳۴۷

۴۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۱۲۰، رقم: ۱۵۰

مومن کے لیے (بہترین) تحفہ موت ہے۔

۳۔ امام حسین ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْمَوْتُ رَيْحَانَةُ الْمُؤْمِنِ.(۱)

موت مومن کے لیے جنت کی خوشبو ہے۔

۴۔ حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْمَوْتُ كَفَّارَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

موت ہر مسلمان کے لیے کفارہ ہے۔

۵۔ جب کہ ایک روایت میں ہے:

اَلْمَوْتُ كَفَّارَةٌ لِلْمُؤْمِنِ.(۲)

موت ہر مومن کے لیے کفارہ ہے۔

موت مومن کا کفارہ اس طرح بنتی ہے کہ موت سے اس کی ہر کمی کی تلافی کر دی جائے گی۔ ایک روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

۶۔ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيْضُ الْوُجُوهِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ، مَعَهُمْ

---

(۱) ۱۔ ديلمی، مسند الفردوس، ۴: ۲۳۹، رقم: ۶۷۱۸
۲۔ هندی، کنز العمال، ۱۵: ۲۳۴، رقم: ۴۲۱۳۶

(۲) ۱۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۱۳۳، ۱۳۵، رقم: ۱۷۱-۱۷۳
۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۳: ۱۲۱
۳۔ بيهقی، شعب الإيمان، ۷: ۱۷۱، رقم: ۹۸۸۵، ۹۸۸۶
۴۔ هندی، کنز العمال، ۱۵: ۲۳۳، رقم: ۴۲۱۲۲

كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ، عَلَيْهِ السَّلَامُ، حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَيَقُوْلُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ. قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِيلُ كَمَا تَسِيلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِيِّ السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِي يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَأْخُذُوْهَا، فَيَجْعَلُوْهَا فِي ذَالِكَ الْكَفَنِ، وَفِي ذَالِكَ الْحَنُوْطِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ.

قَالَ: فَيَصْعَدُونَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّوْنَ، يَعْنِي بِهَا، عَلٰى مَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، إِلَّا قَالُوْا: مَا هٰذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانُوْا يُسَمُّوْنَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهُ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوْهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيْهَا، حَتّٰى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّيْنَ، وَأَعِيْدُوْهُ إِلَى الْأَرْضِ، فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ، وَفِيْهَا أُعِيدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرٰى.(۱)

بندۂ مومن جب دنیا سے تعلق منقطع کر کے سفرِ آخرت پر روانہ ہونے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے آس پاس روشن چہروں والے فرشتے آتے ہیں۔ اُن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط (خوش بو دار چیزوں کا مرکب) ہوتی ہے۔ تاحدِ نگاہ فرشتے بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵۷
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۵۴، رقم: ۱۲۰۵۹
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۸۰، رقم: ۶۷۳۷
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۳۵۶، رقم: ۳۹۵

آ کر اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتے ہیں: اے نیک و سالح جان! اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل۔ چنانچہ اس کی روح اس طرح بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے۔ ملک الموت اسے پکڑ لیتے ہیں اور دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس کی روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ بلکہ ان سے لے کر اسے کفن میں لپیٹ کر اُسے اپنے ساتھ لائی ہوئی حنوط (خوش بو دار چیزوں کا مرکب) لگا دیتے ہیں، پھر اس روح سے روئے زمین میں پائی جانے والی سب سے نفیس ترین اور پسندیدہ مشک کی خوشبو جیسا جھونکا نکلتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ فرشتوں کے جس گروہ پر سے بھی ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں: اتنی پاکیزہ نیک روح کس کی ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں: فلاں کا بیٹا فلاں (اور) اس کا وہ بہترین نام بتاتے ہیں، جس سے دنیا میں لوگ اسے پکارتے تھے، حتیٰ کہ وہ اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں۔ ان کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے ہر آسمان کے مقرب فرشتے اسے الوداع کرتے ہوئے اگلے آسمان تک اسے چھوڑ آتے ہیں۔ اس طرح وہ اسے لے کر ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کا نام ''علیین'' میں لکھ دو اور اسے واپس زمین کی طرف لے جاؤ۔ کیوں کہ میں نے اپنے بندوں کو زمین کی مٹی ہی سے پیدا کیا ہے، اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ زندہ کروں گا۔

مومن کے لیے یکے بعد دیگرے ساتوں آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ مردِ صالح کی روح سیدھی قبر میں نہیں جاتی، بلکہ پہلے سات آسمانوں کے پار جاتی ہے اور اس کو ملاء اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روح کے بارے میں فرماتے ہیں: میرے اس پیارے بندے کا نام علیین کی کتاب میں لکھ لو، اب اسے زمین میں لے جاؤ پھر قبر میں روح اس کے جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے۔

۷۔ اب قبر کے سوالات کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ وہ مردِ مومن کی روح جو عرشِ معلیٰ پر جا

کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کر کے اپنا نام علیین میں تحریر کرا کر آئی ہوتی ہے، اس کا منکر نکیر کے سوالات کے جوابات دینے کا عالم بھلا کیا ہوگا؟ جب فرشتے اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں:

مَنْ رَبُّکَ؟ مَا دِينُکَ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِی بُعِثَ فِيکُمْ؟ (وفی روایة البخاري:) مَا کُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ. (۱)

تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور یہ شخص جو تمہاری طرف مبعوث کیے گئے کون ہیں؟ (امام بخاری کی روایت میں ہے:) تم اس ہستی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے۔

۸۔ جب وہ حضور نبی اکرم ﷺ کو پہچان کر تمام سوالات کے درست جوابات دے دیتا ہے اور امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

فَيُنَادِی مُنَادٍ فِی السَّمَاءِ.

پھر ایک منادی ندا دیتا ہے۔

أَنْ صَدَقَ عَبْدِی.

میرے بندے نے سچ کہا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ.

اسے جنت سے بستر عطا کر دو۔

وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ.

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، ۱: ۴۴۸، رقم: ۱۲۷۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵۷

اب اسے جنت کا لباس پہنا دو۔

وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ.

اور جنت کی طرف اس کی قبر کا دروازہ کھول دو۔

اب اس کی قبر جنت کا باغ بنا کر تاحدِ نگاہ وسیع کر دی جاتی ہے۔ یہ تو ہے عام مومن کا حال ہے، جو جتنا زیادہ کمائی کر کے جائے گا، اس کی قبر اتنی ہی وسیع وعریض اور کشادہ ہو جاتی ہے۔ پھر ایک خوش لباس، معطر اور خوبصورت شخص اس کے پاس آ کر کہتا ہے:

أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ.

میں تمہیں ایسی خوش خبری دیتا ہوں، جو تمہیں خوشی عطا کرے گی، یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

صاحبِ قبر خوش خبری دینے والے خوب صورت نوجوان سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ وہ نوجوان جواب دیتا ہے:

اَنَا عَمَلُكَ صَالِحٌ.

میں تمہارا نیک عمل ہوں (جو تو زندگی میں کیا کرتا تھا۔ آج میں تمہیں مبارک باد دینے آیا ہوں۔)

جب قبر والا صالح مرد اپنے ساتھ یہ حسنِ سلوک، قبر کی وسعتیں، انوار و تجلیات، بشارتیں اور راحتیں دیکھے گا تو بے ساختہ پکار اٹھے گا:

رَبِّ، أَقِمِ السَّاعَةَ. (۱)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵۷
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۵۴، رقم: ۱۲۰۵۹
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۸۰، رقم: ۶۷۳۷
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۳۵۶، رقم: ۳۹۵

اے اللہ! (تجھے تیری عزت کی قسم)، قیامت ابھی قائم کر دے۔

وہ خیال کرے گا: اے باری تعالیٰ! جب میری قبر میں تیری راحت و عنایت، تیری شفقت اور کریمی کا یہ عالم ہے تو پھر قیامت میں مجھے کیا کیا انعامات ملنے والے ہیں۔

چنانچہ جب قیامت بپا ہوگی تو اچانک ایک آواز آئے گی:

أَنَا رَبُّكُمْ. (۱)

میں تمہارا رب ہوں۔

قیامت کے دن نیک، صالح اور اللہ والے جنت میں سر اٹھائیں گے، تو سامنے پیکرِ جمال (ذاتِ الٰہی) کو اس کی شان کے لائق دیکھیں گے۔

یہ اللہ والوں کی قیامت ہوگی، یہی اللہ والوں کی جنت ہوگی، باقی رہی حور و قصور اور جنت کی زیب و زینت، تو عاشقوں کو نہ تو دنیا کی زیب و زینت سے کوئی سروکار رہا ہے اور نہ ہی جنت کی زیب و زینت سے کوئی واسطہ۔ حوریں پوچھیں گی کیا تمہیں ہماری طلب نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: ہمیں تو بس مولا کے دیدار کی طلب ہے۔

اس منظر نامے کو پیشِ نظر رکھا جائے تو حضرت حبان بن اسود کا مندرجہ ذیل قول سمجھ میں آتا ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ إِلَى الْحَبِيْبِ. (۲)

موت ایک پل ہے جو ایک حبیب سے دوسرے حبیب کو ملاتا ہے۔

اسی لیے تو اہلِ دل اپنی ہر سانس کو غنیمت جان کر اسے محبوب کے رنگ میں رنگ

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۷۷، رقم: ۱۹۱

(۲) ۱۔ مناوی، فيض القدير، ۳: ۲۳۳

۲۔ سيوطی، شرح الصدور: ۲۳، رقم: ۳۷

جانے کی تگ و دو میں بسر کرتے ہیں۔ گویا وہ اپنا ہر لمحہ اعمالِ صالحہ کے گلدستے سجانے میں بسر کرتے ہیں تاکہ جب موت وصالِ یار کا مژدۂ جان فزا لے کر آئے تو وہ اپنے محبوب کو یہ سوغات پیش کر سکیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب لوگ میت کو قبر کے سپرد کر کے پلٹتے ہیں، تو قبر مرنے والے سے پہلا سوال کرتی ہے کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میں آزمائش، ظلم، تاریکی اور تنہائی کا گھر ہوں اور میں اذیت، سانپ، بچھو اور کیڑوں کا گھر ہوں، تم مجھ سے کیوں بے پروا ہو گئے تھے؟ تمہیں کس چیز نے دھوکے میں مبتلا کر دیا تھا۔ تجھ پر افسوس ہے کہ عذاب کو تو نے خود اپنے لیے پسند کیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر اہلِ ایمان اور نافرمانوں سے یوں مخاطب ہوتی ہے:

۹۔ فَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا، أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلٰى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ، قَالَ: فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا، أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلٰى ظَهْرِي إِلَيَّ فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ، قَالَ: فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِأَصَابِعِهِ فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ. قَالَ: وَيُقَيِّضُ اللهُ لَهُ سَبْعِيْنَ تِنِّيْنًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، فَيَنْهَشْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ حَتّٰى يُفْضَى بِهِ إِلَى الْحِسَابِ.(۱)

(۱) ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب: (٦)، ۴: ۶۳۹، رقم: ۲۴۶۰

جب مومن بندہ دفنایا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے: تیرا آنا مبارک ہو تو اپنے ہی گھر آیا۔ میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آج جب تم میرے سپرد کیے گئے اور میرے پاس آئے، تو تم عنقریب دیکھو گے میں تم سے کیا (اچھا) سلوک کرتی ہوں۔ چنانچہ اس کے لیے قبر حدِ نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ جب گناہ گار یا کافر آدمی دفن کیا جاتا ہے، تو قبر کہتی ہے: نہ تو مجھے مبارک ہو اور نہ ہی یہ تیرا گھر ہے۔ میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے میرے نزدیک تو سب سے زیادہ برا ہے۔ آج جب تو میرے سپرد کیا گیا ہے اور میری طرف آ گیا ہے تو عنقریب دیکھے گا میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں! حضور نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: یہ کہہ کر قبر سمٹ جائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات فرماتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا (کہ اس طرح)، پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے ستر اژدہے مسلط کر دے گا کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین میں پھونک مارے تو رہتی دنیا تک اس سے کچھ نہ اُگے۔ وہ اژدھے اسے ڈستے اور نوچتے رہیں گے؛ یہاں تک کہ اسے حساب کے لیے لے جایا جائے گا۔

دار العمل میں رہتے ہوئے یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اپنی قبر کو جنت کا باغ بنانا چاہتے ہیں یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ عمل کی مہلت آخری سانس تک ہے، اس کے بعد دار الجزا ہے۔ موت کا لمحہ کب آ پہنچے، کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ لہٰذا ایک لمحہ کی بھی غفلت عقل مندی نہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تلے

۷۔ عذابِ قبر سے پناہ کی تلقین

۱۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عذابِ قبر کے بارے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ! عذابِ قبر کی حقیقت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ.

(اے عائشہ!) ہاں، عذابِ قبر حق ہے۔

پھر حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (۱)

اس دن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز بھی ایسی نہیں پڑھی، جس میں آپ نے عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔

لوگوں کے شکوک وشبہات کو (پوچھے بغیر) درست کرنے کی خاطر بین السطور فرماتی ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس دن کے بعد ایک نماز بھی ایسی نہیں پڑھی، جس نماز کے اختتام پر انہوں نے عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔ اس کا بنیادی مقصد لوگوں کو متوجہ کرنا ہے کہ قبر کا عذاب آنے والا ہے۔ جو قبر کے امتحان میں کامیاب ہوگیا اُسے قیامت کے دن کوئی خدشہ اور خوف نہیں ہوگا۔ جو اس امتحان میں ناکام ہوگیا، تو اُسے روزِ قیامت بھی عذاب سے چھٹکارا نصیب نہیں ہوگا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ۱: ۴۶۲، رقم: ۱۳۰۶

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۷۴، رقم: ۲۵۴۵۸

۳۔ نسائی، السنن، کتاب السهو، باب التعوذ فی الصلاة ونوع الآخر، ۳: ۵۶، رقم: ۱۳۰۸

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام ﷺ کو یہ دعا پڑھاتے، سکھاتے اور اس کی یوں تعلیم دیتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی:

اَللّٰهُمَّ، إِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّم، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. (۱)

اے اللہ! ہم عذابِ جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور زندگی و موت کی آزمائش و امتحان سے پناہ مانگتا ہوں۔

۳۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی 'المسند' میں حضرت اُم مبشر ﷺ سے روایت فرمایا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام ﷺ کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اسْتَعِيْذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب ما يستعاذ منه في الصلاة، ۱: ۴۱۲، رقم: ۵۹۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۴۲، رقم: ۲۱۶۸

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب في الاستعاذة، ۲: ۹۰، رقم: ۱۵۴۲

۴۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما جاء في عقد التسبيح باليد، ۵: ۵۲۴، رقم: ۳۴۹۴

۵۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، ۴: ۱۰۴، رقم: ۲۰۶۳

حضرت اُمِ مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا:

يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ؟

یا رسول اللہ! کیا ان اہلِ قبور کو قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

نَعَمْ، عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ. (۱)

ہاں، ایسا عذاب جسے سب جانور سنتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں عذاب سے وہ نالہ وشیون اور چیخیں نکلتی ہیں کہ مشرق سے مغرب تک انسان اور جنات کے سوا تمام مخلوقات سنتی ہیں۔ انہیں یہ قوتِ سماعت اس لیے نہیں دی گئی، کیونکہ ان سے حساب و کتاب ہونا ہے۔

قبر کا مرحلہ قیامت اور آخرت کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں قیامت اور آخرت، موت اور قبر کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ گویا ہر شخص کے لیے قیامت اس کی موت ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ جس شخص کے پاس اعمالِ صالحہ نہیں ہوں گے، جس کی زندگی غفلت میں بسر ہوگئی، اُس کے پاس قبر میں اپنے بچاؤ کا کوئی بھی سامان موجود نہیں ہوگا۔

۸۔ قبر میں مومن کے اعزازات

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ مومن کو قبر میں وحشت و

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۶۲، رقم: ۲۷۰۸۹
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۹۵، رقم: ۳۱۲۵
۳۔ ابن راهويه، المسند، ۳: ۷۸۵، رقم: ۱۴۱۴
۴۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۲۴، رقم: ۸۷۵

اذیت سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا بلکہ اسے انوار و برکات سے نوازا جائے گا۔ اس حوالے سے ارشادِ ربانی ہے:

۱۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○[1]

جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نیکی و طاعت کے باعث) پاکیزہ اور خوش و خرم ہوں، (ان سے فرشتے قبضِ روح کے وقت ہی کہہ دیتے ہیں) تم پر سلامتی ہو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ ان (اعمالِ صالحہ) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے○

۲۔ سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا○ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا○[2]

اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے○ جس دن وہ (مومن) اس سے ملاقات کریں گے تو ان (کی ملاقات) کا تحفہ سلام ہوگا، اور اس نے ان کے لیے بڑی عظمت والا اجر تیار کر رکھا ہے○

اہلِ ایمان کو وصال کے بعد قبر میں جن انعاماتِ الٰہیہ سے نوازا جاتا ہے۔ ان سے متعلق متعدد احادیثِ نبوی ﷺ وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند انعامات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

---

(۱) النحل، ۱۶: ۳۲

(۲) الأحزاب، ۳۳: ۴۳-۴۴

(۱) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف

مومنین و صالحین کو موت کے بعد جس پہلے اعزاز سے نوازا جاتا ہے، وہ بارگاہِ الٰہی میں حاضری اور شانِ خداوندی کے لائق اُس سے ملاقات کا شرف ہے۔ اس کا ذکر متعدد احادیثِ نبوی میں آیا ہے۔

۱۔ حضرت عبادۃ بن صامت ؓ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ. قَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ: إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ، قَالَ: لَيْسَ ذَاكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللهِ وَكَرَامَتِهِ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ، فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ وَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَعُقُوبَتِهِ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ، كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ وَكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ. (۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔ حضرت عائشہ ؓ یا آپ ﷺ کی کسی دوسری زوجہ محترمہ نے عرض کیا: ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، ۵: ۲۳۸۶، رقم: ۶۱۴۲

۲۔ دارمي، السنن، كتاب الرقاق، باب في حب لقاء الله، ۲: ۴۰۲، رقم: ۲۷۵۶

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۳۳۸، رقم: ۴۳۷۰

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۹۴، رقم: ۱۸۴

ملاقات سے مراد موت نہیں بلکہ مومن کو جب موت آتی ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور عزت افزائی کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو آئندہ ملنے والی نعمتوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ وہ (جلد) اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند فرماتا ہے۔ جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی وعید دی جاتی ہے۔ تب اسے اپنے سامنے نظر آنے والے حالات سے زیادہ کسی چیز سے نفرت نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔

مذکورہ حدیثِ مبارک میں مومنین و صالحین کو بعد از وفات، اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور عزت افزائی کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا، قَالَ حَمَّادٌ: فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ، قَالَ: وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلٰى رَبِّهِ ﷻ ثُمَّ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلٰى آخِرِ الْأَجَلِ. قَالَ: وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ، قَالَ حَمَّادٌ: وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوحٌ خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ قَالَ: فَيُقَالُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلٰى آخِرِ الْأَجَلِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ﷺ: فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى أَنْفِهِ هٰكَذَا. (۱)

جب مومن کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے ملتے ہیں اور اسے

(۱) **مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض مقعد على الميت من الجنة أو النّار عليه وإثبات عذاب القبر والتّعوذ منه، ۴: ۲۲۰۲، رقم: ۲۸۷۲**

آسمان کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ (حدیث کے راوی) حضرت حماد بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ ؓ نے روح کی خوش بو اور مشک کا ذکر کیا اور کہا کہ آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوش بو پا کر) کہتے ہیں: کوئی پاکیزہ روح ہے، جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اسے اس کے رب کے حضور لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اسے قیامت قائم ہونے تک اس کی معین جگہ (یعنی علیین میں) پہنچا دو۔ جب کافر کی روح نکلتی ہے، حضرت حماد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ؓ نے روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا ذکر کیا ہے۔ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: یہ کوئی ناپاک روح ہے، جو زمین کی طرف سے آ رہی ہے۔ پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے اسے قیامت قائم ہونے تک اس کی معین جگہ (یعنی سجین میں) لے جاؤ۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا (اُنہوں نے اپنی چادر ناک پر رکھ کر دکھائی)۔

گویا نیک و صالح بندہ بارگاہِ الٰہی میں محبوب ٹھہرتا ہے اور اسی کی بنا پر فرشتے بھی اُس سے محبت کرتے ہیں اور اُس کے لیے تہنیتی کلمات ادا فرماتے ہیں۔ اس کے برعکس شریر اور نافرمان بندے کو اللہ بھی ناپسند فرماتا ہے اور فرشتے بھی اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

(۲) اَرواحِ مومنین کا استقبال کرنا

جب مومن کی روح اس دنیا سے پرواز کرتی ہے تو فرشتے اُسے لے کر آسمانوں کی طرف جاتے ہیں جہاں ملائکہ ہر آسمان پر اُس کا استقبال کرتے ہیں۔ پھر اُسے نیک ارواح میں پہنچا دیا جاتا ہے اور وہ بھی بڑھ کر اُس کا استقبال کرتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُوْلُوْنَ:

اخْرُجِي رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ إِلٰى رَوْحِ اللهِ وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ، حَتّٰى أَنَّهُ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتّٰى يَأْتُونَ بِهٖ بَابَ السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَا أَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ (وَفِي رِوَايَةٍ: فَكُلَّمَا أَتَوْا سَمَاءً قَالُوْا ذٰلِكَ)، فَيَأْتُوْنَ بِهٖ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَهُمْ أَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدَمُ عَلَيْهِ، فَيَسْأَلُوْنَهُ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ، مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: دَعُوهُ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا فَإِذَا قَالَ أَمَا أَتَاكُمْ قَالُوا: ذُهِبَ بِهٖ إِلٰى أُمِّهِ الْهَاوِيَةِ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ: اخْرُجِي سَاخِطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْكِ إِلٰى عَذَابِ اللهِ ﷻ فَتَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحٍ جِيفَةٍ حَتّٰى يَأْتُوْنَ بِهٖ بَابَ الْأَرْضِ فَيَقُوْلُوْنَ: مَا أَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيحَ حَتّٰى يَأْتُوْنَ بِهٖ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ.(۱)

جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے، تو رحمت کے فرشتے (اس کے لیے) سفید ریشم (کا کفن) لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: (اے روح!) اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جنت کی نعمتوں اور ناراض نہ ہونے والے پروردگار کی طرف اس حالت میں اس جسم سے نکل کہ تو اپنے رب سے راضی ہو اور تیرا رب تجھ سے راضی ہو۔ جب مومن آدمی کی روح جسم سے نکلتی ہے تو اس سے بہترین مشک جیسی خوش بو آ

(۱) ۱۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما يلقى به المؤمن من الكرامة عند خروج نفسه، ۴: ۸، رقم: ۱۸۳۳
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۲۸۴، رقم: ۳۰۱۴
۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۵۰۴، رقم: ۱۳۰۲
۴۔ هيثمي، موارد الظمأن، ۱: ۱۸۷، رقم: ۷۳۳
۵۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۹۸، رقم: ۵۳۹۷

رہی ہوتی ہے، یہاں تک کہ اس بندہ مومن کی روح ایک فرشتے سے دوسرے فرشتے تک پہنچتی ہے اور جب فرشتے اسے لے کر آسمان کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو آسمان کے فرشتے آپس میں کہتے ہیں: یہ کیسی عمدہ خوش بو (والی روح) ہے جو زمین سے تمہارے پاس آئی ہے۔ (ایک روایت میں ہے کہ فرشتے جیسے ہی اگلے آسمان پر پہنچتے ہیں، تو اس آسمان کے فرشتے بھی اسی طرح کہتے ہیں۔) پھر یہ فرشتے اس روح کو اہلِ ایمان کی ارواح میں لے کر آتے ہیں۔ جب وہ روح وہاں پہنچتی ہے، تو (پہلے سے موجود) ارواح کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے، جتنی تم میں سے کسی ایک کو اپنے بچھڑے ہوئے بھائی کے ملنے پر ہوسکتی ہے، چنانچہ وہ ارواح اس (نئی آنے والی روح) سے پوچھتی ہیں: فلاں آدمی کس حال میں ہے؟ فلاں آدمی کس حال میں ہے؟ پھر فرشتے ان سے کہتے ہیں: اسے ذرا چھوڑ دو، آرام کرنے دو؛ یہ دنیا کے مصائب و آلام میں مبتلا تھا۔ پھر وہ روح ان ارواح سے پوچھتی ہے: کیا فلاں روح تمہارے پاس نہیں آئی؛ وہ آدمی تو فوت ہوچکا ہے؟ جس پر وہ (افسوس سے) کہتی ہیں وہ جہنم میں لے جایا گیا ہے۔ جب کافر آدمی کی موت کا وقت آتا ہے، تو اس کے پاس عذاب کے فرشتے ایک ٹاٹ کا کفن لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: اے غم زدہ اور مغضوب روح! نکل اللہ کے عذاب کی طرف۔ کافر کی روح جب جسم سے نکلتی ہے، تو اس سے اس قدر (غلیظ) بدبو آتی ہے جس طرح کسی جلی ہوئی چیز کی سڑاندھ ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر زمین کے دروازے کی طرف آتے ہیں، تو (زمین کے دروازے کے محافظ) فرشتے کہتے ہیں: یہ کس قدر گندی بو ہے؟ حتیٰ کہ عذاب کے فرشتے اسے کفار کی روحوں کی معین جگہ (سجین) میں لے آتے ہیں۔

اس حدیثِ مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی روح کے جسم سے جدا ہوتے ہی اُسے رضائے الٰہی کی خوش خبری سنا دی جاتی ہے۔ فرشتے آسمانوں پر اُس کا استقبال کرتے ہیں۔ پھر اُسے ارواحِ مومنین کے ساتھ مقام علیین میں ٹھہرایا جاتا ہے۔ مومنین کی روحیں خوشی سے اُس کا استقبال کرتی ہیں اور اُس سے دنیا کے احوال پوچھتی ہیں۔

(۳) فرشتوں کا اچھے اَلقابات سے نوازنا

احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ مومن کی وفات کے بعد فرشتے اُس کے پاس آتے ہیں۔ اُسے خوب صورت اور اعلیٰ القابات سے نوازتے ہوئے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں۔ پھر ہر آسمان پر موجود فرشتے بھی اچھے القابات کے ساتھ اُسے خوش آمدید کہتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوا: اخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اخْرُجِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَالِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ، ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَيُفْتَحُ لَهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ ادْخُلِي حَمِيدَةً، وَأَبْشِرِي بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذَالِكَ حَتّٰى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللهُ.[1]

فرشتے (روح قبض کرنے کے لیے) قریب المرگ شخص کے پاس آتے ہیں، تو نیک اور صالح ہونے کی صورت میں اُسے کہتے ہیں: اے پاک روح! تو پاک جسم میں تھی؛ اب تو جسم سے نکل آ؛ تو تعریف کے لائق ہے؛ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوش ہو جا، تیرے لیے جنت کی نعمتیں ہیں اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ فرشتے مرنے والے کو مسلسل ایسے ہی کہتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ روح جسم سے نکل نہ جائے۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۴، رقم: ۸۷۵۴

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، ۲: ۱۴۲۳، رقم: ۴۲۶۲

۳۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۴۴۳، رقم: ۱۱۴۴۲

پھر جب روح نکل آتی ہے، تو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ پہلے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پوچھا جاتا ہے: یہ آنے والا کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: یہ فلاں آدمی ہے۔ جواب میں کہا جاتا ہے: اس پاک روح کو خوش آمدید، یہ پاک جسم میں تھی، (اے پاک روح! آسمان کے دروازے میں) خوشی خوشی داخل ہو جا، تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت، جنت کی نعمتوں اور راضی ہونے والے رب (سے ملاقات) کی بشارت ہے۔ ہر آسمان کے دروازے سے گزرتے ہوئے اسے مسلسل یہی خوش خبریاں دی جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ روح عرشِ الٰہی تک پہنچ جاتی ہے۔

۲۔ حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ، نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوطٌ مِنْ حَنُوطِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى يَجْلِسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ ؑ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَيَقُوْلُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اخْرُجِي إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٍ، قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِيِّ السِّقَاءِ، فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوهَا فِي يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَأْخُذُوهَا، فَيَجْعَلُوهَا فِي ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِي ذٰلِكَ الْحَنُوطِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، قَالَ: فَيَصْعَدُونَ بِهَا فَلَا يَمُرُّونَ يَعْنِي بِهَا عَلٰى مَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هٰذَا الرُّوحُ الطَّيِّبُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانُوْا يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَنْتَهُوا بِهَا إِلَى

السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ، فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوْهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا، حَتّٰى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى. قَالَ: فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِي جَسَدِهِ.(۱)

جب مومن دنیا سے تعلق توڑتا اور آخرت کی طرف منہ کرتا ہے تو اس کی موت کے وقت ملائکہ سفید نورانی چہروں کے ساتھ اترتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوش بوئیں ہوتی ہیں۔ وہ ملائکہ اُس شخص سے دور فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اُس کے بعد ملک الموت آتا ہے اور اُس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پاکیزہ روح! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کے باغوں کی طرف چل۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس کی روح جسم سے اِس طرح آسانی سے نکلتی ہے، جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے۔ ملک الموت اُس کی روح کو قبض کرتا ہے، لیکن دیگر فرشتے اُسے ایک لمحہ بھی اُس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے بلکہ اُسے اپنے ہاتھوں پر اُٹھا لیتے ہیں؛ اُسے جنت کا کفن پہناتے اور جنت کی خوش بوئیں لگاتے ہیں۔ پھر اُس کے جسم سے زمین پر موجود سب سے اعلیٰ کستوری کی خوش بو جیسی مہک نکلتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر فرشتے اُسے لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں اور وہ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ پوچھتا ہے: یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: یہ فلاں ہے فلاں کا بیٹا۔ فرشتے اچھے القاب و اسما کے ساتھ اس کا نام لیتے ہیں، جن القاب و اسما کے ساتھ وہ اسے دنیا میں پکارتے تھے۔ حتی کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۷–۲۸۸، رقم: ۱۸۵۵۷
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۵۴–۵۵، رقم: ۱۲۰۵۹
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۹۶، رقم: ۵۳۹۶

دروازے کھلواتے ہیں۔ ان کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ ہر آسمان کے مقرب فرشتے اسے الوداع کرتے ہوئے اگلے آسمان تک چھوڑ آتے ہیں۔ اس طرح وہ ملائکہ اسے لے کر ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں (معلوم ہوا کہ صالح مومن مرد اور عورت کی روح میت کے ساتھ سیدھی قبر میں نہیں جاتی بلکہ پہلے سات آسمانوں کے پار جاتی ہے، جہاں اسے اور مالائے اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس بندے کا نام علیین (خاص مقرب افراد کے رجسٹر) میں درج کر دو اور اب اس روح کو زمین میں واپس اس کے جسم میں لے جاؤ۔ میں نے (زمین کی) اِسی (مٹی) سے اُنہیں پیدا کیا اور اُسی میں اُنہیں لوٹاؤں گا اور اُسی سے اُنہیں دوسری مرتبہ (پھر) نکالوں گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اُس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔

(۴) قبر میں جنت اور دوزخ کا نظارہ

قبر میں ہر مومن اور کافر کو جنت اور دوزخ کا نظارہ کرایا جاتا ہے۔ مومن کو پہلے دوزخ دکھائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تم قبر کے سوالوں کا درست جواب نہ دے سکتے، تو یہ تمہارا ٹھکانہ ہوتا، مگر تم کامیاب ٹھہرے۔ پھر اُس کی قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، جہاں سے اُسے جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَکٌ فَيَقُوْلُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَإِنْ اللهُ هَدَاهُ، قَالَ: كُنْتُ أَعْبُدُ اللهَ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ، فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرِهَا، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلٰى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا بَيْتُکَ كَانَ لَکَ فِي النَّارِ، وَلٰكِنَّ اللهَ عَصَمَکَ وَرَحِمَکَ فَأَبْدَلَکَ بِهِ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ،

فَيَقُوْلُ: دَعُونِي حَتّٰى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي، فَيُقَالُ لَهُ: اسْكُن.(۱)

جب مومن کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے، جو اس سے پوچھتا ہے: تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ اگر اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے تو وہ کہتا ہے: میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ پھر فرشتہ اس سے پوچھتا ہے: اس ہستی (حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے؟ مومن جواب دیتا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد اس سے کوئی اور بات نہیں پوچھی جاتی۔ پھر اسے ایک ایسے گھر کی طرف لے جاتا ہے جو جہنم میں اس کے لئے تیار تھا پھر اسے بتایا جاتا ہے یہ تیرا وہ گھر ہے جو دوزخ میں تیرے لئے تیار تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچا لیا اور تجھ پر رحم فرمایا اور اس کے بجائے تجھے جنت میں ایک گھر عطا فرما دیا ہے۔ مومن یہ دیکھتے ہی کہے گا: ذرا مجھے چھوڑو میں اپنے گھر والوں کو خوش خبری دے دوں (کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں گھر عطا فرمایا ہے) لیکن اسے کہا جاتا ہے اب یہیں ٹھہرو۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب مومن قبر کے سوالات کا مرحلہ کامیابی سے طے کر لیتا ہے، تو پھر اُسے جنت میں اُس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔ سوالات کے جوابات ذکر کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلٰى مَا وَقَاكَ اللهُ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ قِبَلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلٰى زَهْرَتِهَا وَمَا

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۳۳، رقم: ۱۳۴۷۲
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب فى المسألة في القبر وعذاب القبر، ۴: ۲۳۸، رقم: ۴۷۵۱
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۹۴، رقم: ۵۳۹۴

فِيهَا، فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ، وَيُقَالُ لَهُ: عَلَى الْيَقِيْنِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللهُ.(۱)

پھر اُس کے لیے جہنم کی طرف ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ ہے وہ (جہنم کی آگ) جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچا لیا ہے۔ پھر اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور مومن آدمی جنت کی بہاریں اور اس میں موجود نعمتیں دیکھتا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے (کہ) یہ تمہارا ابدی ٹھکانہ ہے؛ اور اسے کہا جائے گا: تم نے ایمان پر زندگی بسر کی اور اسی ایمان کی حالت پر مرے اور اسی ایمان کی حالت پر ان شاء اللہ (روزِ قیامت) اُٹھائے جاؤ گے۔

(۵) قبروں میں کشادگی اور روشنی کا انتظام

مومن، نیک اور صالح افراد نیک اعمال کے نور سے اپنے نامۂ اعمال کو منور کر کے اس دنیا سے جاتے ہیں، تو ان کی قبریں وسیع اور روشن کر دی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَوْ قَالَ أَحَدُكُمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَالآخَرُ: النَّكِيْرُ، فَيَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: مَا كَانَ يَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَيَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِيْنَ، ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيْهِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: نَمْ، فَيَقُوْلُ: أَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ؟ فَيَقُوْلَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، ۲: ۱۴۲۶، رقم: ۴۲۶۸

الَّذِي لَا يُوْقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، حَتَّى يَبْعَثَهُ اللهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِکَ. (۱)

جب میت کو یا فرمایا: تم میں سے کسی ایک کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے، تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلگوں آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ وہ دونوں اس میت سے پوچھتے ہیں۔ اس عظیم ہستی (رسولِ مکرم ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ شخص وہی بات کہتا ہے، جو دنیا میں کہا کرتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے (خاص) بندے اور رسول ہیں۔ وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا۔ پھر اس کی قبر کو لمبائی و چوڑائی میں ستر ستر ہاتھ کشادہ کر دیا جاتا ہے اور پھر اس بندہ مومن کے اعزاز میں اس قبر میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: (آرام سے) سو جا۔ وہ کہتا ہے: میں واپس جا کر گھر والوں کو بتا آؤں۔ فرشتے کہتے ہیں: نہیں (نئی نویلی) دلہن کی طرح سو جاؤ۔ جسے گھر والوں میں سے محبوب ترین شخص ہی آ کر اُٹھاتا ہے (اور وہ بندہ مومن اللہ کی نعمتوں میں آرام کرتا ہے) یہاں تک کہ اللہ خود اسے قیامت کے روز اس کی قبر سے اُٹھائے گا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ ہی ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي قَبْرِهِ لَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، وَيُرَحَّبُ لَهُ قَبْرُهُ سَبْعُوْنَ

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، ۳: ۳۸۳، رقم: ۱۰۷۱

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۸۶، رقم: ۳۱۱۷

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۵۶، رقم: ۱۲۰۶۲

۴۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۱۶، رقم: ۸۶۴

ذِرَاعًا، وَيُنَوَّرُ لَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةِ الْبَدْرِ.(۱)

بے شک مومن اپنی قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے اس کے لیے اس کی قبر کو ستر ہاتھ (لمبائی چوڑائی میں) کشادہ کر دیا جاتا ہے پھر اس کے آرام کی خاطر اُس میں چودھویں رات کے چاند جیسی روشنی کر دی جاتی ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ ایک اور طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ جب مومن قبر کے تمام مراحل کامیابی سے طے کر لیتا ہے، تو اُس کی قبر کشادہ اور منور کر دی جاتی ہے۔ حدیث کے درج ذیل الفاظ ہیں:

ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا، وَيُنَوَّرُ لَهُ فِيْهِ، وَيُعَادُ الْجَسَدُ لِمَا بَدَأَ مِنْهُ، فَتُجْعَلُ نَسْمَتُهُ فِي النَّسَمِ الطَّيِّبِ، وَهِيَ طَيْرٌ يُعَلِّقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ فَذٰلِکَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾ [إبراهيم، ١٤/٢٧].(۲)

پھر اس کی قبر ستر ہاتھ (تقریبًا ۱۰۵ فٹ یا ۳۵ میٹر) کھلی کر دی جاتی ہے اور اسے منور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے جسم کو پہلے والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی اسے سوال جواب کے بعد دوبارہ لٹا دیا جاتا ہے) اور اس کی روح کو پاکیزہ اور خوش بو دار بنا دیا جاتا ہے اور یہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں پر اُڑتی پھرتی ہے۔ (قبر میں مومن کا یہ نیک انجام) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۹۲، رقم: ۳۱۲۲
۲۔ هيثمي، موارد الظمأن، ۱: ۱۹۸، رقم: ۷۸۲
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۹۳، رقم: ۵۲۱۶

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۸۰، ۳۸۱، رقم: ۳۱۱۳
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۵۶، رقم: ۱۲۰۶۲
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۱۰۶، رقم: ۲۶۳۰

اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ﴾ 'اللہ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔'

واضح رہے کہ مومنین و صالحین کو قبر میں حاصل ہونے والے یہ اعزازات دنیا میں آخرت کی اچھی تیاری کے سبب ہی حاصل ہوں گے۔

۹۔ عذابِ قبر کے مختلف اَسباب

جس طرح اچھے اور نیک اعمال قبر کی کشادگی اور مختلف نعمتوں کے حصول کا باعث ہیں، اسی طرح اعمالِ بد عذابِ قبر کا سبب بنتے ہیں۔ اُن کا ذکر بھی احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے۔ ذیل میں ہم بعض اَسباب کا ذکر کریں گے جن کے باعث قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

(۱) کفر و شرک کرنا

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اَنکار کرنا یا اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا عذابِ قبر کا سب سے بڑا سبب ہے۔

۱۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بنو نجار کے ایک باغ میں اپنی خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اچانک ایک جگہ وہ خچر بدکی اور قریب تھا کہ آپ ﷺ کو گرا دیتی۔ اُس جگہ چھ، پانچ یا چار قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِن قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَمَتٰی مَاتَ هٰؤُلَاءِ؟

یہ لوگ کب مرے تھے؟

اُس شخص نے عرض کیا:

مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ.

یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِي قُبُورِهَا، فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ.

اِس اُمت کی اِن کی قبروں میں آزمائش کی جاتی ہے، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مُردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی وہ عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں۔

اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ.(۱)

دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

۲۔ حضرت انس بن مالک ﷺ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ بنونجار کے باغ میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے قبرستان سے کچھ آوازیں سنی اور گھبرا گئے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ کن کی قبریں ہیں؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں فوت ہونے والے بعض مشرکین کی قبریں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعميها وأهلها، باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه، ۴: ۲۱۹۹، رقم: ۲۸۶۷

۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۱۱۱، رقم: ۲۵۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۳۳، رقم: ۱۳۴۷۲ ←

اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر، عذابِ دوزخ اور فتنہ دجال سے خوب پناہ طلب کیا کرو۔

۳۔ حضرت ابو ایوب انصاری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے قبرستان میں ایک آواز سنی تو ارشاد فرمایا:

يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا. (۱)

یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ایمان کی دولت میسر ہے، لہٰذا ہر لمحہ اس کی حفاظت کرنی چاہئے اور عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے خاتمہ بالایمان کی دعا کرنی چاہیے۔

(۲) نکیرین کے سوالات کے جوابات نہ دے سکنا

قبر میں ہونے والے سوالات کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے کئی احادیث میں رہنمائی فرمائی ہے، جن کا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں بالتفصیل کر چکے ہیں۔ یہاں حضرت براء بن

..... ۲۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب فى المسألة في القبر وعذاب القبر، ۴: ۲۳۸، رقم: ۴۷۵۱

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۹۴، رقم: ۵۳۹۴

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، ۱: ۴۶۳، رقم: ۱۳۰۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض معقد الميت من الجنّة أو النّار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ، ۴: ۲۲۰۰، رقم: ۲۸۶۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۷، رقم: ۲۳۵۸۶

۴۔ نسائي، كتاب الجنائز، باب عذاب القبر، ۴: ۱۰۲، رقم: ۲۰۵۹

عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث مبارک ذکر کریں گے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

کافر آدمی جب اس دنیا سے اپنا تعلق توڑ کر سفرِ آخرت شروع کرنے لگتا ہے تو اس کے پاس سیاہ چہروں والے فرشتے آتے ہیں جن کے پاس کھردرا کفن ہوتا ہے۔ وہ اس کے ارد گرد تا حدِ نگاہ بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر اس کے پاس ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور اسے کہتا ہے: اے خبیث روح! تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے غضب کی طرف نکل۔ پھر ملک الموت اُس کے جسم میں گھس جاتا ہے اور اس کی روح کو اس کے جسم سے اس طرح کھینچتا ہے جس طرح بھیگی ہوئی اون سے لوہے کی سلاخ کھینچی جاتی ہے۔ اِس طرح وہ اُس کی روح کو کھینچ لاتا ہے لیکن ایک لمحہ بھی اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتا بلکہ اسے اُس کھردرے کفن میں لپیٹ دیتا ہے۔ اُس سے اِس طرح کی بدبو آتی ہے جیسے زمین پر موجود کسی مردار سے آتی ہے۔ وہ فرشتے اُس کی روح کو لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں مگر فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں: یہ کس خبیث کی روح ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے، اور اسے ان بُرے القاب سے پکارتے ہیں جن سے اسے دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمانِ دنیا کے دروازے پر پہنچتے ہیں اور اس کے لیے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ.[1]

اُن کے لیے آسمانِ (رحمت وقبولیت) کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوسکیں گے یہاں تک کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے (یعنی جیسے یہ ناممکن ہے اُسی طرح ان کا جنت میں داخل ہونا بھی ناممکن ہے)۔

(۱) الأعراف، ۷:۴۰

پھر اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اِس کا نام دوزخ کے آخری گھڑے میں ڈالے جانے والے لوگوں میں لکھ دو۔ اس کے بعد اس کی روح کو آسمان سے ہی نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّيْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ○ (۱)

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ (ایسے ہے جیسے) آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا اس کو کسی دور کی جگہ میں نیچے جا پھینکے○

اِس کے بعد اُس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ کافر کہتا ہے: ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ فرشتے پوچھتے ہیں: تیرا دین کون سا ہے؟ کافر جواب دیتا ہے: ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ فرشتے پوچھتے ہیں: تمہارے درمیان مبعوث کی گئی یہ ہستی کون ہے؟ کافر جواب دیتا ہے: ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ آسمان سے ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے: ''اس نے جھوٹ کہا ہے۔ اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو، اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔'' چنانچہ جہنم کی گرم اور زہریلی ہوا اسے آنے لگتی ہے۔ اس کی قبر اس پر تنگ کردی جاتی ہے حتی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بدصورت، غلیظ کپڑے پہنے بدترین بدبو والا شخص آتا ہے اور کہتا ہے: تجھے برے انجام کی بشارت ہو! یہ ہے وہ دن جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کافر کہتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا چہرہ بڑا ہی بھدا ہے، تو (میرے لیے) برائی لے کر آیا ہے۔ وہ جواب میں کہتا ہے: میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ تب کافر کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔ (۲)

---

(۱) الحج، ۲۲: ۳۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۸۷، رقم: ۱۸۵۵۷ ←

(۳) معرفتِ مصطفیٰ ﷺ سے محرومی

قبر میں پوچھے جانے والے سوالات میں تیسرا سوال معرفت مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب 'الصحیح' میں سات مختلف مقامات پر نکیرین کے سوالات پر مبنی روایت ذکر کی ہے۔ مگر تمام مقامات پر صرف ایک ہی سوال کا ذکر کیا ہے کہ بندے کو مرنے کے بعد جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی تدفین کے بعد واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سن رہا ہوتا ہے۔ پھر اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر کہتے ہیں:

مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟

تو اس ہستی محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟

اگر وہ مومن ہو تو کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے (کامل) بندے اور اس کے (سچے) رسول ہیں۔ اس سے کہا جائے گا: اگر تو انہیں پہچان نہ پاتا تو جہنم میں تیرا جو ٹھکانہ ہوتا اُسے دیکھ لے، مگر اللہ تعالیٰ نے تجھے اِس (معرفتِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ) کی بدولت جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ (جنت و دوزخ کے) دونوں مقامات دیکھے گا۔ (پھر فرمایا:) اگر (صاحبِ قبر) منافق یا کافر ہو تو وہ مذکورہ سوال کے جواب میں کہے گا: مجھے تو معلوم نہیں، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اُس سے کہا جائے گا: نہ تو نے اُنہیں جاننے کی کوشش کی اور نہ ماننے کی۔ (اس غفلت اور عدم پہچان پر) اُسے لوہے کا گُرز مارا جاتا ہے تو وہ (شدت تکلیف) سے چیختا چلاتا ہے جسے سوائے جنات اور انسانوں کے قریب والی مخلوق سنتی ہے۔

امام بخاری نے درج بالا روایت 'الصحیح' میں باختلافِ الفاظ درج ذیل سات مقامات

۲۔ ابن منده، الإيمان، ۲: ۹۶۳-۹۶۴، رقم: ۱۰۶۴

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۱۹۶، رقم: ۵۳۹۶

۴۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۵۳۲، ۵۳۳

پر بیان کی ہے:

(۱) كتاب العلم، باب من أجاب الفتيا بإشارة اليد والرأس، ۱:۴۴-۴۵، رقم:۸۶۔

(۲) كتاب الوضوء، باب من لم يتوضأ إلا من الغشي المثقل ۱:۷۹، رقم:۱۸۲۔

(۳) كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء: أَما بعد، ۱:۳۱۲، رقم:۸۸۰۔

(۴) كتاب الكسوف، باب صلاة النساء مع الرجال في الكسوف، ۱:۳۵۸-۳۵۹، رقم:۱۰۰۵۔

(۵) كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال، ۱:۴۴۸-۴۴۹، رقم:۱۲۷۳۔

(۶) كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، ۱:۴۶۲-۴۶۳، رقم:۱۳۰۸۔

(۷) كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ، ۶:۲۶۵۷-۲۶۵۸، رقم:۶۸۵۷۔

ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَأَمَّا فِتْنَةُ الْقَبْرِ فَبِي تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّي تُسْأَلُوْنَ.(۱)

قبر کی آزمائش میرے بارے میں ہی ہوگی اور (قبر میں) تم سے میرے ہی متعلق پوچھا جائے گا۔

ان روایات مقدسہ سے یہ واضح ہے کہ قبر میں کامیابی اور کامرانی معرفت مصطفیٰ ﷺ کے سبب سے ہوگی۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم دنیا میں اپنے آقا و مولیٰ نبی آخر الزمان ﷺ کی محبت، اطاعت و اتباع اور تعظیم و توقیر کو اپنا اُوڑھنا بچھونا بنا لیں کہ قبر میں جب نکیرین سوال

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۳۹، رقم: ۲۵۱۳۳

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، ۲: ۱۴۲۶، رقم: ۴۲۶۸

۳۔ ابن منده، الإيمان، ۲: ۹۶۷، رقم: ۱۰۶۷

کریں تو آپ ﷺ کی پہچان نصیب ہو، کیونکہ یہی پہچان اُخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔

(۴) طہارت و پاکیزگی میں بے احتیاطی برتنا اور غیبت کرنا

قبر میں عذاب کا اہم سبب بول و براز سے اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھنا بھی ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا سبب دوسروں کی غیبت اور عیب جوئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں برائیوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا اور انہیں عذابِ قبر کا سبب قرار دیا ہے۔ گویا اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ یہ دونوں برائیاں وزن میں برابر ہیں کہ جس طرح پیشاب کے قطرے ناپاک ہیں اور وہ انسان کے ظاہری لباس کو ناپاک کر دیتے ہیں، اسی طرح غیبت بھی ناپاک اور نجس ہے کہ یہ انسان کے باطن کو گندا اور ناپاک کر دیتی ہے، یوں ان دونوں اَعمال کا اِرتکاب عذابِ قبر کا سبب بنے گا۔ لہٰذا ہمیں ان سے اجتناب برتنا چاہئے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ ﷺ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ. ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ: لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا. (۱)

آپ ﷺ ایک مرتبہ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انہیں عذاب ہو رہا ہے۔

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر، ۱: ۴۵۸، رقم: ۱۲۹۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، ۱: ۲۴۰، رقم: ۲۹۲

۳۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب وضع الجريدة على القبر، ۴: ۱۰۶، رقم: ۲۰۶۸

۴۔ أبو داود، السنن، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، ۱: ۶، رقم: ۲۰

لیکن یہ عذاب کسی گناہِ کبیرہ کی بنا پر نہیں، بلکہ ان میں سے ایک پیشاب کے قطروں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور اور دوسرا غیبت کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک سبز شاخ پکڑی اسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک ایک حصہ دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں گی ان سے عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی۔

(۵) قرآن مجید حفظ کر کے بھلا دینا اور فرض نماز کو ترک کرنا

حضرت سمرۃ بن جندب ﷺ سے مروی ایک طویل روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا ایک خواب بیان فرماتے ہوئے مختلف گناہوں کے باعث عذاب دیے جانے کا ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رات میرے پاس دو فرشتے آئے، انہوں نے مجھے اُٹھایا اور دونوں نے عرض کیا: چلیے۔ ہم چل دیے یہاں تک کہ ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا اور دوسرا اس کے پاس لوہے کا آرا لیے کھڑا تھا۔ اُس کے ساتھ اُس کے جبڑے، اس کے نتھنے اور اس کی آنکھ کو گدی تک چیر دیتا تھا۔ وہ ایک طرف سے چیر کر دوسری جانب متوجہ ہوتا اور اُدھر بھی ایسا ہی کرتا جیسا اِس طرف پہلے کیا تھا۔ جب وہ دوسری طرف کو چیر کر فارغ ہوتا تو پہلی طرف بالکل درست ہو چکی ہوتی، پھر وہ دوبارہ اُسی طرح کرتا جیسے پہلے کیا تھا۔

حدیث مبارک کے آخر میں آپ ﷺ نے اُس شخص کے عذاب کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ القُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلاَةِ المَكْتُوبَةِ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤياء بعد صلاة الصبح، ۶: ۲۵۸۳، رقم: ۶۶۴۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸، رقم: ۲۰۱۰۶

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۲۸، رقم: ۶۵۵

یہ وہ شخص تھا جو قرآن مجید کو پڑھ کر بھلا دیتا اور فرض نماز کے وقت سو جاتا تھا (یعنی فرض نماز کا تارک تھا)۔

(۶) دروغ گوئی اور کذب بیانی

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں اُن فرشتوں کے ساتھ چل دیا یہاں تک ہم ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جو لیٹا ہوا تھا اور دوسرا اس کے اوپر پتھر لیے کھڑا تھا۔ وہ اس کے سر پر پتھر مارتا جس سے اُس کا سر پھٹ جاتا اور پتھر وہاں سے لڑھک کر دور چلا جاتا۔ پہلا شخص پتھر کے پیچھے جاتا اور اُس پتھر کو اُٹھا کر ابھی واپس نہیں آتا تھا کہ اتنی دیر میں اس کا سر درست ہو چکا ہوتا۔ وہ شخص واپس لوٹ کر پھر اُسی طرح اُس کے سر پر پتھر مارتا جیسے اُس نے پہلی مرتبہ مارا تھا (یعنی یہ عمل مسلسل جاری تھا)۔

حدیث مبارک کے آخر میں آپ ﷺ نے اُس شخص کے عذاب کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ، فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ. (۱)

یہ وہ شخص تھا کہ صبح جب اپنے گھر سے نکلتا تو جھوٹی باتیں گھڑتا اور اُنہیں دنیا بھر میں پھیلاتا تھا۔

مراد یہ ہے کہ دروغ گوئی، کذب بیانی اور جھوٹ بولنا عذابِ قبر کے اَسباب میں سے ہے، لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤياء بعد صلاة الصبح، ۶: ۲۵۸۳، رقم: ۶۶۴۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸، رقم: ۲۰۱۰۶

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۲۸، رقم: ۶۵۵

(۷) بدکاری کرنا

اسی طویل حدیث مبارک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر ہم ایک تنور جیسی شے کے پاس پہنچے کہ جس سے بہت زیادہ شور وغل کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس کے اندر عریاں مرد و زن نظر آئے، جن کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ اُنہیں جب نیچے سے آگ کی تپش پہنچتی تو وہ چیختے چلاتے تھے۔

حدیث مبارک کے آخر میں آپ ﷺ نے اُن کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَأَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّوْرِ، فَإِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِي. (۱)

تنور جیسی جگہ میں موجود مرد اور عورتیں بدکار مرد اور عورتیں تھیں۔

ثابت ہوا کہ بدکاری اور زنا بھی عذابِ قبر کا سبب ہے۔

(۸) سود خوری

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی زیر بحث حدیث مبارک میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا: پھر ہم ایک نہر پر پہنچے جو کہ خون کی طرح سرخ تھی۔ اُس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا جب کہ دوسرا نہر کے کنارے کھڑا تھا، جس کے پاس بہت سے پتھر جمع تھے۔ جب تیرنے والا تیرتا ہوا کنارے پر آتا تو آ کر اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے پر کھڑا شخص اُس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ چنانچہ وہ پھر تیرتا ہوا واپس نہر میں چلا جاتا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر واپس آتا تو کنارے پر کھڑا شخص اِسی طرح اُس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤياء بعد صلاة الصبح، ۶: ۲۵۸۳، رقم: ۶۶۴۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸، رقم: ۲۰۱۰۶

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۲۸، رقم: ۶۵۵

حدیث کے آخر میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اُسے دیے جانے والے اِس عذاب کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّهُ آكِلُ الرِّبَا. (۱)

تحقیق وہ سود کھانے والا تھا۔

(۹) نماز کو مؤخر کرکے پڑھنا اور دوسروں کی عیب جوئی کرنا

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ بعض اعمالِ صالحہ کو ہم معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمیں علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کا صلہ کیا ہے؟ دوسری طرف بعض اعمالِ سیاہ ہم کر گزرتے ہیں اور پروا ہی نہیں کرتے کہ یہ گناہ کس قدر مہلک ہیں اوران پر کتنا عذاب ہے۔ حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَهُ أُخْتٌ فَمَاتَتْ، فَجَهَّزَهَا وَحَمَلَهَا إِلٰى قَبْرِهَا، فَلَمَّا دُفِنَتْ وَرَجَعَ إِلٰى أَهْلِهٖ ذَكَرَ أَنَّهُ نَسِيَ كِيْسًا كَانَ مَعَهُ فِي الْقَبْرِ، فَاسْتَعَانَ بِرَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهٖ، فَأَتَيَا الْقَبْرَ، فَنَبَشَاهُ، فَوَجَدَا الْكِيْسَ، فَقَالَ لِلرَّجُلِ: تَنَحَّ حَتّٰى أَنْظُرَ عَلٰى أَيِّ حَالٍ أُخْتِي. فَرَفَعَ بَعْضَ مَا عَلَى اللَّحْدِ، فَإِذَا الْقَبْرُ يَشْتَعِلُ نَارًا، فَرَدَّهُ وَسَوَى الْقَبْرَ، وَرَجَعَ إِلٰى أُمِّهٖ، فَسَأَلَهَا عَنْ حَالِ أُخْتِهٖ، فَقَالَتْ: كَانَتْ تُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا، وَلَا تُصَلِّي فِيْمَا أَظُنُّ بِوُضُوءٍ، وَتَأْتِي أَبْوَابَ الْجِيْرَانِ إِذَا نَامُوْا فَتُلْقِمُ أُذُنَهَا

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التعبير، باب تعبير الرؤياء بعد صلاة الصبح، ۲: ۲۵۸۳، رقم: ۶۶۴۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸، رقم: ۲۰۱۰۶

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۲۸، رقم: ۶۵۵

أَبْوَابَهُمْ فَتُخْرِجُ حَدِيْثَهُمْ. (۱)

اہلِ مدینہ میں سے ایک شخص کی بہن فوت ہوگئی۔ اُس نے اپنی بہن کی تجہیز وتکفین کی اور اسے قبر کی طرف لے گیا۔ جب وہ اُسے دفن کر کے اپنے گھر واپس آیا تو اُسے یاد آیا کہ وہ تو اپنا ایک بیگ قبر کے اندر ہی بھول آیا ہے۔ اُس نے اپنے دوستوں میں سے ایک شخص کو اپنے ساتھ لیا اور وہ دونوں قبر کے پاس آئے۔ انہوں نے قبر کھودی اور انہیں بیگ مل گیا۔ اُس شخص نے اپنے دوست سے کہا: ذرا ایک طرف ہٹنا میں دیکھوں تو سہی کہ میری بہن بھلا کس حال میں ہے؟ اس نے لحد کے اُوپر موجود سِلوں میں سے ایک کو ہٹایا تو دیکھا کہ قبر میں آگ بھڑک رہی ہے۔ اس نے اُسے واپس رکھ دیا اور قبر کو دوبارہ (مٹی سے) برابر کر دیا۔ پھر وہ شخص اپنی والدہ کے پاس آیا اور اُس سے اپنی بہن کے اعمال کے بارے میں پوچھا۔ اُس کی والدہ نے بتایا: وہ نماز کو اُس کے وقت سے مؤخر کر کے ادا کرتی تھی اور میرے خیال میں وہ بغیر وضو ہی نماز پڑھ لیا کرتی تھی۔ جب ہمسائے سو جاتے تو وہ اُن کے دروازوں سے اپنے کان لگا کر اُن کی باتیں سنا کرتی تھی اور ان کی باتیں پھیلایا کرتی تھی۔

آج اگر ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں تو شاید بہت کم لوگ ایسے بچیں گے جو ان گناہوں کا شکار نہ ہوں گے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم انہیں گناہ سمجھتے ہی نہیں، حالاں کہ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ ہماری قبر کو دوزخ کا ایندھن بنانے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔

(۱۰) ملاوٹ کرنا

ایک اور واقعہ جسے امام بیہقی نے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد الحمید بن محمود نے بیان کیا ہے:

---

(۱) ۱۔ ابن أبي الدنیا، الورع: ۷۲

۲۔ ابن رجب الحنبلي، أهوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور: ۶۲

كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَقْبَلْنَا حُجَّاجًا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالصَّفَاحِ تُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا، فَحَفَرْنَا لَهُ، فَإِذَا أَسْوَدُ قَدْ أَخَذَ اللَّحْدَ، ثُمَّ حَفَرْنَا قَبْرًا آخَرَ، فَإِذَا أَسْوَدُ قَدْ أَخَذَ اللَّحْدَ كُلَّهُ، قَالَ: فَتَرَكْنَا وَأَتَيْنَاكَ نَسْأَلُكَ مَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: ذَاكَ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ، اِذْهَبُوا فَادْفِنُوْهُ فِي بَعْضِهَا، وَاللهِ، لَوْ حَفَرْتُمْ لَهُ الْأَرْضَ كُلَّهَا لَوَجَدْتُمْ ذَلِكَ. قَالَ: فَأَلْقَيْنَاهُ فِي قَبْرٍ، قَالَ: فَلَمَّا قَضَيْنَا سَفَرَنَا أَتَيْنَا امْرَأَتَهُ، فَسَأَلْنَاهَا عَنْهُ فَقَالَتْ: كَانَ رَجُلًا يَبِيْعُ الطَّعَامَ فَيَأْخُذُ قُوتَ أَهْلِهِ كُلَّ يَوْمٍ ثُمَّ يَنْظُرُ مِثْلَهُ مِنْ قَصَبِ الشَّعِيْرِ فَيَقْطَعُهُ فَيَخْلِطُهُ فِي طَعَامِهِمْ، وَكَانَ يَأْكُلُ مَا كَانَ يَأْخُذُ. (۱)

میں حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: ہم حج کے لیے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب ہم صفاح کے مقام پر پہنچے تو ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا۔ ہم نے اُس کے لیے قبر کھودی۔ جب ہم قبر تیار کر چکے تو دیکھا کہ ایک سیاہ اژدھا لحد پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ ہم نے اُس کے لیے دوسری قبر تیار کی تو اُس میں بھی وہ اژدھا قابض ہو گیا۔ ہم نے اُسے اسی حال میں چھوڑ دیا اور اب میں آپ سے رہنمائی لینے آئے ہیں کہ آپ ہمیں اس بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ نے فرمایا: یہ اُس کے ان اعمال کی سزا ہے جو وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا۔ اللہ کی قسم! اگر تم اس کے لیے ساری زمین بھی کھود ڈالو، تو اُسے ہر جگہ پاؤ گے؛ جاؤ اور اسے اُن دو قبروں میں سے کسی ایک میں دفن کر دو۔ وہ شخص بیان کرتا ہے کہ ہم نے اُسے ایک قبر میں دفن کر دیا۔ پھر جب ہم حج ادا کر کے لوٹے تو ہم نے اُس شخص کی بیوی سے اُس کے اعمال کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے بتایا: یہ وہ شخص تھا جو کھانا بیچا کرتا تھا۔ یہ ہر روز اُس

(۱) بيهقي، شعب الإيمان، ۴: ۳۳۴، رقم: ۵۳۱۱

کھانے میں سے اپنے گھر والوں کے لیے کھانا نکال لیتا اور اُس کی جگہ جو کی روٹی کے سُوکھے ٹکڑوں کی ملاوٹ کر دیتا تھا؛ پھر اسی سے حاصل شدہ آمدنی سے گزر اوقات کیا کرتا تھا۔

واضح رہے کہ اشیا میں ملاوٹ ایسا گناہ ہے کہ جس کی وجہ سے قبر میں سخت عذاب ہوگا، مگر آج ہمارے معاشرے میں کاروباری حضرات اس گناہ سے کس قدر پرہیز کرنے والے ہیں؟ یہ ایک ایسا سادہ سا سوال ہے کہ جس کا جواب ایک بچہ بھی دے سکتا ہے۔ اس گناہ سے پرہیز تو درکنار، اسے گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اسے کاروباری فن اور مہارت کا نام دیا جاتا ہے۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی فکر کریں کہ جس میں معمولی سے معمولی گناہ بھی قابلِ گرفت اور عذاب کا باعث ہوگا۔

اسی طرح عذاب قبر کے کئی اور اسباب بھی ہوں گے کہ جن کے سبب قبر تنگ کر دی جائے گی۔ یہاں تک کہ پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی اور جسم کے سارے پنجرے ٹوٹ جائیں گے۔ ان سے نجات کا سبب فقط اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کو اختیار کرنا ہے۔ یہاں ضمناً یہ واضح کرتے چلیں کہ روزِ قیامت جن اَعمال کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا اُن کا تعلق دو اقسام سے ہے:

(۱) حقوق اللہ

(۲) حقوق العباد

حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خونِ ناحق کا حساب لیا جائے گا۔ برزخ میں ان دونوں حقوق کے مقدمات یعنی ابتدائی حصوں کا حساب ہوگا اور نماز کا مقدمہ یا اس کی ابتدا طہارت سے ہوتی ہے۔ لہٰذا طہارت کا حساب عالمِ برزخ یعنی قبر میں ہوگا۔ اسی طرح خون یا قتل کی ابتدا چغلی اور غیبت سے ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے غیبت کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا اس کا حساب بھی قبر ہی میں لیا جائے گا۔ یہ واضح رہے کہ غیبت، تہمت اور جھوٹ نے ہماری زندگی کو بُری طرح

سے جکڑا ہوا ہے۔ ہمارے ہاں اصلاح کے نام پر دوسروں کو بدنام اور رسوا کیا جاتا ہے حالاں کہ غیروں کی برائی کو اچھال کر کبھی اصلاح نہیں ہوتی۔ اصلاح کا طریقہ کار یہ ہے کہ تنہائی میں اُس کے پاس چلے جائیں۔ پیار و نصیحت کے طریقے سے اسے سمجھایا جائے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ یہ اصلاح کا درست طریقہ ہے۔ چنانچہ اصلاح کی پہلی شرط ہی پردہ پوشی ہے۔ پھر اصلاح کا آغاز تو اپنی ذات سے ہوتا ہے، جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خود تو اپنے اندر خامیوں کا ایک جہان آباد رکھے ہوئے ہیں لیکن اصلاح دوسروں کی کرتے پھرتے ہیں۔

ہندوستان کے آخری مغل فرماں روا بہادر شاہ ظفر کا شعر ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر، رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر، تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

یہ سچ ہے کہ جب نگاہ اپنا عیب دیکھتی ہے تو پھر اسے کسی کا بھی عیب نظر نہیں آتا۔ اولیاء اللہ کی تصانیف میں ہر جگہ اپنی ذات کی نفی کرنے اور دوسرے کو اچھا سمجھنے کا سبق ملتا ہے۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا درس تو یہ ہے کہ اگر کوئی کافر بھی ہے، تو یہ خیال کرو کہ شاید یہ مرنے سے پہلے توبہ کرلے اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور میں مرنے سے پہلے خدانخواستہ کہیں بدبخت نہ ہو جاؤں۔ لہٰذا اس کی کبھی شخصی برائیاں نہ کرو۔ عقیدۂ دین و ایمان اور کفر کا مسئلہ جدا ہے۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ سے کوئی بڑا ہو تو یہ جان کر اسے اچھا جانو کہ اس کی عمر تم سے زیادہ ہے تو اس نے نیکیاں بھی زیادہ کی ہوں گی؛ اگر کوئی عمر میں تم سے چھوٹا ہے تو اسے خود سے اچھا جانو کہ اس کی عمر تھوڑی ہے، اس لیے اس نے گناہ بھی تم سے کم کیے ہوں گے۔ یعنی ہمیشہ وہ پہلو بیان کریں جس سے دوسرا آپ کو خود سے اچھا اور بہتر لگے۔ درحقیقت یہی تصوف اور روحانیت ہے، یہ نیکی، تقویٰ اور للّٰہیت ہے۔ جب کہ ہم ہر وقت بالواسطہ یا بلاواسطہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ فرمایا اگر کوئی تم سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اسے یہ جان کر اچھا جانو کہ اس کے پاس علم زیادہ ہے، اُس نے اعمالِ صالحہ بھی علم کی وجہ سے زیادہ کیے ہوں گے اور کوئی تم سے کم علم، حتیٰ کہ جاہل ہے، تب بھی اسے خود سے اچھا جانو اور یوں

سمجھو کہ اسے علم نہیں ہے، اس نے بے خبری اور جہالت میں گناہ کیے ہیں، اس لیے شاید یہ معاف کر دیا جائے، اور میں علم کے باوجود گناہ کر رہا ہوں اس لیے معاف نہ کیا جاؤں۔

حضرت داتا علی ہجویری نے اپنی کتاب 'کشف المحجوب' کے باب علم میں تحریر کیا ہے کہ اپنے علم کے مطابق عمل کرنے سے زیادہ مشکل کوئی چیز نہیں ہے، کیونکہ جیسے جیسے علم بڑھتا چلا جاتا ہے، ویسے ویسے عمل کی ذمہ داری بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جتنی آگاہی کم ہوتی چلی جاتی ہے، اتنی ذمہ داری بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس لیے تم کم علم والے کو اچھا جانو کہ اس نے تو جہالت اور بے خبری میں گناہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بے خبری میں روزہ توڑنے کے گناہ کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ صوفیا نے ہمیں وہ راستے دکھائے ہیں، جن راستوں سے آپ دوسرے کو خود سے اچھا جانیں۔ یاد رہے کہ جب تک آپ کی سوچ ایسی نہیں بنے گی تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے سلوک وتصوف سے اپنے حالات بدلنے کا کوئی سبق نہیں سیکھا۔

واضح رہے کہ جو شخص چوری کرے، زنا کرے، شراب پیے، سود کھائے یا کوئی اور گناہ کرے۔ گویا اس کے لیے ہر گناہ کے ساتھ عذابِ قبر کی اذیت مقرر ہے اور یہ اذیتیں وقتی نہیں بلکہ قیامت تک چلیں گی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ.(۱)

جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (روزِ قیامت) کھڑے نہیں ہوسکیں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان (آسیب) نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو۔

ہم (الاماشاء اللہ) دوسروں کا مال بھی کھانے سے گریز نہیں کرتے، جھوٹ، مکر و فریب، ناانصافی اور حرام خوری بھی کرتے ہیں۔ پھر اس حرام مال میں سے ہر سال حج اور عمرے پر بھی چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سرکار کا بڑا کرم ہے۔ یاد رکھیں انہیں مرنے کی دیر ہے یہ سارے مال بے کار ہو جائیں گے۔ ہم نے نیکی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ افسوس کے

(۱) البقرة، ۲: ۲۷۵

ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے نیکیوں کی روح ختم کر کے رسومات کا نام نیکی رکھ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال اور کردار کا جواب دہ ہوتا ہے۔ باتیں اور بلند و بانگ دعوے کرنا اور بات ہے اور علم کا عمل میں ڈھل جانا دوسری بات ہے۔ واضح رہے کہ زندگی اپنے دامن میں قلیل وقفہ رکھتی ہے۔ جب قضا کی گھنٹی بجے گی تو ساری مہلتیں ختم ہو جائیں گی۔ نظیر اکبر آبادی اپنی شہرۂ آفاق نظم 'بنجارا' میں انسان کو بنجارا قرار دے کر اس کی حقیقت کچھ یوں بیان کر رہے ہیں:

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں، مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا

کیا بدھیا، بھینسا، بیل، شتر، کیا گو میں پلا سر بھارا
کیا گیہوں، چانول، موٹھ، مٹر، کیا آگ، دھواں اور انگارا

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوئے گا جب لاد چلے گا بنجارا

اگر ہم اُخروی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم زندگی بدلنے کا تہیہ کر کے ہی اس منزل سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔

۱۰۔ عذابِ قبر کی مختلف صورتیں

درحقیقت قبر تو ان لوگوں کی ہوتی ہے جنہوں نے دنیا میں رہ کر اس کی تیاری کی ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ وہاں جا کر کسی کو بھی کوئی مہلت نہیں ملے گی۔ ہم قبر کی ہولناکیوں کو چند احادیث کے ذریعے بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ عذابِ قبر کی شدت کس نوعیت کی ہوگی۔ واضح رہے کہ عذابِ قبر کئی اقسام کا ہوگا ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) پتھروں سے میت کا سر کُچلا جانا

عذابِ قبر کی ایک شکل یہ بھی ہوگی کہ میت کا سر پتھروں سے کچل دیا جائے گا۔

حضرت سمرہ بن جندب ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ، بِيَدِهِ كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيْدٍ، قَالَ: بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسَى: إِنَّهُ يُدْخِلُ ذٰلِکَ الْكَلُّوْبَ فِي شِدْقِهِ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذٰلِکَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هٰذَا، فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ، قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدَخُ بِهِ رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ، وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ، فَضَرَبَهُ، قُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟..... قَالَا: نَعَمْ أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(۱)

آج رات میں نے دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارضِ مقدس کی طرف لے گئے۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا اور ایک کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک سلاخ ہے (جس کا سرا مڑا ہوتا ہے اور لٹکانے، اٹکانے اور کریدنے کے کام آتا ہے)۔ ہمارے بعض ساتھیوں نے موسیٰ (راویِ حدیث) سے روایت کیا کہ اس لوہے کی سلاخ کو اُس (بیٹھے شخص) کے ایک جبڑے میں داخل کرتا ہے، جو

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، ۱: ۴۶۵-۴۶۶، رقم: ۱۳۲۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۴، رقم: ۲۰۱۷۷

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۷: ۲۴۲، ۲۴۳، رقم: ۶۹۹۰

اس کی گردن کے پچھلے حصے تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ اسی طرح اس کے دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی کرتا ہے، تو اس کا پہلا جبڑا اپنی اصلی حالت پر واپس آ جاتا ہے۔ پھر وہ (کھڑا ہوا شخص) دوبارہ اس عمل کو دہراتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے۔ ہم آگے گئے تو دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا ہوا تھا اور ایک آدمی اُس کے سر پر کوئی پتھر یا فرمایا بڑا سخت پتھر لیے کھڑا تھا، جسے وہ اس کے سر پر مار رہا تھا۔ جب وہ پتھر مارتا تو پتھر لڑھک جاتا۔ جب وہ شخص پتھر لینے جاتا تو اُس شخص کا سر اپنی اصلی حالت پر آ چکا ہوتا۔ وہ پھر اُسی طرح پتھر اس کے سر پر دے مارتا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟..... انہوں نے کہا: وہ آدمی جسے آپ نے دیکھا کہ اُس کے جبڑے چیرے جا رہے ہیں، تو وہ انتہائی جھوٹا شخص تھا جو لوگوں میں جھوٹی باتیں پھیلاتا تھا حتیٰ کہ وہ بات دنیا بھر میں مشہور ہو جاتی۔ اُس کے ساتھ قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ وہ آدمی جسے آپ نے دیکھا کہ اُس کا سر پھوڑا جا رہا تھا، تو یہ وہ شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا، لیکن وہ رات بھر اس سے غافل رہتا اور دن کو بھی اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسے قیامت تک یہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

واضح رہے کہ نبی کا خواب برحق ہے۔ آپ ﷺ نے اس خواب میں عذابِ قبر کی مختلف اشکال اور اُن کے اسباب بیان کیے ہیں۔ پہلا عذاب جھوٹ بولنے والوں کے لیے ہے کہ وہ جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ ہماری زندگی میں جھوٹ اور کذب کا کتنا عمل دخل ہے۔ ہر کوئی اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس کا عذاب الگ سے ہے۔ ایک کے لیے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور رات کو نہ جاگا، اس کے لیے بھی عذاب ہے۔ قرآن ملامت کرے گا کہ میں تیرے سینے میں تھا، رات کو اٹھ کر رات کے کچھ لمحوں میں قرآن پڑھا ہوتا اور اس کلام پر عمل کیا ہوتا، تو اس نے کام آنا تھا، مگر جس نے قرآن سیکھا اور اس پر عمل نہ کیا، اس کے لیے پچھتاوا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن کو پڑھنے کا، جو آخرت میں سامان بنتا ہے، وہ رات کے لمحات ہیں؛ جو آخرت کے لیے راحت کا باعث بنیں گے۔ اللہ

رب العزت نے اگلے لوگوں کی تعریف کی ہے جو رات کے اندھیروں میں قرآن تلاوت فرماتے تھے۔ اسی طرح زنا کار اور سود خور کے لیے بھی عذاب کا ذکر ہے۔

(۲) میت پر سانپوں اور بچھوؤں کو مسلط کیا جانا

قبر میں میت پر عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہو گی کہ اس میں گناہ گاروں پر سانپ اور بچھو مسلط کر دیے جائیں گے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُرْسَلُ عَلَى الْكَافِرِ حَيَّتَانِ، وَاحِدَةٌ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ وَأُخْرٰى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، تَقْرِضَانِهٖ قَرْضًا، كُلَّمَا فَرَغَتَا عَادَتَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۱)

قبر میں کافر پر دو سانپ مسلط کر دیے جائیں گے ایک اس کے سر کی جانب اور دوسرا اس کی ٹانگوں کی جانب۔ وہ اسے قیامت تک ڈستے رہیں گے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَتَدْرُوْنَ فِيْمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿فَإِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝﴾ [طه، ۲۰/۱۲٤]، أَتَدْرُوْنَ مَا الْمَعِيشَةُ الضَّنْكَةُ؟ قَالُوْا: اللهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: عَذَابُ الْكَافِرِ فِي قَبْرِهٖ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّهٗ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ تِنِّيْنًا، أَتَدْرُوْنَ مَا التِّنِّيْنُ؟ سَبْعُوْنَ حَيَّةً، لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعُ رُءُوسٍ يَلْسَعُوْنَهٗ، وَيَخْدِشُوْنَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٦: ۱۵۲، رقم: ۲۵۲۳۰
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳: ۵۵
۳۔ خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۲: ۳۸۴

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۹۲، رقم: ۳۱۲۲
۲۔ هيثمي، موارد الظمأن، ۱: ۱۹۸، ۱۹۹، رقم: ۷۸۲

کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس آیت میں: ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰىo﴾ 'اس کے لیے دنیاوی معاش (بھی) تنگ کردیا جائے گا اور ہم اسے قیامت کے دن (بھی) اندھا اٹھائیں گےo' اللہ تعالیٰ نے کیا بات ارشاد فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو تنگیِ معاش کیا ہے؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اس سے مراد قبر میں کافر کو دیا گیا عذاب ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بے شک کافر پر (قبر میں) ننانوے ''تنین'' مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ تم جانتے ہو ''تنین'' کیا ہے؟ یہ ستر سانپوں کا مجموعہ ہوگا۔ ہر سانپ کے سات منہ ہوں گے۔ یہ سانپ کافر کو قیامت تک ڈستے اور زخمی کرتے رہتے ہیں۔

(۳) میت پر قبر کا تنگ کر دیا جانا

عذابِ قبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قبر میت پر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اُس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر دی جائیں گی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا أَدْرِي، فَيَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ الْتَئِمِي عَلَيْهِ، فَتَلْتَئِمُ عَلَيْهِ، فَتَخْتَلِفُ فِيْهَا أَضْلَاعُهُ، فَلَا يَزَالُ فِيْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ. (۱)

اگر وہ شخص منافق ہو تو (سوالات کے جواب میں) کہے گا: میں نے ایسا ہی کہا جیسا

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، ۳: ۳۸۳، رقم: ۱۰۷۱

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۸۶، رقم: ۳۱۱۷

میں لوگوں کو کہتے ہوئے سنا؛ میں نہیں جانتا (وہ صحیح تھا یا غلط)۔ وہ دونوں فرشتے کہیں گے کہ ہم جانتے تھے کہ تم ایسا ہی کہو گے۔ زمین سے کہا جائے گا کہ اس پر تنگ ہو جا وہ اس پر اکٹھی ہو جائے گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں داخل ہو جائیں گی۔ وہ مسلسل عذاب میں مبتلا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے اسی قبر سے اُٹھائے گا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَإِنْ كَانَ كَافِرًا، فَيَأْتِي مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ فَلَا يُوْجَدُ لَهُ شَيْءٌ، ثُمَّ يَأْتِي عَنْ يَمِيْنِهِ، فَلَا يُوْجَدُ لَهُ شَيْءٌ، ثُمَّ يَأْتِي عَنْ شِمَالِهِ، فَلَا يُوْجَدُ لَهُ شَيْءٌ، ثُمَّ يَأْتِي مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ فَلَا يُوْجَدُ لَهُ شَيْءٌ، فَيُقَالُ لَهُ: اجْلِسْ، فَيَجْلِسُ فَزِعًا مَرْعُوبًا فَيُقَالُ لَهُ: أَخْبِرْنَا مَا نَسْأَلُكَ عَنْهُ؟، فَيَقُوْلُ: وَعَمَّ تَسْأَلُوْنِي عَنْهُ؟ فَيُقَالُ: أَرَأَيْتُ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ فِيْكُمْ، مَاذَا تَقُوْلُ فِيْهِ؟ وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ: أَيُّ رَجُلٍ؟، قَالَ: فَيُقَالُ: الَّذِي فِيْكُمْ فَلَا يَهْتَدِي لِاسْمِهِ، فَيُقَالُ مُحَمَّدٌ: فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ قَوْلًا، فَقُلْتُ كَمَا قَالُوا. فَيُقَالُ: عَلَى ذٰلِكَ حَيِيْتَ، وَعَلَى ذٰلِكَ مِتَّ، وَعَلٰى ذَلِكَ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى النَّارِ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: ذٰلِكَ مَقْعَدُكَ، وَمَا أَعَدَّ اللهُ لَكَ فِيْهَا فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُورًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: ذٰلِكَ مَقْعَدُكَ فِيْهَا، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُورًا، ثُمَّ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ. (۱)

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۳: ۵۶، ۵۷، رقم: ۱۲۰۶۲
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۱۰۶، ۱۰۷، رقم: ۲۶۳۰
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۰۰، رقم: ۵۴۰۰

اگر مرنے والا کافر ہو تو عذاب کا فرشتہ اس کے سر کی طرف سے آتا ہے تو ادھر بھی کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر وہ میت کے دائیں جانب سے آتا ہے تو کوئی ایسی چیز نہیں دیکھتا جو اسے بچا سکے، پھر بائیں سمت سے آتا ہے تو ادھر بھی کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر اس کے دونوں پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو ادھر سے بھی کوئی رکاوٹ نہیں پاتا۔ فرشتہ اسے کہتا ہے: اٹھ! کافر خوف زدہ اور سہما ہوا اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے: ہم تجھ سے جس چیز کے بارے میں سوال کریں تو ہمیں اس کا جواب دینا۔ وہ کہتا ہے: تم مجھ سے کس بارے میں سوال کرنا چاہتے ہو؟ اس سے کہا جاتا ہے: وہ ہستی جو تمہارے درمیان (مبعوث کی گئی) تھی، اس کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ اس کے بارے میں تم کیا گواہی دیتے ہو؟ کافر جواب دیتا ہے: کون سا آدمی؟ اس سے کہا جاتا ہے: وہ شخص جو تمہارے درمیان موجود تھے۔ وہ پھر بھی آپ کا نام نہیں جان سکتا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے: حضرت محمد ﷺ؟ کافر کہتا ہے: میں نہیں جانتا؛ میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتے سنا تھا؛ میں بھی وہی کہا کرتا تھا۔ فرشتہ کہتا ہے: بے شک تو نے اسی حالت (کفر) میں زندگی بسر کی اور اسی حالت میں مرا اور اسی حالت پر (روزِ قیامت) ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کے لیے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ آگ تیری جائے قیام ہے اور دوسرے وہ عذاب ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ اس نظارے کے بعد اس کی حسرت اور ندامت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف ایک اور دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے۔ وہ یہ دیکھ کر اور زیادہ حسرت و ندامت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

(۴) میت کو لوہے کے گُرزوں سے مارا جانا

قبر میں عذاب دیے جانے کی ایک صورت ''لوہے کے گُرزوں سے مارنا'' بھی ہوگی۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر میں منافق اور کافر کے احوال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِي! كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ! فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ. (۱)

اگر منافق یا کافر ہو تو اس سے پوچھا جائے گا: تو اس شخص (یعنی سیدنا محمد ﷺ) کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتا تھا؟ وہ کہے گا کہ مجھے تو معلوم نہیں، میں وہی کہا کرتا تھا جو لوگ کہا کرتے تھے۔ اس سے کہا جائے گا تو نے انہیں نہ جانا اور نہ ہی (انہیں جاننے والوں کی) پیروی کی۔ اسے لوہے کے گرزوں سے مارا جائے گا تو وہ (شدت تکلیف) سے چلائے گا جسے سوائے جنات اور انسانوں کے سب قریب والے سنتے ہیں۔

۲۔ حضرت براء بن عازب ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے کافر کے سوالات کا جواب نہ دینے کی وجہ سے اُسے ہونے والے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ۱: ۴۶۲، رقم: ۱۳۰۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب التی یصرف بها فی الدنیا أهل الجنة وأهل النار، ۴: ۲۲۰۰، رقم: ۲۸۷۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۶، رقم: ۱۲۲۹۳

فرمایا ہے:

ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ أَعْمَى، أَبْكَمُ، مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيْدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا، قَالَ: فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ، فَيَصِيْرُ تُرَابًا. قَالَ: ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوْحُ. (۱)

پھر اس پر ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جو اندھا اور بہرہ ہے؛ اُس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے، جسے اگر پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی (ریزہ ریزہ ہوکر) مٹی بن جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ اس شخص کو ایسی ضرب لگاتا ہے جس کی آواز کو سوائے جن و اِنس کے مشرق و مغرب میں موجود ہر شے سنتی ہے۔ وہ آدمی ایک دفعہ خاک ہو جاتا ہے۔ پھر دوبارہ اس میں روح ڈالی جاتی ہے (عذاب قبر کا یہ عمل روزِ حشر تک جاری رہے گا)۔

۳۔ حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَتٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَقِيْعَ الْغَرْقَدِ، فَوَقَفَ عَلٰى قَبْرَيْنِ ثَرِيَّيْنِ، فَقَالَ: أَدَفَنْتُمْ هُنَا فُلَانًا وَفُلَانَةَ؟ أَوْ قَالَ: فُلَانًا وَفُلَانًا؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَالَ: قَدْ أُقْعِدَ فُلَانٌ الْآنَ يُضْرَبُ ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَقَدْ ضُرِبَ ضَرْبَةً مَا بَقِيَ مِنْهُ عُضْوٌ إِلَّا انْقَطَعَ، وَلَقَدْ تَطَايَرَ قَبْرُهُ نَارًا، وَلَقَدْ صَرَخَ صَرْخَةً سَمِعَتْهَا الْخَلَائِقُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَلَوْلَا تَمْرِيجُ قُلُوبِكُمْ وَتَزَيُّدُكُمْ فِي الْحَدِيثِ لَسَمِعْتُمْ مَا أَسْمَعُ، ثُمَّ قَالَ: الْآنَ يُضْرَبُ هٰذَا، الْآنَ يُضْرَبُ هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَقَدْ ضُرِبَ ضَرْبَةً مَا بَقِيَ مِنْهُ عَظْمٌ إِلَّا انْقَطَعَ، وَلَقَدْ تَطَايَرَ قَبْرُهُ نَارًا، وَلَقَدْ

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في المسألة في القبر وعذاب القبر، ۴: ۲۳۹، رقم: ۴۷۵۳۔

صَرَخَ صَرْخَةً سَمِعَهَا الْخَلَائِقُ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَلَوْلَا تَمْرِيْجٌ فِي قُلُوْبِكُمْ وَتَزَيُّدُكُمْ فِي الْحَدِيْثِ لَسَمِعْتُمْ مَا أَسْمَعُ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا ذَنْبُهُمَا؟، قَالَ: أَمَّا فُلَانٌ، فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَسْتَبْرِءُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا فُلَانٌ أَوْ فُلَانَةُ، فَإِنَّهُ كَانَ يَأْكُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ.(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لائے اور آپ ﷺ دو تازہ قبروں کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: تم نے ان دو قبروں میں فلاں مرد اور فلاں عورت کو دفن کیا ہے، یا آپ ﷺ نے فرمایا: فلاں فلاں شخص کو دفن کیا ہے؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اب فلاں کو قبر میں بٹھایا گیا ہے اور اسے گُرز مارے جا رہے ہیں۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اسے ایسا گُرز مارا گیا ہے کہ اس کا ہر عضو اس کے جسم سے الگ ہو گیا ہے اور اس کی قبر آگ کے شعلے اُگل رہی ہے۔ اس نے ایسی چیخ ماری ہے کہ جسے جن و انس کے علاوہ تمام مخلوقات نے سنا ہے۔ اگر مجھے تمہارے دلوں کے فساد اور گفتگو میں مبالغے کا ڈر نہ ہوتا تو جو میں سن رہا ہوں، وہ تم بھی سُن لیتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اب اسے مارا جا رہا ہے، اب اسے مارا جا رہا ہے۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اسے گُرز سے ایسا مارا گیا ہے کہ اس کی ہر ہڈی جدا ہو گئی اور اس کی قبر آگ کے شعلے اُگلنے لگی ہے۔ اس نے ایسی چیخ ماری ہے کہ جسے جن و انس کے علاوہ تمام مخلوق نے سن لیا ہے۔ اگر مجھے تمہارے دلوں کے فساد اور گفتگو میں مبالغے کا ڈر نہ ہوتا تو جو میں سن رہا ہوں وہ تم بھی سُن لیتے۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کا گناہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فلاں شخص تو پیشاب کے قطروں سے احتیاط نہیں کیا کرتا تھا اور رہا دوسرا، یا فرمایا دوسری تو وہ لوگوں کا گوشت کھاتا تھا (یعنی ان کی غیبت کیا کرتا تھا)۔

(۱) ۱۔ ابن جرير الطبري، صريح السنة: ۲۹

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۳۳۱، ۳۳۲، رقم: ۴۳۰۳

(۵) قبر کا آگ سے بھر جانا

عذابِ قبر کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ قبر کو آگ سے بھر دیا جائے گا۔ لہٰذا اس قبر کا مکین قیامت تک آگ میں جلتا رہے گا۔ امام عبد الرزاق حضرت عمرو بن شرحبیل ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

مَاتَ رَجُلٌ فَلَمَّا أُدْخِلَ قَبْرَهُ أَتَتْهُ الْمَلَائِكَةُ، فَقَالُوا: إِنَّا جَالِدُوكَ مِائَةَ جَلْدَةٍ مِنْ عَذَابِ اللهِ. قَالَ: فَذَكَرَ صِيَامَهُ وَصَلَاتَهُ وَاجْتِهَادَهُ، قَالَ: فَخَفَّفُوا عَنْهُ حَتَّى انْتَهٰى إِلٰى عَشَرَةٍ، ثُمَّ سَأَلَهُمْ حَتّٰى خَفَّفُوا عَنْهُ حَتّٰى أَتٰى إِلٰى وَاحِدَةٍ، فَقَالُوْا: إِنَّا جَالِدُوْكَ جَلْدَةً وَاحِدَةً لَا بُدَّ مِنْهَا، فَجَلَدُوهُ جَلْدَةً اضْطَرَمَ قَبْرُهُ نَارًا. وَغُشِيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: فِيْمَ جَلَدُوْنِي هٰذِهِ الْجَلْدَةَ؟ قَالُوْا: إِنَّكَ بُلْتَ يَوْمًا ثُمَّ صَلَّيْتَ وَلَمْ تَتَوَضَّأْ، وَسَمِعْتَ رَجُلًا يَسْتَغِيْثُ مَظْلُومًا فَلَمْ تُغِثْهُ. (۱)

ایک آدمی وفات پا گیا جب اسے قبر میں دفن کر دیا گیا تو اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئے اور اسے کہا: ہم تمہیں اللہ کے عذاب کی بنا پر سو کوڑے ماریں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس نے اپنی نماز، روزے اور اللہ کے دین کے لیے جد وجہد کا ذکر کیا تو فرشتوں نے اس سے تخفیف کر دی حتیٰ کہ وہ دس کوڑوں تک آ گئے۔ اس آدمی نے پھر ان سے تخفیف کا سوال کیا تو انہوں نے اس سے تخفیف کر دی یہاں تک کہ وہ ایک کوڑے تک آ گئے۔ کہنے لگے: اب ہم تمہیں ایک کوڑا مارنے لگے ہیں اس کے علاوہ کوئی اور رستہ نہیں (یعنی مزید تخفیف ممکن نہیں)۔ جب انہوں نے اسے

---

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۸۸، رقم: ۶۷۵۲
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۱۵۲، رقم: ۳۴۹۰۳
۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۴: ۱۴۴

ایک کوڑا مارا تو اس کی قبر آگ سے بھر گئی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا: تم نے مجھے کس جرم میں کوڑا مارا؟ انہوں نے کہا: تم نے ایک روز پیشاب کیا اور پھر تم نے بغیر وضو ہی نماز ادا کر لی اور تو نے ایک مظلوم کو مدد کے لیے پکارتے سنا لیکن تُو نے اس کی مدد نہ کی (یہ صرف ان دو گناہوں کی سزا ہے)۔

۱۲۔ اَعمالِ صالحہ عذابِ قبر سے نجات کا ذریعہ ہیں

گزشتہ صفحات کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر میں کامیابی اور اُس کے عذاب سے نجات کا واحد ذریعہ اعمالِ صالحہ ہیں، ان کے بغیر نجات و فلاح کا کوئی راستہ نہیں، قبر میں ابتدا منکر نکیر کے سوالات اور اعمال کی جزا و سزا پر ہوگی۔ شفاعت، توسل، ایصالِ ثواب اور نیک لوگوں کی صحبت کے فوائد حق ہیں۔ لیکن یہ تمام مراحل بعد میں آئیں گے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اعمال کو سنوارنے پر توجہ دیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهٗ وَاحِدٌ، يَتْبَعُهٗ أَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ. (۱)

میت کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ قبر میں چلی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال، مال اور اعمال

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت، ۵: ۲۳۸۸، رقم: ۶۱۴۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، ۴: ۲۲۷۳، رقم: ۲۹۶۰

۳۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب النهي عن سبّ الأموات، ۴: ۵۳، رقم: ۱۹۳۷

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۷۴، رقم: ۳۱۰۷

جاتے ہیں۔ اس کے اہل و عیال اور مال واپس لوٹ آتے ہیں جب کہ اس کے اعمال اس کے ساتھ باقی رہتے ہیں۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ إِلَّا نَدِمَ. قَالُوا: وَمَا نَدَامَتُهُ، يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَ. (۱)

جو کوئی وفات پا جاتا ہے وہ پشیمان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی پشیمانی کس بات پر ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ نیک ہو تو وہ اس بات پر پشیمان ہوتا ہے کہ اس نے اور زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر وہ بُرا آدمی ہو تو وہ اس بات پر پشیمان ہوتا ہے کہ وہ برائیوں سے باز کیوں نہ آیا۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں:

ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خِبَائَهُ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلٰى قَبْرٍ وَأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ حَتّٰى خَتَمَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في ذهاب البصر، ۴: ۶۰۳، رقم: ۲۴۰۳

۲۔ عبد الله بن مبارك، كتاب الزهد: ۱۱، رقم: ۳۳

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء في فضل سورة الملك، ۵: ۱۶۴، رقم: ۲۸۹۰ ←

حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کیا اور انہیں یہ بات معلوم نہ تھی کہ یہ قبر ہے۔ اس قبر میں کوئی شخص سورۃ الملک تلاوت کر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے اسے مکمل کر لیا۔ وہ صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کر لیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ یہ قبر ہے۔ اس میں کوئی شخص سورۃ الملک کی تلاوت کر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے اسے مکمل پڑھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ روکنے والی اور نجات دینے والی ہے، یہ سورۃ میت کو عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے۔

۴۔ حضرت انس بن مالک ؓ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لِابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ أَخِلَّاءُ: أَمَّا خَلِيْلٌ، فَيَقُوْلُ: مَا أَنْفَقْتَ فَلَكَ، وَمَا أَمْسَكْتَ فَلَيْسَ لَكَ، فَهٰذَا مَالُهُ، وَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: أَنَا مَعَكَ فَإِذَا أَتَيْتَ بَابَ الْمَلِكِ تَرَكْتُكَ وَرَجَعْتُ، فَذٰلِكَ أَهْلُهُ وَحَشَمُهُ، وَأَمَّا خَلِيلٌ، فَيَقُوْلُ :أَنَا مَعَكَ حَيْثُ دَخَلْتَ وَحَيْثُ خَرَجْتَ، فَهٰذَا عَمَلُهُ، فَيَقُوْلُ: إِنْ كُنْتَ لَأَهْوَنَ الثَّلَاثَةِ عَلَيَّ. (۱)

انسان کے تین دوست ہیں۔ پس ایک دوست اس سے کہتا ہے: مجھ میں سے جو تو نے خرچ کر دیا اس کا تو مالک ہے اور جو تو نے بچا لیا وہ تیری ملکیت نہیں ہے۔ یہ در

..... ۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۱۷۴، رقم: ۱۲۸۰۱

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۴۹۵، رقم: ۲۵۱۰

۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۲: ۲۴۷، رقم: ۲۲۶۶

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۳۷۴، رقم: ۳۱۰۸

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۷۲، رقم: ۲۵۱۸

۳۔ طيالسي، المسند، ۱: ۲۶۹، رقم: ۲۰۱۳

حقیقت اس کا مال ہے۔ دوسرا دوست کہتا ہے: میں (زندگی کے اس سفر میں) تمہارے ساتھ ہوں لیکن جب تو بادشاہ کے دروازے پر پہنچے گا تو میں تجھے چھوڑ کر واپس لوٹ آؤں گا۔ یہ اس کے اہل وعیال اور رشتہ دار ہیں۔ تیسرا دوست اس سے کہتا ہے: تو جب اس دنیا میں داخل ہو گا تو میں اس وقت بھی تیرے ساتھ ہوں گا اور جب تو اس دنیا سے رخصت ہو گا تو اس وقت بھی میں تیرے ساتھ ہوں گا۔ پس یہ اس کا عمل ہے۔ وہ اس سے کہے گا: تو تو میرے نزدیک ان تینوں دوستوں میں سے سب سے زیادہ بے وقعت تھا۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

يُؤْتَى الرَّجُلُ فِي قَبْرِهِ، فَإِذَا أُتِيَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ دَفَعَتْهُ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ، وَإِذَا أُتِيَ مِنْ قِبَلِ يَدَيْهِ دَفَعَتْهُ الصَّدَقَةُ، وَإِذَا أُتِيَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ دَفَعَهُ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَالصَّبْرُ حَجَزَهُ. (۱)

آدمی جب قبر میں لایا جاتا ہے تو عذاب کا فرشتہ اس کے سر کی طرف سے عذاب دینے کے لیے لایا جاتا ہے۔ اس طرف سے تلاوت قرآن اسے دور کر دیتی ہے۔ جب فرشتہ اس کے دونوں ہاتھوں کی طرف سے لایا جاتا ہے تو صدقہ خیرات اسے دور کر دیتے ہیں اور جب پاؤں کی طرف سے فرشتہ لایا جاتا ہے تو بندے کا مسجد کی طرف چل کر جانا اسے دور کر دیتا ہے اور (اسی طرح) اُس کا صبر اُس کے لیے عذاب سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔

۶۔ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إذا وضع الميت في لحده، فأوّل شيء يأتيه عمله، فيضرب فخذه

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۶۶، ۱۶۷، رقم: ۹۴۳۸
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۳: ۵۲
۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۰۱، رقم: ۵۴۰۱

الشمال، فيقول: أنا عملک، فيقول: فأين أهلي وولدي وعشيرتي، ما خوّلني الله تعالىٰ؟ فيقول: تركت أهلک وولدک وعشيرتک وما خوّلک الله وراء ظهرک فلم يدخل قبرک معک غيري. فيقول: يا ليتني آثرتک على أهلي وولدي وعشيرتي وما خوّلني الله تعالىٰ إذا لم يدخل معي غيرک. (۱)

میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو سب پہلے جو چیز اس کے پاس آتی ہے وہ اس کا عمل ہوتا ہے۔ وہ اس کی بائیں ران پر ضرب لگاتا ہے اور کہتا ہے: میں تمہارا عمل ہوں۔ وہ میت کہتی ہے: میرے اہل وعیال، والدین اور رشتہ دار کہاں ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے مختار بنایا تھا؟ اس کے اعمال کہتے ہیں: تو اپنے اہل وعیال، والدین اور رشتہ داروں کو اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا تھا (وہیں دنیا میں) چھوڑ آیا ہے اور تیری قبر میں سوائے میرے اور کوئی تیرے ساتھ داخل نہیں ہوا، وہ میت کہتی ہے: کاش میں نے تجھے اپنے اہل وعیال، والدین، رشتہ داروں اور جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے مختار بنایا ہے ان پر فوقیت دی ہوتی اگر تمہارے سوا اور کسی نے میرے ساتھ قبر میں داخل نہیں ہونا تھا۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اس باب میں مرحلۂ قبر اور عذابِ قبر پر بحث کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ قبر ہر روز اپنے آنے والے مکین کو پکارتی ہوئی خبردار کرتی ہے کہ اے ابنِ آدم! میں تنہائی، آزمائش، تاریکی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، لہٰذا میرے پاس تیاری کر کے آنا۔ بعد ازاں واضح کیا گیا ہے کہ جب میت قبر میں پہنچتی ہے تو وہ سب احوال اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوتی ہے، حتیٰ کہ تدفین پر آئے ہوئے اپنے اعزا و اقارب کے جوتوں تک کی آہٹ کو بخوبی سن رہی ہوتی ہے۔ قبر کے مراحل میں سب سے اولین مرحلہ نکیرین کے سوالات کا ہوتا ہے۔ اس دوران اگر سولات کا درست جواب دے دیا جائے تو اس کی قبر کو جنت کے

---

(۱) ابن رجب الحنبلي، أهوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور: ۳۳

باغات میں سے ایک باغ بنا دیا جاتا ہے، لیکن اگر جواب غلط دیا جائے تو وہی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دی جاتی ہے۔ اس مرحلے کے بعد مومنین کو قبر میں بیش قدر اعزازات ونوازشات سے نوازا جاتا ہے جب کہ اس کے برعکس شریر اور اللہ کے نافرمان لوگوں پر عذابِ قبر کو مختلف انداز سے مسلط کیا جاتا ہے۔

باب نمبر 5

مرحلۂ اِنعقادِ قیامت
اور
واقعات و اَحوالِ قیامت

موت زندگی کے خاتمے کا نام نہیں بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ اسی لیے عام طور پر وفات پانے کو انتقال کا نام دیا جاتا ہے۔ عالمِ برزخ قیامت کے برپا ہونے تک محیط ہوگا۔ ایمان والے قبر کی راحتوں کو دیکھ کر اس دنیا کی لذت اور آسودگی کو یکسر بھول جائیں گے، جب کہ اس کے برعکس بدبخت لوگ قبر کے عذاب کو دیکھ کر اس دنیا کی تکالیف اور مصائب بھول جائیں گے۔ وہ کہیں گے افسوس صد افسوس! ہم نے چھوٹے سے لمحے کی اذیت سے بچنے کے لیے بڑی اذیت خرید لی ہے۔ ہم نے عارضی راحت اور لذت کے لیے دائمی لذت اور راحت گنوا دی۔ اس طرح جب عالمِ برزخ ختم ہو کر قیامت کا دن آئے گا، تو لوگ اس کی طوالت کو دیکھ کر برزخ کی مدت کو ایک لمحہ تصور کریں گے۔ جیسے موت اچانک آ پہنچتی ہے اور ایک لمحہ بھی بندے کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتی، عین اسی طرح قیامت بھی اسی طرح آ پہنچے گی۔ اس حوالے سے کسی کو بھی کوئی مہلت نہیں دی جائے گی۔ اس حوالے سے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

۱۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○[1]

یہ لوگ کیا انتظار کر رہے ہیں (بس یہی) کہ قیامت اُن پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو○

اس آیت کریمہ میں ہمیں جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ یہ لوگ کس انتظار میں ہیں؟ کیا انہیں بس اسی بات کا انتظار ہے کہ قیامت اچانک ان پر آ پہنچے اور انہیں خبر بھی نہ ہو!

۲۔ دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

---

(۱) الزخرف، ۴۳:۶۶

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ○[1]

پھر جب کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی○ اُس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا○ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (بھی)○ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے (بھی)○ اس دن ہر شخص کو ایسی (پریشان کن) حالت لاحق ہو گی جو اسے (ہر دوسرے سے) بے پروا کر دے گی○

قیامت کے روز تمام عزیز و اقارب ایک دوسرے سے لاتعلق ہو جائیں گے۔ ماں باپ اولاد سے بے پروا ہو جائیں گے، اولاد ماں باپ سے لاتعلق ہو جائے گی؛ شوہر بیوی کو دیکھ کر بھاگے گا اور بیوی شوہر کو دیکھ کر راہِ فرار اختیار کرے گی۔ بھائی بھائی کو دیکھ کر بھاگے گا کہ کہیں مجھ سے تھوڑا سا عمل نہ مانگ لے۔ اندازہ کیجیے کہ روزِ محشر نفسا نفسی کا کیا عالم ہو گا؟ کہ بندے نے جن رشتوں کی خاطر اِس دنیا میں اپنے دین کو بھی داؤ پر لگا دیا مگر آج اپنی جان بچانے کے لیے اُن رشتوں سے منہ چھپاتا پھر رہا ہے۔

قیامت کا انعقاد ہوگا تو سورج قریب ہو کر اس طرح آگ برسائے گا کہ لوگ اپنے ہی پسینے میں ڈوبتے چلے جائیں گے۔ وہ گرمی کی شدت سے تڑپ، بلک اور بھڑک رہے ہوں گے۔

جب اللہ رب العزت اور حضور خاتم المرسلین ﷺ کی طرف سے بتائی گئی علاماتِ کبریٰ کا ظہور ہوگا (جن کا ذکر کیا جاچکا ہے) تو اس کائنات کا نظام درھم برھم ہوجائے گا۔ تمام علاماتِ کبریٰ کا وقوع پذیر ہو جانا اس بات کی علامت ہو گا کہ اب قیامِ قیامت ناگزیر ہو چکا ہے۔ اللہ رب العزت حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ صورِ اسرافیل پھونکتے ہی ایک لمحے میں سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ زمین کی طنابوں کو لپیٹ دیا جائے گا۔ آگ دنیا بھر سے تمام لوگوں کو ہانکتے ہوئے میدانِ حشر میں اکٹھا کر کے

(۱) عبس، ۸۰: ۳۳-۳۷

لے جائے گی، جہاں تمام لوگوں کا حساب شروع ہو گا۔ یومِ حشر لوگ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔ یہ دن بعض روایات کے مطابق طوالت میں پچاس ہزار سال پر محیط ہو گا۔ اس دن نفسا نفسی کا عالم یہ ہو گا کہ ہر کوئی اپنے اپنے حال میں سرگرداں ہو گا اور کسی کو کسی کی کچھ خبر نہ ہو گی۔ ہر کوئی اپنے اعمالِ بد کے مطابق اپنے ہی پسینے میں ڈوبا ہو گا۔

یہ احوال اللہ رب العزت کے نافرمان اور سرکش لوگوں کے تھے۔ اس کے برعکس مومنین اور اولیاء اللہ کے لیے یہ دن اس قدر ہلکا اور نرم ہو گا کہ انہیں اس کے گزرنے کی خبر ہی نہ ہو گی۔ دراصل قیامت کفار اور مشرکین ہی پر قائم ہو گی مومنین کو اللہ تعالیٰ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ہی اٹھا لے گا۔

ذیل میں انعقادِ قیامت کے وقت پیش آنے والے اہم واقعات اور یومِ حشر کی ہولناکیوں کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا۔

۱۔ اِنعقادِ قیامت

قیامت کے دن کا انعقاد قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس دن کی ہول ناکیوں اور حشر سامانیوں کا تذکرہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے روزِ محشر کی سختیوں اور قیامت خیزیوں کو واضح کرتی ہوئی چند آیات ملاحظہ کیجیے:

۱۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا ہے:

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ○[1]

بلکہ (قیامت) انہیں اچانک آ پہنچے گی تو انہیں بدحواس کر دے گی سو وہ نہ تو اسے لوٹا دینے کی طاقت رکھتے ہوں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی○

۲۔ پھر سورۃ الحج میں ارشاد ہوا ہے:

---

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۴۰

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ○[1]

اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یقیناً اللہ ان لوگوں کو زندہ کر کے اٹھا دے گا جو قبروں میں ہوں گے○

۳۔ سورۃ الواقعہ میں انعقادِ قیامت کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ○ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ○ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا○ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا○ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا○[2]

جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی○ اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے○ (وہ قیامت کسی کو) نیچا کر دینے والی (کسی کو) اونچا کر دینے والی (ہے)○ جب زمین کپکپا کر شدید لرزنے لگے گی○ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے○ پھر وہ غبار بن کر منتشر ہو جائیں گے○

۴۔ قرآن مجید میں یومِ قیامت کی قسم کھا کر اس کے انعقاد کو یقینی اور قطعی عمل قرار دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ○ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ○ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ○ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ○ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ○ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ○[3]

میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی○ اور میں قسم کھاتا ہوں (برائیوں پر) ملامت کرنے والے نفس کی○ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو (جو مرنے کے بعد ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی) ہرگز اِکٹھا نہ کریں گے○ کیوں نہیں! ہم تو

(۱) الحج، ۲۲: ۷

(۲) الواقعه، ۵۶: ۱-۶

(۳) القيامة، ۷۵: ۱-۶

اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی اُنگلیوں کے ایک ایک جوڑ اور پوروں تک کو درست کر دیں○ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ اپنے آگے (کی زندگی میں) بھی گناہ کرتا رہے○ وہ (بہ اَندازِ تمسخر) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا○

۲۔ یومِ قیامت کی ہول ناکیاں

قیامت کے برپا ہونے کے بعد روزِ محشر کی حشر سامانیاں اور ہولناکیاں رونما ہوں گی۔ اس روز اللہ تعالیٰ اپنی جلالت کا اظہار فرماتے ہوئے کائنات کی بساط لپیٹ دے گا۔ تمام لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ جہاں سورج سوا نیزے پر ہوگا اور اس کی حدت سے لوگوں کا پسینہ اس قدر بہے گا کہ ہر کوئی اپنے اعمال کے مطابق اس میں ڈوب جائے گا، لیکن واضح رہے کہ یہ حشر سامانیاں اہلِ حق اور اللہ کے ولیوں کے لیے نہیں ہوں گی۔

یومِ قیامت کی ہولناکیاں کڑی اور دل دہلا دینے والی ہیں، جنہیں سن کر پتھر دل بھی موم بن کر پگھلتے چلے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے یومِ قیامت کی ہولناکیوں پر مشتمل چند پہلو درج ذیل ہیں:اس

(ا) صور کا پھونکا جانا

قیامت کی ہول ناکیوں کا آغاز اللہ رب العزت کے اِذن سے یوں ہوگا کہ اس دن حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، جس سے تمام عالم فنا ہو جائے گا۔ آسمان پھٹ جائیں گے؛ ستارے ٹوٹ کر گر جائیں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ صور بِگل کے مانند ایک چیز ہے جسے حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے منہ سے لگا کر بجائیں گے، یہ آواز اس قدر شدید ہوگی کہ کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ وہ اس کے بعد دوبارہ صور پھونکیں گے جس سے تمام مردے جی اٹھیں گے۔ پہلی مرتبہ صور پھونکنے کا نام نفخۂ اولیٰ ہے اور اس کو نفخۃ الصعق یا نفخۂ اماتت بھی کہتے ہیں۔ جب کہ دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا نام نفخۂ ثانیہ ہے اور اسے نفخۃ البعث یا نفخۂ احیاء بھی کہتے ہیں۔ نفخۂ اولیٰ سے لے کر جنت اور دوزخ میں داخل

ہونے تک کے سارے زمانے کو قیامت کہا جاتا ہے۔ قیامت کا آغاز نفخۂ اُولیٰ سے ہوگا، جس سے تمام عالم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ان دونوں مراحل کا ذکر قرآنِ حکیم میں متعدد بار آیا ہے۔

۱۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ○ (۱)

اور صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں بے ہوش ہو جائیں گے سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے گا، پھر اس میں دوسرا صور پھونکا جائے گا، سو وہ سب اچانک دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے○

۲۔ اسی نفخہ کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا○ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا○ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا○ (۲)

جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ (اللہ کے حضور) چلے آؤ گے○ اور آسمان (کے طبقات) پھاڑ دیئے جائیں گے تو (پھٹنے کے باعث گویا) وہ دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے○ اور پہاڑ (غبار بنا کر فضا میں) اڑا دیئے جائیں گے، سو وہ سراب (کی طرح کالعدم) ہو جائیں گے○''

۳۔ نفخۂ ثانیہ جو مُردوں کو قبروں سے زندہ کرنے کے لیے ہوگا۔ اُس کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ط هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ○ اِنْ

(۱) الزمر، ۳۹: ۶۸

(۲) النبأ، ۷۸: ۱۸-۲۰

كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ○ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○[1]

اور (جس وقت دوبارہ) صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے○ (روزِ محشر کی ہولناکیاں دیکھ کر) کہیں گے ہائے ہماری کم بختی، ہمیں کس نے ہماری خوابگاہوں سے اٹھا دیا، (یہ زندہ ہونا) وہی تو ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا○ یہ محض ایک بہت سخت چنگھاڑ ہوگی تو وہ سب کے سب یکا یک ہمارے حضور لا کر حاضر کر دیئے جائیں گے○ پھر آج کے دن کسی جان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ تمہیں کوئی بدلہ دیا جائے گا سوائے اُن کاموں کے جو تم کیا کرتے تھے○

علاوہ ازیں متعدد احادیث مبارکہ میں بھی نفخہ کے بارے میں صراحت ملتی ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے نفختان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ.[2]

صور پھونکا جائے گا تو آسمان و زمین میں جتنی مخلوق ہے، سب بے ہوش ہو جائے گی

---

(۱) يٰسٓ، ۳۶: ۵۱-۵۴

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى وإلى مدين أخاهم شعيبا، ۳: ۲۵۴، رقم: ۳۲۳۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسىٰ ﷺ، ۴: ۱۸۴۳، رقم: ۲۳۷۳

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۰۱، رقم: ۷۳۱۱

۴۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۴۴۸، رقم: ۱۱۴۵۸

مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں ہی اٹھایا جاؤں گا۔

ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ 'اور صور پھونکا جائے گا اور جو لوگ بھی زمین و آسمان میں ہوں گے بے ہوش ہو جائیں گے مگر وہ نہیں جسے اللہ چاہے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پھر وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔' پھر فرمایا:

فَأَكُوْنُ أَوَّلُ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ.(۱)

میں وہ پہلا شخص ہوں گا جو (سجدہ سے) سر اٹھائے گا۔

۲۔ ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُوْنَ.

دونوں دفعہ صور پھونکنے کا درمیانی وقفہ چالیس کا ہے۔

کسی نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے پوچھا: کیا چالیس دن کا؟ فرمانے لگے: میں نہیں جانتا۔ اس نے دوبارہ پوچھا: کیا چالیس مہینے کا؟ کہنے لگے: میں نہیں جانتا۔ اس نے دوبارہ پوچھا: چالیس سال کا؟ کہنے لگے: میں نہیں جانتا۔ فرمایا:

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر، ۵: ۳۷۳، رقم: ۳۲۴۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر البعث، ۲: ۱۴۲۸، رقم: ۴۲۷۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۳۰۱، رقم: ۷۳۱۱

۴۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۳۱۰، رقم: ۳۱۶۸۶

ثُمَّ يُنْزِلُ اللهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے ایسی بارش برسائے گا کہ انسان زمین سے (ایسے) نکل آئیں گے جیسے سبزہ اُگتا ہے۔ (قبر میں) انسان کے تمام اعضا گل جائیں گے سوائے ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی کا آخری حصہ ہے۔ قیامت کے روز اُسی پر انسان کی تخلیق مکمل کر دی جائے گی۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانِ عالی شان فکرِ آخرت اور اس کی تیاری کے لیے ہمیں ہر وقت مستعد رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَيْفَ أَنْعَمُ، وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ، فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ: قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللهِ تَوَكَّلْنَا. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التفسير، باب يوم ينفخ فى الصور فتأتون أفواجا، ۴: ۱۸۸۱، رقم: ۴۶۵۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفتن و أشراط الساعة، باب ما بين نفختين، ۴: ۲۲۷۰، رقم: ۲۹۵۵

۳۔ نعيم بن حماد، كتاب الفتن، ۲: ۶۴۹، رقم: ۱۸۲۹

۴۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۳۳، رقم: ۸۹۱

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الصور، ۴: ۶۲۰، رقم: ۲۴۳۱

۲۔ نعيم بن حماد، كتاب الفتن، ۲: ۶۳۶، رقم: ۱۷۷۸

۳۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۱: ۳۶۸

میں خوشی کا اظہار کیسے کروں؟ حالاں کہ صور والے فرشتے نے صور لیا (ہوا ہے) اور وہ کان لگائے اس انتظار میں ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم ہوتا ہے تا کہ وہ اسے پھونکے۔ یہ بات صحابہ کرام ﷺ پر گراں گزری (یعنی صحابہ پر خوف وخشیت غالب آ گیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور بہتر کار ساز ہے ہم نے اسی پر بھروسہ کیا۔

مذکورہ آیات و احادیث سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نفخۂ اُولیٰ سے تمام عالم ایک بار نیست و نابود ہو جائے گا۔ پھر نفخۂ ثانیہ سے وہ دوبارہ زندہ ہوگا؛ قبروں میں سالہا سال سے دفن کیے گئے مردے بھی زندہ ہو کر میدانِ حشر کی طرف دوڑیں گے۔ واضح رہے کہ یہ اِسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ نصوصِ قرآنیہ، احادیثِ صحیحہ متواترہ اور اجماعِ صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ اس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ بعض ملحدین آسمانوں اور زمین کے نیست و نابود ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔ حالانکہ یہ بدیہی حقیقت ہے کہ جس خالق نے اپنی قدرت سے اس عالم کو وجود عطا فرمایا ہے، وہ دوبارہ بھی اس عالم کو فنا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

(۲) آسمانوں کا پھٹ جانا

جب انعقادِ قیامت کا حکم ہوگا تو آسمانی کُرّے پھٹ جائیں گے اور سیارے ٹوٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انعقادِ قیامت کی ان علامات کا ذکر کر کے انسان کو مخاطب کیا ہے اور اُسے آخرت کی تیاری کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۱۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ○ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ○[1]

جب (سب) آسمانی کرّے پھٹ جائیں گے○ اور جب سیارے گر کر بکھر جائیں

(۱) الإنفطار، ۸۲: ۱-۲

گےo

۲۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِo(۱)

جس دن (یہ) زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور جملہ آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے رو برو حاضر ہوں گے جو ایک ہے سب پر غالب ہےo

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ جہان فانی ہے۔ بنی نوع انسان کے لیے دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ عارضی پڑاؤ ہے۔ جب کوئی شخص عارضی مقام سے مستقل مقام کی طرف منتقل ہوتا ہے، تو وہ اپنی عارضی املاک کو توڑ دیتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ رب العزت عالمِ آخرت کو آباد فرمائے گا، تو دنیا کے عارضی مقامات کو توڑ دے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر قیامت کی ہولناکیوں کے برپا ہونے کا منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْo وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْo وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْo وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْo وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْo يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِo(۲)

جب (سب) آسمانی کرّے پھٹ جائیں گےo اور اپنے رب کا حکم (اِنشقاق) بجا لائیں گے اور (یہی تعمیلِ اَمر) اُس کے لائق ہےo اور جب زمین (ریزہ ریزہ کر کے) پھیلا دی جائے گیo اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ اسے نکال باہر پھینکے گی اور

(۱) إبراهيم، ۱۴: ۴۸

(۲) الإنشقاق، ۸۴: ۱-۶

خالی ہو جائے گی○ اور (وہ بھی) اپنے رب کا حکم (اِنشقاق) بجا لائے گی اور (یہی اِطاعت) اُس کے لائق ہے○ اے انسان! تو اپنے رب تک پہنچنے میں سخت مشقتیں برداشت کرتا ہے بالآخر تجھے اسی سے جا ملنا ہے○

اس سورت میں احوالِ قیامت، حساب و کتاب، جزاء و سزا اور مرحلۂ احوال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں غافل انسان کو اپنے گرد و پیش کے حالات میں غور و فکر کی دعوت اور ان سے عبرت حاصل کر کے ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالآخرت کو راسخ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

مذکورہ آیات میں قیامت کے دن پیش آنے والے حادثات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ آسمانوں کا حکمِ الٰہی سے پھٹ جانا؛ پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو کر زمین کا ہموار میدان ہو جانا اور اپنے سینے میں چھپے خزائن و دفائن کو اُگل دینا شامل ہے۔ یہ بیان دوسری سورتوں میں بھی مختلف عنوانات سے آیا ہے۔ یہاں پر ''وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ'' کا اضافہ ہے یعنی آسمان اور زمین حکمِ الٰہی سن کر اس کی اطاعت کریں گے۔ ان پر ایسا کرنا فرض بھی ہے کہ وہ حکم کی تعمیل کریں، کیوں کہ وہ اللہ ﷻ کی مملکت ہیں۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اللہ رب العزت قادرِ مطلق ہے، وہ جب چاہے انہیں نیست و نابود کر دے۔

متعدد احادیث مبارکہ میں بھی آسمانوں کے لپیٹ دیے جانے کا ذکر آیا ہے۔ اس حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَطْوِي اللهُ ﷻ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟[1]

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، ۴: ۲۱۴۸، رقم: ۲۷۸۸

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في الرد على الجهمية، ۴: ۲۳۴، ——

اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا اور پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر فرمائے گا: آج میں ہی بادشاہ ہوں۔ جبر کرنے والے کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ بائیں ہاتھ سے زمین کو لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا۔ آج میں ہی بادشاہ ہوں۔ جبر کرنے والے کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

(۳) سورج، چاند اور ستاروں کا لپیٹ دیا جانا

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ قیامت کے روز سورج، چاند اور ستاروں کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ اس حوالے سے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ان ہولناکیوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ○ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ○[1]

جب سورج لپیٹ کر بے نور کر دیا جائے گا○ اور جب ستارے (اپنی کہکشاؤں سے) گر پڑیں گے○

سورۃ التکویر کی تفسیر میں مفسرین نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

سِتُّ آيَاتٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، بَيْنَمَا النَّاسُ فِي أَسْوَاقِهِمْ إِذْ ذَهَبَ ضَوْءُ الشَّمْسِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ وَقَعَتِ الْجِبَالُ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَتَحَرَّكَتْ وَاضْطَرَبَتْ وَاحْتَرَقَتْ، فَفَزِعَتِ الْجِنُّ إِلَى الْإِنْسِ، وَالْإِنْسُ إِلَى الْجِنِّ، وَاخْتَلَطَتِ الدَّوَابُّ، وَالطَّيْرُ، وَالْوُحُشُ، وَمَاجُوا بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ، قَالَ: قَالَتِ الْجِنُّ لِلْإِنْسِ: نَحْنُ نَأْتِيكُمْ بِالْخَبَرِ، قَالَ: فَانْطَلَقُوْا

..... رقم: ۴۷۳۲

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۹: ۴۱۱، رقم: ۵۵۵۸

(۱) التکویر، ۸۱: ۱-۲

إِلَى الْبِحَارِ، فَإِذَا هِيَ نَارٌ تُأَجِّجُ، قَالَ: فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِکَ، إِذِ انْصَدَعَتِ الْأَرْضُ صَدْعَةً وَاحِدَةً إِلَى الْأَرْضِ السَّابِعَةِ السُّفْلٰى إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ الْعُلْيَا، قَالَ: فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِکَ، إِذْ جَاءَتْهُمُ الرِّيْحُ فَأَمَاتَتْهُمْ. (۱)

(نفخۂ اُولیٰ کے وقت) قیامت سے پہلے درج ذیل چھ نشانیاں ہوں گی:

(۱) لوگ بازاروں میں اپنے کاروبار میں مصروف ہوں گے کہ یک لخت سورج بے نور ہو جائے گا۔

(۲) لوگ ابھی اسی حالت میں ہوں گے اور پہاڑ زمین پر آ گریں گے۔

(۳) زمین حرکت کرنے لگے گی، لرزے گی اور اس میں آگ لگ جائے گی۔

(۴) تمام جن و انس گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف مدد کے لیے دوڑیں گے۔ چرند، پرند اور درندے سہمے ہوئے ایک دوسرے کے اندر گھسے بیٹھے ہوں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنّات لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تمہیں خبر لا کر دیتے ہیں، چنانچہ وہ سمندروں تک جائیں گے۔

(۵) جنات جب سمندروں کو دیکھیں گے تو سمندر انہیں بھڑکتی ہوئی آگ نظر آئیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ زمین اپنی ساتویں نچلی سطح تک (اور) ساتویں آسمان کی بلندی تک یکبارگی پھٹ جائے گی (یعنی زمین و آسمان دفعتاً پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے)۔

(۶) اسی دوران اچانک ایک ہوا چلے گی جس سے سب کی موت واقع ہو جائے گی۔

---

(۱) ۱۔ طبري، جامع البيان عن تأويل أي القرآن، ۳۰: ۶۳
۲۔ ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۴۷۶
۳۔ سيوطي، الدر المنثور، ۸: ۴۲۷
۴۔ آلوسي، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، ۳۰: ۵۶

(۴) سمندروں کا آپس میں مل جانا

قیامت برپا ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہوگی کہ سمندر جوش میں آ کر ایک دوسرے میں مل جائیں گے۔ سمندروں کا کچھ حصہ زمین میں جذب ہو جائے گا تاکہ اس میں رطوبت و نمی پیدا ہو کر بعث بعد الموت کے لیے لوگوں کی شکلیں تیار ہو جائیں۔ باقی سب میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ اسی کو تفجیر اور تسجیر کہا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں اس کا تذکرہ اِن الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

۱۔ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ○(۱)

اور جب سمندر (اور دریا) ابھر کر بہہ جائیں گے○

سورۃ التکویر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

۲۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ○(۲)

جب سمندر اور دریا (سب) ابھار دیے جائیں گے○

گویا ابتدائی حال تفجیر ہے اور انتہائی حال تسجیر۔

(۵) تباہ کن زلزلے کا ظاہر ہونا

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی زمین کا لرزنا بھی ہے، جس کے متعلق اللہ تعالی نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

۱۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا○(۳)

---

(۱) الانفطار، ۸۲: ۳

(۲) التکویر، ۸۱: ۶

(۳) الزلزلة، ۹۹: ۱

جب زمین اپنے سخت بھونچال سے بڑی شدت کے ساتھ تھرتھرائی جائے گی○

۲۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا○(۱)

جس دن زمین اور پہاڑ زور سے لرزنے لگیں گے اور پہاڑ بکھرتی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے○

۳۔ سورۃ القارعہ میں اسی علامت کا ذکر ہے:

اَلْقَارِعَةُ○ مَا الْقَارِعَةُ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ○ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ○ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ○(۲)

(زمین و آسمان کی ساری کائنات کو) کھڑکھڑا دینے والا شدید جھٹکا اور کڑک○ وہ (ہر شے کو) کھڑکھڑا دینے والا شدید جھٹکا اور کڑک کیا ہے؟ اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ (ہر شے کو) کھڑکھڑا دینے والے شدید جھٹکے اور کڑک سے مراد کیا ہے؟ (اس سے مراد) وہ یومِ قیامت ہے جس دن (سارے) لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے○ اور پہاڑ رنگ برنگ دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے○

حدیثِ نبوی میں بھی پہاڑوں پر زلزلہ طاری ہونے کے متعلق بیان کیا گیا ہے:

وَقَعَتِ الْجِبَالُ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ فَتَحَرَّكَتْ وَاضْطَرَبَتْ وَاحْتَرَقَتْ. (۳)

پہاڑ (زلزلہ کے ساتھ) زمین پر گر جائیں گے، زمین ہلنے لگے گی اور اس میں لرزہ پیدا ہو جائے گا اور اس میں آگ لگ جائے گی۔

---

(۱) المزمل، ۷۳: ۱۴

(۲) القارعة، ۱۰۱: ۱-۵

(۳) ۱۔ طبري، جامع البيان عن تأويل أي القرآن، ۳۰: ۶۳

۲۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۴۷۶

(۶) پہاڑوں کا روئی کی طرح بکھر جانا

روزِ محشر کی حشر سامانیوں میں پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح بکھر جائیں گے۔

۱۔ اس حوالے سے سورۃ الکہف میں ارشاد فرمایا:

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝[1]

وہ دن (قیامت کا) ہو گا جب ہم پہاڑوں کو (ریزہ ریزہ کر کے فضا میں) چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے (اس پر شجر، حجر اور حیوانات و نباتات میں سے کچھ بھی نہ ہو گا) اور ہم سب انسانوں کو جمع فرمائیں گے اور ان میں سے کسی کو (بھی) نہیں چھوڑیں گے ۝

۲۔ پھر سورۃ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝[2]

اور آپ سے یہ لوگ پہاڑوں کی نسبت سوال کرتے ہیں سو فرما دیجئے میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا ۝ پھر اسے ہموار اور بے آب و گیاہ زمین بنا دے گا ۝ جس میں آپ نہ کوئی پستی دیکھیں گے نہ کوئی بلندی ۝

۳۔ سورۃ المعارج میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ

(۱) الکهف، ۱۸: ۴۷

(۲) طٰه، ۲۰: ۱۰۵-۱۰۷

بِبَنِيْهِ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ○ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْوِيْهِ○ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ○ كَلَّا ط اِنَّهَا لَظٰی○ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی○ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی○ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی○ (۱)

جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا○ اور پہاڑ (دُھنکی ہوئی) رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے○ اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں نہ ہوگا○ (حالانکہ) وہ (ایک دوسرے کو) دکھائے جا رہے ہوں گے، مجرم آرزو کرے گا کہ کاش! اس دن کے عذاب (سے رہائی) کے بدلہ میں اپنے بیٹے دے دے○ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی (دے ڈالے)○ اور اپنا (تمام) خاندان جو اُسے پناہ دیتا تھا○ اور جتنے لوگ بھی زمین میں ہیں، سب کے سب (اپنی ذات کے لئے بدلہ کر دے)، پھر یہ (فدیہ) اُسے (اللہ کے عذاب سے) بچا لے○ ایسا ہرگز نہ ہوگا، بے شک وہ شعلہ زن آگ ہے○ سر اور تمام اَعضائے بدن کی کھال اُتار دینے والی ہے○ وہ اُسے بلا رہی ہے جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور رُوگردانی کی○ اور (اس نے) مال جمع کیا پھر (اسے تقسیم سے) روکے رکھا○

۴۔ سورۃ الواقعہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ○ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ○ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا○ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا○ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا○ (۲)

جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی○ اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے○ (وہ قیامت کسی کو) نیچا کر دینے والی (کسی کو) اونچا کر دینے والی (ہے)○ جب زمین کپکپا کر شدید لرزنے لگے گی○ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے○ پھر وہ غبار بن کر منتشر ہو جائیں گے○

(۱) المعارج، ۷۰: ۸-۱۸

(۲) الواقعة، ۵۶: ۱-۶

۵۔ سورۃ القارعہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ○[1]

اور پہاڑ رنگ برنگ دُھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے○

الغرض! اللہ رب العزت جب انعقادِ قیامت کا ارادہ فرمائے گا تو بساطِ کائنات لپیٹ دی جائے گی۔ ہر طرف صرف ایک چٹیل میدان ہی نظر آئے گا، جس میں اہلِ محشر کو اکٹھا کیا جائے گا۔

(۷) روزِ حشر ہر شخص اپنے اَعمال کے مطابق اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوگا

قیامت کے دن سورج اہلِ محشر کے انتہائی قریب آ جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگ اپنے آپ کو جھلستا ہوا محسوس کریں گے۔ اس قدر گرمی کی بنا پر انہیں پسینہ آئے گا۔ واضح رہے کہ یہ پسینہ ہر شخص کو اپنے اعمال کے مطابق آئے گا۔ نیک و صالح لوگوں کو گرمیِ محشر کا احساس تک نہیں ہوگا، جب کہ دیگر لوگوں میں سے کچھ کا پورا جسم پسینے میں ڈوبا ہوگا۔ کچھ اپنے منہ تک اور باقی پنڈلیوں تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے احوالِ قیامت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ قَالَ: يَقُوْمُ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهٖ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ.[2]

---

(۱) القارعة، ۱۰۱: ۱-۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب تفسیر سورة ویل للمطففین، ۴: ۱۸۸۴، رقم: ۴۶۵۴

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (جس دن لوگ دو جہانوں کے رب کے حضور کھڑے ہوں گے) اس آیت کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: ان میں سے کوئی نصف کانوں تک پسینے میں غرق کھڑا ہوگا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ. (۱)

روزِ قیامت لوگوں کا پسینہ بہہ نکلے گا، یہاں تک کہ ان میں سے بعض کا پسینہ تو زمین میں ستر گز تک پھیل جائے گا اور وہ ان کے منہ بند کرتا ہوا ان کے کانوں تک

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول الله تعالی: ﴿ألا یظن أولئك أنهم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین﴾، ۵: ۲۳۹۳، رقم: ۶۱۶۶

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة و صفة نعیمها و أهلها، باب في صفة یوم القیامة أعاننا الله علی أهوالها، ۴: ۲۱۹۵، رقم: ۲۸۶۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۲۵، رقم: ۶۰۷۵

۵۔ ترمذي، السنن، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله ﷺ، باب ومن سورة ویل للمطففین، ۵: ۴۳۴، رقم: ۳۳۳۶

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب ذکر البحث، ۲: ۱۴۳۰، رقم: ۴۲۷۸

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب قول الله تعالی: ﴿ألا یظن أولئك أنهم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین﴾، ۵: ۲۳۹۳، رقم: ۶۱۶۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة و صفة نعیمها و أهلها، باب فی صفة یوم القیامة أعاننا الله علی أهوالها، ۴: ۲۱۹۶، رقم: ۲۸۶۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۸، رقم: ۹۴۱۶

جا پہنچے گا۔

۳۔ اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت مقداد ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ حَتّٰى تَكُوْنَ قِيْدَ مِيْلٍ أَوْ اثْنَيْنِ، قَالَ سُلَيْمٌ: لَا أَدْرِي أَيَّ الْمِيْلَيْنِ عَنِّي أَ مَسَافَةُ الْأَرْضِ، أَمْ الْمِيْلُ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ، قَالَ: فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ فَيَكُوْنُوْنَ فِي الْعَرَقِ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى عَقِبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى حِقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلٰى فِيْهِ، أَيْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا. (۱)

روزِ قیامت سورج بندوں کے قریب کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک یا دو میل کی مسافت پر ہوگا۔ سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس سے کون سا میل مراد ہے، زمین کی مسافت یا وہ سلائی جس سے سرمہ لگایا جاتا ہے۔ فرمایا: پھر سورج انہیں پگھلائے گا، یہاں تک کہ ہر کوئی اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوب جائے گا۔ بعض کو ٹخنوں تک بعض کو گھٹنوں تک، کچھ کو کمر تک پسینہ لپیٹ میں لے لے گا۔ بعض لوگوں کا پسینہ ان کے منہ تک پہنچ کر ان کا منہ ایسے بند کر دے گا، جیسے ان کو لگام دی گئی ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ یوں لگام دی جائے گی۔

۴۔ حضرت عقبہ بن عامر الجهني ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳، رقم: ۲۳۸۶۴

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة و الرقائق و الورع ، باب ما جاء في شأن الحساب و القصاص، ۴: ۶۱۴، رقم: ۲۴۲۱

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۲۵، رقم: ۷۳۳۰

ہے:

تَدْنُو الشَّمْسُ مِنَ الْأَرْضِ فَيَعْرَقُ النَّاسُ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَبْلُغُ عَرَقُهُ عَقِبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبْلُغُ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبْلُغُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبْلُغُ الْعَجُزَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبْلُغُ الْخَاصِرَةَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبْلُغُ مَنْكِبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبْلُغُ عُنُقَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَبْلُغُ وَسَطَ فِيهِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ، فَأَلْجَمَهَا فَاهُ.(۱)

سورج زمین کے انتہائی قریب آ جائے گا۔ لوگ پسینے میں شرابور ہوں گے۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گا۔ بعض کا پسینہ پنڈلی تک پہنچے گا۔ بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک پہنچے گا اور ان میں سے بعض وہ ہوں گے، جن کا پسینہ ان کی رانوں تک پہنچے گا۔ کچھ وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کی کمر تک پہنچے گا۔ ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے کندھوں تک پہنچے گا۔ بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کی گردن تک پہنچے گا اور اُن میں سے کچھ وہ ہوں گے، جن (کا نصف جسم) پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا اور ان میں سے بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے منہ کے درمیان تک پہنچ جائے گا اور یوں محسوس ہوگا، جیسے اس سے انہیں لگام دی گئی ہو۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنِّي لَقَائِمٌ أَنْتَظِرُ أُمَّتِي تَعْبُرُ عَلَى الصِّرَاطِ إِذْ جَاءَنِي عِيسٰى عليه السلام فَقَالَ: هٰذِهِ

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۷، رقم: ۸۷۰۴
۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۶۱۵، رقم: ۸۷۰۴
۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۳۰۲، رقم: ۸۳۴
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۳۵

الْأَنْبِيَاءُ قَدْ جَاءَتْکَ يَا مُحَمَّدُ يَسْأَلُوْنَ، أَوْ قَالَ يَجْتَمِعُوْنَ إِلَيْکَ وَيَدْعُوْنَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُفَرِّقَ جَمْعَ الْأُمَمِ إِلٰى حَيْثُ يَشَاءُ اللهُ لِغَمِّ مَا هُمْ فِيْهِ، وَالْخَلْقُ مُلْجَمُوْنَ فِي الْعَرَقِ، وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَهُوَ عَلَيْهِ کَالزَّکْمَةِ، وَأَمَّا الْکَافِرُ فَيَتَغَشَّاهُ الْمَوْتُ.(۱)

میں اپنی اُمت کے انتظار میں صراط پر کھڑا ہوں گا تاکہ وہ پل صراط سے گزر جائے کہ اچانک حضرت عیسٰی علیہ السلام میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد! یہ انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے پاس (اپنی اپنی اُمتوں کی) پریشانی بیان کرنے آئے ہیں، یا فرمایا: کہیں گے: آپ کے پاس جمع ہو کر آئے ہیں تاکہ آپ اللہ تعالیٰ (کے ساتھ) اللہ کے حضور دعا کریں کہ وہ مخلوق کا فیصلہ جلدی فرما دے اور جہاں انہیں بھیجنا ہے، بھیج دے تاکہ جس تکلیف میں وہ مبتلا ہیں اس سے (تو) نجات ملے۔ مخلوق منہ تک پسینے میں ڈوبی ہوئی ہو گی۔ مومن کو اس دن کی تکلیف ایسے محسوس ہو گی، جیسے زکام کی تکلیف ہوتی ہے، جب کہ کافر کو موت گھیرے ہوئے ہو گی۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْکَافِرَ لَيُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُلْجِمَهُ الْعَرَقُ، حَتّٰى إِنَّهُ يَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أَرِحْنِي وَلَوْ إِلَى النَّارِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۸، رقم: ۱۲۸۴۷

۲۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۷: ۲۴۹، رقم: ۲۶۹۵

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۳۵، رقم: ۵۵۰۳

۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۷۳

۵۔ ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۵۷

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۵: ۲۷، رقم: ۴۵۷۹

روزِ قیامت کافر کا حساب کتاب ہو گا، یہاں تک کہ اسے پسینہ اس کے منہ تک آجائے گا۔ (اس کی تکلیف پر وہ کہے گا) اے رب! مجھے اس سے نجات دے بے شک تو مجھے دوزخ ہی میں ڈال دے۔

۷۔ حضرت انس بن مالک ؓ حضور نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَمْ يَلْقَ ابْنُ آدَمَ شَيْئًا مُنْذُ خَلَقَهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ أَشَدَّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْمَوْتَ أَهْوَنُ مِمَّا بَعْدُ، وَإِنَّهُمْ لَيَلْقَوْنَ مِنْ هَوْلِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ شِدَّةً حَتّٰى يُلْجِمَهُمُ الْعَرَقُ، حَتّٰى لَوْ أَنَّ السُّفُنَ أُجْرِيَتْ فِيهِ لَجَرَتْ. (۱)

جب سے اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم کو پیدا کیا ہے، تب سے موت سے زیادہ سخت وقت اس پر کوئی نہیں آیا۔ پھر فرمایا: بے شک موت کے بعد کے مراحل اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ بے شک لوگ حشر کے دن کی سختی سے دوچار ہونے والے ہیں، یہاں تک کے اس روز پسینہ ان کے منہ تک آجائے گا (اور پسینہ اس قدر بہہ رہا ہو گا کہ) اگر اس پسینے میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں گی۔

(۸) کفار کے لیے یومِ حشر کا دورانیہ پچاس ہزار سال کا ہوگا

یومِ قیامت کی طوالت زبانِ زدِ عام ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ یہ دن ہر شخص کو اپنے اعمال کے مطابق کم یا زیادہ مقدار میں محسوس ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد

..... ۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۱۰۷، رقم: ۱۰۱۱۲

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۳۶

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۲۷۷، رقم: ۱۹۷۶

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۱۰، رقم: ۵۴۳۶

فرمایا ہے:

۱۔ يُنْصَبُ لِلْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِقْدَارُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ، كَمَا لَمْ يَعْمَلْ فِي الدُّنْيَا، وَإِنَّ الْكَافِرَ لَيَرَى جَهَنَّمَ، وَيَظُنُّ أَنَّهَا مُوَاقِعَتُهُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ سَنَةً. (۱)

کافر کے لیے روزِ قیامت پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا اور بے شک کافر جہنم کو دیکھے گا اور یہ گمان کرے گا کہ وہ جہنم اسے چالیس سال کی مسافت سے اپنے اندر گرا لے گی۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾۔ پھر فرمایا:

كَيْفَ بِكُمْ إِذَا جَمَعَكُمُ اللهُ كَمَا يُجْمَعُ النَّبْلُ فِي الْكِنَانَةِ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ، ثُمَّ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْكُمْ. (۲)

اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا، جب اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح جمع کرے گا جیسے بنو کنانہ میں تیر جمع کیے جاتے ہیں۔ (وہ دن) پچاس ہزار سال جتنا ہوگا اور پھر (اس دورانیہ میں) اللہ تمہاری طرف نہیں دیکھے گا۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷۵، رقم: ۱۱۷۳۲
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۴۹، رقم: ۷۳۵۲
۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۶۳۹، رقم: ۸۷۶۶
۴۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۵۲۴، رقم: ۱۳۸۵

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۶۱۶، رقم: ۸۷۰۷
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۷: ۱۳۵
۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۳: ۲۹۳، رقم: ۴۹۷۷

(۹) مومنین و صالحین کو یومِ حشر کا دورانیہ صرف عصر اور مغرب کے درمیانی عرصہ جتنا محسوس ہوگا

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، مگر اس کی یہ طوالت مومنین کے لیے نہیں، بلکہ کفار ومشرکین کے لیے ہی ہوگی۔ وہ بندۂ مومن جس نے اپنی تمام زندگی آخرت کی تیاری ہی میں گزاری ہوگی۔ اس نیک انسان کے لیے یہ دن اتنا مختصر ہو جائے گا، جتنا کہ ایک وقت کی فرض نماز کی ادائیگی۔ گویا ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے کے لیے قیامت کے دن کی طوالت خفیف ہو جائے گی، جب کہ کفار ومنکرین کے لیے شدید ترین اور ناقابلِ برداشت پچاس ہزار سال پر مشتمل ہوگی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

يَوْمُ الْقِيَامَةِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ. (۱)

قیامت کا دن مؤمنین کے لیے نمازِ ظہر وعصر کے درمیانی وقفے کے برابر ہوگا۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: وہ دن کتنا طویل ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتَّى يَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ مِنْ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ يُصَلِّيهَا فِي الدُّنْيَا. (۲)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ دن

(۱) ۱۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۱۵۸، رقم: ۲۸۴
۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۵: ۵۳۱، رقم: ۸۹۹۳
(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷۵، رقم: ۱۱۷۳۵
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۲۹، رقم: ۷۳۳۴
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۵۲۷، رقم: ۱۳۹۰

بندۂ مومن پر بہت ہلکا (یعنی مختصر) ہو گا یہاں تک کہ وہ دن اس پر فرض نماز ادا کرنے کے وقت سے بھی زیادہ خفیف ہو گا، جو وہ دنیا میں ادا کرتا تھا۔

۳۔ مومنین کے لیے قیامت کے دن کے ہلکا ہونے سے متعلق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ أَتٰى رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَنْ يَقْوِي عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِي قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [المطففين، ٨٣/٦] **فَقَالَ ﷺ: يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ.** (۱)

رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا: مجھے یہ بتائیے کہ قیامت کے دن کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ 'جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے حضور کھڑے ہوں گے'، کس شخص کو (حساب کے لیے) اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی تاب ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کا دن مومن کے لیے آسان کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ دن اس پر فرض نماز (کی ادائیگی کے وقت) جتنا رہ جائے گا۔

۴۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ مِقْدَارَ نِصْفِ يَوْمٍ مِنْ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ، فَيَهُوْنُ ذٰلِكَ الْيَوْمُ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَتَدَلِّي الشَّمْسِ لِلْغُرُوْبِ إِلٰى أَنْ تَغْرِبَ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أبو يعلي، المسند، ۲: ۵۲۷، رقم: ۱۳۹۰
۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۳۲۴
۳۔ خطيب تبريزي، مشكاة المصابيح، ۳: ۱۵۴۴، رقم: ۵۵۶۳

(۲) ۱۔ أبو يعلي، المسند، ۱۰: ۴۱۵، رقم: ۶۰۲۵
۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۲۸، رقم: ۷۳۳۳

جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے حضور کھڑے ہوں گے، اُس کی مقدار پچاس ہزار سال سے آدھے دن کے (برابر) ہوگی اور وہ دن بندۂ مومن کے لیے سورج کے غروب ہونے کے وقت سے لے کر غروب ہونے تک (کے مختصر وقت) جتنا ہوگا۔

(۱۰) روزِ قیامت نفسا نفسی کا عالم ہوگا

قیامت کے طویل اور ہولناک دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا اور ہر کوئی نفسا نفسی کے عالم میں مبتلا ہوگا۔ دنیوی دوستیاں، رشتے، صحبتیں، رفاقتیں اور مجالس سب کی سب دشمنیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ○[1]

پھر جب کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی○ اُس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا○ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (بھی)○ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے (بھی)○ اس دن ہر شخص کو ایسی (پریشان کن) حالت لاحق ہو گی جو اسے (ہر دوسرے سے) بے پروا کر دے گی○

احادیثِ مبارکہ میں متعدد مقامات پر یہ روایت ذکر ہوئی ہے، جس میں اہلِ محشر جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس یکے بعد دیگرے جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے۔ لیکن ہر نبی یہ فرمائے گا:

نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِي.[2]

---

(۱) عبس، ۸۰: ۳۳-۳۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب تفسير القرآن، باب ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدا شكورا، ۴: ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، رقم: ۴۴۳۵ ←

مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، کسی اور کے پاس جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے حضور قیامت کے دن ساری مخلوق کو حساب و کتاب کے لیے تین سو (300) سال کی طویل مدت تک سخت دھوپ میں کھڑے ہوکر انتظار کرنا پڑے گا۔ جب خوف و ہراس سے سب کے کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے۔ یہ دراصل اللہ کے حضور پیشی ہوگی، اس لیے اسے یوم العرض الکبیر کہتے ہیں، یعنی بڑی پیشی کا دن کہتے ہیں۔ جب تین سو (300) سال گزر جائیں گے اور لوگ گرمی اور پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہوں گے۔ اس پر مستزاد یہ کہ حساب شروع ہونے کے دور دور تک کوئی آثار بھی نہیں دکھائی دے رہے ہوں گے۔ اللہ رب العزت انہیں نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرے گا۔ انسان اس دن بخوبی جان لے گا کہ اللہ رب العزت کی ذات کتنی بے نیاز ہے۔ اُس وقت لوگ باری باری انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب شروع کرنے کی سفارش کا کہیں گے، لیکن سب انبیاء اس سے برأت کا اظہار فرمائیں گے۔ طویل انتظار کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت پر اہلِ قیامت کا حساب کتاب شروع ہوگا۔ یہ حضور ﷺ کی پہلی شفاعتِ عظمیٰ ہوگی، جو جمیع امم کے لیے یکساں ہوگی۔ آپ ﷺ کی شفاعت کے بعد یومِ حشر کے اگلے مراحل کا آغاز ہوگا۔

i. روزِ قیامت متقین کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اُس دن دنیاوی تعلق اور دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قائم کی گئی سنگتیں برقرار رہیں گی۔ روزِ حشر کی ان حشر سامانیوں میں بھی یہ دوستیاں ہی کام آئیں گی۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ○ اَلْاَخِلَّآءُ

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۸۴، رقم: ۱۹۴

يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ○ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ○ (۱)

یہ لوگ کیا انتظار کر رہے ہیں (بس یہی) کہ قیامت اُن پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو○ سارے دوست و احباب اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے (انہی کی دوستی اور ولایت کام آئے گی)○ (اُن سے فرمایا جائے گا): اے میرے (مقرّب) بندو! آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غمزدہ ہو گے○

قابلِ غور بات یہ ہے یہاں اللہ رب العزت نے ایک استثنا فرمایا ہے کہ ایک رفاقت ایسی ہے جو قیامت کے دن بھی کام آئے گی۔ وہ نسبت ہے اور اللہ والوں سے دوستی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہمارے بہترین ہم نشین کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللهَ رُؤْيَتُهُ، وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمْ بِالآخِرَةِ عَمَلُهُ. (۲)

جس کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلا دے، جس کا بولنا تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

اس حدیث شریف میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ اچھے دوست اور ہم نشین ہیں، جن میں درج بالا تین خوبیاں پائی جائیں، اس لیے ان نیک و سعید ہستیوں کی صحبت و سنگت میں رہا کرو۔ عام طور پر لوگ بڑے بڑے القابات سے متاثر ہوتے ہیں حالانکہ خالی خولی ناموں اور

(۱) الزخرف، ۴۳: ۶۶-۶۸

(۲) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۴: ۳۲۶، رقم: ۲۴۳۷

۲۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۲۱۳، رقم: ۶۳۱

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۵۷، رقم: ۹۴۴۶

القاب میں کچھ نہیں رکھا۔ رکھنے کو تو ہم بڑے بڑے نام رکھ لیتے ہیں، مگر یہ تو قیامت کے دن ہی پتا چلے گا کہ کس کا لقب صحیح تھا اور کس کا غلط۔

ii. یومِ حشر متقین سواری پر جب کہ گنہگار منہ کے بل گھسیٹ کر لائے جائیں گے

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ ہم سب کو قبر سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ خوف یہ ہے کہ اس دن ہماری بد اعمالیوں کے باعث کہیں یہ ہی نہ فرما دیا جائے کہ آج کے دن ہم نے تمہیں ایسے ہی بھلا دیا ہے، جیسے تم نے دنیا میں ہمیں بھلا دیا تھا۔ اس دن کچھ وہ ہوں گے، جنہیں منہ کے بل گھسیٹ کر اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ کچھ اپنے پاؤں پر میدانِ حشر کی طرف چل کر جائیں گے اور کچھ ایسی باوقار شخصیات بھی ہوں گی، جنہیں قیامت کے دن شان دار سواریوں پر بٹھا کر عزت و تکریم کے ساتھ میدانِ حشر میں لے جایا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةَ أَصْنَافٍ: صِنْفًا مُشَاةً وَصِنْفًا رُكْبَانًا وَصِنْفًا عَلٰى وُجُوهِهِمْ. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ؟ قَالَ: إِنَّ الَّذِي أَمْشَاهُمْ عَلٰى أَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ أَمَا إِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَشَوْكٍ. (۱)

روزِ قیامت لوگ تین حالتوں میں اٹھائے جائیں گے۔ پہلی قسم کے لوگ پیدل چلیں گے، دوسری قسم والے سواریوں پر سوار ہوں گے اور تیسری قسم کے لوگ چہروں کے بل چلیں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! چہرے کے بل بھلا کیسے چلیں گے؟ فرمایا: جس

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۳، رقم: ۸۷۴۰
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة بني إسرائيل، ۵: ۳۰۵، رقم: ۳۱۴۲

نے انہیں قدموں پر چلایا ہے، وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ وہ اپنے منہ کو ہر اونچی جگہ اور کانٹوں سے بچانے کی کوشش کریں گے۔

واضح رہے کہ جن لوگوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت اور فرمانبرداری میں اپنے احوال اور اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے گزاری ہوگی، ان کا شمار پہلے گروہ میں ہوگا۔ جن لوگوں نے گناہ اور ثواب کے ساتھ ملی جلی زندگی بسر کی ہوگی، وہ پیدل حواس باختہ ہو کر دوڑے چلے جا رہے ہوں گے۔ تیسرا گروہ اُن لوگوں کا ہوگا، جو دنیا کے مال و دولت، عیش و آرام، لذتوں اور شہوتوں کے حصول کے لیے، دھوکہ، دجل وفریب، حسد وبغض میں مبتلا رہے ہوں گے۔ انہوں نے اپنی آخرت دنیا کے لیے برباد کر لی ہوگی اور وہ آخرت کو بھول چکے ہوں گے۔ انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ جو دنیا میں رہ کر دنیا دار نہ ہوا ہوگا؛ جس نے اپنے رات کے آرام کو ترک کر کے اپنی جبین کو سجدوں کی لذت دی ہوگی؛ جس کی آنکھیں مولا کی یاد میں آخرت کے خوف میں چھم چھم برستی ہوں گی؛ جس کا دل ہمہ وقت عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں تڑپتا ہوگا؛ جس کی زبان شیریں، اخلاق اچھا، عبادت پر خلوص، معاملاتِ زندگی مثالی اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع میں گزرا ہوگا، اس کے لیے بہترین اجر ہوگا۔

سب جانتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ جنہوں نے زندگی آخرت کے لیے گزاری ہوگی، اپنے اخلاق و آداب اور زندگی کا ایک ایک گوشہ اللہ رب العزت اور اس کے محبوب کی منشا اور رضا کے مطابق گزارا ہوگا، وہ قبروں سے اٹھیں گے تو سواریاں ان کی منتظر کھڑی ہوں گی۔ انہیں سوار کر کے باوقار انداز سے میدانِ حشر میں لایا جائے گا۔ ان کے لیے قیامت کے دن نور کے ٹیلے ہوں گے۔ وہاں ان کے لیے منبر بچھائیں جائیں گے۔ پھر حکم ہوگا کہ تم یہاں بیٹھو، کیوں کہ تم نے زندگی میری خاطر گزاری تھی۔ تم نے دنیا میں رہ کر دنیا کو پسِ پشت ڈال کر مجھے یاد رکھا۔ دیکھنا آج میں تمہیں اس مقام و مرتبے سے نوازوں گا کہ انبیاء بھی اس مقام پر رشک کریں گے۔

ان عظیم شخصیات کو روزِ محشر دیدارِ الٰہی سے بھی نوازا جائے گا۔ اللہ رب العزت کسی کو عرش کے دائیں طرف بٹھائے گا اور کسی کو بائیں جانب؛ کسی کو اپنے سامنے بٹھائے گا ؛ کسی کو عرش کا سایہ عطا فرمائے گا اور کسی کے لیے نعمتوں کا دسترخوان سجایا جائے گا۔ چناں چہ ضروری ہے کہ ہم آج اس زندگی کو آخرت کے سپرد کر دیں۔ جتنی توفیق ملے رات کے اندھیرے میں مصلے سے دوستی کر لیں۔ اپنے مالکِ حقیقی کو منانے کے لیے آخرت کے خوف میں اس کی محبت میں آنسو گرائیں؛ ظلم ،جھوٹ، مکر، دھوکہ بازی، دجل اور فریب کی زندگی سے تائب ہوجائیں۔ اپنی اس دنیاوی زندگی میں حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غلام بن جائیں۔

واضح رہے کہ غلام تین اقسام کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک غلام وہ ہوتا ہے جو اپنے مالک کی غلامی سے بھاگ جاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد کافر اور مشرک ہیں۔

(۲) دوسرا غلام وہ ہوتا ہے، جو رہتا تو اپنے مالک کی غلامی میں ہی ہے، مگر اس کا مالک سامنے ہو تو وفاداری کا دم بھرتا ہے، لیکن اس کی غیر حاضری میں موقع پا کر نافرمانی بھی کرتا رہتا ہے۔ اس میں ہم عام مسلمان شامل ہیں، جو موسمی وفادار ہیں۔ ہمارا سارا دین چند مواقع events ہی پر منحصر ہوتا ہے۔ جب کہ موسم گزر جاتا ہے تو باقی پوری زندگی کے شب و روز دنیاوی جھمیلوں، جھگڑوں، کذب و دھوکہ دہی ، لوٹ مار اور حرام خوری سے معمور ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر خود فیصلہ کرے کہ کیا یہ اُس کی وفاداری ہے؟

(۳) تیسرا غلام وہ ہوتا ہے، جو اپنے مالک کی موجودگی اور غیر موجودگی، دونوں صورتوں میں اس کا وفادار رہتا ہے۔

آخری قسم کے غلام ہی قیامت کے دن سونے کی مسندوں پر براجمان ہوں گے۔ ان کے اوپر رحمتِ الٰہی کے بادلوں کا سایہ ہوگا اور وہ قیامت کی تپش سے یکسر محفوظ رہیں گے۔

(۱۱) روزِ حشر کفار ومشرکین کے لیے انتہائی سخت ہوگا

قیامت کا دن حق کا انکار کرنے والوں کے لیے انتہائی ہولناک ہوگا۔ وہ دن منافقین، کفار اور اللہ کے نافرمانوں کے لیے رسوائی اور ندامت لیے ہوئے ہوگا۔ وہ اس دن سیاہ چہروں کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ روزِ محشر کی وہ تمام سختیاں اور ہولناکیاں ان کے سامنے برپا ہوں گی، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیا میں جب ان سے اس عذاب کا ذکر کیا جاتا تھا ،تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے تکبر و رعونت سے کہتے تھے کہ جو عذاب آنا ہے آ جائے ہم اپنی روش کسی صورت بدلنے والے نہیں ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت غلطی کا احساس ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔ اس وقت نہ ان کے معبودانِ باطلہ ان کے کسی کام آئیں گے اور نہ ہی دنیاوی پیشوا۔ انہیں بے دردی سے جہنم کی طرف ہانکتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہی تمہارا ابدی ٹھکانا ہے۔ ان کے لیے قیامت کا دن پچاس ہزار سال پر محیط ہوگا۔ انہیں روزِ قیامت کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اورخشک خاردار زہریلی جھاڑیاں بطور خوراک دی جائیں گی۔ پھر انہیں ہمیشہ کے لیے واصلِ جہنم کر دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور موت کی تمنا کریں گے لیکن نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی عذابِ دوزخ سے چھٹکارا نصیب ہوگا۔

محشر کا برپا کیا جانا دراصل حق و باطل کے درمیان امتیاز کو واضح کرنے کے لیے ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کے رسول ﷺ کی رسالت کو تسلیم کیا اور اُن کے احکامات کے مطابق زندگی گزاری، روزِ حشر کی تکالیف اُن کے لیے ہلکی کر دی جائیں گی۔

i. روزِ قیامت جھوٹے معبود اپنے پیروکاروں سے اِظہارِ لاتعلقی کریں گے

جنہوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے کفر و ارتداد میں اپنی زندگی بسر کی، روزِ قیامت وہ اور اُن کے جھوٹے معبود، دونوں ایک دوسرے سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے۔ یوں وہ ایک دوسرے پر حجت تمام کر دیں گے۔ اُن کا جھوٹ، مکر وفریب اور کفر واضح ہو جائے گا۔ یوں اللہ

تعالیٰ روزِ حشر اپنے اطاعت گزاروں کی قدر و منزلت اور شان و شوکت دکھائے گا، جب کہ نافرمانوں کے لیے اُس کی شانِ جباریت و قہاریت کا بھرپور اظہار ہوگا۔

۱۔ اس حوالے سے سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ○ (۱)

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے: تم اور تمہارے شریک (بتانِ باطل) اپنی اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے۔ اور ان کے (اپنے گھڑے ہوئے) شریک (ان سے) کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے○

۲۔ سورۃ یونس میں پھر ارشاد فرمایا:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ○ (۲)

اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا (وہ محسوس کریں گے) گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا دنیا میں ٹھہرے ہی نہ تھے، وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ بیشک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے○

۳۔ مشرکین روزِ محشر ذاتِ باری تعالیٰ کے جلال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے جھوٹے معبودوں کا انکار کریں گے۔ لیکن اُس دن اُنہیں یہ عمل فائدہ نہیں دے گا۔ حجت تمام کرنے کے لیے ہر قوم پر اُن کے نبی کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔ جب کہ

(۱) یونس، ۱۰: ۲۸

(۲) یونس، ۱۰: ۴۵

رسول اللہ ﷺ ان تمام اُمتوں اور رسولوں پر گواہ ہوں گے۔ یوں روزِ حشر آپ ﷺ کی خصوصی شان کا اس طرح سے اظہار ہوگا۔ سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ○ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ○ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ط فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ○ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِنِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ○ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ○ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ○ (۱)

اور جس دن ہم ہر اُمت سے (اس کے رسول کو اس کے اعمال پر) گواہ بنا کر اٹھائیں گے پھر کافر لوگوں کو (کوئی عذر پیش کرنے کی) اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ (اس وقت) ان سے توبہ و رجوع کا مطالبہ کیا جائے گا○ اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھ لیں گے تو نہ ان سے (اس عذاب کی) تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی○ اور جب مشرک لوگ اپنے (خود ساختہ) شریکوں کو دیکھیں گے: تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہی ہمارے شریک تھے جن کی ہم تجھے چھوڑ کر پرستش کرتے تھے، پس وہ (شرکاء) انہیں (جواباً) پیغام بھیجیں گے کہ بیشک تم جھوٹے ہو○ اور یہ (مشرکین) اس دن اللہ کے حضور عاجزی و فرمانبرداری ظاہر کریں گے اور ان سے وہ سارا بہتان جاتا رہے گا جو یہ باندھا کرتے تھے○ جن

(۱) النحل، ۱۶: ۸۴-۸۹

لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے روکتے رہے ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس وجہ سے کہ وہ فساد انگیزی کرتے تھےo اور (یہ) وہ دن ہوگا (جب) ہم ہر اُمت میں اُنہی میں سے خود اُن پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم آپ کو اُن سب (اُمتوں اور پیغمبروں) پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہےo

۴۔ سورۃ الاحزاب میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًاo خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًاo يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَاo وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآئَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَاo رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًاo(۱)

بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور اُن کے لئے (دوزخ کی) بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہےo جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ نہ وہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگارo جس دن ان کے مُنہ آتشِ دوزخ میں (بار بار) الٹائے جائیں گے (تو) وہ کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتیo اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا تھا تو انہوں نے ہمیں (سیدھی) راہ سے بہکا دیاo اے ہمارے رب! انہیں دوگنا عذاب دے اور اُن پر بہت بڑی لعنت کرo

۵۔ سورۃ القیامۃ میں کفار و مشرکین کے احوال ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں:

وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍم بَاسِرَةٌo تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌo كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۶۴-۶۸

التَّرَاقِیَ○ وَقِیۡلَ مَنۡ رَاقٍ○ وَّظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ○ وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ○ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ نِ الۡمَسَاقُ○ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰی○ وَ لٰکِنۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی○ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤی اَهۡلِهٖ یَتَمَطّٰی○ اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی○ ثُمَّ اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی○[1]

اور کتنے ہی چہرے اُس دن بگڑی ہوئی حالت میں (مایوس اور سیاہ) ہوں گے○ یہ گمان کرتے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ ایسی سختی کی جائے گی جو اُن کی کمر توڑ دے گی○ نہیں نہیں، جب جان گلے تک پہنچ جائے○ اور کہا جا رہا ہو کہ (اِس وقت) کون ہے جھاڑ پھونک سے علاج کرنے والا (جس سے شفایابی کرائیں)○ اور (جان دینے والا) سمجھ لے کہ (اب سب سے) جدائی ہے○ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے لگے○ تو اس دن آپ کے رب کی طرف جانا ہوتا ہے○ تو (کتنی بدنصیبی ہے کہ) اس نے نہ (رسول ﷺ کی باتوں کی) تصدیق کی نہ نماز پڑھی○ بلکہ وہ جھٹلاتا رہا اور رُوگردانی کرتا رہا○ پھر اپنے اہلِ خانہ کی طرف اکڑ کر چل دیا○ تمہارے لئے (مرتے وقت) تباہی ہے، پھر (قبر میں) تباہی ہے○ پھر تمہارے لئے (روزِ قیامت) ہلاکت ہے، پھر (دوزخ کی) ہلاکت ہے○

ii. یومِ حشر مشرکین حسرت کریں گے: کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوتے

کفار و مشرکین روزِ حشر عذابِ الٰہی سے چھٹکارا پانے کے لیے یہ خواہش کریں گے کہ اے کاش! ہم پیدا ہی نہ کیے گئے ہوتے، یا پھر ہم مٹی ہو جاتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ مُدَّتِ الْأَرْضُ مَدَّ الْأَدِیمِ، وَحَشَرَ اللهُ الْخَلَائِقَ الْإِنْسَ وَالْجِنَّ وَالدَّوَابَّ وَالْوُحُوشَ، فَإِذَا کَانَ ذٰلِکَ الْیَوْمُ جَعَلَ اللهُ

(۱) القیامة، ۷۵: ۲۴-۳۵

الْقِصَاصَ بَيْنَ الدَّوَابِّ حَتّٰى تَقُصَّ الشَّاةُ الْجَمَّاءُ مِنَ الْقَرْنَاءِ بِنَطْحَتِهَا، فَإِذَا فَرَغَ اللهُ مِنَ الْقِصَاصِ بَيْنَ الدَّوَابِّ قَالَ لَهَا: كُوْنِي تُرَابًا، فَتَكُوْنُ تُرَابًا، فَيَرَاهَا الْكَافِرُ فَيَقُوْلُ: يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا. (۱)

جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو ایسے کھینچا جائے گا، جیسے چمڑے کو کھینچا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جن و انس، چوپایوں اور وحشی جانوروں کی تمام مخلوقات کو جمع فرمائے گا۔ پس جب وہ دن آئے گا اللہ تبارک و تعالیٰ چوپایوں کے درمیان بھی (نظام) قصاص قائم فرمائے گا۔ یہاں تک کہ بغیر سینگ والی بھیڑ سینگ والی بھیڑ سے ٹکر مارنے کا قصاص لے گی، پھر جب اللہ تبارک و تعالیٰ چوپایوں کے قصاص سے فارغ ہو جائے گا تو انہیں فرمائے گا کہ مٹی ہو جاؤ، تو وہ مٹی ہو جائیں گے اور یہ سارا کچھ دیکھ کر کافر کہے گا: کاش! میں بھی مٹی ہوتا (اور میرا کوئی حساب و کتاب نہ ہوتا)۔

قیامت کی ہولناکیوں کے باعث کافر یہ خواہش کرے گا کہ اُسے ان تکالیف سے نجات مل جائے، چاہے اُسے دوزخ ہی میں ڈال دیا جائے۔ گویا اُس کے نزدیک دوزخ کی آگ روزِ حشر کی سختیوں سے نرم ہوگی، حالانکہ یہ اُس کی خام خیالی ہوگی۔ لیکن وہ ایسا روزِ حشر کی ہولناکیوں سے بچنے ہی کے لیے کہے گا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ الْكَافِرَ لَيُلْجِمُهُ الْعَرَقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ: أَرِحْنِي وَلَوْ إِلَى النَّارِ. (۲)

بے شک پسینہ روزِ قیامت کافر کے منہ تک پہنچ جائے گا (یعنی وہ اس میں ڈوب جائے گا) پھر وہ (کافر) کہے گا کہ مجھے اس (پسینہ) سے بچا لو اور (اس کے بدلے)

---

(۱) حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۶۱۹، رقم: ۸۷۱۶

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۳۰، رقم: ۷۳۳۵

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۸: ۳۹۸، رقم: ۴۹۸۲

۳۔ هيثمي، موارد الظمان، ۱: ۶۳۹، رقم: ۲۳۸۲

چاہے مجھے جہنم میں پھینک دو۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث میں احوالِ قیامت کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ مرحلۂ احوال اور آخرت کا انجام نیک وبد کے حال کے مطابق ہوگا۔ جنہیں آخرت کا غم، فکر اور خیال اس دنیا میں رہا۔ انہیں وہاں آسودگی اور مسرت وراحت حاصل ہوگی۔ اس کے برعکس جو لوگ اس دنیائے دار العمل میں غمِ عقبیٰ سے غافل رہے۔ وہ ہمیشہ وہاں رنج وغم کی قید وبند میں محصور رہیں گے۔

۳۔ روزِ محشر کی حشر سامانیاں اور لمحۂ فکریہ

قیامت کے واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ قیامت کی دو شانیں ہوں گی۔ کسی کو تو یہ نیچا کر دے گی اور کسی کو بلند و بالا۔ یہ امر بھی پردۂ غیب میں پوشیدہ ہے۔ اللہ والے ہر لمحہ ڈرتے رہتے ہیں کہ ہمارے اعمال و احوال اس قابل نہیں کہ ہم کوئی امید وابستہ کر سکیں۔

یاد رہے کہ قیامت کے دن کے انکار کی مختلف اشکال ہیں۔ خواہ وہ دل سے کیا جائے، خواہ زبان سے یا اپنے عمل سے۔ قیامت کے حوالے سے ہماری زندگی میں کسی نہ کسی طرح انکار موجود ہوتا ہے۔ کافر تو قیامت کا انکار دل اور زبان سے کرتا ہے، جبکہ گنہگار اور فاسق مسلمان اپنے عمل اور یقین کی کمی کے ذریعے کرتا ہے۔

۱۔ سورۃ المزمل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا○ (۱)

اگر تم کفر کرتے رہو تو اُس دن (کے عذاب) سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا○

(۱) المزمل، ۷۳: ۱۷

اس آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس دن کا انکار کرکے تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے، جو بچوں کو یک لخت بوڑھا کر دے گا۔

۲۔ پھر سورۃ المعارج میں ارشاد فرمایا ہے:

وَنَرٰهُ قَرِيْبًا ○ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ○ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ○(۱)

اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں○ جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا○ اور پہاڑ (دُھنکی ہوئی) رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے○

مادی حوالے سے دیکھا جائے تو قیامت کا دن ہمیں صدیوں دور نظر آتا ہے۔ دراصل یہ غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کی نظر کا دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ درحقیقت ہم تو اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔ اسی حوالے سے ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے:

۳۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ○ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ○(۲)

جب سورج لپیٹ کر بے نور کر دیا جائے گا○ اور جب ستارے (اپنی کہکشاؤں سے) گر پڑیں گے○ اور جب پہاڑ (غبار بنا کر فضا میں) چلا دیے جائیں گے○

۴۔ پھر سورۃ القیامہ میں یہ ساری ہولناکیاں بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا گیا ہے:

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ○(۳)

اس وقت انسان پکار اٹھے گا کہ بھاگ جانے کا ٹھکانا کہاں ہے○

---

(۱) المعارج، ۷۰:۷-۹

(۲) التکویر، ۸۱: ۱-۳

(۳) القیامۃ، ۷۵: ۱۰

آج کدھر جائیں، کہاں بھاگ جائیں ، اس دن کسی کو بھاگنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

۵۔ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ.(۱)

اور ساری کی ساری زمین قیامت کے دن اُس کی مُٹھی میں ہوگی اور سارے آسمانی کرّے اُس کے دائیں ہاتھ (یعنی قبضۂ قدرت) میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔

اس وقت اللہ رب العزت کی جانب سے سوال کیا جائے گا کہ بتاؤ بھلا آج کس کا اقتدار ہے؟ دیکھ لو میں ہی حقیقی قادرِ مطلق ہوں۔ میں سب کا بادشاہ ہوں۔ بتاؤ آج دنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟ اپنی سلطنتوں، عمارات اور اقتدار پر گھمنڈ کرنے والے آج کہاں گم ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَطْوِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟(۲)

اللہ عزوجل قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا اور پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر فرمائے گا: آج میں ہی بادشاہ ہوں۔ دنیا میں جبر و تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ بائیں ہاتھ سے زمین کو لپیٹ لے گا پھر فرمائے گا۔ آج میں ہی بادشاہ ہوں۔ جبر کرنے والے کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

---

(۱) الزمر، ۳۹: ۶۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب صفة القيامة و الجنة و النار، ۴: ۲۱۴۸، رقم: ۲۷۸۸

۲۔ أبوداؤد، السنن، كتاب السنة، باب في الرد على الجهمية، ۴: ۲۳۴، رقم: ۴۷۳۲

۳۔ أبو يعلى، المسند، ۹: ۴۱۱، رقم: ۵۵۵۸

حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَدْ شِبْتَ قَالَ: شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ. (۱)

یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپا آ گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساء لون اور اذ الشمس کوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا ہے۔

غور طلب بات ہے کہ یہ پانچ سورتیں بھلا کیا ہیں؟ ان سورتوں میں قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے ہولناک واقعات کا کثرت سے ذکر ہے۔ آج ہم اس سبق کو بھولے ہوئے ہیں، لیکن جب قبروں سے اٹھ کر اللہ کے حضور پیشی ہو گی تو بندہ پکار اٹھے گا:

٦۔ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ○ (۲)

اور اگر آپ دیکھیں (تو ان پر تعجب کریں) کہ جب مُجرِم لوگ اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سُن لیا پس (اب) ہمیں (دنیا میں) واپس لوٹا دے کہ ہم نیک عمل کر لیں بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں○

اب وہ پچھتائے گا کہ اے کاش مجھے مہلت مل جائے اور میں اس دنیا میں پھر جا کر کچھ نیک عمل کر لوں۔ یہ بات دنیا میں غفلت کی چادر اوڑھنے والا ہر بندہ، حسرت کے طور پر کہہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الواقعة، ۵:۴۰۲، رقم: ۳۲۹۷

۲۔ حاکم، المستدرك، ۲:۳۷۴، رقم: ۳۳۱۴

(۲) السجدة، ۳۲: ۱۲

رہا ہوگا۔ دراصل ان کے سامنے قبروں سے اٹھائے جانے تک ایک پردہ حائل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ برزخ کے بعد ہر شخص کے احوال بیان کرتے ہوئے سورۃ القمر میں فرماتا ہے:

۷۔ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ○ (۱)

اپنی آنکھیں جھکائے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں○ تمام لوگ پکارنے والے کی طرف دوڑتے چلے جا رہے ہوں گے۔

۸۔ ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا○ (۲)

اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کا نوشتہ اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے اور ہم اس کے لیے قیامت کے دن (یہ) نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ (اپنے سامنے) کھلا ہوا پائے گا○

ہر شخص اپنا اعمال نامہ اپنے سامنے کھولا ہوا پائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال پڑھ لے آج اپنا حساب جانچنے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ بعض لوگوں کا حال قیامت کے دن یوں بھی ہوگا کہ ہم اُنہیں اوندھے منہ اٹھائیں گے۔

۹۔ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا. (۳)

اور ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

---

(۱) القمر، ۵۴:۷

(۲) الاسراء، ۱۷:۱۳

(۳) الاسراء، ۱۷:۹۷

۱۰۔ پھر ارشاد فرمایا:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ○ (۱)

اس دن لوگ مختلف گروہ بن کر (جدا جدا حالتوں کے ساتھ) نکلیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں○

۱۱۔ پھر لوگوں کا میدانِ حشر کی طرف جاتے ہوئے حال بیان فرمایا گیا:

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ○ (۲)

وہ لوگ (میدانِ حشر کی طرف) اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑتے جا رہے ہوں گے اس حال میں کہ ان کی پلکیں بھی نہ جھپکتی ہوں گی اور ان کے دل سکت سے خالی ہو رہے ہوں گے○

حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ، حضرت عبداللہ بن انیس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ قَالَ الْعِبَادُ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا، قَالَ: قُلْنَا: وَمَا بُهْمًا؟ قَالَ: لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ ثُمَّ يُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مِنْ قُرْبٍ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الدَّيَّانُ، وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَنْ يَدْخُلَ النَّارَ وَلَهُ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَقٌّ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عِنْدَهُ حَقٌّ حَتّٰى أَقُصَّهُ مِنْهُ حَتَّى اللَّطْمَةُ، قَالَ: قُلْنَا: كَيْفَ وَإِنَّا إِنَّمَا نَأْتِي اللهَ عَزَّوَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا قَالَ: بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ. (۳)

---

(۱) الزلزال، ۹۹: ۶

(۲) إبراهيم، ۱۴: ۴۳

(۳) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۹۵، رقم: ۱۵۴۶۴ ⟵

روزِ قیامت لوگوں کو بے لباس، غیر مختون اور تہی دست اکٹھا کیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن انیس ﷺ نے پوچھا کہ ''بھمًا'' کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایسی آواز دے گا، جسے وہ بہت قریب سے سنیں گے۔ آج میں ہی بادشاہ اور میں ہی محتسب ہوں۔ اہل دوزخ میں سے اگر کسی کا حق اہل جنت کے ذمہ ہے تو وہ اس وقت تک دوزخ میں نہیں جا سکتا تا وقتیکہ میں اس (جنتی) سے اس کا قصاص نہ لے لوں اور اہلِ جنت میں سے کوئی اس وقت تک جنت میں نہیں جاسکے گا، جب تک کہ اس کے ذمہ اہلِ دوزخ میں سے کسی کا حق ہو اور میں اس کا قصاص نہ لے لوں۔ یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بھی (حساب لیا جائے گا)۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں کس طرح بے لباس، غیر مختون اور تہی دست اکٹھا کرے گا۔ فرمایا: نیکیوں اور برائیوں کے حساب سے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس دن کسی مجرم، کسی فاسق و فاجر کو اس کا سبب پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اس دن تاویلات اور عذر نہیں سنے جائیں گے، بلکہ فیصلہ سنایا جائے گا۔ چونکہ اس نے جو کچھ گناہ کیا ہوگا اس کی بابت اس کے ہاتھ خود بولیں گے؛ پاؤں بولیں گے؛ زبان بولے گی؛ کان بولیں گے اور جسم کا ایک ایک عضو خود اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔ اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۲۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ○ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ط قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ

۲۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۶۱۸، ۶۱۹، رقم: ۸۷۱۵

۳۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۹: ۲۶

سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ○ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ○[1]

یہاں تک کہ جب وہ دوزخ تک پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن (کے جسموں) کی کھالیں اُن کے خلاف گواہی دیں گی اُن اعمال پر جو وہ کرتے رہے تھے○ پھر وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی، وہ کہیں گی ہمیں اُس اللہ نے گویائی عطا کی جو ہر چیز کو قوتِ گویائی دیتا ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا ہے اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے○ تم تو (گناہ کرتے وقت) اس (خوف) سے بھی پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان تمہارے خلاف گواہی دے دیں گے اور نہ (یہ کہ) تمہاری آنکھیں اور نہ (یہ کہ) تمہاری کھالیں (ہی گواہی دے دیں گی) لیکن تم گمان کرتے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کاموں کو جو تم کرتے ہو جانتا ہی نہیں ہے○ اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کیا، تمہیں ہلاک کر گیا سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے○

لوٹ مار، حرام خوری، زیادتی، استحصال، سود خوری اور ناجائز کمائی سے ہر سال تین تین بار عمرے اور ادا کیے گئے حج کسی کام نہیں آئیں گے۔ بے بس مخلوقِ الٰہی کا دل دکھانا، خونی رشتوں کے ساتھ ظلم کرنا اور مظلوم کی مدد نہ کرنا عدل کے سراسر منافی ہے۔ ایک صاحبِ حیثیت شخص کے قریبی رشتہ دار بھوکے مر رہے ہوں گے اور وہ محض داد و ستائش کے لیے دور جا کر دوسروں کو خیرات دے رہا ہو گا۔ واضح رہے کہ ایسی سب خیراتیں منہ پر ماردی جائیں گی۔

حضرت حکیم بن حزام ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ

(۱) فصلت، ۴۱: ۱۹-۲۳

ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ.(۱)

اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے) سے بہتر ہے اور (صدقہ کی) ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے، جس کے بعد استغنا قائم رہے اور جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سوال کرنے سے بچا لیتا ہے اور جو استغنا اختیار کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ غنی کر دیتا ہے۔

جو تمہارا عیال دار ہے وہ تمہاری مدد کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اعلیٰ صدقہ وہ ہے، جو اپنی بیوی، بچوں اور خونی رشتوں سے شروع کیا جائے۔ جس طرح سب سے اعلیٰ صدقہ گھر پر ہے، اسی طرح نیکی کی دعوت وتبلیغ سب سے پہلے اپنے گھر پر ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ گھر بے دینی کی نحوست سے برباد ہو رہا ہے اور ہم باہر جا کر مبلغ بنے پھرتے ہیں۔ درحقیقت یہ کوئی تبلیغ نہیں۔ ٹی وی ڈرامے، فلمیں، ناچ گانے، میک اپ، بے حیائی عریانی، پر ہم اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں۔ ہم اتنا بھی غور کرنا گوارا نہیں کرتے کہ ہماری اولاد کیا پہنتی، کیا کھاتی اور کیا اعمال کرتی پھرتی ہے۔ ہمیں اتنی بھی زحمت نہیں ہوتی کہ یہ دیکھ لیں کہ ہمارے اہلِ خانہ کا اخلاق کس معیار کا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

۱۳۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا.(۲)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ۔

واضح رہے کہ ہم سب سے ہماری اولاد، بیوی اور اعزا واقارب کے بارے میں بھی

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الزكاة، باب لا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنىً، ۲:۵۱۸، رقم: ۱۳۶۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى وأن اليد العليا هي المنفقة وأن السفلى هي الآخذة، ۲:۷۱۷، رقم: ۱۰۳۴۔

(۲) التحريم، ۶۶: ۶۔

سوال پوچھا جائے گا۔ اس لیے لازم ہے کہ ہم خود کو بھی جہنم سے بچائیں اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی دوزخ سے محفوظ رکھنے کا اہتمام کریں۔ ان کے ساتھ بھلائی، نیکی، احسان، خیرات اور عدل کرنا چاہیے۔ اہلِ خانہ کے بعد پڑوسیوں کا نمبر آتا ہے اور اس کے بعد معاشرہ آتا ہے۔ اگر ہم نے یہ حق ادا نہ کیے اور اس کے برعکس مساجد بنوا دیں، لنگر خانے کھول دیے اور لوگوں میں عمرے کے ٹکٹ تقسیم کر دیے۔ یہ سب اعمال ہمارے کسی کام نہیں آئیں گے۔

دین درحقیقت آداب اور ترتیب کے ساتھ چلنے کا نام ہے۔ فرائض کو چھوڑ کر صرف مستحسن عمل پر زور دینا ہمارے کسی کام نہیں آئے گا۔ واضح رہے کہ دین کوئی مذاق نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ قیامت کے دن حقوق کی ادائیگی یا عدم ادائیگی پر پوچھ گچھ سے بات شروع ہوگی۔ جو دعوے دار دنیا میں کی گئی زیادتی کی شکایات اللہ تعالیٰ کے حضور کریں گے ان کا مداوا ظلم کے برابر نیکیاں ظلم و زیادتی کرنے والوں کے حساب سے نکال کر مظلومین کو دے دی جائیں گی۔ پھر جب ظلم کرنے والوں کے کھاتوں میں کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی تو مظلومین کے گناہوں کو ان کے پلڑوں میں ڈال دیا جائے گا۔ حدیثِ مبارک میں ایسے شخص کو مفلس کہا گیا ہے، جو اپنی ساری نیکیاں دوسروں کو دے کر خود جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ سے بعض لوگ حسد رکھتے تھے۔ حضور کی امت میں جن کے خلاف سب سے زیادہ حسد کیا گیا ہے اُن میں سرِفہرست امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمت انہیں عطا کی، اتنا ہی حسد ان کے خلاف لوگ کیا کرتے تھے۔ لوگ مجالس میں ان کے خلاف چغلی و غیبت کرتے، تہمتیں لگاتے اور انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ جب بھی کوئی ایسی خبر ان تک پہنچتی تو وہ کوئی پھل یا کوئی کھانے کی چیز تحفے کے طور پر اس کے گھر بھجوا دیتے اور کہتے کہ تم نے اپنی نیکیاں اور عمل مجھے دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ اس احسان کا شکریہ اس انداز سے ادا کر رہا ہوں۔ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ دوسروں کی غیبت کر کے اتنی نیکیاں ہم دن میں کماتے نہیں جتنی گنوا بیٹھتے ہیں۔

ہمارا یہ سارا حساب کتاب اللہ کے حضور ایک ہی پیشی پر مکمل ہو جانا ہے۔ جب ہم

اس پیشی سے فارغ ہوں گے، تو لوگوں کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کے بدلے میں اپنی نیکیاں ان کے نامۂ اعمال میں منتقل کر کے ان کی ساری برائیاں اپنے کھاتے میں ڈال لیں گے۔ پھر ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچے گا، تو اس وقت میزان لگے گا۔ ہم جو یہ نیکیاں کرتے پھرتے ہیں یہ تو دراصل ان لوگوں کے لیے ادھار ہے جن سے ہم زیادتیاں کرتے ہیں۔ یہ قیامت کے دن انہی کو چلی جائیں گئی۔ اب وہاں سے آگے اگر کسی نے کچھ بچا کر رکھا ہے تو تب نسبت، محبت اور تعلقات ہی کام آئیں گے۔

قیامت کے دن ایک شخص پریشانِ حال کھڑا ہو گا۔ اس کی نیکیوں کا پلڑا اوپر چلا جائے گا اور گناہوں کا پلڑا نیچے ہوگا، تو اچانک کوئی فرشتہ ایک کاغذ لا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا، جس سے نیکیوں کا پلڑا نیچے ہو جائے گا۔ اسے بتایا جائے گا کہ یہ وہ درود پاک ہے جو تو نے حضور نبی اکرم ﷺ پر پڑھا تھا۔ بلاشبہ اس روز ایسے عجائبات بھی وقوع پذیر ہوں گے، لیکن اس صورت میں جب بندے نے آخرت کے لیے کچھ بچا کر رکھا ہوگا۔ جس نے جہاں جہاں وفاداری کی ہے وہ کام آئے گی۔ سب سے بڑھ کر حضور نبی اکرم ﷺ پر پڑھا گیا درود کام آئے گا۔ میزان کے بعد صحف کھلیں گے اور اس کے بعد پل صراط آئے گا۔ ان کے بعد حوضِ کوثر آئے گا، جو خوش نصیب وہاں پہنچیں گے، انہیں حضور ﷺ حوض کوثر سے بھر بھر کر جام پلائیں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کئی ایسے بھی ہوں گے جنہیں میں دور سے دیکھ کر کہوں گا کہ یہ تو میرے امتی ہیں انہیں ادھر لاؤ! جب وہ قریب آئیں گے تو فرشتے پوچھیں گے آقا ﷺ آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کیے تھے۔ اس پر آپ ﷺ فرمائیں گے کہ انہیں مجھ سے دور لے جاؤ یہ بے وفا دھوکہ باز ہیں۔ پھر اللہ کے اذن سے سلسلۂ شفاعت شروع ہوگا۔ انبیاء کرام علیہم السلام شفاعت کریں گے، ملائکہ، اولیاء اللہ اور صالحین شفاعت کریں گے۔ قیامت کے دن درج ذیل چار چیزیں میزان میں سب سے وزنی ہوں گی:

(۱) اللہ تعالیٰ کی بندگی بجا لانا۔

(۲) حضور نبی اکرم ﷺ سے کامل محبت و اطاعت بجا لانا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے دین کی معاونت کرنا۔

(۴) مخلوقِ الٰہی کی خدمت اور بھلائی کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی سے مراد ہر وہ عمل، جس کے کرنے کا حکم دیا گیا، اسے بجا لانا اور وہ عمل جس سے منع کیا گیا، اس سے قطعاً رک جانا ہے۔ غرض اپنے کیے گئے ہر عمل کی نیت میں اللہ رب العزت کی رضا کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے کامل محبت کرنا اور اپنی ساری زندگی آپ ﷺ کی اطاعت میں بسر کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ان دونوں باتوں پر بیک وقت عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ کچھ لوگوں نے صرف زبانی کلامی محبت کو ہی کافی سمجھا ہوا ہے اور اپنی عملی زندگی میں اتباع پر زور نہیں دیا۔ کچھ لوگوں نے محبت کو غیر ضروری سمجھا اور صرف اتباع پر عمل پیرا ہوئے۔ حالانکہ حقیقی تابع دار صرف وہی ہے، جو آقا سے کامل محبت بھی کرے اور آپ ﷺ کی مطابقت میں زندگی کا ہر لمحہ بھی بسر کرے۔

دین کے لیے ہر قسم کی قربانی دینا بھی ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔ واضح رہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ اب دین کی تبلیغ و ترویج اور اس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر یہ فریضہ نہ نبھایا ہوتا تو آج ساری دنیا میں مسلمان کیسے پھیلے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقِ الٰہی کی خدمت بجا لانے کا اہم فریضہ اپنے خاص بندوں کے سپرد کیا ہے، ورنہ صرف عبادت بجا لانے کے لیے تو اس کے ملائکہ ہی کافی ہیں۔ حکیم الامت اس حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں:

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا[1]

---

(۱) اقبال، کلیات (اردو): ۱۶۸

ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو مخلوقِ الٰہی ظلم وستم، نا انصافی، مفلسی، ناداری، بیماری، پریشان حالی اور دیگر ان گنت مسائل سے دوچار نظر آتی ہے۔ ان کی مشکلات دور کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرنا، ہم سب کی اولین ذمہ داری ہے۔ آج کے دور میں یہی عمل سب سے بڑا جہاد ہے۔ ان سب فرائض کو مختصراً سورۃ التوبۃ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

۱۴۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ○ (۱)

(اے نبی مکرم!) آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) لے آئے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا○

واضح رہے کہ یہ قرآن کا مقرر کردہ معیار ہے جس پر عمل کیے بغیر کوئی بھی شخص حقیقی مسلمان نہیں بن سکتا۔ اگر ہم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں اپنا ہر عمل قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہی سرانجام دینا ہوگا۔ اس طرح ہمیں دنیاوی کامیابیوں کے ساتھ اُخروی کامرانیاں بھی نصیب ہوں۔

---

(۱) التوبہ، ۹:۲۴

باب نمبر 6

یومِ حشر کے دیگر مراحل

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ موت قیامت کا پہلا مرحلہ ہے۔ یوں موت بھی حشر کے مراحل میں شامل ہے۔ اسی طرح قبر کے اَحوال، اِنعقادِ قیامت اور روزِ حشر کی ہول ناکیاں بھی یومِ حشر کے مراحل میں شامل ہیں، مگر اُن مراحل کا ذکر پہلے ہی تفصیل سے ہو چکا ہے۔ لہٰذا اِس باب میں ہم ان کے بعد میں آنے والے مراحل کا ذکر کریں گے۔

۱۔ مرحلۂ شفاعتِ کبریٰ

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب بندے، انبیاء کرام و مرسلین، اَولیاء و صالحین اور مومنین و متقین روزِ قیامت خطا کاروں کی بخشش و مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کریں گے۔ یہ شفاعت کرنا ان کے اس مقام و مرتبے اور عزت و احترام کی وجہ سے ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرما رکھا ہے اور جس کی بنا پر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا گیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کا شفاعت کرنا اذنِ الٰہی سے مشروط ہوگا۔ اذنِ الٰہی سے شفاعت نصوصِ قرآنی سے ثابت ہے جس کا انکار کفر ہے۔ اس حوالے سے قرآن حکیم میں متعدد بار تصریح آئی ہے۔ ذیل میں چند ایک ارشاداتِ ربانی ملاحظہ کیجیے:

۱۔ خالقِ کائنات نے سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.[1]

کون ایسا شخص ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے مگر اس کے اِذن و اجازت کے ساتھ۔

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۵۵

۲۔ اسی حوالے سے سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ. (۱)

ہر شفاعت کرنے والا اس کے اذن کے بعد ہی سفارش کرے گا۔

۳۔ اسی تناظر میں سورۃ مریم میں بھی ارشاد ہوا:

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا○ (۲)

(اس دن) لوگ (ازخود) شفاعت کے مالک نہ ہوں گے سوائے ان کے جو (خدائے) رحمٰن کے حضور سے وعدۂ (شفاعت) حاصل کر چکے ہیں○

۴۔ سورۃ طٰہٰ میں بھی یہی مضمون یوں بیان کیا گیا ہے:

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا○ (۳)

اس دن شفاعت سود مند نہ ہوگی سوائے اس شخص (کی شفاعت) کے جسے (خدائے) رحمٰن نے شفاعت کا اذن دے رکھا ہے اور جس کی بات سے وہ راضی ہوگیا ہے (جیسا کہ انبیاء و مرسلین، اولیاء، متقین، معصوم بچوں اور دیگر کئی بندوں کا شفاعت کرنا ثابت ہے)○

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قیامت والے دِن شفاعت ہوگی مگر صرف اُن کی شفاعت قبول کی جائے گی جنہیں رب کائنات کی طرف سے اذنِ شفاعت حاصل ہوگا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کے سرخیل اور روزِ قیامت سب سے پہلے شفاعت کرنے والے حضور نبی اکرم ﷺ ہوں گے۔ آپ ﷺ کے اس مقام شفاعت کو شفاعتِ کبریٰ کا نام دیا گیا ہے۔

---

(۱) یونس، ۱۰: ۳

(۲) مریم، ۱۹: ۸۷

(۳) طٰہٰ، ۲۰: ۱۰۹

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ کا شافع ہونا

مرحلۂ حشر بپا ہو جانے کے بعد محشر کا سماں نہایت تکلیف دہ اور ہلاکت انگیز ہوگا۔ صحیح بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق قیامت کے دِن سورج اس قدر قریب ہو گا کہ اُس کی گرمی کی شدت کی وجہ سے لوگ اپنے اعمال کے مطابق کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے اور یوں لگے گا کہ اُنہیں پسینے کی لگام پہنائی گئی ہے۔

ان پریشان کُن حالات میں تمام انبیاء کی اُمتیں اور اولین و آخرین اہلِ محشر مضطرب اور بے قرار ہوں گے کہ جلد از جلد حساب شروع ہو، تاکہ جلا دینے والی تمازتِ آفتاب اور گرمیِ محشر سے نجات ملے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت اور سفارش سے مرحلۂ حساب شروع ہو گا اور یہ عظیم نعمت سب امتوں کو بلا امتیاز نصیب ہو گی، مگر مرحلۂ حساب کی ابتدا اِ محمدی ﷺ سے ہو گی۔ آپ ﷺ کا یہ مقام شفاعتِ کبریٰ یا شفاعتِ عامہ کہلائے گا۔

i. روزِ قیامت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اُمتوں کے ساتھ بارگاہِ مصطفوی میں شفاعت کے لیے حاضر ہوں گے

شفاعتِ کبریٰ حضور نبیِ رحمت شافعِ محشر ﷺ کے خصائص میں سے ایک ہے۔ روزِ قیامت آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کیا جائے گا اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کو اذنِ شفاعت عطا کیا جائے گا۔ آپ ﷺ شافعِ محشر کی حیثیت سے شفاعت فرمائیں گے۔ جب لوگ قیامت کی حشر سامانیوں سے عاجز اور درماندہ ہو کر تمام نبیوں سے فرداً فرداً التجا کریں گے کہ وہ بارگاہِ کبریا میں ان کی شفاعت کا وسیلہ بن جائیں، مگر وہ کہیں گے کہ یہ تو ہمارا منصب ہی نہیں ہے۔ بالآخر تمام انبیاء کرام علیہم السلام میدانِ حشر میں اپنی اُمتوں کے ہمراہ بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہو کر حساب کے مرحلے کی ابتدا کرنے کے لیے آپ ﷺ ہی کو بارگاہِ رب العزت میں اپنا شفیع بنائیں گے۔ اس طرح بارگاہِ صمدیت میں آپ ﷺ کی شفاعت کا آغاز ہو گا۔ آپ ﷺ ہی کی شفاعت سے روزِ حشر کی کارروائی شروع ہو گی اور لوگوں کو یوم حشر کی ہولناکیوں سے نجات ملے

گی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں:

۱۔ إِنَّ النَّاسَ يَصِيْرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا، كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُوْلُوْنَ: يَا فُلَانُ اشْفَعْ، يَا فُلَانُ اشْفَعْ، حَتّٰى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذٰلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ. (۱)

روزِ قیامت سب لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں گے۔ ہر اُمت اپنے اپنے نبی کے پیچھے ہو گی اور (اپنے نبی سے) عرض کرے گی: اے فلاں! شفاعت فرمایئے، اے فلاں! شفاعت کیجئے۔ یہاں تک کہ شفاعت کی بات حضور نبی اکرم ﷺ پر آ کر ختم ہو گی۔ اس روز شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔

احادیثِ نبوی ﷺ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اس مقامِ شفاعت کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ ذیل میں چند روایات ذکر کی جا رہی ہیں۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَنَا سَيِّدُ الْقَوْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَ؟ يَجْمَعُ اللهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ فِي صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَتَدْنُو مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ: أَلَا تَرَوْنَ إِلٰى مَا أَنْتُمْ فِيْهِ إِلٰى مَا بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلٰى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ. (۲)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب تفسير القرآن، باب قوله: عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا، ۴: ۱۷۴۸، رقم: ۴۴۴۱
۲۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۳۸۱، رقم: ۲۹۵
۳۔ ابن منده، الإيمان، ۲: ۸۷۱، رقم: ۹۲۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿إنا أرسلنا نوحا إلى قومه أن أنذر قومك من قبل أن يأتيهم عذاب أليم﴾، ۳: ۱۲۱۵، رقم: ۳۱۶۲

میں قیامت کے روز تمام بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا۔ تم جانتے ہو کہ کیسے؟ اللہ تعالیٰ سب اگلے پچھلوں کو ایک صاف میدان میں جمع فرمائے گا تاکہ دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے اور پکارنے والا اپنی آواز سنا سکے۔ سورج ان کے بالکل نزدیک آ جائے گا۔ اس وقت بعض لوگ کہیں گے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کس حال میں ہو، کس مصیبت میں پھنس گئے ہو؟ ایسے شخص کو تلاش کیوں نہیں کرتے، جو تمہارے رب کے حضور تمہاری شفاعت کرے؟

۳۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اُنہیں الہام کیا جائے گا کہ وہ اپنا کوئی شفیع تلاش کریں۔ یوں شانِ مصطفیٰ ﷺ دکھانے کا اہتمام بھی بارگاہِ الٰہی کی جانب ہی سے ہوگا۔ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُلْهَمُوْنَ لِذٰلِکَ فَيَقُوْلُوْنَ: لَوِ اسْتَشْفَعْنَا عَلٰى رَبِّنَا حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَکَانِنَا. (۱)

اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع کرے گا، ان کے دلوں میں ہر بات ڈال دی جائے گی اور وہ کہیں گے: کیوں نہ ہم اپنے رب (کی بڑی ہستی کے وسیلے) سے شفاعت طلب کریں، تاکہ وہ ہمیں محشر کی اس گرمی سے نجات دے۔

اس کے بعد طویل حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے جلیل القدر انبیا کرام علیہم السلام کا

۲۔ بخاري، الصحيح، کتاب تفسير القرآن، باب: ﴿ذرية من حملنا مع نوح إنه کان عبدا شکورا﴾، ۴: ۱۷۴۴-۱۷۴۵، رقم: ۴۴۳۵

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۸۴، رقم: ۱۹۴

۴۔ نسائي، السنن الکبرى، ۶: ۳۷۸، رقم: ۱۱۲۸۶

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۸۰، رقم: ۱۹۳

۲۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۳۷۶، رقم: ۸۰۶

ذکر فرمایا کہ لوگ اُن کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے، مگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام جلالِ الٰہی کے باعث معذرت کریں گے۔ بالآخر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر تمام امتیں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گی اور شفاعت کی درخواست کریں گی۔ آپ ﷺ ان کی درخواست قبول فرمائیں گے اور بارگاہِ الٰہی سے اذنِ شفاعت طلب فرمائیں گے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَيَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا ﷺ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ، أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. إِشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرٰى إِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَأَنْطَلِقُ، فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا، لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى أَحَدٍ قَبْلِي. ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، إِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُوْلُ: أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى.[1]

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب تفسير القرآن، باب: ﴿ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدا شكورا﴾، ۴: ۱۷۴۴-۱۷۴۵، رقم: ۴۴۳۵

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿إنا أرسلنا نوحا إلى قومه أن أنذر قومك من قبل أن يأتيهم عذاب أليم﴾، ۳: ۱۲۱۵، رقم: ۳۱۶۲

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۸۴، رقم: ۱۹۴

سب لوگ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے محمد (ﷺ)! آپ اللہ کے رسول، سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے تمام گناہوں سے معصوم رکھا ہے۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجیے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ (حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) میں آگے بڑھوں گا اور عرشِ الٰہی کے نیچے اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسنِ تعریف کے ایسے دروازے کھولے گا کہ مجھ سے پہلے کسی اور پر اس نے نہیں کھولے تھے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجیے آپ کو وہ عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت، کہا جائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب وکتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجیے ویسے انہیں اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصری میں ہے۔

ii. حضور ﷺ اُن کی بھی شفاعت فرمائیں گے جن کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان ہوگا

اُمت محمدی کا ایک طبقہ ایسا ہو گا، جسے حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے سبب بلا حساب و کتاب جنت میں جانے کا اِذن مل جائے گا۔ بلا حساب و کتاب لوگوں کو جنت میں داخل فرمانے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے اور اس پر مستزاد یہ کہ جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہوگا، اُنہیں بھی دوزخ سے نکال کر

جنت میں داخل فرما دیں گے۔ حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

۱۔ فَيَأْتُوْنَنِي، فَأَقُوْلُ:أَنَا لَهَا، فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهٗ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ، فَأَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، وَأَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا. فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، إِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: إِنْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ. ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: إِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ، فَأَفْعَلُ. ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُوْلُ: إِنْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ أَدْنٰى أَدْنٰى أَدْنٰى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ.

لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمدیہ کلمات الہام کیے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا، وہ اب مجھے مستحضر نہیں ہیں۔ میں ان محامد سے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنا سر اٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں

عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت پر رحم فرما، میری امت پر رحم فرما، فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لو جس کے دل میں جَو (کے دانے) کے برابر بھی ایمان موجود ہو، میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر اُنہی محامد کے ساتھ باری تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ میں جاؤں گا اور ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ فرمایا جائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم، بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

اِسی طویل روایت کے آخر میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ أَعُوْدُ الرَّابِعَةَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، إِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! إِئْذَنْ لِي فِيْمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَيَقُوْلُ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي، وَکِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي: لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب التوحيد، باب کلام الرب عز وجل يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، ۶: ۲۷۲۷، رقم: ۷۰۷۲

میں چوتھی مرتبہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ فرمایا جائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو وہ عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کہا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کہا ہے۔

۲۔ ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

ثُمَّ أَرْجِعُ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ، مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ. (۱)

آپ ﷺ نے فرمایا: میں دوبارہ حاضر ہو کر عرض کروں گا: اے میرے رب! دوزخ میں اب وہی باقی رہ گیا ہے، جسے قرآن نے روک لیا اور جس پر دوزخ میں خلود اور ہمیشگی لازم کر دی گئی ہے۔

..... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۸۲-۱۸۴، رقم: ۱۹۳

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۶: ۳۳۰، رقم: ۱۱۱۳۱

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۳۱۱، رقم: ۴۳۵۰

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب تفسير القرآن، باب قول الله وعلم آدم الأسماء كلها، ۴: ۱۶۲۴، رقم: ۴۲۰۶

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۸۱، رقم: ۱۹۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۴۴، رقم: ۱۳۵۸۷

iii. حضور ﷺ کی شفاعت سے قبل لوگ کہاں ہوں گے؟

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے ہر گناہ گار امتی کو بھی جنت میں داخل فرما کر اپنی شانِ رحمت کا اظہار فرمائیں گے۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ یعنی پہلے اعمال کی سزا کے طور پر جہنم میں جانا پڑے گا اور جہنم میں کتنا عرصہ رہنا پڑے یہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ حضور ﷺ کی شانِ کریمی ہو گی کہ وہ اپنی امت کے گناہ گاروں کو بھی جہنم میں نہیں چھوڑیں گے، مگر ہمارے لیے قابلِ تشویش امر یہ ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے امتیوں کو دوزخ میں دیکھیں گے تو آپ ﷺ کی تکلیف کا عالم بھلا کیا ہوگا؟ جب آپ ﷺ امتیوں کو دوزخ سے نکالیں گے تو یقیناً اُن کے چہرے بھی دیکھیں گے۔ کیا ہم میں سے کوئی یہ گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائے اور پھر جہنم کے کنارے پر حضور ﷺ کا سامنا کرنا پڑے! یقیناً نہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ حضور ﷺ کی شفاعت پر ایمان تو رکھیں، مگر اسی پر اکتفا کرتے ہوئے عمل سے غافل نہ ہو جائیں۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہم پہلے طبقے میں شامل ہوں کہ جنہیں سب سے پہلے بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کیے جانے کا حکم ارشاد ہوگا۔

آپ ﷺ کی شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہو گی، جو اس دنیا میں آپ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک ادنیٰ درجے کا امتی بھی شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے طفیل عذابِ جہنم سے رہائی پا کر جنت کا مستحق ٹھہرے گا۔ جنت کا دروازہ بھی سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کے لیے کھولا جائے گا۔ گناہ گاروں پر آپ ﷺ کے لطف و کرم کو دیکھ کر داروغۂ جہنم پکار اٹھے گا کہ اے محمد! آپ نے تو اپنے رب کے غضب کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ حتی کہ اللہ رب العزت آپ ﷺ سے استفسار فرمائے گا کہ اے میرے محبوب! کیا آپ مجھ سے راضی ہو گئے؟ یوں قیامت کی تکلیف دہ گھڑیوں میں بھی آپ ﷺ اپنی امت کے لیے رحمت بن کر آئیں گے اور اسے قیامت کی ہولناکیوں سے نجات عطا فرمائیں گے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا ہے:

لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: فَيَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا وَيَبْقٰى مِنْبَرِي لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ أَوْ لَا أَقْعُدُ عَلَيْهِ، قَائِمًا بَيْنَ يَدَيَّ رَبِّي مَخَافَةً أَنْ يُبْعَثَ بِي إِلَى الْجَنَّةِ وَيَبْقٰى أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا مُحَمَّدُ! مَا تُرِيْدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأُمَّتِکَ؟ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ، فَيُدْعٰى بِهِمْ فَيُحَاسَبُوْنَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي فَمَا أَزَالُ أَشْفَعُ حَتّٰى أُعْطٰى صِكَاکًا بِرِجَالٍ قَدْ بُعِثَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَآتِي مَالِکًا خَازِنَ النَّارِ فَيَقُوْلُ: يَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَکْتَ لِلنَّارِ لِغَضَبِ رَبِّکَ فِي أُمَّتِکَ مِنْ بَقِيَّةٍ.(۱)

(قیامت کے دن) تمام انبیا کرام علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے۔ وہ ان پر بیٹھیں گے اور میرا منبر خالی رہ جائے گا میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے ربِ کریم کے حضور کھڑا رہوں گا، اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت میرے بعد کہیں بے یار و مددگار رہ جائے۔ اس لیے عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالی فرمائے گا: اے محمد! تیری کیا مرضی ہے، تیری امت کے ساتھ کیسا سلوک کروں؟ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! ان کا حساب جلد فرما دے۔ (میری درخواست پر) اُنہیں بلا یا جائے گا اور ان کا حساب ہو گا، کچھ ان میں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور کچھ میری شفاعت سے۔ میں

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۱۳۵، رقم: ۲۲۰
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۲۰۸، رقم: ۲۹۳۷
۳۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۱۷، رقم: ۱۰۷۷۱
۴۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۴: ۲۴۱، رقم: ۵۵۱۵

شفاعت کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ میں ایسے لوگوں کی رہائی کا پروانہ بھی حاصل کر لوں گا، جنہیں دوزخ میں بھیجا جا چکا تھا۔ میرے پاس 'مالک' نامی ایک فرشتہ، جو جہنم کا داروغہ ہو گا، آئے گا اور عرض کرے گا: اے محمد! آپ نے تو اپنی امت میں سے کوئی بھی آگ میں باقی نہیں چھوڑا کہ جس پر اللہ رب العزت ناراض ہو سکے۔

۲۔ سیدنا علی ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَشْفَعُ لِأُمَّتِي حَتّٰى يُنَادِيَنِي رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فَيَقُوْلُ: أَرَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ؟ فَأَقُوْلُ: نَعَمْ رَضِيْتُ. (۱)

میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہوں گا۔ حتی کہ میرا رب مجھے آواز دے گا اور پوچھے گا: ''اے محمد! کیا آپ راضی ہوگئے؟ چنانچہ میں عرض کروں گا: ہاں! (اے میرے رب!) میں راضی ہوں۔''

(۲) شفاعت کی اَقسام

مذکورہ بالا احادیث سے یہ امر عیاں ہوجاتا ہے کہ حضور شافعِ محشر ﷺ کی متعدد مقامات پر مختلف شفاعتیں ہوں گی۔

i. شفاعتِ عامہ: حساب کتاب کا آغاز کرنے کے لیے شفاعت

پہلی شفاعت جسے شفاعتِ عامہ کہتے ہیں، میدانِ حشر میں ہو گی۔ جہاں آپ ﷺ تمام اُمم کی درخواست پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کتاب جلد شروع کرنے کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۴۴، رقم: ۲۰۸۴
۲۔ بزار، المسند، ۲: ۲۴۰، رقم: ۶۳۸
۳۔ أبونعيم، حلية الأولياء، ۳: ۱۷۹

ii. شفاعتِ خاصہ: جنت میں بغیر حساب و کتاب دخول کے لیے شفاعت

اس شفاعت سے ایک جماعت کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ شفاعت بھی حضور نبی اکرم ﷺ ہی کے لیے مخصوص ہو گی۔ روایات میں اِس گروہ کے افراد کی تعداد ستر ہزار آئی ہے۔ احادیث میں یہ بھی ہے کہ اِن میں سے ہر ہزار شخص اپنے ساتھ ستر ہزار افراد کو جنت میں لے کر جائیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک شخص اپنے ساتھ ستر ہزار افراد کو جنت میں لے جائے گا۔

iii. جہنم کے مستحقین کے لیے شفاعت

شفاعت کی تیسری قسم حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کے اُن افراد کو بھی اپنی شفاعت سے جنت میں داخل فرمانا ہے، جن کے گناہوں کے باعث ان پر دوزخ لازم ہو چکی ہو گی۔ اُن پر دوزخ کے واجب ہو جانے کا اعلان ہو چکا ہو گا، مگر ابھی دوزخ میں داخل نہیں کیے گئے ہوں گے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنی شفاعت سے ان کی بخشش کرا لیں گے۔ لہٰذا انہیں دوزخ میں ڈالے جانے کا فیصلہ منسوخ کرتے ہوئے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

iv. گنہگاروں کو جہنم سے نکالنے کے لیے شفاعت

شفاعت کی چوتھی قسم اُن بعض گناہ گار اُمتیوں کے لیے ہوگی، جو گناہوں کے مرتکب ہوں گے اور جہنم میں ڈالے جا چکے ہوں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی کرم نوازی کی حد یہ ہوگی کہ روزِ قیامت آپ ﷺ اُپنی امت کے ان گناہ گاروں کو بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔

v. اہل جنت کے درجات کی بلندی کے لیے شفاعت

شفاعت کی پانچویں قسم جنت میں اہلِ ایمان کے درجات بلند کرنے کے لیے ہوگی۔ آپ ﷺ کی شفاعت سے جنت میں ادنیٰ درجے کے مستحق، اعلیٰ درجات پر فائز کر دیے جائیں

گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت، قیامت کے ختم ہو جانے کے ساتھ ختم نہیں ہو گی، بلکہ آپ ﷺ کی شفاعت جنت میں بھی جاری رہے گی۔

یہ پانچوں اقسام احادیثِ متواترہ صحیحہ سے ثابت ہیں، امتِ مسلمہ کو ان تمام مواقع و مقامات پر شفاعت کی امید رکھنی چاہیے۔

المختصر حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت سے متعلقہ احادیث کا ذکر تمام کتبِ احادیث میں مختلف رواۃ اور الفاظ کے اختلاف کے ساتھ آیا ہے۔[1]

۲۔ مرحلۂ حساب

مرحلۂ حساب وہ کٹھن مرحلہ ہے جب اللہ رب العزت تمام انسانوں کو میدانِ حشر میں جمع فرما کر ان کا حساب لینا شروع کرے گا۔ نیکو کار اور گنہگار ہر ایک پر اس کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ نیک اعمال کا اجر جنت ہو گی اور بُرے اعمال کی سزا دوزخ کے عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑے گی۔ اس روز حساب کی کڑی آزمائش سے نجات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے نصیب ہو گی۔ واضح رہے کہ اس دن حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرما سکتا ہے، مگر حقوق العباد کی معافی نہیں ہو گی۔ اس دن دوسروں کو گالی دینے والوں، غیبت کرنے والوں اور دوسروں پر ظلم کرنے والوں کی نیکیاں ان سے لے لی جائیں گی اور ان متاثرین کو دے دی جائیں گی، جو ان کے مظالم اور زیادتیوں کا نشانہ بنے رہے، فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق ایسا شخص روزِ قیامت سب سے بڑا مفلس ہو گا۔ یہ بات یقینی ہے کہ بخشش صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے نصیب ہو گی اور جس کا حساب لیا جائے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا، لیکن حساب و کتاب کے سنگین اور کٹھن مرحلے سے صرف اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں اور کفار کو گزارا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نیک

(۱) یہاں مختصر طور پر حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے اس موضوع پر راقم کی الگ تصانیف - ''کتاب الشفاعۃ''، ''أَحْسَنُ الصَّنَاعَة فِي إِثْبَاتِ الشَّفَاعَة'' اور ''مقامِ محمود'' کا مطالعہ کریں۔

اور اطاعت گزار بندے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخش دیے جائیں گے بلکہ ان کی شفاعت اور دنیاوی سنگت کے فیض سے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھیوں کو بھی ان کے ہم راہ بلا حساب و کتاب جنت میں ساتھ لے جانے کا حکم فرمائے گا۔

(۱) مرحلۂ حساب (قرآنی آیات کی روشنی میں)

۱۔ مرحلۂ حساب کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ○ (۱)

لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا مگر وہ غفلت میں (پڑے طاعت سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں○

۲۔ سورۃ الغاشیہ میں روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے اور حساب دینے کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَهُمْ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ○ (۲)

بیشک (بالآخر) ہماری ہی طرف ان کا پلٹنا ہے○ پھر یقیناً ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب (لینا) ہے○

۳۔ اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب اُن کے افعال، اقوال، راز، ضمیروں، نیتوں اور عقائد کے لحاظ سے فرمائے گا، خواہ اُنہوں نے اِسے ظاہر کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ○ (۳)

---

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۱

(۲) الغاشية، ۸۸: ۲۵-۲۶

(۳) الحاقة، ۶۹: ۱۸

اُس دن تم (حساب کے لئے) پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گیO

۴۔ یومِ آخرت میں بندوں کی بہت سی اقسام ہوں گی، کوئی تو حساب کتاب میں گفتگو کرنے والا ہوگا، کوئی حساب میں بخش دیا جائے گا اور کوئی بغیر حساب کے ہی جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور کوئی جھگڑا کرنے والا ہوگا، مگر اُس دن اِس زندگی کے جُملہ دھوکے اور فریب عیاں ہو جائیں گے۔ اِس حوالے سے ارشادِ ربّانی ہے:

يَوْمَ تَاْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَO(۱)

وہ دن (یاد کریں) جب ہر شخص محض اپنی جان کی طرف سے (دفاع کے لئے) جھگڑتا ہوا حاضر ہوگا اور ہر جان کو جو کچھ اس نے کیا ہوگا، اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گاO

۵۔ اسی طرح سورۃ النور میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُO(۲)

اس دن اللہ انہیں ان (کے اعمال) کی پوری پوری جزا، جس کے وہ صحیح حقدار ہیں دے دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ (خود بھی) حق ہے (اور حق کو) ظاہر فرمانے والا (بھی) ہےO

ان قرآنی آیات کو بار بار تلاوت کریں اور ان مناظر کو ذرا چشمِ تصور میں لائیں۔ پھر ان آیات کے آئینے میں بار بار اپنے کردار و اخلاق کو دیکھنے اور جانچنے کی عادت ڈالیے۔ قرآنِ حکیم کا مطالعہ کرتے وقت ہم بسا اوقات ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے وہ سبق

---

(۱) النحل، ۱۶: ۱۱۱

(۲) النور، ۲۴: ۲۵

اور نتیجہ نہیں حاصل کر پاتے ،جس کے لیے اس کی تلاوت اور تدبر وتفکر کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآنِ حکیم کی بعض آیات میں کفار ومشرکین کا ذکر ہے، بعض میں اہلِ کتاب کا اور بعض میں منافقین کا ذکر ہے۔ تلاوتِ قرآن کرتے وقت ہمارا نفس ہمیں یہ فریب دے کر آگے بڑھا دیتا ہے کہ ان آیات میں تو فاسقین، فاجرین اور منافقین کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم تو مومن ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کا کردار ہماری ہی عبرت کے لیے بیان ہو رہا ہے۔ ایمان حاصل ہونے کے باوجود انسان بہت سے وہ اعمال کر بیٹھتا ہے ،جو ایک مسلم کے شایانِ شان نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ مومن ہونے کے باوجود ظالمانہ کردار کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بار بار اپنے آپ کو بیدار رکھنے کی کوشش نہ کرے اور بار بار توبہ کر کے اپنے دل کی صفائی اور جلا کا اہتمام نہ کرے، تو اس اندیشے سے وہ ہرگز محفوظ نہیں ہے۔ اس حوالے سے ارشادِ ربانی ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىo وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰىo ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىo[1]

اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے کوشش کی ہو گی (رہا فضل اس پر کسی کا حق نہیں وہ محض اللہ کی عطاء و رضا ہے جس پر جتنا چاہے کر دے)o اور یہ کہ اُس کی ہر کوشش عنقریب دکھا دی جائے گی (یعنی ظاہر کر دی جائے گی)o پھر اُسے (اُس کی ہر کوشش کا) پورا پورا بدلہ دیا جائے گاo

اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اچھائی ہو یا برائی، ضرور بالضرور اس کا انجام نتیجہ خیز ہے۔ جیسے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ گردن کٹ کر جسم سے الگ گر جائے اور انسان نہ مرے۔ عین اسی طرح یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا کہ ایک برائی کی جائے اور اس کا برا انجام سامنے نہ آئے یا کوئی نیکی کی جائے اور اس کا انجام نیک نہ ہو۔ زمین پر جہاں کہیں کوئی اچھائی یا برائی ہو رہی ہے آسمان کی فضا اس کا انجام محفوظ کر رہی ہے اور انسان چاہے یا نہ چاہے یہ انجام لازمی طور پر اس کے سامنے آئے گا۔ کوئی بھی شخص اس انجام

(۱) النجم، ۵۳: ۳۹-۴۱

سے بچ کر زمین و آسمان کے اس دائرے سے کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتا اور نہ ہی اس انجام کو سامنے آنے سے کوئی چیز روک سکتی ہے۔ یہ بارگاہِ الٰہی کا عدل ہے، اس کا فضل برحق ہے، لیکن اس پر کسی کا حق نہیں ہے۔ وہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا و رضا ہے، جس کسی پر، جس قدر چاہے کر دے۔ یاد رکھیں! اگر روزِ حشر معاملہ اللہ تعالیٰ کے عدل کے معیار پر ہوا تو پھر بخشش ممکن نہیں۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے اُمید رکھنی چاہیے، لیکن اس فضل کو بہانہ بنا کر عمل سے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔

اسی حوالے سے میاں محمد بخش ارشاد فرماتے ہیں:

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

لازم ہے کہ ہمیں اعمالِ صالحہ ہی کو نجات کا ذریعہ سمجھنا چاہیے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا○[1]

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یقیناً ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جو نیک عمل کرتا ہے۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ حشر کے میدان میں ہماری فلاح و نجات کا فیصلہ ایمان کی بنیاد پر ہو گا۔ ہمارا قیامت کا فیصلہ انتہائی خوش کن بھی ہو سکتا ہے اور انتہائی بھیانک بھی۔ قبر کی رات بہت ہی قریب ہے۔ اس کے لیے سورج ڈوبنے اور طلوع ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ رات کسی بھی وقت شروع ہو سکتی ہے۔ اس کا آغاز صرف ہماری آنکھ کے بند ہونے کا منتظر ہے۔ ہماری آنکھ کسی وقت بھی بند ہو سکتی ہے۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ اسے موت کب آئے اور کس حالت میں آئے اور فکر و عمل کی یہ مہلت کب ختم ہو جائے۔ یاد رہے کہ جو مہلت آج ہمارے پاس ہے، ہو سکتا ہے اگلے لمحے یہ مہلت پھر کبھی نہ ملے۔ ہمیں اپنی دائمی زندگی میں آسودگی کے لیے اس دنیا میں خود کو سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیں کہ آج فکر و عمل کا موقع

(۱) الکھف، ۱۸: ۳۰

ہے اور کل صرف انجام دیکھنے کا وقت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ. (۱)

اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے۔ دنیا کی زندگی بہت مختصر اور فانی ہے جب کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ وہاں آرام و چین اور سکھ و راحت بھی دائمی ہے اور وہاں کی تکلیف اور دکھ بھی دائمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں مہلت اور موقع دے رکھا ہے کہ وہ اپنی کوششوں سے اپنے لیے آخرت کی زندگی جیسے چاہیں بنا لیں۔ ہم اپنے اعمال سے ہمیشہ کا سکھ بھی حاصل کر سکتے ہیں اور ہمیشہ کا دکھ بھی۔ یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ ہم ہر لمحہ دنیاوی زندگی سے دور اور آخرت کے انجام سے قریب ہو رہے ہیں۔ آج ہم یہاں دار العمل میں ہیں، کل وہاں دار الحساب میں ہوں گے۔ رسول مکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر ہمیں یہی تعلیم فرمائی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنْ أَخَوفُ مَا أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِي الْهَوَى وَطُوْلُ الْأَمَلِ، فَأَمَّا الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلُ فَيُنْسِي الآخِرَةَ، وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ، وَهٰذِهِ الْآخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُوْنٌ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تَكُوْنُوا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوا، فَإِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِي دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ، وَأَنْتُمْ غَدًا فِي دَارِ الْحِسَابِ وَلَا عَمَلَ. (۲)

مجھے اپنی امت میں سب سے زیادہ صرف دو چیزوں کے آ جانے کا خوف ہے: ایک

---

(۱) الحشر، ۵۹: ۱۸

(۲) بیهقی، شعب الإیمان، ۷: ۳۷۰، رقم: ۱۰۶۱۶

نفسانی خواہشات اور دوسرا لمبی اُمیدیں (رکھنا)۔ خواہشات حق کی راہ پر چلنے سے روکتی ہیں اور لمبی اُمیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ یہ دنیا رخصت ہونے والی ہے اور (تباہی کی طرف) جا رہی ہے، آخرت بھی روانہ ہو چکی ہے اور قریب آ رہی ہے۔ اِن دونوں میں سے ہر ایک کے پرستار ہیں۔ تم سے جہاں تک ہو سکے دنیا پرست نہ بنو۔ تم اِس وقت دار العمل میں ہو اور حساب کا وقت نہیں آیا۔ کل تم دار الحساب (آخرت) میں ہو گے اور وہاں عمل کا موقع نہیں ہو گا۔

اب وہ احادیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہیں، جن میں اس مضمون کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

(۲) مرحلۂ حساب (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

۱۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یومِ حساب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: أَوَلَيْسَ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ قَالَتْ: فَقَالَ: إِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ، وَلٰكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ. (۱)

جس کا بھی حساب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، حضرت عائشہ صدیقہ ؓ عرض گزار ہوئیں: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: 'عنقریب اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا' آپ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تو اعمال کا پیش ہونا

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب العلم، باب من سمع شيئا فلم يفهمه فراجع فيه حتى يعرفه، ۱: ۵۱، رقم: ۱۰۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب إثبات الحساب، ۴: ۲۲۰۴، رقم: ۲۸۷۶

۳۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۴۹۸، رقم: ۱۱۶۱۹

ہے لیکن جس کا تفصیلی حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوگیا۔

اِس حدیث مبارک سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزِ حشر، جس کا حساب عدل کے پیمانوں پر ہوا اُس کے لیے بخشش کا راستہ مشکل ہے۔ لہٰذا ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔

۲۔ ایک اور حدیث مبارک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آسان حساب لینے کی دعا کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ ہی بیان فرماتی ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ: أَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَا الْحِسَابُ الْيَسِيرُ؟ قَالَ: أَنْ يَنْظُرَ فِي كِتَابِهِ فَيَتَجَاوَزَ عَنْهُ، إِنَّهُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ، يَا عَائِشَةُ، هَلَكَ، وَكُلُّ مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ يُكَفِّرُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةُ تَشُوكُهُ. (۱)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بعض نمازوں میں یہ کہتے سنا: اے میرے رب! میرا حساب آسان فرمانا۔ جب آپ ﷺ (نماز سے) فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: باری تعالیٰ بندے کے نامۂ اعمال کی طرف نظر فرمائے اور پھر اس سے درگزر فرما دے۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا:) اے عائشہ! اس دن، جس کے نامۂ اعمال کا حساب و کتاب ہوگا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ مومن کو جو تکلیف بھی پہنچی ہو گی اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف فرما دے گا یہاں تک کہ ایک کانٹا جو اسے چبھتا ہے اس کے بدلے بھی اس کے گناہ معاف فرماتا رہتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۸، رقم: ۲۴۲۶۱
۲۔ ابن خزيمه، الصحيح، ۲: ۳۰، رقم: ۸۶۹
۳۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۳۸۵، رقم: ۹۳۶
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۲۵۳، رقم: ۲۷۰

فرمانِ نبوی ﷺ واضح کر رہا ہے کہ یومِ حساب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی نجات میسر ہوگی۔ لہٰذا اُس کے فضل کی دعا کرتے رہنا چاہیے، اس کے علاوہ کسی بھی نیک عمل کو حقیر سمجھ کر ترک نہیں کرنا چاہیے کہ ہر نیک عمل کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جزا عطا ہو گی۔

i. روزِ قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا

مرحلۂ حساب میں سب سے پہلے بندے سے نماز کا سوال ہوگا۔ یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ آج نمازوں سے غفلت برتنے والے روزِ قیامت کیسے نجات پائیں گے؟

۱۔ درج ذیل حدیث ہی ان غافلین کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کافی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ ﷻ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلٰى ذٰلِكَ. (۱)

قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہو گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ صحیح ہوئی تو وہ کامیاب ہوا اور نجات پا گیا۔ اگر یہ عمل ٹھیک نہ ہوا تو وہ ناکام ہوا اور اس نے نقصان اٹھایا۔ اگر اس کی فرض نماز میں کچھ کمی رہ گئی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہے، پھر اس سے فرض کی کمی پوری کر دی جائے گی۔ اس کے بعد دوسرے تمام اعمال کا بھی یہی حال ہو گا۔

۲۔ ایک اور حدیثِ مبارک میں تمام اعمال کی درستی کا دار و مدار نماز پر رکھا گیا ہے کہ اگر

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الصلاة، باب ما جاء أول ما يحاسب به العبد، ۲: ۲۶۹، رقم: ۴۱۳

۲۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۱: ۲۰۲، رقم: ۷۶۷

نماز درست ہوئی تو دیگر اعمال بھی قبول ہوں گے، ورنہ تمام اعمال رد کر دیے جائیں گے۔ نمازیں ترک کرنے والوں کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ کس امید پر اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَوَّلُ مَا يُحَاسِبُ بِهِ الْعَبْدُ الْصَلَاةَ، فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ. (۱)

یقیناً پہلی چیز جس کا حساب بندے سے لیا جائے گا، وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست ہو گی تو بندے کے جملہ اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو دوسرے تمام اعمال بھی درست نہیں ہوں گے۔

ii. حقوق العباد کا حساب

نماز کے بعد پھر دیگر اعمال کا حساب ہو گا اور دیگر اعمال میں بھی حقوق العباد سے متعلق سب سے پہلے پوچھا جائے گا۔ دوسروں کی حق تلفی اور ان پر ظلم کرنے والوں کو بھی روزِ حشر اس کا حساب دینا ہوگا۔ لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے کسی بھائی پر کوئی زیادتی کر بیٹھو تو اُس سے معافی مانگ لو، روزِ حشر جب حساب ہوا تو اس ظلم کے بدلے تمہاری نیکیاں اُس مظلوم کو دے دی جائیں گے، اگر نیکیاں نہ ہوئیں یا کم پڑ گئیں تو اس مظلوم کے گناہ تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ دیے جائیں گے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيْهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيْهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۲۴۰، رقم: ۱۸۵۹
۲۔ طيالسي، المسند، ۱: ۱۰۶، رقم: ۷۸۸
۳۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۷: ۱۴۵، رقم: ۲۵۷۹

أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيْهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ.(۱)

جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ (اسے) معاف کرا لے، کیوں کہ اس روز درہم و دینار تو ہوں گے نہیں۔ قبل اس کے کہ اس کی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں اس کے بھائی کو دے دی جائیں۔ اگر کسی کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی، تو اس کے بھائی کے گناہ لے کر اس کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے۔

۲۔ حدیث شریف میں ایسے شخص کو سب سے بڑا مفلس قرار دیا گیا ہے جو دوسروں پر ظلم و زیادتی کرنے کے عوض اپنی ساری نیکیاں اُن مظلومین کو دے کر خود تہی دامن رہ جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة، ۵: ۲۳۹۴، رقم: ۶۱۶۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۶، رقم: ۱۰۵۸۰

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۶۱، رقم: ۷۳۶۱

۴۔ طيالسي، المسند، ۱: ۳۰۵، رقم: ۲۳۲۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم، ۴: ۱۹۹۷، رقم: ۲۵۸۱

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص، ۴: ۶۱۳، رقم: ۲۴۱۸

کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے، جس کے پاس نہ کوئی درہم ہو اور نہ کوئی مال و متاع ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور وہ اس حال میں آئے گا کہ اس نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پھر (اس کے بدلہ میں) ایک کو اس کی نیکیوں میں سے حصہ دیا جائے گا اور دوسرے کو بھی اس کی نیکیوں میں سے حصہ مل جائے گا اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

مذکورہ حدیث ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ ہم عبادات میں تو بہت محنت کرتے ہیں، لیکن وہی محنت اپنے اخلاق کو سنوارنے اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی پر صرف نہیں کرتے۔ جب کہ روزِ حشر برے اخلاق اور کسی کی حق تلفی ان عبادات پر حاوی ہو جائے گی۔ یوں ہم حشر کے میدان میں عبادات کا انبار جمع کر کے بھی تہی دست رہ جائیں گے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ عبادات کے ساتھ اپنے اخلاق و کردار کو سنوارنے پر بھی خصوصی توجہ دیں۔

۳۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ضروریات پوری نہ کرنے اور اُن کی حاجت روائی نہ کرنے پر بھی سوال ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کم زور اور حاجت مند بندوں کو اپنے آپ سے تشبیہ دے گا اور صاحبِ حیثیت افراد سے اُن کے بارے میں سوال کرے گا۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي. قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۱۵۶، رقم: ۲۷۷۸

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۶۷

فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ. أَمَا عَلِمْتَ أَنَّکَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي. قَالَ: يَا رَبِّ، وَکَيْفَ أُطْعِمُکَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَکَ عَبْدِي فُلَانٌ، فَلَمْ تُطْعِمْهُ؛ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّکَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِي. يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَسْقَيْتُکَ فَلَمْ تَسْقِنِي. قَالَ: يَا رَبِّ، کَيْفَ أَسْقِيْکَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؟ قَالَ: اسْتَسْقَاکَ عَبْدِي فُلَانٌ، فَلَمْ تَسْقِهِ؛ أَمَا إِنَّکَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِي. (۱)

بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا مگر تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا جب کہ تو خود تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟ ارشاد ہوگا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اُس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کر لیتا، تو مجھے اُس کے پاس موجود پاتا؟ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، مگر تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو خود تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں دیا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھانا کھلا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا؟ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا، مگر تو نے مجھے پانی بھی نہ پلایا؟ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو خود رب العالمین ہے؟

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عيادة المريض، ۴: ۱۹۹۰، رقم: ۲۵۶۹

۲۔ بخاري، الأدب المفرد، ۱: ۱۸۲، رقم: ۵۱۷

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۵۰۳، رقم: ۲۶۹

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۵۳۴، رقم: ۹۱۸۲

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو اسے میرے پاس پا لیتا (یعنی اس کے اجر و ثواب کو میرے پاس موجود پاتا)۔

مذکورہ بالا حدیث ہمارے قلوب کے دروازوں پر زور زور سے دستک دے رہی ہے۔ ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہیے کہ ہم جس طرح اور جن کاموں میں اپنا مال خرچ کر رہے ہیں، اس بارے میں کل مالک الملک کے حضور کھڑے ہو کر جواب دینا ہے۔ بجا ہے کہ بعض لوگ پابندی سے زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے ہیں اور کبھی تنگ دلی اور بخل کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اطمینان رکھنے کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ہم اور آپ جہاں جہاں اور جس طرح خرچ کر رہے ہیں، وہ اللہ رب العزت کی عین منشا اور رضا کے مطابق ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دین کی ضرورت اور اللہ جل مجدہ کی مرضی کچھ اور ہو اور ہمارا طرزِ عمل کچھ اور ہو؟ آپ نے فریضۂ حج ادا کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا دیا ہے کہ آپ بار بار نفلی حج و عمرہ ادا کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ پاک کی حاضری مومن کے لیے بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ آپ بار بار اس سعادت سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔ مگر آپ کے پڑوس میں غریب، مفلس اور کنگال افراد موجود ہیں، جو بنیادی ضرورتوں ہی سے محروم ہو کر روٹی کے ایک ایک نوالے کو ترستے ہیں۔ آپ کے قریب ہی ایسے مریض بھی موجود ہیں، جو مہلک امراض میں مبتلا ہیں، جن کا روزگار کا بھی کوئی سلسلہ نہیں ہے۔

اسی طرح آپ کی گلی میں ایک غریب آدمی ہے، جس کے بچے بڑے ذہین و فطین ہیں لیکن وہ خستہ حال فاقوں کے مارے تعلیم و شعور اور آداب سے محروم ہیں۔ آپ کی بستی میں کتنے نوجوان ایسے ہیں، جو بے روزگاری کے باعث آوارگی اور بے راہ روی کا شکار ہو کر نہ صرف اپنے والدین اور معاشرے کے لیے وبالِ جان ہیں بلکہ وہ دینِ اسلام کے لیے بھی بدنامی اور رسوائی کا سبب بن رہے ہیں۔ آپ کے اردگرد موجود مریض، غریب اور بے روزگار نے آپ کو متوجہ کیا، مگر آپ نے ان کی حالتِ زار کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ آپ کو تو یہ گھمنڈ ہے کہ آپ حج و عمرہ کر آئے ہیں اور اس اعزاز کا اظہار بڑے فخر سے حاجی صاحب کہلا

کر کر رہے ہیں۔ غور کیا جائے کہ کل جب اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھے گا کہ تم نے مال کہاں کہاں خرچ کیا تو کیا ہم اپنا یہ طرزِ عمل بتا کر واقعی اللہ تعالیٰ کو خوش کر سکیں گے کہ ہم نے اپنا مال واقعی صحیح مصارف پر خرچ کیا؟

۴۔ یاد رہے کہ مال و دولت کے ساتھ منصب، مرتبہ اور عہدہ بھی بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہوتا ہے۔ روزِ قیامت اس کے بارے میں بھی سوال ہو گا کہ آیا اسے ایمان داری سے نبھایا یا اسے ذاتی مفاد کے لیے استعمال کیا؟ حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَعَا اللهُ عَبْدًا مِنْ عَبِيْدِهٖ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيَسْأَلُهٗ عَنْ جَاهِهٖ، كَمَا يَسْأَلُهٗ عَنْ مَالِهٖ. (۱)

جب قیامت کا دن ہو گا تو اُس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو بلائے گا، اُسے بارگاہِ الٰہی میں کھڑا کیا جائے گا، پھر اس سے اس کے مرتبے یا عہدے کے بارے میں پوچھا جائے گا (کہ تو نے اس کا صحیح استعمال کیا یا نہیں)، جیسا کہ اس سے اس کے مال کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔

۵۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث، سیرتِ طیبہ، احوالِ صحابہ اور اقوالِ اولیاء و صالحین ہمیں ہر وقت یومِ حساب کی تیاری کا درس دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب ﷺ نے فرمایا ہے:

حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا. (۲)

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱: ۱۴۲، رقم: ۴۴۸
۲۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱: ۳۳، رقم: ۱۸
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۴۶

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب منه، ۴: ۶۳۸، رقم: ۲۴۵۹

اپنا احتساب خود کرتے رہو اس سے پہلے کہ (روزِ قیامت) تمہارا حساب کیا جائے اور اپنے آپ کو (رب کے حضور) بڑی پیشی کے لیے تیار رکھو۔ بے شک جو اس دنیا میں اپنا حساب کرتا رہا، آخرت میں اس کا حساب ہلکا ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ بیان کرتے ہیں کہ اس سے بڑی حماقت بھلا اور کیا ہوگی کہ انسان برے اعمال کے ذریعے دوزخ کا بیج بوتا رہے اور بعد مرنے کے حصولِ جنت کی امید رکھے! کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ نیکوں کے مقام کی خواہش ہے اور بدکاروں والے کام کرے۔ حشر کا دن تو اُنہی لوگوں کے لیے آسان ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سچے اُمیدوار بن کر زندگی گزار رہے ہیں۔

iii. اللہ تعالیٰ کا بندے سے چار نعمتوں پر سوال

۱۔ قیامت کے دن اللہ رب العزت بندے کو دنیا میں عطا کی گئی چار نعمتوں کے بارے میں سوال کرے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ جَسَدِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ فِيْمَا أَنْفَقَهُ، وَمِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَعَنْ حُبِّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ. (۱)

قیامت کے دن بندے کے قدم اس وقت تک نہیں لڑکھڑائیں گے جب تک کہ اس

۲۔ ابنِ أبي شيبة، المصنف، ۷: ۹۶، رقم: ۳۴۴۵۹
۳۔ ابنِ المبارك، الزهد، ۱: ۱۰۳، رقم: ۳۰۶
۴۔ ابنِ كثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۴۱۵
(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۱: ۱۰۲، رقم: ۱۱۱۷۷
۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۵۵-۱۵۶، رقم: ۹۴۰۶
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۴۶

سے ان چار چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے گا: اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں صرف کیا؟ اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں بوسیدہ کیا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے وہ مال کہاں خرچ کیا اور اس حال کو کہاں سے کمایا؟ اور ہمارے اہل بیت کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا (کہ ہمارے اہل بیت سے محبت کی یا بغض رکھا)۔

۲۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَنْ تَزُوْلَ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ. (۱)

قیامت کے دن بندہ اپنے رب کے ہاں اس وقت تک ضرور کھڑا رہے گا جب تک کہ اس سے چار خصلتوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں صرف کیا؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں کیسے گزارا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے وہ مال کن ذرائع سے حاصل کیا اور اسے کہاں کہاں خرچ کیا ؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کس حد تک عمل کیا۔

مذکورہ دونوں احادیث کو اگر جمع کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ میدانِ حشر میں ہر شخص سے پانچ سوالات کیے جائیں گے۔ واضح رہے کہ جب تک وہ ان سوالات کے جواب نہ دے گا، مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سے قدم ہٹا سکے۔ وہ سوال درج ذیل ہیں:

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۶۰، رقم: ۱۱۱
۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۱۴، رقم: ۵۴۴۴
۳۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۵: ۷۴-۷۵، رقم: ۷۴۹۸

(۱) اپنی زندگی کن کاموں میں گزاری؟

(۲) اپنی جوانی کن اُمور میں گزاری؟

(۳) مال و دولت کن ذرائع سے حاصل کی اور کن کاموں پر خرچ کی؟

(۴) جو علم حاصل کیا تھا اس پر کس حد تک عمل کیا؟

(۵) کیا حضور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت سے محبت کی؟

بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ہم حشر کے میدان میں کھڑے ہوئے ان سوالات کے جوابات دے رہے ہوں گے۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص، جو اس دنیا میں ان سوالات کے صحیح جوابات تیار کر رہا ہے اور ان سوالات کی روشنی میں زندگی گزار رہا ہے۔ یہاں تو ان لوگوں کا بیان تھا جن سے حساب لیا جائے گا جب کہ کچھ ایسی ہستیاں بھی ہوں گی، جو اس مرحلے سے بری ہوں گی۔

(۳) اُمتِ محمدی میں سے کئی لوگ بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ روزِ محشر اُمتِ محمدی ﷺ کے اولیاء اور صالحین میں سے ہزارہا افراد ایسے بھی ہوں گے، جنہیں بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخلے کا اذن دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے اولیاء، صلحاء اور صوفیاء کا گروہ ہوگا۔ اس سے یہ تصور بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر ایک کا حساب ہوگا۔ قیامت امتحان کا دن ضرور ہے، مگر ہر ایک کا امتحان نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ امتحان انہی کا ہوگا، جنہوں نے زندگی میں اس امتحان کی تیاری نہیں کی ہوگی۔ وہاں کچھ ایسی برگزیدہ ہستیاں بھی موجود ہوں گی، جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے احسانات ہوں گے اور وہ شکر ادا کرتے ہوئے جنت میں داخل ہو جائیں گی۔ اُن کا امتحان اس لیے بھی نہیں ہوگا کیوں کہ اللہ رب العزت ان کی کارکردگی سے

بخوبی آگاہ ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی ساری زندگی سخت امتحانات میں گزاری ہوگی۔ اُن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ رب العزت کے حضور امتحان کا تھا۔ وہ ایک پل کے لیے بھی اپنے مالک کی نظروں سے اوجھل ہی نہیں ہوئے ہوں گے، اِن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ خالقِ کون و مکاں کی حضوری سے منور تھا، وہ ہر دم اس کی بارگاہ میں حاضر رہ، شب و روز کی ایک ایک گھڑی ان کا امتحان تھا، ہر شب بستر پر لیٹنے سے پہلے ان کا امتحان ہوتا تھا۔ اِنہیں کامیاب دنیاوی زندگی بسر کرنے پر اب دوبارہ کسی امتحان کے مرحلے سے نہیں گزارا جائے گا بلکہ اب تو وہ خود صاحبانِ شفاعت کے منصب پر فائز ہوں گے۔ احادیث کی درجنوں کتب اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔

۱۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُوْنَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ، شَکَّ فِيْ أَحَدِهِمَا، مُتَمَاسِکِيْنَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ، حَتّٰی يَدْخُلَ أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمُ الْجَنَّةَ، وَوُجُوْهُهُمْ عَلٰی ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. (۱)

میری امت کے ستر ہزار یا پھر فرمایا سات لاکھ افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، (راوی کو دونوں میں سے ایک کا شک ہے) یہ ایک دوسرے کو تھامے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پہلا اور آخری شخص جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الرِّقاق، باب صفة الجنة والنار، ۵: ۲۳۹۹، رقم: ۶۱۸۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الإيمان، باب الدليل علی دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب و لا عذاب، ۱: ۱۹۸، رقم: ۲۱۹

۳۔ أبوعوانة، المسند، ۱: ۱۲۴، رقم: ۳۷۰

۴۔ ابنِ منده، الإيمان، ۲: ۸۹۸، رقم: ۹۸۰

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا، تُضِيْءُ وُجُوْهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ؟ قَالَ: أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ؟ فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ. (۱)

میری امت کے ستر ہزار افراد کا گروہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا، جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں: عکاشہ بن محصن ؓ اپنی اُون کی چادر کو اُٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے ان میں شامل فرما لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو اس کو ان میں شامل فرما لے۔ پھر ایک انصاری صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مجھے بھی ان میں شامل کر لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔

۳۔ حضرت ابو امامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب، ۵: ۲۳۹۶، رقم: ۶۱۷۶،

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة، ۵: ۲۱۸۹، رقم: ۵۴۷۴

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب، ۱: ۱۹۷، رقم: ۲۱۶

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰۰، رقم: ۹۲۰۲

۵۔ ابنِ منده، الإيمان، ۲: ۸۹۲، رقم: ۹۷۰

ہوئے سنا ہے:

وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِيْنَ أَلْفًا، لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ، مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِهِ. (۱)

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کو داخل کرے گا نیز اللہ تعالیٰ اپنی مٹھیوں میں سے تین مٹھیاں (جہنمیوں سے بھر کر) بھی جنت میں ڈالے گا۔

۴۔ ایک اور روایت میں حضرت ابو بکر صدیق ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أُعْطِيْتُ سَبْعِيْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، فَاسْتَزَدْتُ رَبِّي ﷻ، فَزَادَنِي مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ سَبْعِيْنَ أَلْفًا. قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: فَرَأَيْتُ أَنَّ ذَالِكَ آتٍ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى وَمُصِيْبٌ مِنْ حَافَّاتِ الْبَوَادِيْ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۶۸، رقم: ۲۲۳۵۷

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب منه، ۴: ۶۲۶، رقم: ۲۴۳۷

۳۔ ابنِ ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة أمة محمد، ۲: ۱۴۳۳، رقم: ۴۲۸۶

۴۔ ابنِ أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۶، رقم: ۲۲

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۱: ۱۰۴، رقم: ۱۱۲

۳۔ ابنِ كثير، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۳۹۳

مجھے ستر ہزار افراد ایسے عطا کیے گئے، جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان کے دل ایک شخص کے دل کے مطابق ہوں گے۔ پس میں نے اپنے رب ﷻ سے ان میں اضافہ مانگا تو اس نے ہر ہزار کے ساتھ مزید ۷۰ ہزار کا میرے لیے اضافہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ بے شک یہ (مقام) دیہات کے رہنے والوں کو حاصل ہوگا اور ننگے پاؤں چلنے والے صحرائی باشندوں کو پہنچے گا۔[1]

ایسے اللہ رب العزت اپنے فضل سے نہ صرف اپنے اولیاء کو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل فرمائے گا، بلکہ ان کے وسیلے سے ان کے پیروکاروں کو بھی ان کے ساتھ جنت میں جانے کا اِذن عطا فرمائے گا۔

۳۔ مرحلۂ شہادتِ اَعضاء

مرحلۂ شہادت سے مراد وہ مرحلہ ہے، جب یومِ قیامت ہر شخص کے کیے ہوئے تمام پوشیدہ اور ظاہری اعمال نہ صرف اس کے سامنے بیان ہوں گے، بلکہ اللہ رب العزت اس پر گواہ بھی پیش کرے گا۔ بندہ یہ سن کر پریشان ہوگا کہ اس نے تو دنیا میں فلاں گناہ سو پردوں میں چھپ کر کیا تھا، مگر اب اس پر گواہ کہاں سے آئیں گے؟ اللہ رب العزت اس کے اعضاء کو حکمِ گویائی دے گا، تو وہی شاہد بن کر اس کے تمام اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس دن اسے سوائے پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۱) مرحلۂ شہادتِ اَعضاء (قرآنی آیات کی روشنی میں)

قیامت کے دن انسانی گواہوں کو چھوڑ کر گناہ گاروں کے خلاف گواہی دینے والے

(۱) یہاں مختصر طور پر بلا حساب و کتاب جنت میں دخول کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اس موضوع پر راقم کی کتاب ''أَحْسَنُ الصَّنَاعَة فِي إِثْبَاتِ الشَّفَاعَة'' کا مطالعہ کریں۔

گیارہ اعضاء زبان، ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ، کھال، زمین، رات، دن، نگہبان فرشتے اور دولت گواہ ہوں گے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

۱۔ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○[1]

جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے تھے○

کراماً کاتبین لوگوں کے نامۂ اعمال پیش کر دیں گے اور جب کفار و مشرکین اپنے نامۂ اعمال کا انکار کریں گے، تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اعضائے انسانی کو قوتِ گویائی عطا کی جائے گی۔ اعضا انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور خود بخود بتائیں گے کہ انسان نے ان سے کیا کیا اعمال کیے تھے۔ ایک جگہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

۲۔ حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ط قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ○ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ○[2]

یہاں تک کہ جب وہ دوزخ تک پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان (کے جسموں) کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی، ان اعمال پر جو وہ کرتے رہے تھے○ پھر وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی، وہ کہیں گی ہمیں اُس اللہ نے گویائی عطا کی جو ہر چیز کو قوتِ گویائی

---

(۱) النور، ۲۴: ۲۴

(۲) فصلت، ۴۱: ۱۹–۲۳

دیتا ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا ہے اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گےo تم تو (گناہ کرتے وقت) اس (خوف) سے بھی پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان تمہارے خلاف گواہی دے دیں گے اور نہ (یہ کہ) تمہاری آنکھیں اور نہ (یہ کہ) تمہاری کھالیں (ہی گواہی دے دیں گی) لیکن تم گمان کرتے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کاموں کو جو تم کرتے ہو جانتا ہی نہیں ہےo اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کیا، تمہیں ہلاک کر گیا سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئےo

۳۔ اسی طرح ہاتھ اور پاؤں کی گواہی کے حوالے سے قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَo[1]

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھےo

جس وقت حساب لیا جائے گا اس وقت انبیائے کرام، کراماً کاتبین اور حضور نبی اکرم ﷺ بھی حاکمانہ حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ تمام انبیاء اپنی امتوں پر گواہی دیں گے، جب کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں پر گواہ ہوں گے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۴۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَo[2]

اور زمین (محشر) اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور (ہر ایک کے اعمال کی)

---

(۱) یٰس، ۳۶: ۶۵

(۲) الزمر، ۳۹: ۶۹

کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا○

۵۔ یہاں شہدا سے مراد کراماً کاتبین ہیں۔ اس دن انبیا اور فرشتے بھی کافروں کو ڈرانے، دھمکانے اور لعنت و ملامت کے لیے حاضر ہوں گے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا○(۱)

جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے (تو) اس دن مجرموں کے لیے چنداں خوشی کی بات نہ ہو گی بلکہ وہ (انہیں دیکھ کر ڈرتے ہوئے) کہیں گے: کوئی روک والی آڑ ہوتی (جو ہمیں ان سے بچا لیتی یا فرشتے انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ تم پر داخلۂ جنت قطعاً ممنوع ہے)○

جب انبیاء و رُسلِ عظام یہ کہیں گے کہ ہم نے انہیں اللہ جل جلالہٗ کے احکام بخوبی پہنچائے، مگر انہوں نے تسلیم کرنے کے بجائے ان کی تکذیب کی۔ یہاں کفار و مشرکین انبیائے کرام کی تبلیغ اور دعوتِ دین کا بھی انکار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت انبیااور رُسلِ عظام سے گواہ طلب فرمائے گا۔ حضور شافعِ محشر ﷺ اور امت محمدی گواہی دیں گے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تھے۔ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

٦۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (۲)

اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم

---

(۱) الفرقان، ۲۵: ۲۲

(۲) البقرة، ۲: ۱۴۳

لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والوں اور اُس کی بارگاہ سے بغاوت کرنے والوں پر یہ تمام گواہ اپنی گواہی پیش کریں گے۔ جس کا ذکر اس آیتِ مبارکہ میں آیا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ○(۱)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے، ایسے ہی لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، جان لو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے○

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں مرحلۂ شہادت کا تذکرہ ہے اس کی مزید تفصیل شرح و بسط سے احادیثِ نبوی میں بیان ہوئی ہے۔ اس ضمن میں چند ایک احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

(۲) مرحلۂ شہادتِ اَعضاء (احادیث کی روشنی میں)

روزِ محشر بھی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار اور حضور نبی اکرم ﷺ کے گناہ گار امتی اپنی اطاعت اور سچائی کے باعث نجات پا جائیں گے، جب کہ کفار و منافقین بے نقاب ہو جائیں گے اور اپنے ہی اعضا کی گواہی کی بدولت قصوروار ٹھہرا کر دوزخ کا ایندھن بنا دیے جائیں گے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: اَلْآنَ نَبْعَثُ شَاهِدَنَا عَلَيْكَ، وَيَتَفَكَّرُ فِي نَفْسِهِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْهَدُ عَلَيَّ، فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ وَيُقَالُ لِفَخِذِهِ وَلَحْمِهِ وَعِظَامِهِ: انْطِقِي، فَتَنْطِقُ فَخِذُهُ وَلَحْمُهُ وَعِظَامُهُ بِعَمَلِهِ، وَذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهِ، وَذٰلِكَ

(۱) هود، ۱۱: ۱۸

الْمُنَافِقُ، وَذٰلِکَ الَّذِي يَسْخَطُ اللهُ عَلَيْهِ. (۱)

(روزِ قیامت) بندے سے کہا جائے گا: ابھی ہم تیرے خلاف اپنے گواہ لاتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا بولو، پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال بیان کریں گی اور یہ اس لیے کیا جائے گا تاکہ اس کی اپنی ذات اس پر حجت ہوجائے اور ایسا اس منافق شخص کے ساتھ ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

۲۔ ایک اور روایت میں حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَضَحِکَ، فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مِمَّا أَضْحَکُ؟ قَالَ: قُلْنَا: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ، يَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: بَلٰى. قَالَ: فَيَقُوْلُ: فَإِنِّي لَا أُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِي إِلَّا شَاهِدًا مِنِّي. قَالَ: فَيَقُوْلُ: کَفٰى بِنَفْسِکَ الْيَوْمَ عَلَيْکَ شَهِيْدًا وَبِالْکِرَامِ الْکَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا. قَالَ: فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ، فَيُقَالُ لِأَرْکَانِهِ: انْطِقِي. قَالَ: فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهِ، قَالَ: ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْکَلَامِ، قَالَ: فَيَقُوْلُ: بُعْدًا لَکُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْکُنَّ کُنْتُ أُنَاضِلُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزهد والرقائق، باب منه، ۴: ۲۲۷۹، رقم: ۲۹۶۸

۲۔ ابنِ حبان، الصحيح، ۱۰: ۴۹۹–۵۰۰، رقم: ۴۶۴۲

۳۔ حميدي، المسند، ۲: ۴۹۶–۴۹۷، رقم: ۱۱۷۸

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۲۵۰، رقم: ۲۶۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزهد والرقائق، باب منه، ۴: ۲۲۸۰، رقم: ۲۹۶۹

ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک آپ ﷺ مسکرا پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بندے کے اپنے رب سے ہونے والے مکالمے پر ہنسی آئی ہے۔ بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ فرمائے گا: کیوں نہیں؟ بندہ عرض کرے گا: میں اپنے خلاف اپنے سوا کسی اور کی گواہی قبول نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی اور کراماً کاتبین کی گواہی ہی کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا: بولو۔ پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کے بارے میں بیان دیں گے، پھر اس کے منہ سے مہر ہٹا لی جائے گی تاکہ وہ کلام کر سکے۔ پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا: دور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ، میں تمہاری ہی طرف سے تو جھگڑ رہا تھا (اور تم نے اپنے ہی خلاف گواہی دے دی)۔

۳۔ ایک روایت میں حضرت عقبہ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ عَظْمٍ مِنَ الْإِنْسَانِ يَتَكَلَّمُ، يَوْمَ يُخْتَمُ عَلَى الْأَفْوَاهِ، فَخُذْهُ مِنَ الرِّجْلِ الشِّمَالِ. (۱)

(جس دن زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی اس روز) انسانی اعضا میں سب سے پہلے

..... ۲۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۵۷، رقم: ۳۹۷۷

۳۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۲۴، رقم: ۵۴۶۷

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۱، رقم: ۱۷۴۱۲

۲۔ روياني، المسند، ۱: ۲۰۳، رقم: ۲۰۳

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۵۱

۴۔ ابنِ كثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۵۷۸

جو ہڈی کلام کرے گی وہ انسان کی بائیں ران کی ہڈی ہو گی (وہ اُس کے خلاف گواہی دے گی)۔

۴۔ حضرت حکیم بن معاویہ ﷺ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَجِيئُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى أَفْوَاهِكُمُ الْفِدَامُ، وَإِنَّ أَوَّلَ مَا يَتَكَلَّمُ مِنَ الْآدَمِيِّ فَخِذُهُ وَكَفُّهُ. (۱)

قیامت کے دن تم اس حال میں لائے جاؤ گے کہ تمہارے مونہوں کو بند کیا گیا ہو گا، بے شک آدمی کے جسم میں سے سب سے پہلے جو (چیز) کلام کرے گی، وہ اس کی ران اور ہتھیلیاں ہوں گی۔

۵۔ مہاجر صحابیہ حضرت یسیرہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے:

عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ، وَاعْقِدْنَ بِالْأَنَامِلِ، فَإِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ، وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ. (۲)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳، رقم: ۲۰۰۳۸
۲۔ حاکم، المستدرك، ۲: ۴۷۷، رقم: ۳۶۴۵
۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱۹: ۴۲۴، رقم: ۱۰۳۱
۴۔ روياني، المسند، ۲: ۱۱۷، رقم: ۹۳۰

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب في فضل التسبيح والتهليل والتقديس، ۵: ۵۷۱، رقم: ۳۵۸۳
۲۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۷۳۲، رقم: ۲۰۰۷
۳۔ ابنِ حبان، الصحيح، ۳: ۱۲۲، رقم: ۸۴۲
۴۔ ابنِ أبي شيبة، المصنف، ۶: ۵۳، رقم: ۲۹۴۱۴
۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۵: ۷۳، رقم: ۱۸۰

تمہارے لیے لازم اور ضروری ہے کہ تسبیح (سبحان اللہ) تہلیل (لا الہ اللہ) اور تقدیس (سبحان اللہ) کیا کرو، اور انگلیوں پر (تسبیحات وغیرہ) گِنا کرو، کیونکہ ان سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور انھیں قوتِ گویائی عطا کی جائے گی، (خبردار!) غفلت نہ برتنا کہ رحمت کو بھول بیٹھو۔

۶۔ حضرت ابوسعید الخدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ عُرِّفَ الْكَافِرُ بِعَمَلِهِ، فَجَحَدَ وَخَاصَمَ، فَيُقَالُ: هٰؤُلَاءِ جِيْرَانُكَ يَشْهَدُوْنَ عَلَيْكَ، فَيَقُوْلُ: كَذَبُوْا، فَيَقُوْلُ: أَهْلُكَ، عَشِيْرَتُكَ؟ فَيَقُوْلُ: كَذَبُوْا، فَيَقُوْلُ: احْلِفُوا، فَيَحْلِفُوْنَ، ثُمَّ يُصْمِتُهُمُ اللهُ، وَتَشْهَدُ أَلْسِنَتُهُمْ، ثُمَّ يُدْخِلُهُمُ النَّارَ. (۱)

جب کافر کا قیامت کے دن اس کے اعمال کے مطابق حساب و کتاب کیا جائے گا تو وہ اسے جھٹلائے گا اور جھگڑا کرے گا۔ اُسے کہا جائے گا: تمہارے ہمسائے تم پر گواہ ہیں، وہ کہے گا: انہوں نے جھوٹ بولا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تیرے گھر والے اور خاندان والے بھی گواہی دیتے ہیں تو وہ کہے گا: اُنہوں نے بھی جھوٹ بولا۔ پھر ان سے (یعنی خاندان والوں سے) کہے گا کہ تم قسم کھاؤ تو وہ قسم کھائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں خاموش کر دے گا اور ان کی زبانیں گواہی دیں گی۔ پھر اُنہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ اَمر واضح ہوتا ہے کہ انسان اس دنیا میں جو کچھ بھی کرتا ہے ہر چیز کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ نہ صرف ہر عمل لکھا جا رہا ہے بلکہ اس پر گواہ بھی موجود ہیں جو کہ کوئی اور نہیں اس کے اپنے ہی اعضائے جسمانی ہوں گے۔ روزِ محشر زمین ہی اس کے تمام

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۲: ۵۲۷، رقم: ۱۳۹۲
۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۶۴۸، رقم: ۸۷۹۰
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۵۱

اعمال کی گواہی دے گی اور اس دن نافرمانوں کے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہو گی۔ الغرض انبیائے کرام اور کراماً کاتبین کی شہادت کے بعد خود انسان کے اعضائے جسمانی بھی گواہی دیں گے اور اس طرح حجت تمام ہو گی اور اسی کو مرحلۂ شہادت کہا گیا ہے۔

۴۔ مرحلۂ قضاء

قضا کے معنی فیصلہ کے ہیں۔ روزِ قیامت کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہو گا، بلکہ ہر ایک کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو کامیابی اور فلاح سے نوازے گا اور انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جب کہ کفار، مشرکین اور منکرین کو تباہ و برباد کرتے ہوئے جہنم میں داخل فرما دے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس دن ان کے جھوٹے خدا ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اس وقت وہ حسرت و مایوسی کے عالم میں کہیں گے کہ اے کاش! انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لیا ہوتا۔ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے گزارش کریں گے کہ انہیں اگر دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہ اللہ رب العزّت کی سچی اطاعت بجا لائیں گے۔مگر ان کی یہ درخواست رد کر دی جائے گی اور اس وقت یہ پچھتاوا ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ ان جہنمیوں کے لیے ہمیشہ جہنم میں رہنا مقدر کر دیا جائے گا۔

(ا) مرحلۂ قضاء (قرآنی آیات کی روشنی میں)

روزِ قیامت ہر شخص کا فیصلہ حق پر مبنی ہو گا اور کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اس سے ناانصافی ہوئی ہے۔ کیوں کہ ہر ایک کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں ہو گا۔ سب سے بڑھ کر اس کے اپنے ہی اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

ا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ○[1]

اگر ہر ظالم شخص کی ملکیت میں وہ (ساری دولت) ہو جو زمین میں ہے تو وہ یقیناً اسے (اپنی جان چھڑانے کے لیے) عذاب کے بدلہ میں دے ڈالے، اور (ایسے لوگ) جب عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت چھپائے پھریں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا○

۲۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آخرت اور یومِ قضا کا ذکر ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غفلت شعار انسان پھر بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ○[2]

اور آپ انہیں حسرت (و ندامت) کے دن سے ڈرایئے جب (ہر) بات کا فیصلہ کردیا جائے گا، مگر وہ غفلت (کی حالت) میں پڑے ہیں اور ایمان لاتے ہی نہیں○

۳۔ اللہ رب العزت نے قضا کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُکْمِهٖ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ○[3]

اور بیشک آپ کا رب ان (مومنوں اور کافروں) کے درمیان اپنے حکم (عدل) سے فیصلہ فرمائے گا اور وہ غالب ہے بہت جاننے والا ہے۔

۴۔ ایک اور مقام پر ارشاد کیا گیا:

وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

---

(۱) یونس، ۱۰: ۵۴

(۲) مریم، ۱۹: ۳۹

(۳) النمل، ۲۷: ۷۸

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ○[1]

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے، اور جن (بتوں) کو یہ لوگ اللہ کے سوا پوجتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے، بے شک اللہ ہی سننے والا، دیکھنے والا ہے○

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ انسان بہت کم زور ہے وہ ہر وقت اپنے نفس، خواہشات اور شیطانی ذریت کے نرغے میں پھنسا رہتا ہے۔ یہ شیطانی ذریت راہِ حق سے بھٹکانے کی ایسی ایسی تدابیر کرتی ہے جہاں اکثر اوقات انسان کی نگاہ پہنچ نہیں پاتی اور اسے احساس بھی نہیں ہو پاتا کہ میں اپنے مقام سے بہت نیچے گرا دیا گیا ہوں۔ جیسا کہ پہلے بھی تحریر کیا جا چکا ہے کہ یہ زندگی دراصل امتحان کی مہلت ہے۔ اس مہلت میں کوئی مرحلہ اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں پہنچ کر انسان یہ اطمینان کرلے کہ اب میں برے پہلوؤں سے محفوظ ہو گیا ہوں۔ لہٰذا اب میرے بھٹکنے، بہکنے اور پھسلنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ اس مہلتِ عمل میں انسان کو قضا کے دن کا تصور راسخ کر کے اصلاحِ مسلسل کی کوشش میں جت جانا چاہیے۔

(۲) مرحلۂ قضاء (احادیث کی روشنی میں)

اس باب میں بڑی چشم کشا اور عبرت انگیز احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قضا و قدر کا ذکر متعدد انداز سے ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيْکَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰـكِنَّکَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ. فَقَدْ قِيْلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ

(۱) غافر، ۴۰: ۲۰

الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ. قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيْلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَّادٌ، فَقَدْ قِيْلَ. ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ.(۱)

قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ اسے بلایا جائے گا اور اسے اس کی (وہ) نعمتیں دکھائی جائیں گی (جو اسے دنیا میں عطا کی گئی تھیں) تو وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ تو نے اس لیے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلائے۔ سو تجھے (دنیا میں) بہادر کہا گیا۔ پھر اسے منہ کے بل (گھسیٹ کر) جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور اس نے قرآن مجید (بھی) پڑھا ہوگا۔ اسے بلایا جائے گا اور اسے (دنیا میں ملنے والی) اس کی نعمتیں دکھائی

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الامارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، ۳:۱۵۱۳، رقم: ۱۹۰۵

۲۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۶: ۴۷۷، رقم: ۱۱۵۵۹

۳۔ منذري، الترغيب و الترهيب، ۱: ۲۸، رقم: ۲۸

۴۔ ابنِ رجب الحنبلي، جامع العلوم و الحكم، ۱: ۱۵

جائیں گی ۔ جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو آگے پھیلایا اور تیرے لیے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لیے علم حاصل کیا تھا تاکہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا تاکہ کہا جائے وہ (فلاں شخص بہت بڑا) قاری ہے، سو تجھے (عالم اور قاری) کہا گیا (گویا جو تمہاری نیت تھی اس کا اجر تمہیں مل گیا، اب آخرت کے لیے کچھ نہیں بچا)۔ پھر اسے منہ کے بل (گھسیٹ کر) جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح (تیسرا) وہ شخص ہے جسے اللہ نے کشادگی عطا کی اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا۔ اسے قیامت کے دن بلایا جائے گا اور اسے (دنیا میں عطا کردہ) نعمتیں دکھائی جائیں گی۔ جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا: میں نے (یہ مال) ہر اُس راہ میں خرچ کیا جہاں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے یہ کام اس لیے کیے تاکہ تجھے (دنیا میں) سخی کہا جائے، سو تجھے سخی کہا گیا۔ پھر اسے منہ کے بل (گھسیٹ کر) جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

قیامت کے دن ہمیں اپنے انہی نیک یا بد اعمال کا حساب نہیں دینا ہوگا جو ہم نے خود سرانجام دیے ہوں گے بلکہ ہمیں اپنی نیتوں کا بھی حساب دینا ہوگا کہ وہ اعمال کس نیت سے سرانجام دیے گئے تھے۔ اگر نیت دنیاوی منفعت، لالچ، کسی دنیاوی منصب کا حصول یا اپنی تعریف کروانا ہوگی تو ایسے اعمال قطعاً قبول نہیں کیے جائیں گے۔

یہ حدیث شریف مومن کو جھنجھوڑتی ہے کہ وہ ہر وقت چوکنا رہے اور کسی بھی صورت غفلت میں نہ رہے۔ وہ ہمیشہ اپنی گفتگو، اخلاق واعمال اور مصروفیات پر کڑی نظر رکھے اور ہر وقت یہ جانچتا رہے کہ اس کے قول وعمل اور سرگرمیوں سے بھلا لوگ کیا سیکھ رہے ہیں؟ اس کی ذات سے کیا پھیل رہا ہے؟ اس کی کتابِ زندگی لوگوں کو کیا درس دے رہی ہے اور اسے دیکھ کر لوگ برائیوں کی طرف لپک رہے ہیں یا بھلائیوں کی طرف؟ اگر کوئی ایک بُرائی بھی خدانخواستہ

اس کی ذات سے پھیلتی ہے تو اس کی سزا بڑھتے بڑھتے اتنی ہوسکتی ہے کہ سارا اعمال نامہ سیاہ ہو جائے۔ اس کے برعکس اگر اس کی ذات سے کوئی اچھائی اور بھلائی پھیلتی ہے تو اس کا اجر وثواب بڑھتے بڑھتے اتنا ہوسکتا ہے کہ اس کا تمام اعمال نامہ روشن ہو جائے۔ واضح رہے کہ یہ شعور تب ہی بیدار ہوتا ہے جب قضا کے دن کا تصور راسخ ہو۔

۲۔ ایک اور حدیثِ مبارک میں حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ. (۱)

(روزِ قیامت) لوگوں کے درمیان سب سے پہلے قتل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

قیامت کے دن عبادات میں سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا اور دیگر معاملات میں خونِ ناحق سے متعلق پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حوالے کر دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ ظالم کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے اور اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ روزِ محشر ہر ذی النفس کے ساتھ حساب کتاب کا معاملہ عدل و انصاف کے عین مطابق ہوگا اور کسی پر بھی رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی۔

قیامت کے دن رحمتِ خداوندی ہی کے طفیل ہماری مغفرت وبخشش ہوگی۔ قضا کے

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الديات، باب قول الله تعالٰى: ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاءوه جهنم، ۶: ۲۵۱۷، رقم: ۶۴۷۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب المجازاة بالدماء في الآخرة وأنّها أوّل ما يقضى فيه، ۳: ۱۳۰۴، رقم: ۱۶۷۸

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الديات، باب الحكم في الدماء، ۴: ۱۷، رقم: ۱۳۹۷

دن کی سختیاں اسی کی رحمت سے ٹل جائیں گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی دنیا میں اپنے آپ کو اس کی رحمت کا حق دار ثابت کیا جائے۔

۵۔ مرحلۂ کتبِ اَعمال (نامہ اَعمال کا تھمایا جانا)

صحیفۂ اعمال سے مراد وہ رجسٹر ہے، جس میں فرشتے انسانوں کے تمام نیک و بد اعمال درج کرتے رہتے ہیں۔ اس میں خواہ عقیدہ و عبادت ہو یا پھر قول اور فعل، غرض یہ کہ جو کچھ بھی انسان اس دنیا میں سرانجام دیتا ہے، ملائکہ سب کچھ اس میں لکھتے رہتے ہیں۔

(ا) مرحلۂ کتبِ اَعمال (قرآن کی روشنی میں)

۱۔ قرآن مجید میں کتب اعمال کا ذکر متعدد آیات میں آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ط وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ○ اِقْرَا كِتٰبَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ○ (۱)

اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کا نوشتہ اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے، اور ہم اس کے لئے قیامت کے دن (یہ) نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ (اپنے سامنے) کھلا ہوا پائے گا ○ (اس سے کہا جائے گا) اپنی کتاب (اعمال) پڑھ لے، آج تو اپنا حساب جانچنے کے لئے خود ہی کافی ہے ○

۲۔ سورۃ التکویر میں علاماتِ قیامت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ○ (۲)

اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے ○

---

(۱) بني اسرائيل، ۱۷: ۱۳-۱۴

(۲) التکویر، ۸۱: ۱۰

اس مرحلہ میں تمام لوگوں کے اعمال نامے انہیں تھمائے جائیں گے۔ واضح رہے کہ جن مومنین کے اعمال اچھے ہوں گے۔ ان کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ یہ خوش نصیب ہستیاں اپنے نامۂ اعمال ہاتھوں میں لیے مسرت و شادمانی کی حالت میں ہر ایک کو دکھائیں گے۔ اس کے برعکس جن کے اعمال برے ہوں گے ان کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں تھمائے جائیں گے اور وہ اپنے نامۂ اعمال کو دوسروں سے چھپاتے پھریں گے۔ کچھ بدبخت اور شقی القلب افراد ایسے بھی ہوں گے جن کے نامۂ اعمال انہیں پیٹھ کے پیچھے سے پکڑائے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور سرکش لوگ ہوں گے، جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ یہ لوگ ہیں جن کا مستقل ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ انسان کے اپنے کان، آنکھیں جسم کی کھال غرض کہ اس کے تمام اعضاءِ انسانی اسی کے خلاف گواہی دیں گے۔

۳۔ اللہ رب العزت نے سورۃ یٰسین میں ارشاد فرمایا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ○ (۱)

آج ہم اُن کے مونہوں پر مُہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور اُن کے پاؤں اُن اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے○

اُس دن ان کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ حکم ہوگا خبردار تمہیں اپنے کیے گئے گناہوں کا عذر بیان کرنے کی کوئی حاجت ہے اور نہ ہی اجازت۔ آج تمہارے جسموں کا ایک ایک عضو تمہارے برے اعمال کی گواہی دے گا۔ پھر گلوں میں لٹکائے ہوئے نوشتۂ اعمال کی کتابیں کھول دی جائیں گی۔ حکم ہوگا:

۴۔ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ (۲)

(۱) یٰس، ۳۶: ۶۵

(۲) الجاثیہ، ۴۵: ۲۹

یہ ہمارا نوشتہ ہے جو تمہارے بارے میں سچ سچ بیان کرے گا، بے شک ہم وہ سب کچھ لکھوا (کر محفوظ کر) لیا کرتے تھے جو تم کرتے تھےo

یعنی تم جو بھی کام کرتے تھے آج یہ کتابیں عین اسی طرح تمہارے اعمال کو بیان کر دیں گی۔

۵۔ سورۃ القمر میں ارشاد فرمایا:

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِo وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌo (۱)

اور جو کچھ (بھی) انہوں نے کیا اعمال ناموں میں (درج) ہےo اور ہر چھوٹا اور بڑا (عمل) لکھ دیا گیا ہےo

ہم آج جو کچھ بھی اس دنیا میں کر رہے ہیں، اگر ہم کم تول رہے ہیں؛ ملاوٹ کر رہے ہیں؛ قطع رحمی کے مرتکب ہو کر عزیز و اقارب کی حق تلفی کرتے ہوئے ان پر ظلم کر رہے ہیں؛ ان کی چغلیاں کھا رہے ہیں؛ قدم قدم پر جھوٹ بول رہے ہیں؛ لوگوں سے حسد کر رہے ہیں اور رشوت خوری کر رہے ہیں، الغرض جو بھی رذائلِ اخلاق اور برے اعمال ہم سے سرزد ہو رہے ہیں ان میں سے ہر ایک عمل ہمارے نامہ اعمال میں درج کیا جا رہا ہے۔ روزِ محشر سب کے اعمال نامے کھلیں گے تو جو کچھ بھی رات کے اندھیروں میں کیا گیا ہوگا، وہ سب قیامت کے دن کی روشنی میں عیاں کر دیا جائے گا۔ پھر اُس دن سب کے بدلے چکائے جائیں گے۔ عبادات، معاملات، حقوق اللہ اور حقوق العباد، تمام کا الگ الگ حساب ہوگا، ہر ایک ظلم و زیادتی کا پورا پورا بدلہ چکایا جائے گا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سے اس وقت تک واپسی نہیں ہو گی جب تک ظالم، مظلوم کو اپنے کیے ہوئے ہر ظلم کا بدلہ چکا نہ دے۔ وہ تمام نیکیاں جو وہ زندگی بھر کرتا رہا ظلم کی پاداش میں مظلوم کو دے دی جائیں گی اور مظلوم کی غلطیاں اور گناہ لے کر اُس کے نامۂ اعمال میں ڈال دیے جائیں گے۔ جب سارا حساب چکا دیا جائے گا، تو اب جو کچھ بچ جائے گا، وہ ان کا عمل ہوگا۔

---

(۱) القمر، ۵۴:۵۲-۵۳

i. روزِ محشر تمام اعمالِ زندگی نامۂ اعمال میں درج ہوں گے

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارا کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوگا جو روزِ قیامت ہمارے نامہ اعمال میں درج ہونے سے رہ گیا ہو۔ اس سلسلے میں چند ایک قرآنی آیات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ (۱)

اور (ہر ایک کے سامنے) اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا سو آپ مجرموں کو دیکھیں گے (وہ) ان (گناہوں اور جرموں) سے خوفزدہ ہوں گے جو اس (اعمال نامہ) میں درج ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہلاکت اس اعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹی (بات) چھوڑی ہے اور نہ کوئی بڑی (بات)، مگر اس نے (ہر ہر بات کو) شمار کر لیا ہے اور وہ جو کچھ کرتے رہے تھے (اپنے سامنے) حاضر پائیں گے، اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ فرمائے گا۝

۲۔ اعمال نامے میں ہر عمل اس لیے لکھا جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتوں کو اس کام کے لیے مستقل مقرر کیا ہے، جو اُس کے اچھے اور برے اعمال لکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہا گیا ہے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (۲)

حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں۝ (جو) بہت معزز ہیں (تمہارے اعمال نامے) لکھنے والے ہیں۝ وہ ان (تمام کاموں) کو جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۝

---

(۱) الکهف، ۱۸: ۴۹

(۲) الإنفطار، ۸۲: ۱۰-۱۲

۳۔ کفار و مشرکین جو یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور دنیا میں اس کا انکار کرتے ہوں گے، انہیں جب اُن کا نامۂ اعمال دیا جائے گا، تو وہ اس پر حیران و پریشان ہوں گے، لیکن اس وقت مہلت ختم ہو چکی ہوگی۔ قرآن مجید میں قیامت کے روز کفار کا احوال یوں مذکور ہے:

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً کُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓی اِلٰی کِتٰبِهَا اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ هٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ (۱)

اور آپ دیکھیں گے (کفّار و منکرین کا) ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا بیٹھا ہو گا، ہر فرقے کو اس (کے اعمال) کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں اُن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے○ یہ ہمارا نوشتہ ہے جو تمہارے بارے میں سچ سچ بیان کرے گا، بیشک ہم وہ سب کچھ لکھوا (کر محفوظ کر) لیا کرتے تھے جو تم کرتے تھے○

ii. نیک لوگوں کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جن کے نامہ اعمال میں نیکیاں زیادہ ہوں گی، اُن کے نامہ اعمال اُنہیں دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔ وہ اپنی اس کامیابی پر خوشی کا بھرپور اظہار کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ **یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ج فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا○** (۲)

وہ دن (یاد کریں) جب ہم لوگوں کے ہر طبقہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے، سو جسے اس کا نوشتۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پس یہ لوگ اپنا نامۂ

(۱) الجاثیة، ۴۵: ۲۸-۲۹

(۲) الإسراء، ۱۷: ۷۱

اعمال (مسرت و شادمانی سے) پڑھیں گے اور ان پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گاo

۲۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖo فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًاo وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاo(۱)

پس جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گاo تو عنقریب اس سے آسان سا حساب لیا جائے گاo اور وہ اپنے اہلِ خانہ کی طرف مسرور و شاداں پلٹے گاo

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو اس کا حساب بھی آسانی سے لیا جائے گا اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ حساب اور محاسبہ نامۂ اعمال کی تقسیم کے بعد ہی ہوگا۔

iii. بُرے لوگوں کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

نیک اور سعید بندوں کے نامۂ اعمال کا تذکرہ تو ہو چکا، اس کے برعکس جن لوگوں کے اعمال اچھے نہیں ہوں گے، اُنہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں تھمائے جائیں گے۔ وہ اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنے نامۂ اعمال کو چھپائیں گے۔ کفار و مشرکین کے نامہ اعمال اُنہیں پیچھے سے تھمائے جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اُن پر غضب کا اظہار ہوگا۔

۱۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَهْo وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْo یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَo مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْo(۲)

(۱) الإنشقاق، ۸۴: ۷-۹

(۲) الحاقة، ۶۹: ۲۵-۲۸

اور وہ شخص جس کا نامۂ اَعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: ہائے کاش! مجھے میرا نامۂ اَعمال نہ دیا گیا ہوتاo اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہےo ہائے کاش! وہی (موت) کام تمام کر چکی ہوتیo (آج) میرا مال مجھ سے (عذاب کو) کچھ بھی دور نہ کر سکاo

۲۔ جب کہ کفار و مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖo فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاo وَّ یَصْلٰی سَعِیْرًاo اِنَّهٗ کَانَ فِیْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًاo اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَo بَلٰیٓ ج اِنَّ رَبَّهٗ کَانَ بِهٖ بَصِیْرًاo(۱)

اور البتہ وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گاo تو وہ عنقریب موت کو پکارے گاo اور وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگاo بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہلِ خانہ میں خوش و خرم رہتا تھاo بے شک اس نے یہ گمان کر لیا تھا کہ وہ حساب کے لیے (اللہ کے پاس) ہرگز لوٹ کر نہ جائے گاo کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا ہےo

آج دنیاوی معاملات میں یومِ آخرت کو بھول جانے والوں کا یہی انجام ہوگا۔ آج مادی چکاچوند میں مگن ہو کر اپنے نامۂ اعمال کی پروا نہ کرنے والے قیامت کے روز بری طرح پچھتائیں گے۔

گویا ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے، اچھے اعمال کا بدلہ اچھے مقام و مرتبے کی صورت میں ملے گا، جب کہ برے اعمال کرنے والوں کا ٹھکانہ انتہائی برا ہوگا۔

۳۔ اس حقیقت کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

کُلُّ نَفْسٍ م بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌo اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِo فِیْ جَنّٰتٍ

(۱) الإنشقاق، ۸۴: ۱۰-۱۵

يَتَسَآءَلُوْنَ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ○[1]

ہر شخص اُن (اَعمال) کے بدلے جو اُس نے کما رکھے ہیں گروی ہے○ سوائے دائیں جانب والوں کے○ (وہ) باغات میں ہوں گے، اور آپس میں پوچھتے ہوں گے○ مجرموں کے بارے میں○ (اور کہیں گے:) تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی○ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے○ اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے○ اور بیہودہ مشاغل والوں کے ساتھ (مل کر) ہم بھی بیہودہ مشغلوں میں پڑے رہتے تھے○ اور ہم روزِ جزا کو جھٹلایا کرتے تھے○

(۲) مرحلۂ کتبِ اَعمال (احادیث کی روشنی میں)

احادیث مبارکہ میں اچھے اور بُرے اعمال کے نوشتوں کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ، فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ، وَأَمَّا الثَّالِثَةُ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِيْنِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ.[2]

---

(۱) المدثر، ۷۴: ۳۸-۴۶

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۱۴، رقم: ۱۹۷۳۰

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة، باب ما جاء في العرض، ۴: ۶۱۷، رقم: ۲۴۲۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر البعث، ۲: ۱۴۳۰، رقم: ۴۲۷۷

۴۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۳۰۷، رقم: ۳۱۰۵

قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ پیش کیے جائیں گے۔ دو مرتبہ کی پیشیوں میں جھگڑوں کے فیصلے اور عذر خواہی ہوگی۔ تیسری پیشی پر اعمال نامے اڑ کر ہاتھوں میں آ جائیں گے۔ بعض لوگ انہیں دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوں گے اور بعض بائیں ہاتھ میں۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیتِ کریمہ: ﴿يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ﴾[1] 'وہ دن (یاد کریں) جب ہم لوگوں کے ہر طبقہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے' کی تفسیر میں فرمایا ہے:

يُدْعَى أَحَدُهُمْ فَيُعْطَى كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ وَيُمَدُّ لَهُ فِي جِسْمِهِ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، وَيُبَيَّضُ وَجْهُهُ، وَيُجْعَلُ عَلٰى رَأْسِهِ تَاجٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ يَتَلَأْلَأُ، فَيَنْطَلِقُ إِلٰى أَصْحَابِهِ، فَيَرَوْنَهُ مِنْ بَعِيْدٍ فَيَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ائْتِنَا بِهٰذَا وَبَارِكْ لَنَا فِي هٰذَا حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ فَيَقُوْلُ: أَبْشِرُوا لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ مِثْلُ هٰذَا. قَالَ: وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُسَوَّدُ وَجْهُهُ وَيُمَدُّ لَهُ فِي جِسْمِهِ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا عَلٰى صُوْرَةِ آدَمَ، فَيُلْبَسُ تَاجًا فَيَرَاهُ أَصْحَابُهُ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا، اَللّٰهُمَّ لَا تَأْتِنَا بِهٰذَا، قَالَ: فَيَأْتِيهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ أَخْزِهِ، فَيَقُوْلُ: أَبْعَدَكُمُ اللهُ فَإِنَّ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ مِثْلَ هٰذَا.[2]

روزِ محشر ان (لوگوں) میں سے ایک شخص کو بلایا جائے گا، اس کا نامۂ اعمال اس کے

---

(۱) الإسراء، ۱۷: ۷۱

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب من سورة بنى اسرائيل، ۵: ۳۰۲، رقم: ۳۱۳۶

۲۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۲۶۵، رقم: ۲۹۵۵

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۴۶، رقم: ۷۳۴۹

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۱۱: ۴، رقم: ۶۱۴۴

دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کا جسم (قد و قامت میں) ساٹھ گز طویل کر دیا جائے گا۔ اس کا چہرہ سفید (اور روشن) کر دیا جائے گا اور سر پر چمک دار موتیوں کا تاج رکھا جائے گا۔ پھر وہ اپنے دوستوں کی طرف جائے گا، وہ اسے دور سے دیکھ کر کہیں گے: اے اللہ! اسے ہمارے پاس لا اور ہمارے لیے اسے بابرکت بنا۔ حتیٰ کہ جب وہ ان کے قریب آئے گا تو ان سے کہے گا: خوش ہوجاؤ تم میں سے ہر ایک کے لیے ایسا ہی اجر ہے۔ پھر فرمایا: جب کہ کافر کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے گا، اس کا جسم ساٹھ گز لمبا کیا جائے گا، جیسا کہ آدم علیہ السلام کا تھا اور اسے (آگ کا) تاج پہنایا جائے گا۔ اس کے ساتھی اسے دیکھ کر کہیں گے: ہم اس کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! اسے ہمارے پاس نہ لا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ ان کے پاس آئے گا، تو وہ کہیں گے اے اللہ! اسے رسوا کر وہ کہے گا: اللہ تعالیٰ تمہیں (اپنی رحمت سے) دور رکھے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایسا ہی عذاب ہے۔

۳۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے دوزخ کو یاد کیا تو رو پڑیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: آپ کس بات پر روتی ہیں؟ عرض گزار ہوئیں: مجھے دوزخ کی ہولناکی کا خیال آیا تو میں بے اختیار رو پڑی۔ کیا آپ اپنے اہل و عیال کو قیامت کے دن یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ: ﴿هَاؤُمُ اقْرَئُوا كِتَابِيَهْ﴾ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِيْنِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ. (۱)

---

(۱) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في ذكر الميزان، ۴: ۲۴۰، رقم: ۴۷۵۵

۲۔ منذري، الترغيب و الترهيب، ۴: ۲۲۹، رقم: ۵۴۸۵

تین مقام ایسے ہیں، جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا، میزان کے پاس، جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا پلا ہلکا ہے یا بھاری۔ نامۂ اعمال کے وقت، جب کہا جائے گا: اپنا اعمال نامہ پڑھو، جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے وہ کس ہاتھ میں ملے گا، دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے، پل صراط کے پاس جب وہ جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔

۴۔ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ ہی بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

الدَّوَاوِينُ ثَلَاثَةٌ: فَدِيْوَانٌ الَّذِي لَا يَغْفِرُ اللهُ مِنْهُ شَيْئًا، وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللهُ بِهِ شَيْئًا، وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُ اللهُ مِنْهُ شَيْئًا، فَأَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِي لَا يَغْفِرُ اللهُ مِنْهُ شَيْئًا فَالْإِشْرَاكُ بِاللهِ ﷻ: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ﴾ [النساء، ٤:٤٨] وَأَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِي لَا يَعْبَأُ اللهُ بِهِ شَيْئًا قَطُّ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ، وَأَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِي لَا يَتْرُكُ اللهُ مِنْهُ شَيْئًا فَمَظَالِمُ الْعِبَادِ بَيْنَهُمُ الْقِصَاصُ لَا مَحَالَةَ. (۱)

انسان کے اعمال ناموں کے دیوان تین اقسام کے ہوں گے، ایک دیوان وہ ہو گا جس میں اللہ تعالیٰ کوئی چیز معاف نہیں کرے گا (یعنی انسان کے ہر عمل کا پورا پورا حساب ہو گا)۔ دوسرا دیوان وہ ہو گا جس سے اللہ صرف نظر فرما دے گا (یعنی اسے کھولا ہی نہیں جائے گا)۔ تیسرا دیوان وہ ہو گا جس میں سے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لے گا اور پھر وہ دیوان جس میں سے اللہ تعالیٰ کوئی چیز معاف نہیں فرمائے گا۔ وہ بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا ہے۔ (اسی شراکت کے باعث اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں فرمائے گا اور قرآن میں بھی اس طرف اشارہ ہے:) 'بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۴:۶۱۹، رقم: ۸۷۱۷
۲۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۶:۵۲، رقم: ۷۴۷۳

اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، دوسرا وہ دیوان جس کو اللہ تعالیٰ اہمیت نہیں دے گا (یعنی صرف نظر فرما دے گا) تو اس سے مراد بندے کا ان معاملات میں اپنے اوپر ظلم کرنا ہے جو (معاملات) بندے اور اللہ کے درمیان تھے (یعنی خالص حقوق اللہ تھے) تیسرا دیوان وہ ہے جس میں سے اللہ تعالیٰ کوئی چیز حساب لئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ یہ دیوان وہ ہے جس میں بندوں کے آپس میں ایک دوسرے پر کیے جانے والے ظلم ہیں، ایسے اعمال کا ہر صورت قصاص دینا پڑے گا۔

آج ہمارے لیے یہ امر قابل غور ہے کہ ہم اپنے لیے کون سا نامۂ اعمال تیار کر رہے ہیں۔ کہیں ہم ان جانے میں لوگوں پر اتنا ظلم تو نہیں کر رہے کہ قیامت کو قصاص دینا بھی مشکل ہو جائے، بلکہ اپنی جانوں کو احکامِ الٰہی کی پاس داری میں مشقت میں ڈال کر آخرت کے لیے کوئی ایسا نامۂ اعمال تیار کر لیا جائے، جو رب کے فضل کا باعث بنے۔

۶۔ مرحلۂ میزان

واضح رہے کہ جہاں لوگوں کے اعمال تولے جائیں گے، اس مرحلے کو میزان سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں لوگوں کے اعمال کا محاسبہ ہوگا، نیکیوں اور بدیوں کو ترازو میں تولا جائے گا۔ جس کے نیک اعمال کا وزن زیادہ ہوگا، وہ جنت میں بھیج دیا جائے گا اور جس کے برے اعمال کا وزن زیادہ، ہوگا وہ جہنم میں جائے گا۔ واضح رہے کہ جن کی ایک نیکی بھی ان کی برائیوں سے زائد ہوگی انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور جن کی ایک برائی بھی زیادہ ہوگی وہ دوزخ میں جائیں گے۔

روزِ قیامت کو متقی اور پرہیزگار لوگ (جن کا کوئی گناہ نہ ہوگا) اہلِ محشر کے سامنے ان کے اعمال ان کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے تولے جائیں گے، جب کہ اس کے برعکس کافروں کے اعمال انہیں ذلیل کرنے کے لیے تولے جائیں گے۔

(۱) مرحلۂ میزان (قرآن کی روشنی میں)

۱۔ قرآنِ مجید میں مرحلۂ میزان کا ذکر یوں آیا ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ○ (۱)

اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کے ترازو رکھ دیں گے، سو کسی جان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا (تو) ہم اسے (بھی) حاضر کر دیں گے، اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں○

مذکورہ آیت میں ذرہ اور رائی کا ذکر دراصل مکمل عدل وانصاف کے اظہار کے لیے ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں میزان میں اعمال کے تولے جانے کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ○ (۲)

اور اس دن (اعمال کا) تولا جانا حق ہے سو جن کے (نیکیوں کے) پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے○ اور جن کے (نیکیوں کے) پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا، اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے○

۳۔ سورۃ المومنون میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

---

(۱) الأنبياء، ۲۱: ۴۷

(۲) الأعراف، ۷: ۸-۹

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰئِکَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا کَالِحُوْنَ○ (۱)

پس جن کے پلڑے (زیادہ اعمال کے باعث) بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے○ اور جن کے پلڑے (اعمال کا وزن نہ ہونے کے باعث) ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں○ ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور وہ اس میں دانت نکلے بگڑے ہوئے منہ کے ساتھ پڑے ہوں گے○

یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب کے تمام اعمال و افعال کو پوری طرح جانتا ہے، مگر پھر بھی اعمال کے وزن کرنے میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اس طرح ہر انسان پر اپنے اعمال کی حقیقت خود بخود عیاں ہو جائے گی۔ دوسرا اس مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا اظہار ہوگا۔ سب لوگوں کے سامنے اُن کے اعمال تولے جائیں گے تاکہ کوئی اعتراض نہ کر سکے اور سب پر حجت تمام ہو جائے۔

۴۔ جن کے اعمال کا وزن زیادہ ہوا وہ جنت کے باغات میں ہوں گے اور جن کے اعمال کا وزن کم ہوگا وہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ سورۃ القارعہ میں ارشاد فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ○ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ○ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ○ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ○ وَ مَآ اَدْرٰاکَ مَاهِيَهْ○ نَارٌ حَامِيَةٌ○ (۲)

پس وہ شخص کہ جس (کے اعمال) کے پلڑے بھاری ہوں گے○ تو وہ خوشگوار عیش و مسرت میں ہوگا○ اور جس شخص کے (اعمال کے) پلڑے ہلکے ہوں گے○ تو اس کا

(۱) المؤمنون، ۲۳: ۱۰۲-۱۰۴

(۲) القارعة، ۱۰۱: ۶-۱۱

ٹھکانا ہاویہ (جہنم کا گڑھا) ہوگا○اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ ہاویہ کیا ہے؟(وہ جہنم کی) سخت دہکتی آگ (کا انتہائی گہرا گڑھا) ہے○

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اعمال کا حساب ہونا حق ہے اور اعمال کے تولنے کے لیے میزانِ اعمال یعنی ترازو کا رکھا جانا بھی حق ہے۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ اس کی نجات کی علامت ہوگا اور جس کا پلڑا ہلکا ہوگا، یہ اس کے نقصان کا نشان ہوگا۔ واضح رہے کہ مرحلۂ میزان مرحلۂ حساب کے بعد شروع ہوگا کہ جب ہر ایک کا حساب لے لیا جائے گا۔ ہر مظلوم کو اس پر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ، ظالم کی نیکیوں کو اس کے حصہ میں ڈالے جانے سے مل جائے گا، چاہے اس سے کسی نے ایک معمولی ناحق بات کہی ہو یا اس کا ایک درہم ہی ناحق کھایا ہو، اسے اس کا بھی حساب دیا جائے گا۔ اس طرح جب ہر ایک کا حساب ہو جائے گا تو بچ جانے والے نیک اور بُرے اعمال کا وزن ہوگا۔ وہاں بہت سے ایسے لوگ ہوں گے، جو اس دنیا میں نمازوں اور دیگر عبادات میں تو بہت زیادہ سبقت لے جانے والے ہوں گے، لیکن وہ معاملات میں اور حقوق العباد میں کمی کرنے والے ہوں گے۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کا حق مارتے ہوئے ان پر ظلم کیا ہوگا۔ لہٰذا وہاں ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھ کر حیرانی ہوگی کہ دنیا میں تو وہ بہت زیادہ نیکیاں کرنے والے تھے، لیکن لوگوں کے ساتھ زیادتی کے سبب وہ اپنی یہ نیکیاں دوسروں کو دے بیٹھیں گے اور خود ان کی برائیاں اپنے کھاتے میں ڈال کر دوزخ کا ایندھن بن جائیں گے۔ اس نکتے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم عبادات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی اپنے آپ کو مستعد رکھیں تاکہ آخرت میں ہمیں نیکیوں سے بھرے نامۂ اعمال کے باوجود رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

i. میزان میں اعمال تولنے کی حقیقت

قرآن وسنت کی نصوصِ قطعیہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ میزانِ اعمال حقیقتاً ترازو ہو گا۔ اس ترازو کے دو پلڑے اور زبان ہو گی۔ اس کا ایک پلڑا نورانی ہو گا جس میں نیکیوں کا

وزن ہوگا اور دوسرا پلڑا ظلماتی ہوگا، جس میں برائیوں کا وزن ہوگا۔ واضح رہے کہ میزان کا وجود محض تمثیلی ہی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ اس ترازو کا ہر پلڑا زمین و آسمان کی وسعتوں سے بھی کہیں زیادہ ہوگا۔

۱۔ حکیم ترمذی نے 'نوادر الاصول' میں بیان کیا ہے: روزِ قیامت میزان نصب کیا جائے گا۔ اس کا ایک پلڑا نور کا اور دوسرا تاریکی والا ہوگا۔ نور والا پلڑا نیکیوں کے لیے ہوگا اور ظلمت والا پلڑا برائیوں کے لیے ہوگا۔

أَنَّ الْجَنَّةَ يُؤْتَى بِهَا فَتُوْضَعُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَالنَّارُ عَنْ يَسَارِ الْعَرْشِ، وَيُؤْتَى بِالْمِيْزَانِ فَيُنْصَبُ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ، وَكَفَّةُ الْحَسَنَاتِ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ مُقَابِلُ الْجَنَّةِ، وَكَفَّةُ السَّيِّئَاتِ عَنْ يَسَارِ الْعَرْشِ. (۱)

روزِ قیامت جنت کو لایا جائے گا اور اسے عرش کے دائیں جانب رکھا جائے گا اور دوزخ کو عرش کے بائیں جانب رکھا جائے گا۔ پھر میزان کو لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے نصب کر دیا جائے گا۔ اس کا نیکیوں والا پلڑا عرش کے دائیں جانب جنت کے سامنے ہوگا اور برائیوں والا پلڑا عرش کے بائیں جانب دوزخ کے سامنے ہوگا۔

۲۔ میزان کی وسعت اور اس کے حجم کا اندازہ اس حدیثِ مبارک سے لگایا جا سکتا ہے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُوْضَعُ الْمِيْزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَوْ وُزِنَ فِيْهِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ لَوُسِعَتْ. (۲)

---

(۱) حكيم ترمذي، نوادر الأصول في أحاديث الرسول ﷺ، ۱:۸۰

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۴:۶۲۹، رقم: ۸۷۳۹

۲۔ منذري، الترغيب و الترهيب، ۴:۲۳۰، رقم: ۵۴۸۸

روزِ قیامت میزان رکھا جائے گا اور اگر اس میں آسمانوں اور زمین کو بھی تولا جائے گا تو ان کے لیے بھی یہ وسعت رکھتا ہو گا۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں:

اَلْمِيْزَانُ لَهٗ لِسَانٌ وَكِفَّتَانِ، يُوْزَنُ فِيْهِ الْحَسَنَاتُ وَالسَّيِّئَاتُ. (۱)

میزان کی زبان اور دو پلڑے ہوں گے اور اس میں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی۔

ان احادیث سے میزان کی ہیئت اور حجم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

احکم الحاکمین، مالک الملک، قادر المطلق، رب لم یزل کے لیے کیا مشکل ہے کہ قیامت کے دن ایسی میزان قائم کر دے، جس سے ہمارے اعمال و درجات کا فرق صورۃً اور حسّاً ظاہر ہو کر ہماری آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ ہر انسان پر اس کے اعمالِ صالحہ کی حقیقت اور اعمالِ سیئہ کا حال کھل کر سامنے آ جائے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یومِ قیامت کشفِ حقائق کا دن ہو گا اور ہر مجاز عین حقیقت بن جائے گا اور محشر میں مجردات بھی محسوسات کے لباس میں ملبوس ہوں گے۔ اعمال کے وزن کی صفت جو آج ہمارے قُویٰ کے لیے غیر محسوس ہے۔ وہ کل ہمارے لیے مُدرک ومحسوس ہو جائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے، جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ وہاں اعمالِ صالحہ کسی نورانی شکل وصورت میں تبدیل کر دیے جائیں اور اعمالِ سیئہ کسی ظلماتی شکل و ہیئت میں۔ نیکی کا پلہ بھاری ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اوپر اٹھ جائے گا۔ وہاں دنیا کی طرح معاملہ نہیں ہو گا کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے جھکتا ہے۔ بہرحال یہ سارے انتظامات بندوں کے مزید اطمینان کے لیے ہوں گے کہ کسی کا کوئی عذر نہ رہے۔ ورنہ اللہ رب العزت ذرّہ ذرّہ اور رائی بھر کے حساب سے علیم وخبیر خود ہی واقف وآگاہ ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے اور کل یومِ حساب اپنے نامۂ اعمال میں کیا لے کر آئے گا؟ درحقیقت اعمال کے میزان کا مرحلہ بندگانِ الٰہی کو اصلاح وفلاح کی طرف متوجہ کر رہا ہے۔

---

(۱) بيهقي، شعب الإيمان، ۱: ۲۶۳، رقم: ۲۸۱

ii. میزان میں کیا چیز تولی جائے گی؟

میزان میں کیا چیز تولی جائے گی؟ اس نکتے پر تین اقوال ہیں:

۱۔ اعمال تولے جائیں گے اور وہاں چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی وزن ہوگا۔

۲۔ عامل یعنی عمل کرنے والا بھی اعمال کے ساتھ تولا جائے گا اور نیک آدمی کا وزن زیادہ ہو جائے گا اور بُرے آدمی کا وزن کم ہوگا۔

۳۔ اعمال نامے تولے جائیں گے جن میں ہمارا ہر عمل تحریر ہوگا۔

پہلا قول: اَعمال تولے جائیں گے

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ میزان کے بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ اس میں اعمال اور اقوال تولے جائیں گے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح، ۵:۲۳۵۲، رقم: ۶۰۴۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والإستغفار، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، ۴:۲۰۷۲، رقم: ۲۶۹۴

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب (۶۰)، ۵:۵۱۲، رقم: ۳۴۶۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب فضل التسبيح، ۲:۱۲۵۱، رقم: ۳۸۰۶

۵۔ نسائي، السنن الكبرىٰ، ۶:۲۰۷، رقم: ۱۰۶۶۶

دو کلمات زبان پر (بہت) ہلکے پھلکے ہیں، ترازو میں (بہت) وزنی ہیں اور رحمان کو بہت پیارے ہیں (اور وہ کلمات یہ ہیں:) ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ﴾ (اللہ تعالیٰ پاک ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہایت عظمت والا ہے)۔

اس حدیث سے امام بخاری استدلال کرتے ہیں کہ روزِ قیامت میزان میں اقوال و کلمات اور اعمال تولے جائیں گے۔

۲۔ امام بخاری صحیح بخاری میں ''باب قول الله تعالىٰ: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾[1] کے تحت بیان کرتے ہیں کہ روزِ قیامت میزان میں بنی آدم کے اعمال اور اقوال کا وزن کیا جائے گا۔

۳۔ حضرت ابو مالک اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ ، أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ.[2]

طہارت نصف ایمان ہے، 'الحمد لله' کا کلمہ میزان کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے، 'سبحان الله والحمد لله' یہ دونوں کلمے یا یہ ایک جملہ زمین و آسمان کی تمام وسعتوں کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے۔

۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں: صحیح قول یہ ہے کہ روزِ قیامت اعمال ہی تولے

---

(۱) بخاري، الصحيح، ۶: ۲۷۴۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، ۱: ۲۰۳، رقم: ۲۲۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۴۲، رقم: ۲۲۹۵۳

۳۔ دارمي، السنن، كتاب الطهارة، باب ما جاء في الطهور، ۱: ۱۷۴، رقم: ۶۵۳

جائیں گے۔[1]

دوسرا قول: صاحبِ عمل کو تولا جائے گا

میزان کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں خود صاحبِ عمل کو تولا جائے گا۔ بہت ساری آیات و احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روزِ قیامت بندوں کو تولا جائے گا۔ واضح رہے کہ اس روز ان کا وزن ان کے اعمال کے حساب سے ہوگا نہ کہ ان کی جسامت کے حساب سے۔ جس کے نیک اعمال زیادہ ہوں گے اس کا وزن بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا اور جس کے اعمالِ بد زیادہ ہوں گے اس کا اتنا ہی وزن ہلکا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ، وَقَالَ: اقْرَءُوا: ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾.[2]

قیامت کے روز ایک بہت ہی لحیم شحیم آدمی (کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) پیش ہوگا۔ اتنا بھاری بھرکم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر فرمایا: یہ آیت پڑھو: ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْناً﴾ (پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن اور حیثیت ہی قائم نہیں کریں گے)۔

اس حدیثِ مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ روزِ قیامت میزان میں صاحبِ عمل کو ان کی نیکیوں کے حوالے سے تولا جائے گا۔

---

(۱) ابن حجر عسقلاني، فتح الباري شرح صحيح البخاري، ۱۳: ۵۳۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التفسير، باب أولئك الذين كفروا، ۴: ۱۷۵۹، رقم: ۴۴۵۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صفة الجنة والنار، ۴: ۲۱۴۷، رقم: ۲۷۸۵

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۶۹، رقم: ۱۹۲

تیسرا قول: کتبِ اعمال تولے جائیں گے

علماء کا ایک گروہ اس قول کو اختیار کیے ہوئے ہے کہ روزِ قیامت میزان میں کتبِ اعمال اور اقوال تولے جائیں گے۔ اس بارے میں وہ مشہور حدیثِ بطاقہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

۱۔ **إِنَّ اللهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا، كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ. ثُمَّ يَقُوْلُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، يَا رَبِّ. فَيَقُوْلُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، يَا رَبِّ. فَيَقُوْلُ: بَلٰى، إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. فَيَقُوْلُ: احْضُرْ وَزْنَكَ. فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ، مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ؟ فَقَالَ: إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ. قَالَ: فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللهِ شَيْءٌ.**[1]

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے میری امت کے ایک شخص کو چن کر الگ کر دے گا، پھر اُس کے سامنے گناہوں کے ننانوے دفتر کھولے جائیں گے۔ ہر

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۱۳، رقم: ۶۹۹۴

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الإيمان، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله، ۵: ۲۴، رقم: ۲۶۳۹

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة، ۲: ۱۴۳۷، رقم: ۴۳۰۰

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۶۱، رقم: ۲۲۵

دفتر انسان کی حدِّ نگاہ جتنا طویل ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے اس میں سے کسی (عمل) کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا؟ وہ عرض کرے گا: نہیں، اے میرے ربّ! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے ربّ! نہیں (کوئی عذر نہیں ہے)۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں، ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر کچھ ظلم نہیں ہوگا۔ پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر کلمۂ شہادت (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ) لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میزانِ عمل کے پاس حاضر ہو جا۔ وہ عرض کرے گا: اے اللہ! (گناہوں کے) ان دفتروں کے سامنے اس چھوٹے سے کاغذ کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: پھر ایک پلڑے میں (گناہوں کے) ننانوے دفتر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں کاغذ کا وہ پرچہ رکھا جائے گا۔ دفتروں کا پلڑا ہلکا ہوجائے گا جب کہ کاغذ (کا پلڑا) بھاری ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نام کی موجودگی میں کوئی چیز بھاری نہیں ہوتی۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تُوْضَعُ الْمَوَازِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُؤْتَى بِالرَّجُلِ، فَيُوْضَعُ فِي كِفَّةٍ، فَيُوْضَعُ مَا أُحْصِيَ عَلَيْهِ، فَتَمَايَلَ بِهِ الْمِيزَانُ، قَالَ: فَيُبْعَثُ بِهٖ إِلَى النَّارِ، فَإِذَا أُدْبِرَ بِهٖ إِذَا صَائِحٌ يَصِيْحُ مِنْ عِنْدِ الرَّحْمٰنِ، يَقُوْلُ: لَا تَعْجَلُوا، لَا تَعْجَلُوا، فَإِنَّهُ قَدْ بَقِيَ لَهُ، فَيُؤْتَى بِبِطَاقَةٍ فِيْهَا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَتُوْضَعُ مَعَ الرَّجُلِ فِي كِفَّةٍ، حَتّٰى يَمِيْلَ بِهِ الْمِيْزَانُ.[1]

روزِ قیامت ترازو رکھے جائیں گے (تاکہ اعمال نامے تولے جاسکیں) ایک شخص کو

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۲۱، رقم: ۷۰۶۶
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۸۲

لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، پھر اس کا اعمال نامہ لایا جائے گا تو گناہوں کا پلڑا بھاری پڑ جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (اس کے بعد) اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا جب اسے جہنم کی طرف موڑا جائے گا تو اچانک سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والی ذات (اللہ) کی بارگاہ سے ایک چیخنے والا چیخ چیخ کر کہہ رہا ہو گا: ٹھہرو جلدی نہ کرو جلدی نہ کرو اس شخص کے نامہ اعمال سے کچھ تولنا باقی ہے، پھر ایک کاغذ کا پرچہ لایا جائے گا جس میں کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' لکھا ہوگا۔ وہ اس شخص کے ساتھ پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، حتی کہ اس کا پلڑا جھک جائے گا۔''

ان تمام اقوال میں سب سے راجح قول یہ ہے کہ روزِ قیامت میزان میں اعمال نامے تولے جائیں، جن میں تمام نیکیوں اور برائیوں کا ریکارڈ درج ہوگا۔

iii. میزان میں اعمال میں سے سب سے بھاری عمل کون سا ہوگا؟

احادیثِ مبارکہ میں کثرت سے اعمال کے وزن کا ذکر کیا گیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ وہ کون سا عمل ہے جو میزان پر سب سے بھاری ہوگا؟

۱۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أَثْقَلُ شَيْءٍ فِي الْمِيزَانِ: الْخُلُقُ الْحَسَنُ.(۱)

میزان پر سب سے بھاری چیز حسنِ اخلاق ہوگا۔

ہماری زبانیں تو شب و روز گالی گلوچ، غیبت، چغل خوری، تہمت و بے حیائی اور لغو گفتگو میں مصروف رہتی ہیں۔ ہم میں اخلاق، عفو و درگزر، غصہ پی جانا، دوسروں پر خرچ کرنا، احسان کرنا اور محبت و پیار سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ استقبال کرنا، بھلا کہاں سے آئے۔ مومنین اور صالحین تو وہ تھے جو مظلوم کو دیکھ کر مدد کے لیے تیار ہو جاتے تھے، جو محتاج کو دیکھ لیتے، تو جب تک ان پر اپنا مال خرچ نہ کر دیتے تب تک انہیں نیند نہیں آتی تھی۔ ایسے

(۱) ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۳۰، رقم: ۴۸۱۔

صالحین کے چہرے روزِ قیامت چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

۲۔ حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، قَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُوْنَ فِي رُؤْيَتِهٖ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلَاةٍ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَافْعَلُوا.(۱)

ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ عنقریب تم اپنے رب کو اِسی طرح دیکھو گے جیسے اس چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اگر تم سورج طلوع ہونے سے پہلے (یعنی فجر کی) اور سورج غروب ہونے سے پہلے (یعنی مغرب کی) نماز پڑھنے سے مجبور نہ کر دیے جاؤ تو پڑھ لیا کرو۔

ربِ ذوالجلال جن کے چہروں کو قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی مانند منور اور خوب صورت فرما دے گا، تو وہ عزت و تکریم کے ساتھ فرشتوں کے جُھرمٹ میں جنت میں جائیں گے۔ اسی طرح صالح لوگوں کا ایک طبقہ آئے گا، جن کے چہرے روشن ستاروں کی طرح چمک رہے ہوں گے وہ بھی جنت میں جائیں گے۔

iv. مرحلۂ میزان سے متعلق چند مزید احادیثِ مبارکہ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب وجوہ یومئذ ناضرۃ إلی ربہا ناظرۃ، ۶:۲۷۰۳، رقم: ۶۹۹۷۔

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ۱:۴۳۹، رقم: ۶۳۳۔

متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب روزِ قیامت اعمال کا وزن ہوگا تو ان اعمال میں سب سے بھاری عمل حسنِ خلق ہوگا۔ واضح رہے کہ میزان کا حوالہ متعدد احادیث میں آیا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے میزان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے (ادباً) بیٹھ کر عرض کرنے لگا:

إِنَّ لِي مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِي وَيَخُوْنُوْنَنِي وَيَعْصُوْنَنِي وَأَشْتُمُهُمْ وَأَضْرِبُهُمْ، فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوْكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمُ اقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ، قَالَ: فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَعَلَ يَبْكِي وَيَهْتِفُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ a: أَمَا تَقْرَأُ كِتَابَ اللهِ: ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًاط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَاط وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَO﴾ [الأنبياء، ٢١: ٤٧]. فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللهِ، يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا أَجِدُ لِي وَلِهَؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ أُشْهِدُكَ أَنَّهُمْ أَحْرَارٌ كُلُّهُمْ.(۱)

یا رسول اللہ! میرے کچھ غلام ہیں، جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور میرا حکم نہیں مانتے۔ میں انہیں گالیاں دیتا ہوں اور مارتا ہوں؛ میں ان کے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۸۰، رقم: ۲۶۴۴۴
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الأنبياء، ۵:۳۲۰، رقم: ۳۱۶۵ (واللفظ له)
۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶:۳۷۷، رقم: ۸۵۸۶
۴۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰:۳۵۲

بارے میں کیسا ہوں؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں نے جو تمہارے ساتھ خیانت کی، تمہاری نافرمانی کی اور تم سے جھوٹ بولا اور جو تم نے انہیں سزا دی ان سب کا حساب ہوگا۔ اگر تیری سزا ان کے گناہوں کے برابر ہوگی، تو حساب برابر ہے، نہ تیرا ان کے ذمہ اور نہ ان کا تیرے ذمہ۔ اگر تیرا سزا دینا ان کے جرائم سے کم ہوگا تو تم بچ جاؤ گے۔ اگر ان کے گناہوں سے تیری سزا زیادہ ہوگی، تو اس زیادتی کے بارے میں تجھ سے بدلا لیا جائے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر وہ شخص ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور چلانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ فرمان نہیں پڑھا: ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝﴾ ’اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کے ترازو رکھ دیں گے سو کسی جان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا (تو) ہم اسے (بھی) حاضر کر دیں گے، اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔‘ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ان کو چھوڑ دینے سے زیادہ بہتر اپنے لیے اور ان کے لیے کوئی دوسری چیز نہیں پاتا۔ آپ گواہ رہیں کہ وہ تمام کے تمام آزاد ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے معاشرے کے دیگر لوگوں کے ساتھ معاملات کا حساب عدل و انصاف کے اُصولوں کے عین مطابق ہوگا۔ وہاں ہر زیادتی کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ خاص طور پر وہ لوگ جو ہمارے ماتحت ہیں، جن پر ہمیں نگران یا حکمران بنایا گیا ہے، اُن پر کی جانے والی رائی کے دانے برابر کی زیادتی بھی قابلِ گرفت ہوگی۔

۲۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ ہی بیان فرماتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

هَلْ يَذْكُرُ الْحَبِيْبُ حَبِيْبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَا عَائِشَةُ، أَمَّا عِنْدَ ثَلَاثٍ

فَـلَا، أَمَّا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتّٰى يَثْقُلَ أَوْ يَخِفَّ فَلَا، وَأَمَّا عِنْدَ تَطَايُرِ الْكُتُبِ، فَإِمَّا أَنْ يُعْطَى بِيَمِيْنِهِ أَوْ يُعْطَى بِشِمَالِهِ فَـلَا، وَحِيْنَ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ فَيَنْطَوِي عَلَيْهِمْ وَيَتَغَيَّظُ عَلَيْهِمْ وَيَقُوْلُ ذَلِکَ الْعُنُقُ: وُكِّلْتُ بِثَـلَاثَةٍ، وُكِّلْتُ بِثَـلَاثَةٍ، وُكِّلْتُ بِمَنِ ادَّعَى مَعَ اللهِ إِلَهًا آخَرَ، وَوُكِّلْتُ بِمَنْ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ، وَوُكِّلْتُ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، قَالَ: فَيَنْطَوِي عَلَيْهِمْ وَيَرْمِي بِهِمْ فِي غَمَرَاتٍ.(۱)

کیا قیامت کے دن دوست اپنے دوست کو یاد رکھے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تین مقامات پر کوئی (دنیاوی دوست) کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔ میزان کے پاس چاہے وہ بھاری ہو یا ہلکا، اعمال نامے تھمائے جانے کے وقت، چاہے وہ دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں یا بائیں ہاتھ میں، اس وقت بھی دوست اپنے دوست کو یاد نہیں رکھے گا جب آگ سے گردن نما شعلہ (یا آگ سے بنا ایک طویل شخص) نکلے گا اور وہ لوگوں سے لپٹ جائے گا، وہ اُن پر (ان کے برے اعمال کے سبب) غضب ناک ہو گا اور وہ کہے گا: مجھے تین اُمور سونپے گئے ہیں، مجھے تین اُمور سونپے گئے ہیں، مجھے وہ شخص سونپا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود ٹھہراتا ہے اور وہ شخص سونپا گیا ہے جو یوم آخرت پر ایمان نہ لایا اور مجھے ہر ظالم جابر اور ہٹ دھرم شخص سونپا گیا ہے (کہ میں ان کو عذاب دوں)۔ وہ گردن نما شعلہ ایسے لوگوں سے لپٹ جائے گا اور انہیں جہنم کے آگ سے بھرے گڑھوں میں پھینک دے گا۔

روزِ قیامت دنیا کی دوستیاں کام نہیں آئیں گے، لیکن اہل اللہ کی دوستیاں وہاں بھی کام آئیں گی اور ان مواقع پر بھی حضور نبی اکرم ﷺ، آپ ﷺ کے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاء عظام شفاعت فرمائیں گے۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۱۰، رقم: ۲۴۸۳۷

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۵۸

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں:

يُحَاسَبُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَتْ حَسَنَاتُهُ أَكْثَرَ مِنْ سَيِّئَاتِهِ بِوَاحِدَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ كَانَتْ سَيِّئَاتُهُ أَكْثَرَ مِنْ حَسَنَاتِهِ بِوَاحِدَةٍ دَخَلَ النَّارَ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰئِکَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ○﴾ [الأعراف، ۷/۸-۹]، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْمِيْزَانَ يَخِفُّ بِمِثْقَالِ حَبَّةٍ وَيَرْجَحُ، قَالَ: وَمَنِ اسْتَوَتْ حَسَنَاتُهُ وَسَيِّئَاتُهُ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْأَعْرَافِ. (۱)

روزِ قیامت لوگوں کا حساب کیا جائے گا۔ جس آدمی کے گناہوں سے ایک نیکی بھی زائد ہوگی وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کی نیکیوں سے ایک گناہ بھی زائد ہوا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰئِکَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ○﴾ 'پس جن کے پلڑے (زیادہ اعمال کے باعث) بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے (اعمال کا وزن نہ ہونے کے باعث) ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔' پھر حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: میزان ایک دانے کے وزن سے بھی ہلکا یا بھاری ہو جائے گا۔ پھر فرمایا: جس کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے وہ اعراف والوں میں شامل ہوگا۔

---

(۱) ۱۔ ابن مبارك، الزهد، ۲: ۱۲۳-۱۲۴، رقم: ۴۱۱
۲۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۲: ۲۱۸
۳۔ طبري، جامع البيان عن تأويل أي القرآن، ۸: ۱۹۰-۱۹۱

میزان میں ہر ایک کے اعمال نہیں تولے جائیں گے، کچھ ایسے بھی ہوں گے جو بغیر حساب داخلِ جہنم ہوں گے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے، جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ بصورت دیگر اگر ہر شخص کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ بعض پر اپنے کرم سے محاسبہ نہیں فرمائے گا، جس کا محاسبہ فرمائے گا اس پر عذاب ہو گا۔ جس شخص کے پاس کوئی نیکی نہیں ہو گی اس کا سرِ عام محاسبہ کرنے کے لیے اعمال کا وزن ہو گا۔ اعمال کا وزن کرنے سے عذاب اور مغفرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے۔ جیسا کہ امام قرطبی نے روایت بیان کی ہے۔

۴۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تُنْصَبُ الْمَوَازِينُ فَيُؤْتَى بِأَهْلِ الصَّدَقَةِ فَيُوَفَّوْنَ أُجُوْرَهُمْ بِالْمَوَازِيْنِ، وَكَذَالِكَ الصَّلَاةِ وَالْحَجِّ، وَيُؤْتَى بِأَهْلِ الْبَلَاءِ فَلَا يُنْصَبُ لَهُمْ مِيزَانٌ، وَلَا يُنْشَرُ لَهُمْ دِيْوَانٌ، وَيُصَبُّ عَلَيْهِمُ الْأَجْرُ بِغَيْرِ حِسَابٍ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝﴾ [الزمر، ۳۹: ۱۰]، حَتّٰى يَتَمَنَّى أَهْلُ الْعَافِيَةِ فِي الدُّنْيَا أَنَّ أَجْسَادَهُمْ تُقْرَضُ بِالْمَقَارِيضِ مِمَّا يَذْهَبُ بِهِ أَهْلُ الْبَلَاءِ مِنَ الْفَضْلِ. (۱)

موازین نصب کیے جائیں گے، صدقہ کرنے والوں کو لایا جائے گا اور انہیں ترازو پر ان کے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ اسی طرح نمازیوں اور حاجیوں کو لایا جائے گا اور انہیں ان کے اعمال کے مطابق اجر دیا جائے گا۔ لیکن جب اہلِ مصائب و آلام (اولیاء و صالحین) کو لایا جائے گا، تو نہ ان کے لیے میزان نصب کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے لیے اعمال کے دفتر کھولے جائیں گے۔ انہیں بلا حساب اجر عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝﴾ 'بلا شبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب انداز سے پورا کیا جائے

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۵: ۲۴۱

گا‘۔ یہاں تک کہ آزمائشوں میں رہنے والوں کو ملنے والا فضل و کرم دیکھ کر دنیا میں عافیت سے رہنے والے لوگ یہ آرزو کریں گے کہ (کاش دنیا میں) ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا (تاکہ وہ بھی اسی عظیم اجر کے مستحق ٹھہرتے)۔

۷۔ مرحلۂ صراط

قیامت کے روز مرحلۂ میزان کے بعد پل صراط کا مرحلہ آئے گا۔ یومِ قیامت کے تمام مراحل میں سب سے زیادہ نازک مرحلہ پل صراط ہی کا ہے۔ صراط سے مراد وہ پل ہے جو کہ جہنم کے اُوپر رکھا جائے گا۔ یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہو گا۔ تمام لوگوں کو اس کے اوپر سے گزرنے کا حکم ہو گا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اس کے نیک بندوں کے شاملِ حال ہو گی۔ صالحین و مومنین اس پُل سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے نور مقرر فرما دے گا، جو ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے حرکت کرے گا اور وہ اس کی روشنی میں پل صراط سے آسانی سے گزر جائیں گے۔ گناہ گار مومنین اس پل پر موجود نوکیلے کانٹوں سے زخمی ہوں گے، لیکن وہ بھی بالآخر اس پر سے گزر ہی جائیں گے۔ جبکہ نافرمانوں، مشرکین، منافقین اور کفار کو یہ پل اوندھے منہ جہنم میں گرا دے گا۔

(۱) مرحلۂ صراط (قرآن کی روشنی میں)

۱۔ اللہ رب العزت نے سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ○ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ○ (۱)

اور تم میں سے کوئی شخص نہیں ہے مگر اس کا اس (دوزخ) پر سے گزر ہونے والا ہے یہ (وعدہ) قطعی طور پر آپ کے رب کے ذمہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا ○ پھر ہم

(۱) مریم، ۱۹: ۷۱-۷۲

پرہیزگاروں کو نجات دے دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

اکابر مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ میں لفظ وَارِدُهَا سے مراد صراط لیا ہے اور بے شک یہ جہنم پر پھیلا ہوا ہوگا۔(۱)

واضح رہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے، جو اس دوزخ کے اوپر یعنی پل صراط کے ذریعے گزرنے والا نہیں ہے، یہ اللہ کا قطعی وعدہ ہے۔ اُس دن پل صراط سے گزرتے ہوئے پرہیزگاروں کو نجات دی جائے گی اور ظالم گناہ گاروں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے چھوڑ دیا جائے گا۔

اولیاء، صلحاء، مومنین، متقین اور صالحین جنہوں نے اپنی زندگیاں اللہ کی بندگی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی تابع داری میں بسر فرمائی ہوں گی اور جنہوں نے اس دنیا پر آخرت کو مقدم رکھا ہوگا، جب وہ اس پل سے گزریں گے تو نور سے اجالا ہو جائے گا اور جب منافق ظالم، گناہ گار اور مجرم لوگ گزریں گے تو وہاں ہر سو گھپ اندھیرا ہو جائے گا۔

۲۔ سورۃ الحدید میں ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ. (۲)

(اے حبیب!) جس دن آپ (اپنی امّت کے) مومن مَردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب تیزی سے چل رہا ہوگا (اور اُن سے کہا جائے گا) تمہیں آج بشارت ہو۔

اُس دن اللہ تعالیٰ کے صالح، وفادار اور تابع بندوں کے آگے اور دائیں طرف نور

---

(۱) قسطلاني، المواهب اللدنية، ۳:۴۶۴

(۲) الحديد، ۵۷:۱۲

دوڑتا ہو گا، وہ نور میں سفر کریں گے جبکہ بے عمل اور نافرمان دنیا کے فتنوں، زینت و تفاخر میں مبتلا رہنے والے، مالِ دنیا جمع کرنے اور اولاد و طاقت پر ایک دوسرے پر اترانے والے نور سے محروم رہیں گے۔ وہ جب اندھیرے میں چلیں گے؛ وہاں پھسلیں گے؛ قدم قدم پر لڑکھڑائیں گے اور دوزخ میں گرنے لگیں گے، تو وہ بے ساختہ پکاریں گے۔

۳۔ قرآن مجید نے ان کی پکار کا ذکر یوں کیا ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝[1]

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ذرا ہم پر (بھی) نظرِ (التفات) کر دو، ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، ان سے کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے پلٹ جاؤ اور (وہاں جا کر) نور تلاش کرو (جہاں تم نور کا انکار کرتے تھے)، تو (اسی وقت) ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندر کی جانب رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جانب اُس طرف سے عذاب ہوگا۝

وہ مومنین کو پکاریں گے کہ کچھ نظرِ کرم ہم پر بھی ڈال دیں تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حصہ لے لیں۔ آواز آئے گی کہ یہ نور یہاں نہیں ملے گا بلکہ یہ تو دنیا سے کما کر لانا تھا، جو تم کما کر نہیں لا سکے۔ اس طرح پل صراط سے گزرنے والے لوگ اپنے اپنے حالات اور اعمال کے مطابق گزریں گے۔

۴۔ یومِ قیامت مومنین کے لیے مقرر کردہ اسی نور کا تذکرہ درج ذیل آیات مبارکہ میں بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) الحدید، ۵۷: ۱۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (۱)

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ (اپنے) نبی (ﷺ) کو اور اُن اہلِ ایمان کو جو اُن کی (ظاہری یا باطنی) معیّت میں ہیں رسوا نہیں کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں طرف (روشنی دیتا ہوا) تیزی سے چل رہا ہوگا وہ عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرمادے، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے ○

ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے:

يُؤْتَوْنَ نُوْرَهُمْ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ، يَمُرُّونَ عَلَى الصِّرَاطِ، مِنْهُمْ مَنْ نُوْرُهُ مِثْلُ الْجَبَلِ، وَمِنْهُمْ مَنْ نُوْرُهُ مِثْلُ النَّخْلَةِ، وَأَدْنَاهُمْ نُوْرًا مَنْ نُوْرُهُ عَلٰى إِبْهَامِهِ يُطْفَأُ مَرَّةً وَيُوْقَدُ أُخْرَى. (۲)

تمام مومنین کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا کیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ پل صراط سے گزر جائیں گے: ان میں کچھ وہ ہوں گے جن کا نور پہاڑ جتنا ہوگا، کچھ وہ

---

(۱) التحريم، ۶۶: ۸

(۲) ۱۔ ابن أبي حاتم، تفسير ابن أبي حاتم، ۱۰: ۳۳۳۶

۲۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۵۶

ہیں جن کا نور کھجور کے درخت جتنا ہو گا اور ان میں سب سے تھوڑا نور اس کا ہو گا جس کا نور صرف اس کے انگوٹھے پر ہو گا، جو کبھی روشن ہو جائے گا اور کبھی بجھ جائے گا۔

۞ **احادیث مبارکہ** میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ روزِ قیامت مومنین کو نور عطا کیا جائے گا، جس کی روشنی میں وہ تمام مراحل میں کامیابی سے گزر جائیں گے۔

۱۔ حضرت بریدہ اسلمی ﷺ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۱)

تاریکی میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو خوش خبری دے دو کہ انہیں روزِ قیامت اس اندھیرے کے بدلے مکمل نور عطا کیا جائے گا۔

لہٰذا پل صراط پر ہر مومن اپنے ایمان کے نور کی روشنی میں گزرے گا اور ان کے نور کی قوت ان کے ایمان کی قوت کے مطابق ہو گی۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَيَرْفَعُوْنَ رُءُوْسَهُمْ فَيُعْطِيْهِمْ نُوْرَهُمْ عَلٰى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُعْطَى نُوْرَهُ مِثْلَ الْجَبَلِ الْعَظِيْمِ، يَسْعَى بَيْنَ يَدَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُعْطَى نُوْرَهُ

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب ما جاء في المشي إلى الصلاة في الظلام، ۱: ۱۵۴، رقم: ۵۶۱
۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل العشاء والفجر في الجماعة، ۱: ۴۳۵، رقم: ۲۲۳
۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب المساجد والجماعات، باب المشي إلى الصلاة، ۱: ۲۵۷، رقم: ۷۸۱

أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُعْطَى نُوْرًا مِثْلَ النَّخْلَةِ بِيَمِيْنِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُعْطَى نُوْرًا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ، حَتّٰى يَكُوْنَ رَجُلًا يُعْطَى نُوْرَهُ عَلٰى إِبْهَامِ قَدَمِهِ يُضِيءُ مَرَّةً، وَيَفِيءُ مَرَّةً، فَإِذَا أَضَاءَ قَدَّمَ قَدَمَهُ فَمَشٰى، وَإِذَا طُفِئَ قَامَ. (۱)

وہ اپنا سر اٹھائیں گے، سو انہیں ان کا نور ان کے اعمال کے مطابق عطا کیا جائے گا۔ ان میں کچھ وہ ہوں گے جنہیں پہاڑ کے برابر نور عطا کیا جائے گا اور وہ نور ان کے آگے آگے چلے گا، کچھ وہ ہوں گے جنہیں اس سے ذرا کم نور عطا کیا جائے گا، ان میں کچھ وہ ہوں گے جنہیں دائیں جانب کھجور کے درخت کے برابر نور عطا کیا جائے گا، کچھ وہ ہوں گے جنہیں اس سے بھی کم نور عطا کیا جائے گا، حتیٰ کہ ان میں ایک شخص ایسا بھی ہو گا جسے اس کے پاؤں کے انگوٹھے پر نور عطا کیا جائے گا جو کبھی روشن ہو گا اور کبھی بجھ جائے گا، جب وہ روشن ہو گا تو وہ قدم بڑھا کر اس کی روشنی میں قدم بڑھا کر چلے گا اور جب وہ بجھ جائے گا تو وہ وہیں رک جائے گا۔

۳۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ يُضِيءُ نُوْرُهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى عَدَنٍ أَوْ بَيْنَ صَنْعَاءَ، فَدُوْنَ ذٰلِکَ، حَتّٰى إِنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ يُضِيءُ نُوْرُهُ مَوْضِعَ قَدَمَيْهِ. (۲)

مومنین میں سے کچھ وہ ہوں گے جن کا نور مدینہ منورہ سے لے کر عدن تک روشنی

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹: ۳۵۹، رقم: ۹۷۶۳
۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۶۳۳، رقم: ۸۷۵۱
۳۔ مروزي، تعظيم قدر الصلاة، ۱: ۲۹۹، رقم: ۲۷۸
۴۔ ابن أبي العز الحنفي، شرح العقيدة الطحاوية: ۴۶۹-۴۷۰

(۲) ۱۔ طبري، جامع البيان، ۲۷: ۲۲۲
۲۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۵۶

دے رہا ہوگا یا مدینہ سے صنعاء کے درمیان (جتنے فاصلے تک) روشنی پھیلا رہا ہوگا۔ اور کچھ کا نور اس سے کم جگہ کو روشن کر رہا ہوگا۔ یہاں تک کہ بعض مومن ایسے بھی ہوں گے کہ جن کا نور صرف ان کے قدموں کی جگہ ہی روشن کر رہا ہوں گا۔

(۲) مرحلۂ صراط (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں)

احادیثِ مبارکہ میں پل صراط کا ذکر بکثرت موجود ہے۔ اس حوالے سے چند ایک احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ يُؤْتَى بِالْجَسْرِ فَيُجْعَلُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ، قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا الْجَسْرُ؟ قَالَ: مَدْحَضَةٌ مَزِلَّةٌ عَلَيْهِ خَطَاطِيْفُ وَكَلَالِيْبُ وَحَسَكَةٌ مُفَلْطَحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ عُقَيْفَاءُ تَكُونُ بِنَجْدٍ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ، الْمُؤْمِنُ عَلَيْهَا كَالطَّرْفِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيحِ وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ، فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَنَاجٍ مَخْدُوْشٌ وَمَكْدُوْسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَمُرَّ آخِرُهُمْ يُسْحَبُ سَحْبًا. (۱)

پل صراط کو لا کر جہنم کی پشت پر رکھ دیا جائے گا۔ ہم عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! پل صراط کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پھسلنے اور گرنے کی جگہ ہے، اس پر کانٹے اور آنکڑے (تبرے)، چوڑے کیل ہیں، جو نجد کے ٹیڑھے کانٹوں کی طرح ہیں، جنہیں سعدان بھی کہا جاتا ہے۔ مومن اس کے اوپر سے آنکھ (پلک) جھپکنے کی طرح یا بجلی کی طرح یا ہوا کی طرح اور تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور دیگر سواریوں کی طرح

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی وجوہ یومئذ ناضرۃ، ۶:۲۷۰۶، رقم: ۷۰۰۱

۲۔ ابن مندہ، الإیمان، ۲:۸۰۱

گزر جائیں گے۔ بعض تو بخیر و عافیت گزر جائیں گے اور بعض اعضا سے محروم ہو کر اور بعض زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے۔ یہاں تک کہ آخری شخص رینگتا ہوا اِس پر سے گزرے گا۔

۲۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَتُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، فَيَمُرُّ أَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ: قُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرْفَةِ عَيْنٍ؟ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ، ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ، وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ، وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ: رَبِّ، سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيءَ الرَّجُلُ فَلَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا، قَالَ: وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُوْرَةٌ بِأَخْذِ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَمَكْدُوْسٌ فِي النَّارِ. (۱)

امانت اور صلہ رحمی کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں اور بائیں کھڑی ہو جائیں گی۔ تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا، صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس چیز کو بجلی سے تشبیہ دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف غور سے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار، ۱: ۱۸۷، رقم: ۱۹۵
۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۶۳۱، رقم: ۸۷۴۹
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۱۱: ۸۱، رقم: ۶۲۱۶
۴۔ ابن منده، الإيمان، ۲: ۸۵۴، رقم: ۸۸۳

نہیں دیکھا وہ کس تیزی کے ساتھ پلک جھپکنے میں گزر جاتی ہے (اس برق رفتاری سے مومن گزرے گا)۔ پھر کچھ لوگ آندھی کی طرح گزر جائیں گے، اس کے بعد (کچھ لوگ) پرندوں کی سی رفتار سے گزریں گے۔ کچھ آدمیوں کے دوڑنے کی طرح گزریں گے اور ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی، تمہارے نبی (ﷺ) پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے اے میرے رب! انہیں سلامتی کے ساتھ گزار دے، انہیں سلامتی کے ساتھ گزار دے، پھر ایک وقت آئے گا کہ بندوں کے اعمال (کم ہونے کی وجہ سے) انہیں (پل صراط سے گزرنے سے) عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں رہے گی۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو گھسٹتے ہوئے (پل صراط سے) گزریں گے اور پل صراط کے دونوں جانب (لوہے کے) کانٹے لٹکے ہوں گے۔ جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اسے یہ پکڑ لیں گے۔ بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان میں الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

پل صراط سے گزرنے والے مختلف درجات کے لوگ ہوں گے۔ ان میں کچھ انبیاء، صدیقین، اولیاء، صالحین اور مومنین ہوں گے۔ ہر کوئی اپنے اعمال کی طاقت اور تقویٰ کی قوت سے پل صراط کو پار کرے گا۔ کچھ لوگ پلک جھپکتے، کچھ تیز رفتار آندھی کی طرح، کچھ بجلی کی کڑک کی طرح، کچھ گھوڑوں کی طرح دوڑتے ہوئے پار کر جائیں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو پاؤں کے بل چلتے چلتے تھک کر گر جائیں گے۔ کچھ لوگ پیٹ کے بل اپنے آپ کو گھسیٹ کر لے جا رہے ہوں گے۔ اس دن پل صراط جو دوزخ کے اوپر بنایا ہوگا۔ اس کے دونوں اطراف امرِ الٰہی سے خار دار سخت لوہے کی تاریں بچھائی ہوں گی اُن میں کانٹے اور کیل ہوں گے۔ حکم ہو گا جو ظالم، گناہ گار، فاسق، فاجر، نافرمان اور آخرت کو بھولے ہوئے ہیں وہ گھسیٹتے ہوئے چلیں کانٹوں اور کیلوں کو حکم ہوگا کہ انہیں چبھ جائیں اور ان کے عضو کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے اور کئی پھسل کر دوزخ میں گر جائیں گے۔

اس طرح مختلف اعمالِ صالحہ کو بھی پل صراط کے دائیں بائیں کھڑا کر دیا جائے گا۔

جس شخص نے پوری زندگی امانت و دیانت میں گزاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی سچی پاس داری کی ہوگی۔ جس کی پوری زندگی رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی، صلہ رحمی، عفو و درگذر اور اعمالِ صالحہ بجا لانے میں بسر ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان اعمالِ صالحہ کو پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا تاکہ وہ ان نیک صالح بندوں کو پل صراط عبور کرنے میں مدد دیں۔ حضرت ابو سعید خدری ؓ پل صراط کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَّ الْجِسْرَ أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَةِ وَأَحَدُّ مِنَ السَّيْفِ. (۱)

پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال کے برابر چوڑائی والے پل صراط پر سے گزرنا ہوگا۔ یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جنھوں نے اُس پل صراط سے گزرنے کا سامان کیا ہوا ہے؟ ہمیں تو دنیا کے مال و متاع نے مغرور، اندھا کر رکھا ہے۔ واضح رہے کہ اصل زندگی یہ نہیں جسے ہم گزار رہے ہیں بلکہ حقیقی زندگی تو مرنے کے بعد آنے والی ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم حیاتِ جاوداں سے بے خبر بھی ہیں اور بے شعور بھی۔ موت کے بعد جب برزخ کی زندگی آئے گی تو تب پتہ چلے گا کہ جس زندگی کی خاطر جانے کیا کیا پاپڑ بیلے تھے، وہ تو ایک دن کی شام کے برابر تھی اصل دن تو اب طلوع ہوا ہے۔

جب پچاس ہزار سال کے دورانیے پر مشتمل قیامت کے دن کا ظہور ہوگا تو اس دن خیال آئے گا کہ یہ دنیاوی زندگی جس نے ہمیں برباد کر رکھا ہے، جسے ہم سب کچھ سمجھ کر اس میں فنا ہو گئے ہیں، یہ زندگی نہیں بلکہ یہ تو محض ایک دھوکہ اور دو گھڑی کا کھیل تماشہ ہے۔

۳۔ حضرت ابو زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے لوگوں نے پُل

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الأيمان، باب معرفة طريق الرؤية، ۱:۱۷۰، رقم: ۱۸۳۔

صراط پر سے گزرنے کے متعلق پوچھا کہ اس وقت لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ حضرت جابر ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ قیامت کے روز ایک اونچے ٹیلے پر آئیں گے جو اونچائی میں باقی امتوں سے اونچا ہوگا، پھر فرمایا:

فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلُ، فَالْأَوَّلُ ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقُولُ: مَنْ تَنْظُرُونَ؟ فَيَقُولُونَ: نَنْظُرُ رَبَّنَا. فَيَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ. فَيَقُولُونَ: حَتَّى نَنْظُرَ إِلَيْكَ. فَيَتَجَلَّى لَهُمْ يَضْحَكُ، قَالَ: فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ وَيَتَّبِعُونَهُ وَيُعْطَى كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ، مُنَافِقٍ أَوْ مُؤْمِنٍ، نُورًا. ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ. وَعَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ وَحَسَكٌ. تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللهُ ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ ثُمَّ يَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ، ثُمَّ كَذَلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَشْفَعُونَ حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ وَيَجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ يَرُشُّونَ عَلَيْهِمُ الْمَاءَ حَتَّى يَنْبُتُوا نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حُرَاقُهُ ثُمَّ يَسْأَلُ حَتَّى تُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهَا مَعَهَا. (۱)

تمام اُمتوں کو علی الترتیب ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا: تم کسے دیکھنا چاہتے ہو؟ مومنین کہیں گے اے ہمارے رب! ہم تجھے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ رب العزت اپنی شان کے مطابق مسکراتا ہوا جلوہ افروز ہوگا۔ حضرت جابر ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ اپنی شان کے

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۷۷، رقم: ۱۹۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۴۵، رقم: ۱۴۷۶۳

لائق چل پڑے گا اور تمام لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور ہر شخص کو ایک ایک نور ملے گا خواہ وہ مومن ہو یا منافق۔ لوگ اس کے نور کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ پل صراط پر کانٹے اور لوہے کے کُنڈے ہوں گے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ کانٹے پکڑ لیں گے۔ پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پا جائیں گے۔ نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ ہو گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے ان کے چہرے سب سے زیادہ روشن ستارے کی مانند ہوں گے۔ اس کے بعد شفاعت کا مرحلہ شروع ہو گا۔ صلحاء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ طیبہ پڑھا ہو گا اور جَو کے دانے کے برابر بھی کوئی نیکی کی ہو گی تو اسے بھی دوزخ سے نکال کر جنت کے سامنے ڈال دیا جائے گا۔ پھر جنت والے ان پر پانی کے چھینٹے ماریں گے جس سے وہ اس طرح تر و تازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی مٹی میں سے ہرا بھرا دانہ نکل آتا ہے۔ ان پر سے جلن کے آثار جاتے رہیں گے۔ پھر ان سے ان کی خواہش پوچھی جائے گی اور انہیں جنت میں دنیا سے دس گنا زائد علاقہ دے دیا جائے گا۔

۴۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتَقَادَعُ بِهِمْ جَنَبَتَا الصِّرَاطِ تَقَادُعَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ. (۱)

روزِ قیامت لوگوں کو پل صراط پر سوار کیا جائے گا، پس پل صراط انہیں اس طرح گرائے گا جیسے پروانے آگ میں پے در پے گرتے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۳، رقم: ۱۹۵۴۴
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۹، رقم: ۳۴۱۹۳
۳۔ بزار، المسند، ۹: ۱۲۳، رقم: ۳۶۷۱

یاد رہے کہ وہاں انسان کی کوئی چستی، چالاکی پھرتی اور مہارت کام نہیں آئے گی۔ وہاں بندے کے لیے صرف اور صرف بندگی، حضور ﷺ کی تابع داری اور وفاداری کام آئے گی۔

قیامت کے ہولناک مناظر، سختیوں اور تکلیفوں میں بھی حضور شافع محشر ﷺ اپنی اُمت کے گناہ گاروں کی شفاعت کے لیے مختلف مقامات پر تشریف لے جائیں گے۔ آپ کی شفاعت سے گناہ گار اُمتی ان تکلیف دہ مراحل سے نجات پائیں گے۔

۵۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے دن شفاعت کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَا فَاعِلٌ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَأَيْنَ أَطْلُبُکَ؟ قَالَ: اطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ، قَالَ: قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَکَ عَلَى الصِّرَاطِ؟ قَالَ: فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيزَانِ، قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَکَ عِنْدَ الْمِيزَانِ؟ قَالَ: فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْحَوْضِ، فَإِنِّي لَا أُخْطِءُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ. (۱)

میں شفاعت کرنے والا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں آپ کو پل صراط پر نہ مل سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا میں نے عرض کیا: اگر میں میزان کے پاس بھی آپ سے نہ مل سکوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میری تم سے میزان پر بھی ملاقات نہ ہو سکے تو پھر میں حوضِ کوثر کے پاس ہوں گا اور میں ان تین مقامات سے ادھر ادھر نہیں ہوں گا۔

رسولِ مکرم حضرت محمد ﷺ نے واضح فرما دیا کہ پہلی جگہ جہاں تم مجھے تلاش کرنا وہ پل

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۸، رقم: ۱۲۸۴۸

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الصراط، ۴: ۶۲۱، رقم: ۲۴۳۳

صراط ہو گی۔ میں وہاں کھڑا اپنی امت کا وہاں سے گزرنا دیکھ رہا ہوں گا۔ اندازہ کیجیے کہ آقا ﷺ کے قلبِ اطہر پر کیا بیت رہی ہو گی۔ جب گناہ گار امتی کو زخمی ہو کر گھسٹتے ہوئے دوزخ میں گرتا دیکھ رہے ہوں گے؟ ہمیں قبل از وقت اس لیے سب کچھ بتا دیا گیا ہے کہ ہم حضور کے قلبِ اطہر کی پریشانی کا ہی خیال کر لیں کہ حضور ﷺ دکھی نہ ہوں۔ اس کے بعد عرض کیا آقا ﷺ اگر پل صراط پر آپ سے نہ مل سکوں تو پھر میں کہاں تلاش کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر میزان کے پاس کھڑا ہوں گا، جہاں میری امت کے اعمال تولے جا رہے ہوں۔ تصور کیجیے کہ آقا ﷺ کا اس وقت حال کیا ہو گا، جب دیکھ رہے ہوں گے کہ امتی کے نامۂ اعمال میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گا اور حکم ہو رہا ہو گا کہ اس ظالم کو دوزخ کی آگ میں پھینک دو۔ اندازہ کیجیے کہ اس وقت آقا ﷺ کے قلبِ مبارک پر کیا بیتے گی۔ پھر عرض کیا: آقا ﷺ اگر میزان پر بھی نہ پاؤں تو پھر کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: پھر حوضِ کوثر پر دیکھنا، جب میری امت پیاسی ہو گی تو میں اُنہیں حوض کوثر سے جام بھر بھر کر پلا رہا ہوں گا اور فرمایا: ان تین جگہوں کو چھوڑ کر میں کہیں اور نہیں جاؤں گا۔ یہ امر یاد رہنا چاہیے کہ جس مقام پر شفاعت ہونی ہے وہاں شفاعت ہو گی، جن جگہوں پر شفاعت نہیں اعمال کی باز پرس سے گزرنا ہے وہاں اعمال کام آئیں گے اور جہاں پیشی ہونی ہے وہاں پیشی ہو گی۔ واضح رہے کہ یہ قیامت کے دن کے مختلف مراحل ہیں۔ وہاں ہر کام عین اپنے اپنے وقت پر ہو گا۔ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کے ساتھ ساتھ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، فرشتے اور شہدا بھی شفاعت کریں گے۔

۶۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتَقَادَعُ بِهِمْ جَنَبَةُ الصِّرَاطِ، تَقَادُعَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ، قَالَ فَيُنْجِي اللهُ تَبَارَکَ وَتَعَالَى بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ، قَالَ: ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالشُّهَدَاءِ أَنْ يَشْفَعُوا،

فَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ وَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ وَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ، وَزَادَ عَفَّانُ مَرَّةً، فَقَالَ أَيْضًا: وَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مَا يَزِنُ ذَرَّةً مِنْ إِيمَانٍ.(۱)

روزِ قیامت لوگوں کو پل صراط پر سوار کیا جائے گا، پل صراط انہیں اس طرح گرائے گا جیسے پروانے آگ میں پے در پے گرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس دن جسے اللہ چاہے گا اپنی رحمت سے نجات عطا فرمائے گا پھر فرشتوں، نبیوں اور شہداء کو اذنِ شفاعت دیا جائے گا۔ وہ شفاعت کریں گے اور لوگوں کو آگ سے نکالیں گے پھر شفاعت کریں گے اور لوگوں کو آگ سے نکالیں گے پھر شفاعت کریں گے اور لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں گے اور حضرت عفان نے اس بات کا بھی اضافہ کیا یہ بھی فرمایا کہ وہ لوگ بارگاہ الٰہی میں شفاعت کریں گے اور وہ وقت بھی آئے گا جب وہ ہر اس شخص کو بھی آگ سے نکال لیں گے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔

۷۔ حضرت عبد اللہ بن سلام ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انبیاء کو جمع کرے گا اور اسی طرح تمام اُمتوں کو جمع کرے گا پھر پل صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا:

أَيْنَ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ؟ فَيَقُوْمُ نَبِيُّ اللهِ ﷺ وَتَتْبَعُهُ أُمَّتُهُ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ يَطْمِسُ اللهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهِ، فَتَهَافَتُوْا فِي النَّارِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، وَيَمْضِي النَّبِيُّ ﷺ وَالصَّالِحُونَ مَعَهُ، فَتَلَقَّاهُمُ

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۳، رقم: ۱۹۵۴۴
۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۹، رقم: ۳۴۱۹۳
۳۔ بزار، المسند، ۹: ۱۲۳، رقم: ۳۶۷۱
۴۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۰۳، رقم: ۸۳۷

الْمَلَائِكَةُ رُتَبًا؛ يَدُلُّوْنَهُمْ عَلٰى طَرِيْقِ الْجَنَّةِ، عَلٰى يَمِينِكَ، عَلَى شِمَالِكَ، حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى رَبِّهٖ فَيُوْضَعُ لَهٗ كُرْسِيٌّ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ، ثُمَّ يَتْبَعُهٗ عِيْسَى عَلٰى مِثْلِ سَبِيْلِهٖ، وَيَتْبَعُهٗ بَرُّهَا وَفَاجِرُهَا، حَتّٰى إِذَا كَانُوا عَلَى الصِّرَاطِ طَمَسَ اللهُ أَبْصَارَ أَعْدَائِهٖ، فَتَهَافَتُوا فِي النَّارِ يَمِينًا وَشِمَالًا. (۱)

محمد ﷺ اور اس کی اُمت کہاں ہیں؟ آپ ﷺ کھڑے ہو جائیں گے اور ہر ایک اچھا اور برا امتی بھی آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے گا، یہاں تک کہ وہ ابھی پل صراط پر ہی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دشمنوں کی آنکھوں کو اندھا کر دے گا۔ وہ تمام (دشمن) لوگ جہنم میں دائیں بائیں گرنے لگیں گے، لیکن آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ تمام صالحین باحفاظت اس پر سے گزر جائیں گے۔ پھر انہیں ہر ایک کے مرتبہ کے مطابق فرشتے مل جائیں گے جو انہیں جنت کا رستہ دکھائیں گے (کسی کو کہیں گے کہ جنت) تمہاری دائیں جانب سے (ادھر چلو)، کسی کو کہیں گے کہ تمہاری بائیں جانب ہے (ادھر چلو جسے کوئی کسی کو رستہ سمجھاتا ہے)۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے رب کے پاس پہنچ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب آپ ﷺ کی کرسی رکھی جائے گی اور پھر حضرت عیسیٰ ﷺ بھی اس طرح اسی راستے کی پیروی کرتے ہوئے آئیں گے اور ان کے ساتھ ان کی اُمت میں سے نیک اور بد، تمام (اُمتی) پیروی کرتے ہوئے آئیں گے۔ جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کی آنکھوں کو اندھا کر دے گا۔ پھر وہ بھی اسی طرح جہنم میں دائیں اور بائیں گرتے جائیں گے۔

پل صراط پر سے گزرنا صراطِ مستقیم پر چلنے کی صورتِ مثالیہ، حقیقیہ ہے۔ دنیا میں دین

---

(۱) ۱۔ ابن المبارك، كتاب الزهد، ۱: ۱۱۹، رقم: ۳۹۸
۲۔ قسطلاني، المواهب اللدنية، ۳: ۴۶۵

اور انصاف کا راستہ اسی پل صراط کی تمثیل ہے۔ جو دنیا میں صراطِ مستقیم پر قائم رہا، وہ آخرت میں بھی پل صراط سے سہولت کے ساتھ گزر جائے گا اور جس کے قدم یہاں پر ڈگمگائے وہ وہاں بھی پھسل جائے گا۔

پل صراط سے گزرتے وقت مومنین کے اَحوال

روزِ قیامت ہر مرحلے پر ہر شخص اپنے ایمان اور اعمال کے مطابق جزا و سزا پائے گا۔ پل صراط پر بھی مومنین کا چلنا ان کے ایمان، اعمال اور صغیرہ وکبیرہ گناہوں کے مطابق ہوگا۔ ان میں سے کچھ وہ ہوں گے جو اس پر سے ہوا کی رفتار سے گزر جائیں گے، کچھ وہ ہوں گے جو تھوڑا زخمی ہوں گے لیکن اس سے نجات پا جائیں گے اور کچھ وہ ہوں گے جنہیں پل صراط پر موجود کانٹے پکڑ کر اسے جہنم میں گرا دیں گے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللهُ، تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوْبَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو.(۱)

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأذان، باب فضل السجود، ۱: ۲۷۸، رقم: ۷۷۳
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، ۱: ۱۶۵، رقم: ۱۸۲
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۷۵، رقم: ۷۷۰۳

پھر جہنم کے درمیان پل صراط رکھ دیا جائے گا۔ رسولوں میں سے سب سے پہلے میں اپنی اُمت کے ساتھ گزروں گا۔ اس روز رسولوں کے علاوہ کوئی کلام نہیں کرے گا اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہو گا: اے رب! ہمیں سلامتی سے گزار دے، اے رب! ہمیں سلامتی سے گزار دے۔ جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح کے کانٹے ہوں گے۔ کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے اِلا یہ کہ وہ کتنے کتنے بڑے ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اُچک لیں گے۔ کوئی اپنے اعمال کے سبب ان سے نجات پا جائے گا اور کوئی ان میں اٹک کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور پھر نجات پا جائے گا۔

۲۔ حضرت ابوسعید الخدری ﷺ سے مروی ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ، وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ، وَيَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ، سَلِّمْ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا الْجِسْرُ؟ قَالَ: دَحْضٌ مَزِلَّةٌ فِيْهِ خَطَاطِيْفُ وَكَلَالِيبُ وَحَسَكٌ، تَكُوْنُ بِنَجْدٍ فِيْهَا شُوَيْكَةٌ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ، فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُونَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ، وَكَالْبَرْقِ، وَكَالرِّيْحِ، وَكَالطَّيْرِ، وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ، وَالرِّكَابِ، فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوشٌ مُرْسَلٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ. (۱)

پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی۔ اس وقت سب کہیں گے: اے اللہ تعالیٰ! سلامت رکھ، اے اللہ تعالیٰ! سلامت

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، ۱: ۱۶۹، رقم: ۱۸۳

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۳۷۹، رقم: ۷۳۷۷

۳۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۶۲۶، رقم: ۸۷۳۶

رکھ۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ پل کیسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک پھسلن والی جگہ ہوگی۔ اس میں دندانے دار اور لوہے کے کانٹے ہوں گے۔ نجد میں واقع سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ بعض مسلمان اس پل پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح، بعض تیز آندھی کی رفتار سے، بعض پرندوں کی رفتار سے، بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی رفتار سے اور بعض اونٹوں کی طرح اس پل پر سے گزر جائیں گے۔ سو بعض اس پر سے صحیح و سلامت گزر جائیں گے، بعض مسلمان کانٹوں میں اُلجھتے ہوئے زخمی ہو کر گزریں گے اور بعض (اپنے گناہوں کے باعث) ان میں الجھ کر جہنم میں گر جائیں گے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ: وَيَقُوْلُ: مُرُّوا، فَيَمُرُّوْنَ عَلٰى قَدْرِ نُوْرِهِمْ، مِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَطَرْفِ الْعَيْنِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَالْبَرْقِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَالسَّحَابِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَانْقِضَاضِ الْكَوْكَبِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَالرِّيْحِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَشَدِّ الْفَرَسِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَشَدِّ الرَّجُلِ. (۱)

آپ ﷺ نے فرمایا: حکم ہوگا اس پر سے گزرو تو وہ سب اپنے نور کے مطابق گزریں گے۔ ان میں سے کچھ وہ ہوں گے جو آنکھ کے جھپکنے کی طرح اس پر سے گزر جائیں گے، کچھ وہ ہوں گے جو بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، کچھ وہ ہوں گے جو بادلوں کی طرح گزریں گے، کچھ وہ ہوں گے جو ستارے کے غائب ہونے کی طرح پل صراط پر سے گزر جائیں گے، کچھ وہ ہوں گے جو ہوا کی سی تیزی سے اس پر سے

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹: ۳۵۹، رقم: ۹۷۶۳
۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۶۳۳، رقم: ۸۷۵۱
۳۔ مروزي، تعظيم قدر الصلاة، ۱: ۲۹۹، رقم: ۲۷۸
۴۔ ابن أبي العز الحنفي، شرح العقيدة الطحاوية: ۴۷۰

گزر جائیں گے، کچھ وہ ہوں گے جو گھوڑے کی سی تیزی کے ساتھ اس پر سے گزریں گے، اور ان میں سے کچھ آدمی کے دوڑنے کی رفتار سے گزریں گے (یعنی دوڑ کر گزر جائیں گے)۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنین و صالح لوگ پل صراط سے صحیح و سلامت گزر جائیں گے۔ عام مومنین بھی کچھ زخمی ہو کر یا بچ کر اس پر سے گزر جائیں گے، جب کہ کفار کو پل صراط پر سے دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ پل صراط پر بھی اعمال کی بدولت ہی نجات ہوگی۔

(۳) وہ اَعمالِ صالحہ جو پل صراط پر ثابت قدمی کا باعث ہوں گے

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے کچھ اعمال ایسے بھی بیان فرمائے ہیں جن کو سرانجام دینے والا روزِ قیامت پل صراط سے آسانی سے گزر جائے گا۔

i. مساجد کے ساتھ تعلق

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

اَلْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَقَدْ ضَمَّنَ اللهُ ﷻ لِمَنْ كَانَ الْمَسَاجِدُ بُيُوْتَهُ الرَّوْحَ وَالرَّحْمَةَ، وَالْجَوَازَ عَلَى الصِّرَاطِ. (۱)

مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مساجد جس شخص کے گھر ہوں اللہ رب العزت نے اسے راحت، رحمت اور پل صراط سے (سلامتی کے ساتھ) گزرنے کی ضمانت دے دی ہے۔

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۶: ۲۵۴، رقم: ۶۱۴۳
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۱: ۹۷، رقم: ۲۰۰۲۹
۳۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱: ۷۷، رقم: ۷۲
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۳: ۸۴، رقم: ۲۹۵۰

ii. دوسروں کی مشکل دور کرنا

جیسا کہ پہلے بھی تحریر کیا جا چکا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس تناظر میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

یہاں پر جو لوگوں کی مشکلات کو حل کرے گا، اس کی اس نیکی کے اجر میں اللہ رب العزت قیامت کے دن کی مشکلات کو دور فرما دے گا۔

۱۔ اسی حوالے سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ وُصْلَةً لِأَخِيْهِ الْمُسْلِمِ إِلٰى ذِي سُلْطَانٍ فِي مَبْلَغِ بِرٍّ أَوْ تَيْسِيْرِ عُسْرٍ أَجَازَهُ اللهُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ دَحْضِ الْأَقْدَامِ. (۱)

جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی بادشاہ کے دربار میں کوئی مشکل دور کرنے کے لیے یا نیکی کے لیے رسائی کروائی تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے روزِ قیامت جب کہ پاؤں لڑکھڑا رہے ہوں گے، اس کو پل صراط سے کامیابی سے گزار دے گا۔

اسی طرح اللہ رب العزت لوگوں کی حاجات کی ادائیگی اور ان کی مشکلات دور کرنے میں پیش قدمی کرنے والے کو بھی پل صراط پر اپنے خاص لطف و کرم سے نوازے گا۔

۲۔ حضرت عمر ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۲۸۷، رقم: ۵۳۰
۲۔ طبراني، المعجم الصغير، ۱: ۲۷۴، رقم: ۴۵۱
۳۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۸: ۱۶۷، رقم: ۱۶۴۵۷

وَمَنْ مَشٰى مَعَ أَخِيْهِ فِي حَاجَةٍ حَتّٰى يَتَهَيَّأَ لَهُ أَثْبَتَ اللهُ قَدَمَهُ يَوْمَ تَزُوْلُ الْأَقْدَامُ. (۱)

جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کے کام کی خاطر اُس کے ساتھ چل کر جائے حتیٰ کہ اُسے پورا کر دے، تو اللہ تعالیٰ اُس دن اُس کے قدم مضبوط رکھے گا جس دن (یعنی روزِ قیامت کو) قدم (پل صراط سے) پھسل رہے ہوں گے۔

iii. منافق کے مقابلہ میں مومن کی حمایت

واضح رہے کہ جو شخص منافق کے مقابلے میں اپنے مومن بھائی کی مدد کرے گا، تو وہ بھی روزِ قیامت پل صراط سے آسانی سے گزر جائے گا۔ حضرت معاذ بن انس ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ يَعِيْبُهُ، بَعَثَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، وَمَنْ بَغَى مُؤْمِنًا بِشَيْءٍ يُرِيْدُ بِهِ شَيْنَهُ حَبَسَهُ اللهُ تَعَالٰى عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ. (۲)

جس نے کسی منافق کے مقابلے میں مومن کی حمایت کی، منافق جس کی عزت کے درپے تھا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی حمایت میں ایک فرشتہ کھڑا کرے گا جو اُسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ جو کسی مومن کو ذلیل کرنے کی غرض سے اُس

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۱۰۶، رقم: ۸۶۱
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۴۵۳، رقم: ۱۳۶۴۶
(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۴۱، رقم: ۱۵۶۸۷
۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب من ردّ عن مسلم غيبة، ۴: ۲۷۰، رقم: ۴۸۸۳
۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۹۴، رقم: ۴۳۳
۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۱۰۹، رقم: ۷۶۳۱

پر الزام عائد کرے گا، تو اللہ تعالیٰ جہنم کے پُل پر اُسے روک لے گا، یہاں تک کہ وہ اپنے کیے کی سزا پا لے گا۔

iv. اخلاصِ نیت سے صدقہ کرنا

اگر کوئی شخص اپنے حلال مال سے کسی حق دار شخص کو صدقہ وخیرات دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی پل صراط سے بآسانی گزار دے گا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ أَحْسَنَ الصَّدَقَةَ فِي الدُّنْيَا جَازَ عَلَى الصِّرَاطِ. (۱)

جس نے دنیا میں نہایت اخلاص کے ساتھ صدقہ دیا تو وہ پل صراط سے بآسانی گزر جائے گا۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زندگی میں ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی توجہ دینی چاہیے، کیوں کہ حقوق العباد کی ادائیگی بھی آخرت میں ہماری نجات کا سبب بنے گی۔

۸۔ مرحلہ کوثر

مرحلہ کوثر اُمتِ محمدی کے ان خوش نصیب افراد کے حصے میں آئے گا، جن کے لیے اللہ رب العزت نے جنت لکھ دی ہوگی۔ اس مرحلے میں حضور نبی اکرم ﷺ اپنی اُمت کی پیاس بجھائیں گے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساقیِ کوثر شافعِ محشر ﷺ کو قیامت کے دن حوضِ کوثر کا مالک ومختار بنا دیا ہے۔

یہاں حوضِ کوثر سے مراد نہرِ جنت بھی ہے؛ قرآن اور نبوت وحکمت بھی اور فضائل و معجزات کی کثرت اور اُمت کی کثرت بھی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ رفعتِ ذکر اور خلقِ عظیم بھی؛

(۱) أبو نعيم، حلية الأولياء، ۳: ۲۲۰

دنیا و آخرت کی نعمتیں بھی؛ نصرتِ الٰہیہ اور کثرتِ فتوحات بھی اور روزِ قیامت مقامِ محمود اور شفاعتِ عظمیٰ بھی مراد لی گئی ہے۔ کوثر کا حوض مربع شکل کا وسیع اور کشادہ ہو گا۔ اس کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت جتنی ہو گی۔ اس کے دو پرنالے ہوں گے، جس میں آبِ کوثر گردش کر رہا ہو گا۔ اس کا پانی دودھیا اور شہد سے زیادہ شیریں ہو گا۔ اس کے جام آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہوں گے۔ جس شخص نے اس میں سے ایک گھونٹ بھی پی لیا، اسے کبھی پیاس محسوس نہ ہو گی۔ اس حوض پر اللہ تعالیٰ کے نیک اور فرماں بردار بندے ہی آئیں گے، جو حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے ہوں گے۔ آپ ﷺ کی سنت، خلفائے راشدین کی پیروی اور اہلِ بیتِ رسول کی محبت کو اختیار کیا ہو گا۔ اس سے کفار، مشرکین اور منکرینِ حق دور رہیں گے۔

(۱) مرحلۂ کوثر (قرآن مجید کی روشنی میں)

حوضِ کوثر کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ○[1]

بیشک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے○ پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکّر ہے)○ بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشاں ہو گا○

حضور نبی اکرم ﷺ کو عطا کیے گئے حوضِ کوثر کی وضاحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعید بن جبیر کے مندرجہ ذیل اقوال سے ہو جاتی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اَلْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ. قَالَ أَبُو بِشْرٍ: قُلْتُ لِسَعِيْدٍ: إِنَّ أُنَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ. فَقَالَ سَعِيْدٌ: النَّهَرُ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ

(۱) الکوثر: ۱۰۸

مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ.(۱)

کوثر سے مراد وہ خیرِ کثیر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔ ابو بِشر کہتے ہیں: میں نے حضرت سعید بن جبیر سے عرض کیا: بے شک لوگ (کوثر یعنی خیرِ کثیر کے بارے میں) یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ (خیرِ کثیر) جنت میں ایک نہر ہے۔ انہوں نے جواب دیا: جنت میں موجود نہر اس خیرِ کثیر میں سے ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

(۲) مرحلۂ کوثر (احادیثِ نبوی کی روشنی میں)

مرحلۂ کوثر کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بیان کردہ چند ایک احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت سہل بن سعد ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ. قَالَ أَبُو حَازِمٍ: فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ: هَكَذَا سَمِعْتَ مِنْ سَهْلٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَزِيدُ فِيْهَا، فَأَقُوْلُ: إِنَّهُمْ مِنِّي. فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ؟ فَأَقُوْلُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب في الحوض و قول الله تعالى إنا أعطينك الكوثر، ۵: ۲۴۰۵، رقم: ۶۲۰۷

۲۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۵۸۶، رقم: ۳۹۷۹

۳۔ بغوي، شرح السنة، ۱۵: ۱۶۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب في الحوض، ۵: ۲۴۰۶، رقم: ۶۲۱۲ ⟵

بے شک میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا، جو بھی میرے پاس آئے گا وہ اس میں سے پیئے گا اور جو شخص بھی (اسے) پیئے گا (وہ) کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ میرے پاس بعض لوگ آئیں گے، میں انہیں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے۔ پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے گا۔ ابوحازم کہتے ہیں: مجھ سے نعمان بن ابوعیاش نے سنا تو پوچھا: کیا آپ نے اسی طرح سہل سے سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: میں حضرت ابوسعید خدری ﷺ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کو یہی کہتے ہوئے سنا۔ وہ اس میں اضافہ فرماتے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کہوں گا: بے شک وہ مجھ سے ہیں۔ اس پر کہا جائے گا: (کیا) آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں (نئی چیزیں) نکالی تھیں؟ میں کہوں گا: (ان سے) دوری ہو، دوری ہو، جنہوں نے میرے بعد دین میں تغیّر کیا۔

واضح رہے کہ یہاں بدعت سے مراد وہ امور ہیں، جن کی بنا پر اسلام سے اخراج یا ارتداد لازم آتا ہے۔ اس قسم کی بدعت کے اجرا سے اساسِ دین میں اس قدر بگاڑ واقع ہو جاتا ہے کہ اس احداث کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔ محدثات الامور سے مراد جھوٹے مدعیانِ نبوت کا فتنہ، فتنۂ ارتداد، فتنۂ منکرینِ زکوٰۃ اور فتنۂ خوارج وغیرھم ہے۔ یہی لوگ حوضِ کوثر سے اور جنت سے محروم رہیں گے۔[1]

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

حَوْضِي مَسِيْرَةُ شَهْرٍ، مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَرِيْحُهُ أَطْيَبُ مِنَ

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الفتن، باب ماجاء في قول الله تعالىٰ واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة وما كان النبي ﷺ يحذر من الفتن، ۶: ۲۵۸۷، رقم: ۶۶۴۳

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض رآه ﷺ و صفاته، ۴: ۱۷۹۳، رقم: ۲۲۹۰

(۱) مذکورہ حدیث پر تفصیلی بحث راقم کی تصنیف ''کتاب البدعۃ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

الْمِسْكِ، وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا. (۱)

میرے حوض کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اس کی خوش بو مشک سے زیادہ خوش بو دار اور اس کے جام آسمان کے ستاروں کی طرح (لاتعداد) ہیں۔ جو اس میں سے ایک بار پی لے گا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

۳۔ اس حوالے سے حضرت ثوبان ﷺ بیان کرتے ہیں:

فَسُئِلَ عَنْ عَرْضِهِ فَقَالَ: مِنْ مَقَامِي إِلٰى عَمَّانَ، وَسُئِلَ عَنْ شَرَابِهِ فَقَالَ: أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، يَغُتُّ فِيْهِ مِيْزَابَانِ يَمُدَّانِهِ مِنَ الْجَنَّةِ، أَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَالْآخَرُ مِنْ وَرِقٍ. (۲)

آپ ﷺ سے حوض کی چوڑائی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اس جگہ سے لے کر عمان تک، آپ ﷺ سے اس کے پانی کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب في الحوض وقول الله تعالى: ﴿إنا أعطينك الكوثر﴾، ۵: ۲۴۰۵، رقم: ۶۲۰۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض رآه ﷺ وصفاته، ۴: ۱۷۹۳، رقم: ۲۲۹۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۳۶۴، رقم: ۶۴۵۲

۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۲۷، رقم: ۹۰۲۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض رآه ب، و صفاته، ۴: ۱۷۹۹، رقم: ۲۳۰۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۸۰، رقم: ۲۲۴۶۲

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۳۶۷، رقم: ۶۴۵۵

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۴۶، رقم: ۳۴۱۰۳

ہے، اس میں دو پرنالے گرتے ہیں جو جنت سے کھینچ کر لائے گئے ہیں، ایک پرنالہ سونے کا ہے اور ایک پرنالہ چاندی کا ہے۔

۴۔ امام ترمذی نے حضرت ثوبان ؓ سے مروی مذکورہ بالا روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

حَوْضِي مِنْ عَدَنَ إِلٰى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، وَأَكَاوِيبُهُ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَدًا، أَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ، الشُّعْثُ رُؤُوسًا، الدُّنُسُ ثِيَابًا الَّذِينَ لَا يَنْكِحُونَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا تُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا حوض عدن سے بلقاء کے عمان تک ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔ جس کسی نے اس میں سے ایک گھونٹ پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس پر سب سے پہلے آنے والے تنگ دست مہاجرین ہوں گے۔ جن کے بال گرد آلود اور کپڑے میلے ہیں۔ وہ ناز ونعم میں پلی ہوئی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے اور ان کے لیے بند دروازے کھولے نہیں جاتے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ، حَافَّتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ، وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ، تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، وَمَاؤُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، وَأَبْيَضُ مِنَ

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب ما جاء في صفة أواني الحوض، ۴: ۶۲۹، رقم: ۲۴۴۴

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۱۱۹، رقم: ۷۵۴۶

۳۔ طيالسي، المسند، ۱: ۱۳۳، رقم: ۹۹۵

۴۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۳۳۲، رقم: ۱۰۴۸۵

الثَّلْجِ.(۱)

کوثر جنت کی ایک نہر ہے، اس کے کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتیوں اور یاقوت پر چلتی ہے، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوش بو دار، پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

۶۔ حضرت خباب ﷺ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا قُعُوْدًا عَلٰى بَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: اسْمَعُوْا، قُلْنَا: قَدْ سَمِعْنَا، قَالَ: اسْمَعُوْا، قُلْنَا: قَدْ سَمِعْنَا، قَالَ: اسْمَعُوْا، قُلْنَا: قَدْ سَمِعْنَا، قَالَ: إِنَّهُ سَيَكُوْنُ بَعْدِي أُمَرَاءُ، فَلَا تُصَدِّقُوْهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَلَا تُعِيْنُوْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ صَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَأَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ، لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ.(۲)

ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے درِ اقدس پر بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب التفسير، باب ومن سورة الكوثر، ۵: ۴۴۹، رقم: ۳۳۶۱

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة الجنة، ۲: ۱۴۵۰، رقم: ۴۳۳۴

۳۔ دارمي، السنن، باب في الكوثر، ۲: ۴۳۵، رقم: ۲۸۳۷

۴۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۶: ۳۰۶، رقم: ۳۱۶۶۲

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۵۱۸، رقم: ۲۸۴

۲۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۱۵۱، رقم: ۲۶۲

۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۴: ۵۹، رقم: ۳۶۲۷

۴۔ شاشي، المسند، ۲: ۴۰۱، رقم: ۱۰۰۰

۵۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۴۵، رقم: ۹۳۹۶

فرمایا: سنو! ہم نے عرض کیا: ہم سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ پھر فرمایا: سنو! ہم نے عرض کیا: ہم سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ پھر فرمایا: سنو! ہم نے عرض کیا: ہم سن رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کچھ حکمران آئیں گے ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرنا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد نہ کرنا۔ بے شک جس نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ان کے ظلم پر تعاون کیا، وہ میرے پاس حوض پر نہیں آ سکے گا۔

حوضِ کوثر کی وسعت وطوالت کے بارے میں احادیث میں مختلف الفاظ منقول ہیں۔ ائمۂ ومحدثین بیان کرتے ہیں کہ اس میں مخاطبین کا اپنا طرزِ پیمائش ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اہلِ یمن کو بتایا گیا کہ اس کی لمبائی یمن کے شہر صنعا سے لے کر عدن تک ہوگی۔ اہلِ شام کو اس کی وسعت و کشادگی کا اور انداز سے ذکر فرمایا ہے۔ گویا ہر شخص کو اس کی وسعت ،اسی کے مطابق بیان فرمائی گئی۔ بعض روایات میں اس کی وسعت کو وقت کے حساب سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان تمام احادیث کا مقصد یہی ہے کہ حوضِ کوثر کی وسعت وعظمت واضح ہو جائے۔

۹۔ مرحلۂ شفاعتِ صغریٰ

یاد رہے اِس باب کے شروع میں ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ کا ذکر کیا تھا جو تمام اُمتوں کے لیے ہوگی۔ شفاعت صغریٰ کا مطلب ومعنی یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کیا جائے تو آپ ﷺ اپنی اُمت کے گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔

آپ ﷺ کے طفیل اُمتِ مسلمہ کے متقی، اولیاء اور صالحین بھی شفاعت فرمائیں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام، فرشتے، اولیاء وصلحائے اُمت، علماء وشہداء اور حفاظ کو شفاعت کا اِذن واختیار دیا جائے گا۔ وہ سب اپنے اپنے درجات اور مراتب کے مطابق شفاعت فرمائیں گے۔ وہ ناز والے انداز سے اللہ تعالیٰ سے کلام کریں گے کہ ہمارے بھائی جو دنیا میں ہمارے ساتھ نیک اعمال کرتے رہے؛ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے؛ روزے رکھتے رہے اور حج کرتے رہے، لیکن اب ہم انہیں دوزخ کی آگ میں جلتا چھوڑ کر جنت میں نہیں جائیں گے۔ اللہ کریم اُن کی اس التجا کو قبول فرمائے گا اور انہیں یہ اختیار عطا فرمائے گا کہ وہ

اپنے جاننے والوں کو خود اپنے ہاتھ سے جہنم سے نکال کر جنت میں لے جا سکتے ہیں۔ یہ مرحلہ شفاعتِ صغریٰ ہوگا۔

(۱) مرحلۂ شفاعتِ صغریٰ (قرآنی آیات کی روشنی میں)

۱۔ قرآن مجید میں بھی شفاعت صغریٰ کا ذکر آیا ہے۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُو مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ○[1]

اور وہ لوگ (بھی) جو اُن (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے○

۲۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ○ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ

(۱) الحشر، ۵۹:۱۰

فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ط وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ (۱)

جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اُس کے اِردگرد ہیں وہ (سب) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں (یہ عرض کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! تو (اپنی) رحمت اور علم سے ہر شے کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے، پس اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لےo اے ہمارے رب! اور انہیں (ہمیشہ رہنے کیلئے) جنّاتِ عدن میں داخل فرما، جن کا تُو نے اُن سے وعدہ فرما رکھا ہے اور اُن کے آباء و اجداد سے اور اُن کی بیویوں سے اور اُن کی اولاد و ذرّیت سے جو نیک ہوں (انہیں بھی اُن کے ساتھ داخل فرما)، بے شک تو ہی غالب، بڑی حکمت والا ہےo اور اُن کو برائیوں (کی سزا) سے بچا لے اور جسے تو نے اُس دن برائیوں (کی سزا) سے بچا لیا، سو بے شک تو نے اُس پر رحم فرمایا، اور یہی تو عظیم کامیابی ہےo

۳۔ روزِ قیامت ہر شخص خوف کے عالم میں نفسی! (میری جان) نفسی! (میری جان) پکار رہا ہوگا، جب کہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے اولیا کی یہ شان ہوگی کہ اُنہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَo اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا يَتَّقُوْنَo (۲)

خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گےo (وہ) ایسے لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (ہمیشہ) تقویٰ شعار رہےo

---

(۱) المؤمن، ۴۰: ۷-۹

(۲) یونس، ۱۰: ۶۲-۶۳

۴۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ قیامت کے دن نفسا نفسی کے سبب ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی۔ لیکن اس وقت پرہیز گاروں کی دوستی ہی کام آئے گی۔ اللہ رب العزت نے سورۃ الزخرف میں فرمایا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ○(۱)

سارے دوست و احباب اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے (انہی کی دوستی اور ولایت کام آئے گی)○

اللہ کے بندوں میں سے جو تقویٰ رکھنے والے؛ اپنی زندگیوں کو اللہ کی اطاعت میں بسر کرنے والے؛ ہر لحہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت اور سچی اتباع سے سرشار رہنے والے؛ اخلاق اور معاملاتِ زندگی میں حضور ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق ہر عمل سرانجام دینے والے؛ رات کے پچھلے پہر اپنے نرم اور آرام دہ بستروں کو خیر باد کہہ کر بارگاہِ الٰہی میں اپنی جبینِ نیاز جھکانے والے؛ رضائے الٰہی کے خواہی اور اس کے شوقِ لقا میں تڑپنے والے ہیں، ان تمام سرفراز و سرسر بلند افراد سے کہا جائے گا:

۵۔ یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ○(۲)

اے میرے (مقرّب) بندو! آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غمزدہ ہو گے○

۶۔ روزِ حشر کی حشر سامانیوں میں اہلِ تقویٰ سے کہا جائے گا کہ چونکہ تم نے میری بندگی بجا لانے کا حق ادا کر دیا ہے، اس لیے جاؤ! آج تم پر کوئی خوف، غم اور حزن نہیں ہے۔ جاؤ! اب تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ چناں چہ فرمایا گیا ہے:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ○ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ

---

(۱) الزخرف، ۴۳:۶۷

(۲) الزخرف، ۴۳:۶۸

ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (۱)

تم اور تمہارے ساتھ جڑے رہنے والے ساتھی (سب) جنت میں داخل ہو جاؤ (جنت کی نعمتوں، راحتوں اور لذّتوں کے ساتھ) تمہاری تکریم کی جائے گی○ ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلایا جائے گا،اور وہاں وہ سب چیزیں (موجود) ہوں گی،جن کو دل چاہیں گے اور (جن سے) آنکھیں راحت پائیں گی اورتم وہاں ہمیشہ رہو گے○

۷۔ سورۃ الواقعہ میں انہی عظیم ہم نشینوں اور نیک وسعید گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ○ (۲)

اورتم لوگ تین قِسموں میں بٹ جاؤ گے○

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ تم تین اقسام کے گروہ بن جاؤ گے۔ تین اقسام کی سنگتیں اور تین ہی قسم کے ازواج ، یعنی طبقات ہوں گے۔ واضح رہے کہ یہاں زوج سے مراد شریکِ حیات نہیں ہے بلکہ سنگتیں، گروہ اور طبقات مراد ہیں۔

۸۔ ان تینوں طبقات کے مقامات کا ذکر ان آیات کریمہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ○ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ (۳)

---

(۱) الزخرف، ۴۳:۷۰-۷۱

(۲) الواقعه، ۵۶:۷

(۳) الواقعه، ۵۶: ۸-۱۲

سو (ایک) دائیں جانب والے، دائیں جانب والوں کا کیا کہنا○ اور (دوسرے) بائیں جانب والے، کیا (ہی برے حال میں ہوں گے) بائیں جانب والے○ اور (تیسرے) سبقت لے جانے والے (یہ) پیش قدمی کرنے والے ہیں○ یہی لوگ (اللہ کے) مقرّب ہوں گے○ نعمتوں کے باغات میں (رہیں گے)○

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تین گروہ ہوں گے ،ایک دائیں جانب والے جن کا نامہ اعمال، ان کے دائیں ہاتھ میں دے کر اُنہیں جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ ایک بائیں جانب والے جن کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ دوزخ میں بھیج دیے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ تیسرا گروہ انبیا، اولیا و صالحین کا ہوگا، جو سب پر سبقت لے جائے گا۔ ان کے لیے چشموں سے بہتی ہوئی صاف، شفاف اور محبت و قربت کی شرابِ طہورا میسر ہو گی۔ واضح رہے کہ اس جام سے نہ تو فتور آئے گا اور نہ ہی بدمستی۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں اپنے دامنوں کو برائیوں سے بچائے رکھا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے جنت کا راستہ واضح فرما دیا ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میرے نزدیک میرے بندے درج ذیل ہوں گے:

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ○[1]

اور جو لوگ ان سب (حقوق اللہ، حقوق الرسول، حقوق العباد اور اپنے حقوقِ قرابت) کو جوڑے رکھتے ہیں، جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ رب العزت نے حکم فرمایا ہے اور اپنے رب کی خشیّت میں رہتے ہیں اور برے حساب سے خائف رہتے ہیں○

۱۰۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) الرعد، ۱۳:۲۱

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا○[1]

اور (خدائے) رحمٰن کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں○

اگر کوئی ان سے غلط بات کہہ دے تو وہ درگزر کر دیتے ہیں؛ وہ اپنی راتیں سجدوں اور قیام میں بسر کرتے ہیں؛ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں؛ وہ اسراف اور تبذیر نہیں کرتے؛ وہ کسی جان کو تلف نہیں کرتے؛ وہ ہر لحہ توبہ، استغفار اور عملِ صالح کرتے رہتے ہیں؛ وہ جھوٹی، لغو اور فضول باتوں کے قریب بھی نہیں جاتے؛ وہ اللہ کی آیات اور نصیحتیں سن کر خشیتِ الٰہی سے نم آنکھوں کے ساتھ سجدے میں گر جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ جو لوگ ایسے بن جاتے ہیں، ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ فرشتوں کو حکم ہو گا کہ جان لو! یہ وہ لوگ ہیں جب ان کے سامنے میرا نام آتا تو وہ میرے خوف سے سجدہ ریز ہو جایا کرتے تھے؛ رات کے پچھلے پہر ان کے پہلو بستر سے جدا ہو جایا کرتے تھے؛ یہ مجھ سے ملاقات کے شوق اور آخرت کے خوف میں زار و قطار روتے رہتے تھے اور کسی پر بھی ظلم نہیں کیا کرتے تھے۔ میں آج انہیں دو طرح کے اجر دوں گا:

(۱) میرے ان مقرب بندوں کے لیے جنت کے دروازے کھول دو اور استقبال کرتے ہوئے انہیں جنت میں لے جاؤ۔

(۲) آج میرے اور ان کے درمیان تمام حجابات اُٹھا دو، تاکہ میری خاطر راتوں کو جاگنے والے دل بھر کر میری زیارت کر لیں۔

---

(۱) الفرقان، ۲۵: ۶۳

(۲) مرحلۂ شفاعتِ صغریٰ (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مقام و مرتبے کے باوجود اپنے ان دنیاوی ہم نشینوں کے بارے میں ناز پرور انداز سے جھگڑا کرتے ہوئے سفارش کریں گے، جو اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جا چکے ہوں گے۔ اس صورتِ حال کا ذکر کثیر روایات میں درج ہے۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رویتِ باری تعالیٰ کے حوالے سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے رویتِ باری تعالیٰ، اہلِ ایمان اور کفار و مشرکین کا اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ انجام کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض اہلِ کتاب نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تو بعض نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا فرزند کہا۔ ایسے لوگوں کو دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے گا، اس کے برعکس مومن نجات پا جائیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مومنین کا اپنے مومن بھائیوں کی شفاعت کرنے کے بارے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے:

فَمَا أَنْتُمْ بِأَشَدَّ لِي مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ، مِنَ الْمُؤْمِنِ يَوْمَئِذٍ لِلْجَبَّارِ، وَإِذَا رَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ نَجَوْا فِي إِخْوَانِهِمْ، يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا إِخْوَانُنَا، كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَنَا، وَيَصُوْمُوْنَ مَعَنَا، وَيَعْمَلُوْنَ مَعَنَا، فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى: اذْهَبُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، وَيُحَرِّمُ اللهُ صُوَرَهُمْ عَلَى النَّارِ، فَيَأْتُوْنَهُمْ وَبَعْضُهُمْ قَدْ غَابَ فِي النَّارِ إِلَى قَدَمِهٖ وَإِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، فَيُخْرِجُوْنَ مَنْ عَرَفُوْا، ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ، فَيَقُوْلُ: اذْهَبُوْا، فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ فَأَخْرِجُوْهُ، فَيُخْرِجُوْنَ مَنْ عَرَفُوْا، ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ، فَيَقُوْلُ: اذْهَبُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، فَيُخْرِجُوْنَ مَنْ عَرَفُوْا. قَالَ أَبُوْسَعِيْدٍ: فَإِنْ لَمْ

تُصَدِّقُوْنِي فَاقْرَءُوْا: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا﴾ [النساء، ٤/ ٤٠]. فَيَشْفَعُ النَّبِيُّوْنَ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ.(۱)

تم مجھ سے حق کا مطالبہ کرنے میں جو تمہارے لیے واضح ہو چکا ہے آج اس قدر سخت نہیں ہو، جس قدر شدت کے ساتھ مومن اس روز اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کریں گے جس وقت وہ دیکھیں گے کہ اپنے بھائیوں میں سے وہ تو نجات پا گئے ہیں (مگر ان کے روحانی بھائی مشکل میں ہیں)۔ اپنے بھائیوں کے حق میں نجات کا مطالبہ کرتے ہوئے وہ عرض کریں گے: اے رب! (یہ) ہمارے بھائی (ہیں جو دوزخ میں چلے گئے) یہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ (نیک) عمل کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر ایمان پاؤ اسے (دوزخ سے) نکال لو اور اللہ تعالیٰ ان کی صورتوں کو جلانا آگ پر حرام کر دے گا۔ پس وہ (صالحین) ان (دوزخیوں) کے پاس آئیں گے جب کہ بعض (صرف) قدموں تک اور بعض آدھی پنڈلیوں تک آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے (اور ان کے چہرے جلنے سے بچا لیے گئے ہوں گے تاکہ صالحین انہیں شفاعت کے لیے پہچان سکیں)۔ لہٰذا جنہیں وہ پہچانیں گے انہیں نکال لے جائیں گے۔ پھر واپس لوٹیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان پاؤ اسے بھی نکال لو۔ پس وہ جسے پہچانیں گے نکال لے جائیں گے۔ پھر وہ واپس لوٹیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب جس

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة﴾، ۶:۲۷۰۶-۲۷۰۷، رقم: ۷۰۰۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۹۴، رقم: ۱۱۹۱۷

۳۔ نسائي، السنن، كتاب الإيمان، باب زيادة الإيمان، ۸:۱۱۲، رقم: ۵۰۱۰

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب في الإيمان، ۱:۲۳، رقم: ۶۰

کے دل میں ذرہ برابر ایمان پاؤ اسے بھی نکال لو۔ لہٰذا وہ جسے پہچانیں گے نکال لیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ فرماتے ہیں: اگر تمہیں میری بات کا یقین نہ آتا ہو وہ یہ آیت پڑھ لیں: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا﴾ 'بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوگنا کر دیتا ہے'۔ پس انبیاء کرام ﷺ، فرشتے اور مؤمنین شفاعت کریں گے۔

درج بالا حدیثِ مقدس ان گناہ گاروں کو دوزخ سے چھٹکارے کی خوش خبری سناتی ہے، جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہوگا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس پر خوش ہو کر اعمال سے لاتعلق ہونا بڑا ہی خطرناک امر ہوگا، کیوں کہ اب انہیں یہ معلوم نہیں کہ وہ اپنے سیاہ اعمال کے سبب دوزخ میں کتنا وقت گزار چکے ہوں گے اور اُس وقت تک ان کے ساتھ کیا کچھ بیت چکا ہوگا۔ یہاں تو دوزخ میں عذاب کے اذیت ناک مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر شفاعت کے ذریعے بخشش کی بات کی گئی ہے۔

بلاشبہ توسل اور شفاعت کا عقیدہ برحق ہے اور اس کا انکار کرنا صریحاً گم راہی ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ سب کچھ ہوگا، مگر ہم نے ان دو عقائد کی وجہ سے عمل اور تقویٰ کو چھوڑ دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی بندگی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی تابع داری چھوڑ دی ہے۔ جن کا وسیلہ ملنا تھا؛ جن کی بارگاہ میں شفاعت قبول ہونا تھی؛ ہم انہی کے نافرمان ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اعمالِ سیاہ کی سزا تو بھگتنا ہی پڑے گی۔ وہاں ایک لمحے کا عذاب اتنا شدید اور ہلاکت انگیز ہوگا کہ دنیا کی کروڑوں برس کی اذیت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہاں اُس اذیت ناک عذاب میں کتنی مدتیں گزر جائیں گی، اس حوالے سے کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا پہلے اپنے اعمال کو درست کیا جائے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضور ﷺ کی شفاعت پر بھروسہ رکھا جائے۔

پھر شفاعت کرنے والوں میں سب سے پہلے انبیاء کرام ﷺ کو حکم ہوگا۔ حضرت عثمان ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَـلَاثَةٌ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ. (۱)

قیامت کے روز تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، علماء اور شہدا۔

تمام انبیا و رسل کھڑے ہوئے اپنی اپنی امتوں کی شفاعت کریں گے اور اس کے بعد ملائکہ شفاعت کریں گے۔ واضح رہے کہ یہ سب امور آیاتِ قرآنی اور کتبِ صحاح ستہ میں کثیر تعداد میں متعدد طرق کے ساتھ ثابت ہیں۔ تمام مراحل کے بعد شفاعتِ صغریٰ کا مرحلہ آئے گا۔ واضح رہے کہ جنھوں نے پل صراط پر جہنم میں گرنا تھا، وہ تو گر چکے ہوں گے اور جنھیں دوزخ میں بھیجنا تھا، وہ تو میزان کے بعد نارِ جہنم میں پہنچ چکا ہوگا۔ انبیا، اولیا، صلحاء، متقین، مومنین اور صالحین کی شفاعت کا مرحلہ تو بہت بعد کا مرحلہ ہے۔

۲۔ اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید الخدری ؓ سے مروی حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ذات باری تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کہ نیک صالح مومن اپنے دوسرے بھائیوں کی شفاعت کریں گے۔ وہ ناز کے طور پر اللہ تعالیٰ سے ایسے جھگڑا کریں گے جیسے کوئی شخص اپنے حق کے لیے بھی نہیں کرتا۔ ذیل میں اس ایمان افروز حدیث پاک کا متعلقہ حصہ ملاحظہ کیجیے، جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلّٰهِ فِي اسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰـمَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ، يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا، كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا، وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ. فَيُقَالُ لَهُمْ: أَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ، فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ، فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلٰى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلٰى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا، مَا بَقِيَ فِيْهَا أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ، فَيَقُوْلُ: ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِنْ

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، ۲:۱۴۴۳، رقم:۴۳۱۳

خَيرٍ فَأَخرِجُوهُ، فَيُخرِجُونَ خَلقًا كَثِيرًا، ثُمَّ يَقُولُونَ: رَبَّنَا، لَمْ نَذَرْ فِيهَا أَحَدًا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا، ثُمَّ يَقُولُ: ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ مِنْ خَيرٍ فَأَخرِجُوهُ، فَيُخرِجُونَ خَلقًا كَثِيرًا، ثُمَّ يَقُولُونَ: رَبَّنَا، لَمْ نَذَرْ فِيهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا، ثُمَّ يَقُولُ: ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيرٍ، فَأَخرِجُوهُ، فَيُخرِجُونَ خَلقًا كَثِيرًا، ثُمَّ يَقُولُونَ: رَبَّنَا، لَمْ نَذَرْ فِيهَا خَيرًا، وَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ ﷺ يَقُولُ: إِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي بِهٰذَا الْحَدِيثِ، فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۝﴾ [النساء، ٤/ ٤٠].(۱)

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے، وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے، جہنم سے چھڑانے کے لیے (بطور ناز) اللہ تعالیٰ سے اس انداز میں تقاضا کریں گے، جیسا تقاضا و مطالبہ کوئی شخص (دنیا میں) اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! یہ لوگ (دنیا میں ہماری سنگت اختیار کیے ہوئے تھے یہ) ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، نمازیں پڑھتے تھے اور حج (کیا) کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا: جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو انہیں دوزخ سے نکال لو۔ ان لوگوں کی صورتیں آگ پر حرام کر دی جائیں گی۔ پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے، جن میں سے بعض کو

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، ۱: ۱۶۷۔ ۱۷۰، رقم: ۱۸۳

۲۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۶۲۶، رقم: ۸۷۳۶

۳۔ طيالسي، المسند، ۱: ۲۸۹، رقم: ۲۱۷۹

نصف پنڈلیوں تک اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا ہوگا۔ وہ پھر عرض کریں گے: یا اللہ! اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں بچا، جنہیں جہنم سے نکال لانے کا تو نے حکم دیا تھا (مگر ابھی ہمارے جاننے والے باقی ہیں)۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پھر جاؤ اور جس کے دل میں دینار کے برابر بھی نیکی ہے، اُسے جہنم سے نکال لاؤ۔ پھر وہ کثیر تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: یا اللہ! جن لوگوں کو تو نے جہنم سے نکالنے کا حکم دیا تھا، ہم نے اُن میں سے کسی کو نہیں چھوڑا (لیکن ابھی اور بھی ہیں)۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اسے جہنم سے نکال لاؤ، وہ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جن لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا (لیکن اب بھی کچھ رہ گئے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: جس شخص کے دل میں تم کو ذرہ برابر بھی نیکی ملے اسے بھی جہنم سے نکال لاؤ۔ وہ جائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد میں خلقِ خدا کو نکال لائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے اللہ! اب دوزخ میں نیکی کا ایک ذرہ (والا شخص) بھی نہیں رہا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم میری اِس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے، تو قرآن کریم کی اِس آیت کو پڑھو: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۝﴾ 'بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا درجہ عطا فرماتا ہے۝'۔

اِس حدیثِ صحیح سے معلوم ہوا کہ روزِ قیامت نیک ہستیوں کی سنگتیں اور صحبتیں کام آئیں گی۔ یہ لوگ اس وقت تک جنت میں جانا پسند نہیں کریں گے، جب تک اپنے بھائیوں کو دوزخ سے نہ نکال لیں، جو دنیا میں ان کے ساتھ نماز، روزہ، حج اور دیگر اعمالِ صالحہ میں شریک ہوتے رہے تھے۔ یہاں ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم کہیں بھی اپنے فرائض سے غفلت کے

مرتکب نہ ہوں۔ جیسا کہ درج بالا حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ بعض مومن نماز، روزہ اور حج جیسے اعمال بجا لانے کے باوجود کسی وجہ سے جہنم کے مستحق ٹھہریں گے۔ مگر چونکہ وہ ان اعمال کی انجام دہی بھی دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کرتے رہے تھے، لہٰذا اسی وجہ سے وہ بالآخر جنت میں چلے جائیں گے۔

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا مُيِّزَ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَأَهْلُ النَّارِ، فَدَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ. قَامَتِ الرُّسُلُ فَشَفَعُوْا، فَيَقُوْلُ: إِنْطَلِقُوْا أَوِ اذْهَبُوْا، فَمَنْ عَرَفْتُمْ فَأَخْرِجُوْهُ، فَيُخْرِجُوْنَهُمْ قَدِ امْتُحِشُوْا، فَيُلْقُوْنَهُمْ فِي نَهَرٍ أَوْ عَلَى نَهَرٍ. يُقَالُ لَهُ: الْحَيَاةُ. قَالَ: فَتَسْقُطُ مَحَاشُّهُمْ عَلَى حَافَةِ النَّهَرِ، وَيَخْرُجُوْنَ بِيْضًا مِثْلَ الثَّعَارِيْرِ، ثُمَّ يَشْفَعُوْنَ، فَيَقُوْلُ: إِذْهَبُوْا أَوِ انْطَلِقُوْا، فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ قِيْرَاطٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُمْ، قَالَ: فَيُخْرِجُوْنَ بَشَرًا، ثُمَّ يَشْفَعُوْنَ، فَيَقُوْلُ: إِذْهَبُوْا أَوِ انْطَلِقُوْا، فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجُوْهُ، ثُمَّ يَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: أَنَا الْآنَ أُخْرِجُ بِعِلْمِي وَرَحْمَتِي، قَالَ: فَيُخْرِجُ أَضْعَافَ مَا أَخْرَجُوْا، وَأَضْعَافَهُ، فَيُكْتَبُ فِي رِقَابِهِمْ عُتَقَاءُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، فَيُسَمَّوْنَ فِيْهَا الْجَهَنَّمِيِّيْنَ. (۱)

جب جنتی اور جہنمی لوگوں میں امتیاز ہو جائے گا اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے۔ اس کے بعد رُسلِ عظام کھڑے ہو کر شفاعت فرمائیں

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۵، رقم: ۱۴۴۹۱

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۴۱۰، رقم: ۱۸۳

۳۔ ابن الجعد، المسند، ۱: ۳۸۶، رقم: ۲۶۴۳

گے۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: جاؤ اور جس جس کو تم پہچانتے ہو اسے جہنم سے نکال لو تو وہ ایسے لوگوں کو نکال لیں گے، جو جل کر کوئلے کی طرح ہو چکے ہوں گے۔ پھر فرشتے انہیں نہر میں ڈال دیں گے، جسے نہر حیات کہا جاتا ہے۔ پھر فرمایا: ان کے جسموں کی جلی ہوئی کھال نہر حیات کے کنارے ہی اتر جائے گی اور جس کے بعد وہ سفید ککڑیوں کی طرح سفید تروتازہ ہو کر نکلیں گے۔ اس کے بعد انبیاء کرام ﷺ دوبارہ شفاعت فرمائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں رتی برابر (بھی) ایمان پاؤ تو اسے بھی جہنم سے نکال لو تو وہ بہت سارے لوگوں کو جلدی سے نکال لیں گے۔ پھر شفاعت کریں گے تو اللہ رب العزت انہیں فرمائے گا: جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان پاؤ تو اسے بھی نکال لو۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: اب میں اپنے علم اور رحمت سے نکالتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے نکالے ہوئے افراد سے کئی گنا زیادہ لوگوں کو نکال لے گا اور پھر کئی گُنا اور۔ ان کی گردنوں پر لکھ دیا جائے گا عتقاء اللہ یعنی اللہ کے آزاد کردہ لوگ۔ پھر انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اس میں انہیں جہنمی کے نام سے پکارا جائے گا۔

۴۔ حضرت ابو بکرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُحْمَلُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَتَقَادَعُ بِهِمْ جَنَبَةُ الصِّرَاطِ تَقَادُعَ الْفَرَاشِ فِي النَّارِ، قَالَ: فَيُنْجِي اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ. قَالَ: ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالشُّهَدَاءِ أَنْ يَشْفَعُوْا، فَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ، وَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ، وَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ، وَزَادَ عَفَّانُ مَرَّةً، فَقَالَ أَيْضًا: وَيَشْفَعُوْنَ وَيُخْرِجُوْنَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً مِنْ إِيْمَانٍ. (۱)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۳، رقم: ۲۰۴۴۰

۲۔ بزار، المسند، ۹: ۱۲۳، رقم: ۳۶۷۱ ⟵

قیامت کے دن لوگ پل صراط پر چلیں گے، تو پل صراط کا کنارہ انہیں پتنگوں کے آگ میں گرنے کی طرح اس میں گرائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ اپنی رحمت سے، جسے چاہے گا نجات دے گا۔ پھر فرشتوں، نبیوں، اور شہداء کو اجازت دی جائے گی کہ وہ شفاعت کریں۔ وہ شفاعت کریں گے اور (دوزخیوں) کو نکالیں گے، پھر وہ شفاعت کریں گے اور (دوزخیوں) کو نکالیں گے، پھر شفاعت کریں گے اور (دوزخیوں) کو نکالیں گے۔ عفان نے اس میں اضافہ کیا ہے: وہ شفاعت کریں گے اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اسے بھی (دوزخ سے) نکال لیں گے۔

۵۔ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَصُفُّ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفُوْفاً (وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: أَهْلُ الْجَنَّةِ)، فَيَمُرُّ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عَلَى الرَّجُلِ، فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ، أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ اسْتَسْقَيْتَ فَسَقَيْتُكَ شَرْبَةً؟ قَالَ: فَيَشْفَعُ لَهُ، وَيَمُرُّ الرَّجُلُ، فَيَقُوْلُ: أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ نَاوَلْتُكَ طَهُوْرًا؟ فَيَشْفَعُ لَهُ، وَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ، أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ بَعَثْتَنِي فِي حَاجَةِ كَذَا وَكَذَا؟ فَذَهَبْتُ لَكَ، فَيَشْفَعُ لَهُ. (۱)

قیامت کے دن لوگ صفیں بنائیں گے (ابنِ نمیر نے کہا یعنی کہ اہلِ جنت) تو

۳۔ طبراني، المعجم الصغير، ۲: ۱۴۲، رقم: ۹۲۹

۴۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۴۰۳، رقم: ۸۳۷

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب فضل صدقة الماء، ۲: ۱۲۱۵، رقم: ۳۶۸۵

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۷۸، رقم: ۴۰۰۶

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۶: ۳۱۷، رقم: ۶۵۱۱

۴۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۲: ۳۹، رقم: ۱۴۱۵

دوزخیوں میں سے ایک شخص (جنتیوں میں سے) کسی شخص کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: اے فلاں! تجھے یاد ہے کہ ایک دن تو نے پانی مانگا تھا اور میں نے تجھے پانی پلایا تھا؟ (راوی فرماتے ہیں:) وہ جنتی اس دوزخی کے لیے شفاعت کرے گا۔ ایک اور آدمی دوسرے آدمی کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: تجھے یاد ہے کہ میں نے ایک دن تجھے وضو کرایا تھا؟ چنانچہ وہ اس کے لیے شفاعت کرے گا۔ ایک اور آدمی کہے گا: اے فلاں: تجھے یاد ہے کہ ایک دن تو نے مجھے اس اس کام کے لیے بھیجا تھا چنانچہ میں تیری خاطر چلا گیا تھا؟ وہ اس کے لیے شفاعت کرے گا۔

واضح رہے کہ کسی نے صرف وضو کے لیے پانی مہیا کیا تو ربِ کائنات نے اس کے لیے اس نمازی کو شفاعت کا اختیار بھی دیا اور اس کی شفاعت قبول کرتے ہوئے پانی دینے والے کو جہنم سے جنت میں بھی پہنچا دیا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ رب کائنات تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہونے کے باوجود اپنے محبوب و مقرب بندوں کا لحاظ رکھتے ہوئے، انہیں خاص اعزازات سے سرفراز فرماتا ہے۔ غور کیا جائے تو اس روایت میں تصورِ شفاعت کے حوالے سے چار باتیں واضح ہوتی نظر آتی ہیں:

(۱) بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ روزِ قیامت نفسا نفسی کے عالم میں کوئی بھی شخص دوسرے کے کام نہیں آئے گا، اس حدیثِ مبارک سے ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ ہوگیا۔

(۲) یہ حقیقت بھی طشت از بام ہوگئی کہ نیک سنگتیں کام آئیں گی۔

(۳) نیک لوگ اپنے متعلقین، متوسلین اور خادمین کی شفاعت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

(۴) یہ بھی واضح ہوگیا کہ بعض نیکیاں جنہیں ہم معمولی سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں، وہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہی آخرت میں نجات کا باعث بن جائیں گی۔ جیسے کسی کو پانی پلانا، وضو کے لیے پانی کا انتظام کرنا اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کسی کا کام کر دینا۔

۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے شفاعت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعَصَبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ. (۱)

بے شک میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی شفاعت کریں گے۔ کچھ ایک قبیلے کی۔ کچھ ایک جماعت کی شفاعت کریں گے۔ کچھ ایک شخص کی حتی کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اِس حدیثِ مبارک میں ایک فرد کی شفاعت سے لے کر جماعتوں اور قبیلوں تک کی شفاعت کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ شفاعت کی اجازت ملنے والوں میں انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء و صالحین سب شامل ہوں گے، مگر جنہوں نے خود ہی محرومی اور بدبختی کو اپنے لیے پسند کر لیا ہوگا، ان کا معاملہ جدا ہے۔ یہ وہ ہوں گے جن پر بروزِ قیامت قرآن مجید لعنت بھیج رہا ہوگا۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَحَفِظَهُ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ. (۲)

جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسے حفظ کر لیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا اور اسے اس کے خاندان کے دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے گا، جن سب کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

۸۔ اِسی باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۳، رقم: ۱۱۶۲۳
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة القيامة والرقاق والورع، باب ما جاء فی الشفاعة، ۴: ۶۲۷، رقم: ۲۴۴۰

(۲) ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب فضل من تعلم القرآن و علمه، ۱: ۷۸، رقم: ۲۱۶

لِحَامِلِ الْقُرْآنِ إِذَا أَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ أَنْ يَشْفَعَ فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ.(۱)

وہ قرآن کا حافظ جس نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، اس کو یہ اِذن حاصل ہوگا کہ وہ اپنے خاندان کے دس ایسے لوگوں کی شفاعت کرے، جن میں سے ہر ایک پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ باقاعدگی سے تلاوتِ قرآن کا معمول اپنائیں اور رات کے اندھیروں کو قرآنی نور سے روشن کریں۔ ہمیں بے جا دنیاوی معاملات سے ناتا توڑ کر قرآنِ مجید سے لو لگانی چاہیے اور قرآن کی تکریم کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

۹۔ اقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ.(۲)

قرآن مجید پڑھا کرو، کیوں کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

۱۰۔ روزِ قیامت قرآن اور رمضان کے روزے بھی بندے کے حق میں اللہ کے حضور شفاعت کریں گے۔ جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارک ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

اقْرَءُوْا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهِ. اقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ: الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ، فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵:۲۶۰، رقم: ۵۲۵۸۔
۲۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۲:۵۵۳، رقم: ۲۶۹۳۔

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب فضل قرأة القرآن، ۱:۵۵۳، رقم: ۸۰۴

كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا. (۱)

قرآنِ مجید پڑھا کرو کیوں کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا شفیع بن کر آئے گا، اور دو روشن سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھا کرو کیوں کہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا اڑتے ہوئے پرندوں کے دو جُھنڈ ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. يَقُوْلُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ. وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيْهِ. قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ. (۲)

روزِ قیامت روزہ اور قرآن دونوں بندے کے لیے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے ربّ! میں نے اس شخص کو دن کے وقت کھانے (پینے) اور (دوسری) نفسانی خواہشات سے روکے رکھا، سو تو اس شخص کے حق میں میری شفاعت قبول

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل قراءة القرآن، ۱: ۵۵۳، رقم: ۸۰۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۴۹، رقم: ۲۲۲۰۰

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۱: ۱۵۰، رقم: ۴۶۸

۴۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۳۶۵، رقم: ۵۹۹۱

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۴، رقم: ۶۶۲۶

۲۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۷۴۰، رقم: ۲۰۳۶

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۳۴۶، رقم: ۱۹۹۴

فرما۔ اور قرآن کہے گا: اے میرے ربّ! میں نے اس شخص کو رات کے وقت جگائے رکھا سو اس کے متعلق میری شفاعت کو قبول فرما۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۱۲۔ نمران بن عتبہ کا بیان ہے کہ جب ہم یتیم ہوگئے تھے تو حضرت ام درداء ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ہمیں افسردہ دیکھ کر فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ میں نے حضرت ابو درداء ؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

يَشْفَعُ الشَّهِيْدُ فِي سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ. (۱)

شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر افراد کی شفاعت کرے گا۔

۱۳۔ آپ ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں نابالغ بچوں کی شفاعت کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوْتُ لَهٗ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ إِيَّاهُمْ. (۲)

جس بھی مسلمان شخص کے تین نابالغ بچے فوت ہو چکے ہوں۔ اللہ ان کے والدین کو ان پر رحمت کے وسیلے سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب الجهاد، باب في الشهيد يشفع، ۳: ۱۵، رقم: ۲۵۲۲

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المسلمين، ۱: ۴۶۵، رقم: ۱۳۱۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۲، رقم: ۱۲۵۵۷

۳۔ نسائي، السنن، كتاب الجنائز، باب من يتوفى له ثلاثة، ۴: ۲۴، رقم: ۱۸۷۳

۴۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۳: ۳۶، رقم: ۱۱۸۸۱

الغرض! اُس دن حضور نبی اکرم ﷺ کے اُمتی اپنے قبیلے، گروہ اور خاندانوں کی شفاعت کریں گے۔ شہید، حافظِ قرآن اور دین کے عالم اپنے اہلِ خانہ کے لیے شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ ناتمام اور نابالغ بچے بھی اپنے والدین کی شفاعت کریں گے اور اہلِ آسمان و زمین اور مچھلیاں تک عالم کی شفاعت کریں گی۔ (۱)

۱۰۔ مرحلۂ دخولِ جنت و نار

جب تمام لوگ اپنا حساب کتاب مکمل کر چکیں گے اور اعمال نامے ان کے ہاتھوں میں تھما دیے جائیں گے۔ ان کے اعمال ناموں کے مطابق ان کی اخروی زندگی کا فیصلہ ہو گا کہ ان کا اصل ٹھکانہ کون سی جگہ ہے۔ اگر اعمالِ صالحہ کے حاملین ہوئے تو وہ جنت کے مستحق ٹھہریں گے۔ اس کے برعکس، اعمال بد کی صورت میں وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء، اولیاء، برگزیدہ اور صالح بندے اللہ تعالیٰ کے امر سے جنت میں چلے جائیں گے، جب کہ کافر، مشرک، نافرمان، مجرم، ظالم اور متکبر بندے اللہ تعالیٰ کے جلال اور عتاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ انہیں جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس آگ میں جلتے رہیں گے، جس کا ایندھن اللہ کے نافرمان اور ان کے معبودانِ باطلہ ہوں گے۔ اس مرحلے کی تکمیل کے بعد اہلِ جنت اپنی ابدی آرام گاہوں میں دائمی عیش و راحت کی زندگی بسر کریں گے، جب کہ اہلِ دوزخ کے لیے درد ناک عذاب ہو گا، جہاں وہ ہمیشہ اس میں مبتلا رہیں گے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر دونوں طبقات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں چند آیات ذکر کی جائیں گی۔

(۱) قرآن مجید میں اہلِ جنت کا بیان

انسان کو اللہ رب العزت کی فرماں برداری کی ترغیب دینے کے لیے قرآنِ مجید میں

(۱) یہاں مختصراً شفاعتِ صغریٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے اس موضوع پر راقم کی کتاب ''أَحْسَنُ الصَّنَاعَة فِي إِثْبَاتِ الشَّفَاعَة'' کا مطالعہ کریں۔

متعدد بار اہلِ جنت کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس حوالے سے چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

۱۔ سورۃ البقرہ میں اہلِ جنت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ط كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا لا قَالُوْا هَذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ط وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ○ (۱)

اور (اے حبیب!) آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے (بہشت کے) باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جب انہیں ان باغات میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو (اس کی ظاہری صورت دیکھ کر) کہیں گے یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں (دنیا میں) پہلے دیا گیا تھا، حالانکہ انہیں (صورت میں) ملتے جلتے پھل دیئے گئے ہوں گے، ان کے لئے جنت میں پاکیزہ بیویاں (بھی) ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ○

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں اہلِ تقویٰ کو جنت کا مستحق قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ وَاللهُ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ ○ (۲)

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: کیا میں تمہیں ان سب سے بہترین چیز کی خبر دوں؟ (ہاں) پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس (ایسی) جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لئے) پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۵

(۲) آل عمران، ۳: ۱۵

(سب سے بڑی بات یہ کہ) اللہ کی طرف سے خوشنودی نصیب ہو گی، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے○

۳۔ واضح رہے کہ قرآنِ مجید میں اہلِ صدق بھی جنت کے مستحق قرار دیے گئے ہیں۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ (۱)

اللہ فرمائے گا: یہ ایسا دن ہے (جس میں) سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے، یہی (رضائے الٰہی) سب سے بڑی کامیابی ہے○

۴۔ قرآن مجید صالحین و متقین اہلِ جنت کی صفات اور انعامات کا ذکر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ○ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ○ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ○ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ○ (۲)

بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں رہیں گے○ (ان سے کہا جائے گا) ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ○ اور ہم وہ ساری کدورت باہر کھینچ لیں گے جو (دنیا میں) ان کے سینوں میں (مغالطہ کے باعث ایک دوسرے سے) تھی،

(۱) المائدۃ، ۵: ۱۱۹

(۲) الحجر، ۱۵: ۴۵-۴۸

وہ (جنت میں) بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گےo انہیں وہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گےo

۵۔ اسی تناظر میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌo وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ج وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِo(۱)

بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگاo اور انہیں (دنیا میں) پاکیزہ قول کی ہدایت کی گئی اور انہیں (اسلام کے) پسندیدہ راستہ کی طرف رہنمائی کی گئیo

۶۔ اہلِ جنت کا جنت کے دروازوں پر شاندار استقبال کیا جائے گا۔ سورۃ الزمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَo(۲)

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے انہیں (بھی) جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس (جنت) کے پاس پہنچیں گے اور اُس کے دروازے (پہلے ہی) کھولے جا چکے ہوں گے تو اُن سے وہاں کے نگران (خوش آمدید کرتے ہوئے) کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم خوش و خرّم رہو سو ہمیشہ رہنے

---

(۱) الحج، ۲۲: ۲۳-۲۴

(۲) الزمر، ۳۹: ۷۳

کے لئے اس میں داخل ہو جاؤ○

۷۔ جنت میں عطا کی جانے والی نعمتوں کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ○ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ○ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ○ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ○ (۱)

(یہ) وہ لوگ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمیشہ (ہمارے) تابعِ فرمان رہے○ تم اور تمہارے ساتھ جڑے رہنے والے ساتھی (سب) جنت میں داخل ہو جاؤ (جنت کی نعمتوں، راحتوں اور لذّتوں کے ساتھ) تمہاری تکریم کی جائے گی○ ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلایا جائے گا اور وہاں وہ سب چیزیں (موجود) ہوں گی جن کو دل چاہیں گے اور (جن سے) آنکھیں راحت پائیں گی اور تم وہاں ہمیشہ رہو گے○ اور (اے پرہیزگارو!) یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دیئے گئے ہو، اُن (اعمال) کے صلہ میں جو تم انجام دیتے تھے○ تمہارے لئے اس میں بکثرت پھل اور میوے ہیں تم ان میں سے کھاتے رہو گے○

۸۔ اہلِ جنت کو جنت میں دیگر انعامات کے ساتھ ساتھ سب سے بڑھ کر دیدارِ الٰہی کی نعمت سے بھی نوازا جائے گا۔ اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ○ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ○ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ن○ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ○ (۲)

(۱) الزخرف، ۴۳: ۶۹-۷۳

(۲) قٓ، ۵۰: ۳۱-۳۵

اور جنت پرہیزگاروں کے لئے قریب کر دی جائے گی، بالکل دُور نہیں ہو گیo (اور اُن سے ارشاد ہو گا): یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (کہ) ہر توبہ کرنے والے (اپنے دین اور ایمان کی) حفاظت کرنے والے کے لئے (ہے)o جو (خدائے) رحمان سے بن دیکھے ڈرتا رہا اور (اللہ کی بارگاہ میں) رجوع و اِنابت والا دِل لے کر حاضر ہواo اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی کا دن ہےo اِس (جنت) میں اُن کے لئے وہ تمام نعمتیں (موجود) ہوں گی جن کی وہ خواہش کریں گے اور ہمارے حضور میں ایک نعمت مزید بھی ہے (یا اور بھی بہت کچھ ہے، سو عاشق مَست ہو جائیں گے)o

۹۔ اہلِ جنت کو جنت میں عطا کردہ انعامات کا تفصیلی ذکر درج ذیل آیات مبارکہ میں آیا ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍo فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍo يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَo كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍo يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَo لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِo فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُo فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَo فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَo[1]

بیشک پرہیزگار لوگ اَمن والے مقام میں ہوں گےo باغات اور چشموں میںo باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گےo اسی طرح (ہی) ہو گا، اور ہم انہیں گوری رنگت والی کشادہ چشم حوروں سے بیاہ دیں گےo وہاں (بیٹھے) اطمینان سے ہر طرح کے پھل اور میوے طلب کرتے ہوں گےo اس (جنت) میں موت کا مَزہ نہیں چکھیں گے سوائے (اس) پہلی موت کے (جو گزر چکی ہو گی) اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے گاo یہ آپ کے رب کا فضل ہے

(۱) الدخان، ۴۴: ۵۱–۵۹

(یعنی آپ کا رب آپ کے وسیلے سے ہی عطا کرے گا)، یہی بہت بڑی کامیابی ہےo بس ہم نے آپ ہی کی زبان میں اس (قرآن) کو آسان کر دیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریںo سو آپ (بھی) انتظار فرمائیں یقیناً وہ (بھی) انتظار کر رہے ہیں (آپ اُن کا حشر و انتقام دیکھیں گے اور وہ آپ کی شان اور آپ کے تصدّق سے مومنوں پر میرا انعام دیکھیں گے)o

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے والوں کو دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُo ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةًo فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْo وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْo (۱)

اے اطمینان پا جانے والے نفسo تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)o پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جاo اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جاo

۱۱۔ قرآن مجید میں اہلِ جنت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِo جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُo (۲)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر ہیںo ان کی جزا ان کے رب کے حضور دائمی رہائش کے باغات ہیں جن کے نیچے

---

(۱) الفجر، ۸۹: ۲۷-۳۰

(۲) البینۃ، ۹۸: ۷-۸

سے نہریں رواں ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ اُن سے راضی ہوگیا ہے اور وہ لوگ اس سے راضی ہیں، یہ (مقام) اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے خائف رہا○

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ جنت کی ہر نعمت لازوال اور بے مثال ہوگی۔ سب سے بڑھ کر اہلِ جنت پر تمام پردے اٹھا دیے جائیں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے سرفراز کیا جائے گا۔ جنت کی ہر نعمت ایسی ہوگی کہ، جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا؛ نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی انسان کے تصور میں اس کا خیال تک آیا ہوگا۔

جنت کے مختلف نام

قرآن مجید میں جنت کے مختلف ناموں کا ذکر کیا گیا گیا ہے۔ جنت کے لیے اکثر مقامات پر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، جس سے عیاں ہوتا ہے کہ جنت کی تعداد ایک نہیں ایک سے زیادہ ہے۔ قرآنی آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے مختلف درجات ہیں جو اہلِ جنت کو مقام و مرتبے کے مطابق عطا کیے جائیں گے۔ جنت کے نام درج ذیل ہیں:

۱) جنت

یہ نام قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے:

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ○[1]

اور (بالآخر) انہیں جنت میں داخل فرما دے گا جس کی اس نے (پہلے ہی سے) انہیں خوب پہچان کرا دی ہے○

---

(۱) محمد، ۴۷:۶

۲) جنت الفردوس

تمام جنتوں میں سے سب سے اعلیٰ درجہ جنت الفردوس کا ہے۔ اسی سے جنت کی نہریں رواں ہوں گی۔

۱۔ جنت الفردوس کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا○ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا○(۱)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے فردوس کے باغات کی مہمانی ہوگی○ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہاں سے (اپنا ٹھکانا) کبھی بدلنا نہ چاہیں گے○

۲۔ اسی حوالے سے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ○(۲)

یہی لوگ (جنت کے) وارث ہیں○ یہ لوگ جنت کے سب سے اعلیٰ باغات (جہاں تمام نعمتوں، راحتوں اور قربِ الٰہی کی لذتوں کی کثرت ہوگی ان) کی وراثت (بھی) پائیں گے، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے○

۳) جنتِ عدن

۱۔ جنت کا ایک درجہ جنتِ عدن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآنِ مجید میں یوں فرمایا ہے:

---

(۱) الکھف، ۱۸:۱۰۷-۱۰۸

(۲) المومنون، ۲۳:۱۰-۱۱

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍo جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُo مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍo وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌo هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِo اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍo[1]

اور بے شک پرہیزگاروں کے لیے عمدہ ٹھکانا ہےo (جو) دائمی اِقامت کے لیے باغاتِ عدن ہیں جن کے دروازے اُن کے لیے کھلے ہوں گےo وہ اس میں (مسندوں پر) تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اس میں (وقتے وقتے سے) بہت سے عمدہ پھل اور میوے اور (لذیذ) شربت طلب کرتے رہیں گےo اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی (باحیا) ہم عمر (حوریں) ہوں گیo یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا روزِ حساب کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہےo بے شک یہ ہماری بخشش ہے اسے کبھی بھی ختم نہیں ہونا o

۲۔ جنتِ عدن کے بارے میں سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُo[2]

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرما لیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ایسے پاکیزہ مکانات کا بھی (وعدہ فرمایا ہے) جو جنت کے خاص مقام پر سدا بہار باغات میں ہیں، اور (پھر) اللہ کی رضا اور خوشنودی (ان سب نعمتوں سے) بڑھ کر ہے (جو بڑے اجر کے طور پر نصیب ہو گی)، یہی زبردست کامیابی ہےo

(۱) صٓ، ۳۸: ۴۹-۵۴

(۲) التوبة، ۹: ۷۲

اس کے علاوہ قرآن مجید میں جنتِ عدن کا ذکر دیگر بارہ مقامات پر آیا ہے۔

۴) جنتُ الخلد

جنت الخلد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اَذٰلِکَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط کَانَتْ لَھُمْ جَزَآءً وَّمَصِیْرًا ○ لَھُمْ فِیْھَا مَا یَشَآؤُوْنَ خٰلِدِیْنَ ط کَانَ عَلٰی رَبِّکَ وَعْدًا مَّسْؤُوْلًا○(۱)

فرما دیجئے: کیا یہ (حالت) بہتر ہے یا دائمی جنت (کی زندگی) جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ان (کے اعمال) کی جزا اور ٹھکانا ہے○ ان کے لیے ان (جنتوں) میں وہ (سب کچھ میسّر) ہوگا جو وہ چاہیں گے (اس میں) ہمیشہ رہیں گے یہ آپ کے رب کے ذمۂ (کرم) پر مطلوبہ وعدہ ہے (جو پورا ہو کر رہے گا)○

۵) جنت الماویٰ

جنت المأویٰ کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیاتِ کریمہ میں آیا ہے۔

۱۔ سورۃ السجدۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ز نُزُلًا م بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ○(۲)

چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو ان کے لیے دائمی سکونت کے باغات ہیں (اللہ کی طرف سے ان کی) ضیافت و اِکرام میں اُن (اعمال) کے بدلے جو وہ کرتے رہے تھے○

(۱) الفرقان، ۲۵:۱۵-۱۶

(۲) السجدۃ، ۳۲: ۱۹

۲۔ جنت الماویٰ کا سورۃ النجم میں یوں ذکر ہوا ہے:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىo عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰىo عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰىo اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰىo[1]

اور بے شک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو) o سِدرۃ المنتہیٰ کے قریب o اسی کے پاس جنت المأویٰ ہے o جب نورِ حق کی تجلّیات سِدرَۃ (المنتہیٰ) کو (بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ فگن تھیں o

۳۔ سورۃ النازعات میں جنت الماوی کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىo فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىo[2]

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات و شہوات سے باز رکھا o تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا o

۶) دار السلام

سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۲۷ میں یہ نام وارد ہوا ہے:

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ.

انہی کے لیے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے۔

---

(۱) النجم، ۵۳: ۱۳-۱۶

(۲) النازعات، ۷۹: ۴۰-۴۱

۷) روضۃ

سورۃ الروم کی آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ○

پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو وہ باغاتِ جنت میں خوشحال و مسرور کر دیے جائیں گے○

۸) الحسنٰی

سورۃ یونس میں ارشاد ہوتا ہے:

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ. (۱)

ایسے لوگوں کے لیے جو نیک کام کرتے ہیں نیک جزا ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں **الْحُسْنٰی** سے مراد جنت ہے جب کہ **زِیَادَةٌ** سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ (۲) یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرب اور نیکوکار بندوں کو آخرت میں نہ صرف نعمتوں بھری جنت عطا ہوگی بلکہ محبوب کے مکھڑے کا دیدار بھی عطا کیا جائے گا۔

---

(۱) یونس، ۱۰:۲۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین الآخرة ربهم، ۱:۱۶۳، رقم:۱۸۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۳۲

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة یونس، ۵:۲۸۶، رقم:۳۱۰۵

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فیما أنکرت الجهمیة، ۱:۶۷، رقم:۱۸۷

۹) دار المقامۃ

سورۃ فاطر کی آیت نمبر ۳۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ○

جس نے ہمیں اپنے فضل سے دائمی اقامت کے گھر لا اتارا ہے، جس میں ہمیں نہ کوئی مشقّت پہنچے گی اور نہ اس میں ہمیں کوئی تھکن پہنچے گی○

۱۰) النعیم

سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ○

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ان کے لیے نعمتوں کی جنتیں ہیں○

۱۱) رحمۃ اللہ

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ○

اور جن لوگوں کے چہرے سفید (روشن) ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○

واضح رہے کہ جنت کے یہ مقامات اہلِ جنت کو اُن کے درجات، مقامات اور مراتب کے مطابق عطا کیے جائیں گے۔

(۲) قرآن میں اہلِ دوزخ کا بیان

جہاں اللہ رب العزت نے اپنی لاریب کتاب قرآنِ مجید میں جنت کا ذکر کر کے اہلِ حق کو خوش خبری سنائی ہے، وہیں دوزخ کے دل دہلا دینے والے مناظر سے بھی اہلِ باطل کو خبردار کیا ہے۔ اہلِ دوزخ اور ان کے احوال درج ذیل آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ اللہ رب العزت نے دوزخ اور اہلِ دوزخ کے بارے میں سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا ہے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ط وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ (۱)

پس ان میں سے کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور ان میں سے کسی نے اس سے رو گردانی کی، اور (روگردانی کرنے والے کے لئے) دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے○ بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ہم عنقریب انہیں (دوزخ کی) آگ میں جھونک دیں گے جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم انہیں دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ (مسلسل) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے○

بروزِ قیامت مشرک جنات اور انسانوں کو گروہ در گروہ نارِ دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ وہاں ایک جماعت دوسری جماعت کا لعنت بھرے کلمات کے ساتھ استقبال کرے گی۔ جب سارے جہنمی اکٹھے ہو جائیں گے، تو سب سے آخر میں آنے والا گروہ پہلے گروہ کے خلاف عدالتِ الٰہی میں شکایت کرے گا: اے اللہ! ان لوگوں نے ہمیں سیدھی راہ سے بھٹکایا تھا۔ پہلا گروہ جواب دے گا، ہم بھی گم راہ ہوئے اور تم بھی گم راہ ہوئے۔ حالانکہ ہمارے اور تمہارے

(۱) النساء، ۴: ۵۵، ۵۶

پاس اللہ تعالیٰ کے رسول آئے تھے اور انہوں نے دلائل کے ساتھ حق بھی ہم سب کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا، تو ہم بھی تمہیں ہدایت کی راہ دکھا دیتے۔ اب خواہ ہم صبر کریں یا واویلا مچائیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیوں کہ اب ہماری خلاصی کی تمام راہیں بند ہو چکی ہیں۔ مندرجہ ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے:

۲۔ سورۃ الاعراف میں دوزخ اور اہلِ دوزخ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓی اِذَا ادَّارَکُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰهُمْ لِاُوْلٰهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِکُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ○ (۱)

اللہ فرمائے گا: تم جنوں اور انسانوں کی ان (جہنّمی) جماعتوں میں شامل ہو کر جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں دوزخ میں داخل ہو جاؤ! جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہو گی وہ اپنے جیسی دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی، یہاں تک کہ جب اس میں سارے (گروہ) جمع ہو جائیں گے تو ان کے پچھلے اپنے اگلوں کے حق میں کہیں گے کہ اے ہمارے ربّ! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دوگنا عذاب دے۔ ارشاد ہوگا: ہر ایک کے لئے دوگنا ہے مگر تم جانتے نہیں ہو○

۳۔ اسی حوالے سے سورۃ الانفال میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ○ لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَهٗ

(۱) الأعراف، ۷: ۳۸

جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ط اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ○ (۱)

بیشک کافر لوگ اپنا مال و دولت (اس لئے) خرچ کرتے ہیں کہ (اس کے اثر سے) وہ (لوگوں کو) اللہ (کے دین) کی راہ سے روکیں، سو ابھی وہ اسے خرچ کرتے رہیں گے پھر (یہ خرچ کرنا) ان کے حق میں پچھتاوا (یعنی حسرت و ندامت) بن جائے گا پھر وہ (گرفت الٰہی کے ذریعے) مغلوب کر دیئے جائیں گے، اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے○ تاکہ اللہ (تعالیٰ) ناپاک کو پاکیزہ سے جدا فرما دے اور ناپاک (یعنی نجاست بھرے کرداروں) کو ایک دوسرے کے اوپر تلے رکھ دے پھر سب کو اکٹھا ڈھیر بنا دے گا پھر اس (ڈھیر) کو دوزخ میں ڈال دے گا، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں○

جہنم جو درحقیقت دار العذاب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں، نافرمانوں، سرکشوں، باغیوں اور مشرکوں کے لیے بطور خاص تیار کر رکھا ہے۔ اس کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے میں داخلہ کے لیے متعین ومخصوص افراد کا گروہ ہوگا۔ اس میں عذاب کی مختلف اقسام ہوں گی۔ واضح رہے کہ جہنم اس وقت بھی موجود ہے۔ کفار ومشرکین اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اسے کبھی فنا نہیں ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ط كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ○ (۲)

اور جو لوگ نافرمان ہوئے سو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہ جب بھی اس سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ

---

(۱) الأنفال، ۸: ۳۶-۳۷

(۲) السجدة، ۳۲: ۲۰

اِس آتشِ دوزخ کا عذاب چکھتے رہو جسے تم جھٹلایا کرتے تھےo

۵۔ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًاo خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًاo (۱)

بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور اُن کے لئے (دوزخ کی) بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہےo جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ نہ وہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگارo

حقیقت یہ ہے کہ کفار و مشرکین کا عذابِ جہنم دائمی اور ابدی ہے۔ کافر ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ انہیں کبھی عذاب سے نجات نہیں ملے گی اور نہ ہی ان کے عذاب میں کبھی تخفیف کی جائے گی۔

۶۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍo وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍo (۲)

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان پر (موت کا) فیصلہ کیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ ان سے عذاب میں سے کچھ کم کیا جائے گا، اسی طرح ہم ہر نافرمان کو بدلہ دیا کرتے ہیںo اور وہ اس دوزخ میں چلّائیں گے کہ

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۶۴-۶۵

(۲) فاطر، ۳۵: ۳۶-۳۷

اے ہمارے رب! ہمیں (یہاں سے) نکال دے، (اب) ہم نیک عمل کریں گے ان (اعمال) سے مختلف جو ہم (پہلے) کیا کرتے تھے۔ (ارشاد ہو گا) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا، وہ سوچ سکتا تھا اور (پھر) تمہارے پاس ڈر سنانے والا بھی آ چکا تھا، پس اب (عذاب کا) مزہ چکھو سو ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہ ہو گاo

یہ حقیقت ہے کہ جب قیامت کے بعد کافر جہنم میں پہنچ جائیں گے تو شیطان با آوازِ بلند ان سے اعلانِ بے زاری کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہم سر اور شریک نہیں ہے۔ جیسا کہ کفار نے زندگی میں اسے اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ وہ اس کی ہر بات کے سامنے سر جھکا دیتے تھے۔ انہوں نے شیطان کی پیروی میں اللہ اور اس کے رسولوں کی بات تک نہ مانی۔ درحقیقت انبیاء و رسل کے دلائل مضبوط اور واضح تھے، پھر بھی وہ بلا دلیل شیطان کی بات مانتے رہے۔

۷۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo[1]

اور شیطان کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکے گا کہ بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا، سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے، اور مجھے (دنیا میں) تم پر کسی قسم کا زور نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (باطل کی طرف) بلایا سو تم نے (اپنے مفاد کی خاطر) میری دعوت قبول کی، اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ (خود) اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں (آج) تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور

(۱) ابراهيم، ۱۴: ۲۲

نہ تم میری فریادرسی کر سکتے ہو۔ اس سے پہلے جو تم مجھے (اللہ کا) شریک ٹھہراتے رہے ہو بیشک میں (آج) اس سے انکار کرتا ہوں۔ یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہےo

اندازہ کیجیے کہ یہ شیطان کی مکارانہ سوچ کا ایک اظہار ہے۔ہمیں اس مکروہ سوچ سے اس دنیا میں بھی واسطہ پڑ رہا ہے اور آخرت میں بھی شیطان کے پیروکاروں کو اس کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس لیے اس دنیا ہی میں شیطان کی پیروی سے توبہ کر لینی چاہیے، ورنہ آخرت میں ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔

۸۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَo قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَo(۱)

اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ دوزخ کی طرف گروہ درگروہ ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اُس (جہنم) کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے داروغے اُن سے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے تھے اور تمہیں اِس دن کی پیشی سے ڈراتے تھے؟ وہ (دوزخی) کہیں گے: ہاں (آئے تھے)، لیکن کافروں پر فرمانِ عذاب ثابت ہو چکا ہو گاo اُن سے کہا جائے گا: دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، (تم) اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، سو غرور کرنے

(۱) الزمر، ۳۹: ۷۱-۷۲

والوں کا ٹھکانا کتنا برا ہے○

۹۔ واضح رہے کہ روزِ قیامت کوئی عذر، بہانہ، مکر، فریب اور جھوٹ کام نہیں آئے گا۔ اُس روز کافر و نافرمان، ظالم اور جابر اپنے کسی حربے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ وہ اپنے اعمالِ بد کے باعث دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ○ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۘ یُسْحَبُوْنَ○ فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ○ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَکُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا ۭ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْکٰفِرِیْنَ○ ذٰلِکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ○ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ○ (۱)

جن لوگوں نے کتاب کو (بھی) جھٹلا دیا اور ان (نشانیوں) کو (بھی) جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا، تو وہ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے○ جب اُن کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے○ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر آگ میں (ایندھن کے طور پر) جھونک دیئے جائیں گے○ پھر اُن سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ (بُت) جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے○ اللہ کے سوا، وہ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے بلکہ ہم تو پہلے کسی بھی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے، اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ ٹھہراتا ہے○ یہ (سزا) اس کا بدلہ ہے کہ تم زمین میں ناحق خوشیاں منایا کرتے تھے اور اُس کا بدلہ ہے کہ تم اِترایا کرتے تھے○ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، سو غرور کرنے والوں کا ٹھکانا کتنا بُرا ہے○

(۱) غافر، ۴۰: ۷۰-۷۶

۱۰۔ روزِ قیامت مجرمین کو ہمیشہ کے لیے عذابِ جہنم کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔ سورۃ الزخرف میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ○ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ○ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ○ وَنَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ○ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ○[1]

بیشک مجرم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں○ جو اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں نا امید ہو کر پڑے رہیں گے○ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظلم کرنے والے تھے○ اور وہ (داروغۂ جہنّم کو) پکاریں گے اے مالک! آپ کا رب ہمیں موت دے دے (تو اچھا ہے)۔ وہ کہے گا کہ (تم اب اسی حال میں ہی) ہمیشہ رہنے والے ہو○ بیشک ہم تمہارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے تھے○

۱۱۔ اس حوالے سے سورۃ الزخرف میں ارشاد فرمایا ہے:

یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا○ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ○ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ○ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○[2]

جس دن کو وہ دھکیل دھکیل کر آتشِ دوزخ کی طرف لائے جائیں گے○ (اُن سے کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جہنّم کی آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے○ سو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر

(۱) الزخرف، ۴۳: ۷۴–۷۸

(۲) الطور، ۵۲: ۱۳–۱۶

ہے، تمہیں صرف انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھےo

۱۲۔ روزِ قیامت اہلِ دوزخ پر حجت تمام کر دی جائے گی۔ سوال و جواب کے بعد وہ اپنے ہر جرم کا برملا اعتراف کریں گے، جس کی پاداش میں اُنہیں ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔ سورۃ الملک کی درج ذیل آیات میں اس مضمون کو نہایت بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ o وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُo اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُo تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ط كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌo قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَ نَا نَذِيْرٌ لا فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ج اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٌo وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِo فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ج فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِo(۱)

اور بے شک ہم نے سب سے قریبی آسمانی کائنات کو (ستاروں، سیاروں، دیگر خلائی کرّوں اور ذرّوں کی شکل میں) چراغوں سے مزیّن فرما دیا ہے، اور ہم نے ان (ہی میں سے بعض) کو شیطانوں (یعنی سرکش قوتوں) کو مار بھگانے (یعنی ان کے منفی اَثرات ختم کرنے) کا ذریعہ (بھی) بنایا ہے، اور ہم نے ان (شیطانوں) کے لئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہےo اور ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے رب کا اِنکار کیا دوزخ کا عذاب ہے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہےo جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی خوف ناک آواز سنیں گے اور وہ (آگ) جوش مار رہی ہو گیo گویا (ابھی) شدتِ غضب سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جائے گی، جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے

(۱) الملك، ۶۷: ۵-۱۱

پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس ڈر سنانے والا آیا تھا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو محض بڑی گمراہی میں (پڑے ہوئے) ہوo اور کہیں گے: اگر ہم (حق کو) سنتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم (آج) اہلِ جہنم میں (شامل) نہ ہوتےo پس وہ اپنے گناہ کا اِعتراف کر لیں گے، سو دوزخ والوں کے لئے (رحمتِ اِلٰہی سے) دُوری (مقرر) ہےo

۱۳۔ اہلِ جہنم کو دوزخ میں جس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کا ذکر ان آیات میں بیان کیا گیا ہے:

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًاo لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًاo لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًاo لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًاo اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًاo جَزَآءً وِّفَاقًاo اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًاo وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًاo وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتَابًاo فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًاo[1]

بیشک دوزخ ایک گھات ہےo (وہ) سرکشوں کا ٹھکانا ہےo وہ ختم نہ ہونے والی پے در پے مدتیں اسی میں پڑے رہیں گےo نہ وہ اس میں (کسی قسم کی) ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کاo سوائے کھولتے ہوئے گرم پانی اور (دوزخیوں کے زخموں سے) بہتے ہوئے پیپ کےo (یہی ان کی سرکشی کے) موافق بدلہ ہےo اس لئے کہ وہ قطعًا حسابِ (آخرت) کا خوف نہیں رکھتے تھےo اور وہ ہماری آیتوں کو خوب جھٹلایا کرتے تھےo اور ہم نے ہر (چھوٹی بڑی) چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہےo (اے منکرو!) اب تم (اپنے کئے کا) مزہ چکھو (تم دنیا میں کفر و سرکشی میں بڑھتے گئے) اب ہم تم پر عذاب ہی کو بڑھاتے جائیں گےo

یہ بھی واضح رہے کہ منافقین کا طبقہ جہنم کے سب سے آخری گڑھے میں ہوگا۔ قرآن

(۱) النبأ، ۷۸: ۲۱-۳۰

مجید نے ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اپنے سیاہ اعمال کے باعث جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

۱۔ اللہ رب العزت نے ان کی بری خصلتوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ.(۱)

وہ اللہ کو (یعنی رسول ﷺ کو) اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر (فی الحقیقت) وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

یہاں منافقین کا ذکر کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ وہ اللہ سے دھوکہ دینے کی بجائے درحقیقت خود کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہاں سوچنے کا مقام ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا ہمارا شمار ان میں سے ہے جو اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں؛ اس کی بندگی کا دم بھرتے ہیں یا پھر ان میں سے ہیں، جو شرمندگی اور نافرمانی کے کام کرتے ہیں، اللہ کے امر سے بغاوت کرتے ہیں اور اندھا دھند نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں؟

۲۔ قرآن حکیم میں اس حقیقت کو کس قدر کھول کر بیان کر دیا ہے:

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا۝(۲)

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے تو کیا آپ اس پر نگہبان بنیں گے۝

۳۔ ایک اور مقام پر ان کی ریاکاری اور دھوکہ دہی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۝(۳)

---

(۱) النساء، ۴:۱۴۲

(۲) الفرقان، ۲۵: ۴۳

(۳) النساء، ۴:۱۴۲

اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ (محض) لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو یاد (بھی) نہیں کرتے مگر تھوڑا○

گویا یہ ایسے لوگ ہیں، جو عبادت میں ریا کاری اور دکھاوا کرتے ہیں، تاکہ لوگ مجھے نمازی کہیں؛ اسی طرح کئی سخی، حاجی، مجاہد، غازی، عالم، نیک اور پارسا کہلانے کے سو سو حیلے بہانے کرتے ہیں، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہیں اتنا علم نہیں ہے کہ جس عمل میں اپنی بہتری، عزت، نیک نامی اور شہرت کا تصوّر آ گیا، وہ عمل ریا کاری کی وجہ سے اپنی قدر و وقعت کھو گیا۔

۴۔ اسی سورت کی اگلی آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.(۱)

بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

منافقین کو ان کی منافقت کے باعث ہی دوزخ کے سب سے نچلے حصے میں گرایا جائے گا۔ اس موقع پر اہلِ جنت، دوزخ میں جلنے والوں سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے ہم سے دنیا میں کیے تھے، ہم نے تو وہ تمام وعدے سچے پائے ہیں۔ تم بتاؤ کیا تم نے بھی جو وعدے کیے تھے، وہ سچے پائے؟ وہ اقرار کریں گے کہ ہم بھی اپنے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں۔

۵۔ اس ساری صورتِ حال کو سورۃ اعراف میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ○(۲)

---

(۱) النساء، ۴:۱۴۵

(۲) الأعراف، ۷: ۴۴

اور اہلِ جنت دوزخ والوں کو پکار کر کہیں گے: ہم نے تو واقعتاً اسے سچّا پا لیا ہے جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے فرمایا تھا سو کیا تم نے (بھی) اسے سچّا پایا جو وعدہ تمہارے ربّ نے (تم سے) کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ پھر ان کے درمیان ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے○

۶۔ پھر نافرمانوں اور غافلین کے دوزخ میں پہنچنے کے بعد ان دوزخیوں کے کھانے کا ذکر سورۃ الدخان میں اس طرح کیا گیا ہے:

اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ○ طَعَامُ الْاَثِيْمِ○ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ○ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ○ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ○ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ○ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ○ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ○[1]

بیشک کانٹے دار پھل کا درخت○ بڑے نافرمانوں کا کھانا ہوگا○ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح وہ پیٹوں میں کھولے گا○ کھولتے ہوئے پانے کے جوش کی مانند○ (حکم ہو گا) اس کو پکڑ لو اور دوزخ کے وسط تک اسے زور سے گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ○ پھر اِس کے سَر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو○ مَزہ چکھ لے ہاں تُو ہی (اپنے گمان اور دعویٰ میں) بڑا معزّز و مکرّم ہے○ بیشک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے○

۷۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان نافرمانوں کو پکڑ کر دوزخ کی تہہ تک گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ۔ یہ اپنے گمان اور دعوؤں میں بہت معزز اور مکرم بنتے تھے اور مجھ سے ملاقات میں شک کیا کرتے تھے۔ جنت والے دوزخ میں جلنے والوں جان پہچان والوں ،قرابت داروں، رشتہ دار وں اور دوست احباب سے پوچھیں گے کہ تمہیں تمہارے کون سے اعمال دوزخ میں لے کر گئے؟ اس گفتگو کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا ہے:

---

(۱) الدخان، ۴۴: ۴۳–۵۰

فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ○ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ○ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ○ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ○[1]

(وہ) باغات میں ہوں گے، اور آپس میں پوچھتے ہوں گے○ مجرموں کے بارے میں○ (اور کہیں گے:) تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی○ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے○

یہ آیتِ مبارکہ نمازوں میں غفلت کرنے والوں کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر اُن کا حال بتا رہی ہے۔ یہی حال غریبوں پر خرچ نہ کرنے والے بخیلوں اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کا ہوگا۔ یہ مال و دولت موت کے بعد کسی کام آنے والی نہیں ہے۔ یہی مال اژدھا بنا کر گلوں میں ڈالا جائے گا۔ وہ قبر میں اپنے مالک کو ڈستے ہوئے کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں جسے تو جمع کر کے رکھتا تھا۔ وہی مال قیامت کے دن اذیت ناک عذاب کا باعث بنے گا۔

۸۔ سورۃ المدثر کی اگلی آیت میں نیکیوں پر اپنا مال خرچ نہ کرنے کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ○ وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ○[2]

اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے○ اور بیہودہ مشاغل والوں کے ساتھ (مل کر) ہم بھی بیہودہ مشغلوں میں پڑے رہتے تھے○

جہنمی لوگ افسوس بھرے انداز میں کہیں گے کہ ہم وسائل ہونے کے باوجود مسکینوں کے کھانے کا بندوبست نہیں کیا کرتے تھے۔ افسوس! ہم نے اپنی زندگی کے شب و روز بے ہودہ سرگرمیوں اور لہو ولعب میں گزار دیے۔ اسی طرح کے مشاغل میں ہماری ساری زندگی گزر گئی اور وہ انجام آ پہنچا جو یقینی تھا۔ اگر ہمیں کوئی غلط فہمی تھی، تو وہ بھی آج دور ہو جائے گی، کیوں کہ اب کسی کی شفاعت انہیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گی۔

---

(۱) المدثر، ۷۴: ۴۰-۴۳

(۲) المدثر، ۷۴: ۴۴-۴۵

۹۔ سورۃ القیامۃ میں ایسے ہی اہلِ جہنم کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ. (۱)

کتنے چہرے اس دن بگڑی ہوئی حالت میں مایوس اور سیاہ ہوں گے۔

۱۰۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًاo لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًاo لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًاo لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًاo اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًاo جَزَآءً وِّفَاقًاo (۲)

بے شک دوزخ ایک گھات ہےo (وہ) سرکشوں کا ٹھکانا ہےo وہ ختم نہ ہونے والی پے در پے مدتیں اسی میں پڑے رہیں گےo نہ وہ اس میں (کسی قسم کی) ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کاo سوائے کھولتے ہوئے گرم پانی اور (دوزخیوں کے زخموں سے) بہتی ہوئی پیپ کےo (یہی ان کی سرکشی کے) موافق بدلہ ہےo

۱۱۔ واضح رہے کہ یہ سب کے سب وہ لوگ ہوں گے، جو آخرت کے دن کے حساب کتاب کا کوئی خوف نہیں رکھتے تھے۔ سورۃ عبس میں کافروں اور فاجرین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌo تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌo اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُo (۳)

اور بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر اس دن گرد پڑی ہو گیo (مزید) ان (چہروں) پر سیاہی چھائی ہو گیo یہی لوگ کافر (اور) فاجر (بدکردار) ہوں گےo

---

(۱) القیامۃ، ۷۵:۲۴

(۲) النباء، ۷۸:۲۱-۲۶

(۳) عبس، ۸۰:۴۰-۴۱

۱۲۔ سورۃ الغاشیۃ میں دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والوں کا قیامت کے دن بھلا کیا حال ہو گا ؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ○ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً○[1]

اس دن کتنے ہی چہرے ذلیل و خوار ہوں گے○ (اللہ کو بھول کر دنیاوی) محنت کرنے والے (چند روزہ عیش و آرام کی خاطر سخت) مشقتیں جھیلنے والے○ دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے○

واضح رہے کہ مذکورہ آیات ہمارے ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ورنہ قرآن مجید ایسی آیاتِ تذکیر سے بھرپور ہے جن میں صراحتاً بیان ہے کہ نیک، صالح اور پرہیز گار اہلِ ایمان جنت کے مستحق ہوں گے؛ جب کہ گناہ گار، اپنے مفاد کے لیے دوسروں پر ظلم و زیادتی کرنے والے اور کفار و منافقین دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

i. اہلِ جنت کا اہلِ دوزخ سے مکالمہ

اہلِ جنت اپنے اپنے تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تشریف فرما ہوں گے۔ خدمت گار انہیں بہترین کھانے اور عمدہ مشروبات پیش کر رہے ہوں گے۔ یکا یک کسی جنتی کو اپنا ساتھی یاد آ جائے گا ،جو قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتا تھا۔ وہ آخرت کی زندگی، حساب کتاب، جنت اور دوزخ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ غیب سے آواز آئے گی کیا تم دوزخ میں اس کا حال دیکھنا چاہتے ہو؟ اگر تم اس کا انجامِ بد دیکھنا چاہتے ہو تو جھانک کر دیکھ لو۔ چنانچہ جھٹلانے والا دوزخ کے عین وسط میں نظر آئے گا۔ وہ اس وقت اپنے جنتی ساتھی سے کہے گا بخدا! تو مجھے بھی لے ڈوبتا۔ یعنی اگر میں تیری بات مان لیتا تو مجھے بھی اپنے ساتھ تباہ کر دیتا۔ دوسرے لفظوں میں وہ اس بات کا اعتراف کرے گا کہ اگر مجھ پر اللہ جل جلالہٗ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو میں بھی تیری طرح دوزخ ہی میں ہوتا۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) الغاشية، ۸۸:۲-۴

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ○ اُولٰئِکَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ○ فَوَاکِهُ وَهُمْ مُّکْرَمُوْنَ○ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ○ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ○ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِکَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ○ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ○ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ○ وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ○ کَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّکْنُوْنٌ○ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَّتَسَآئَلُوْنَ○ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِيْنٌ○ يَّقُوْلُ اَئِنَّکَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ○ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ○ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ○ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ○ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ○ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ○ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ○ اَذٰلِکَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ○ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ○ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ○ طَلْعُهَا کَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ○ فَاِنَّهُمْ لَاٰکِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ○ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ○ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَی الْجَحِيْمِ○ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَ هُمْ ضَآلِّيْنَ○ فَهُمْ عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ○ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَکْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ○ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ○ فَانْظُرْ کَيْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ○[1]

(ہاں) مگر اللہ کے وہ (برگزیدہ ومنتخب) بندے جنہیں (نفس اور نفسانیت سے) رہائی مل چکی ہے○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے (صبح وشام) رزقِ خاص مقرّر ہے○ (ہر قسم کے) میوے ہوں گے، اور ان کی تعظیم وتکریم ہوگی○ نعمتوں اور راحتوں کے

(۱) الصافات، ۳۷: ۴۰-۷۳

باغات میں (مقیم ہوں گے)o تختوں پر مسند لگائے آمنے سامنے (جلوہ افروز ہوں گے)o اُن پر چھلکتی ہوئی شرابِ (طہور) کے جام کا دور چل رہا ہوگاo جو نہایت سفید ہوگی، پینے والوں کے لئے سراسر لذّت ہوگیo نہ اس میں کوئی ضرر یا سر کا چکرانا ہوگا اور نہ وہ اس (کے پینے) سے بہک سکیں گےo اور ان کے پہلو میں نگاہیں نیچی رکھنے والی، بڑی خوبصورت آنکھوں والی (حوریں بیٹھی) ہوں گیo (وہ سفید و دلکش رنگت میں ایسے لگیں گی) گویا گرد و غبار سے محفوظ انڈے (رکھے) ہوںo پھر وہ (جنتی) آپس میں متوجہ ہوکر ایک دوسرے سے (حال و احوال) دریافت کریں گےo ان میں سے ایک کہنے والا (دوسرے سے) کہے گا کہ میرا ایک ملنے والا تھا (جو آخرت کا منکِر تھا)o وہ (مجھے) کہتا تھا: کیا تم بھی (ان باتوں کا) یقین اور تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہمیں (اس حال میں) بدلہ دیا جائے گا؟ پھر وہ (جنتی) کہے گا: کیا تم (اُسے) جھانک کر دیکھو گے (کہ وہ کس حال میں ہے)؟ پھر وہ جھانکے گا تو اسے دوزخ کے (بالکل) وسط میں پائے گاo (اس سے) کہے گا: خدا کی قسم تو اس کے قریب تھا کہ مجھے بھی ہلاک کر ڈالےo اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں (بھی تمہارے ساتھ عذاب میں) حاضر کئے جانے والوں میں شامل ہو جاتاo سو (جنتی خوشی سے پوچھیں گے:) کیا اب ہم مریں گے تو نہیں؟o اپنی پہلی موت کے سوا (جس سے گزر کر ہم یہاں آچکے) اور نہ ہم پر کبھی عذاب کیا جائے گا؟o بیشک یہی تو عظیم کامیابی ہےo ایسی (کامیابی) کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیےo بھلا یہ (خُلد کی) مہمانی بہتر ہے یا زقّوم کا درخت؟ بیشک ہم نے اس (درخت) کو ظالموں کے لئے عذاب بنایا ہےo بیشک یہ ایک درخت ہے جو دوزخ کے سب سے نچلے حصّہ سے نکلتا ہےo اس کے خوشے ایسے ہیں گویا (بدنما) شیطانوں کے سر ہوںo پس وہ (دوزخی) اسی میں سے کھانے والے ہیں اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہیںo پھر یقیناً اُن کے لئے اس (کھانے) پر (پیپ کا) ملا

ہوا نہایت گرم پانی ہوگا (جو انتڑیوں کو کاٹ دے گا)○ (کھانے کے بعد) پھر یقیناً ان کا دوزخ ہی کی طرف (دوبارہ) پلٹنا ہوگا○ بیشک انہوں نے اپنے باپ دادا کوگمراہ پایا○ سو وہ انہی کے نقشِ قدم پردوڑائے جا رہے ہیں○ اور درحقیقت اُن سے قبل پہلے لوگوں میں (بھی) اکثر گمراہ ہوگئے تھے○ اور یقیناً ہم نے ان میں بھی ڈر سنانے والے بھیجے○ سو آپ دیکھئے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ڈرائے گئے تھے○

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے یہ امر ثابت ہوا کہ جنت کا ثواب اور عیش و آرام اور دوزخ کا عذاب وعتاب سب حق ہے۔ اہلِ جنت کو تمام جسمانی اور روحانی لذتیں، راحتیں اور مسرتیں میسر ہوں گی۔ جب کہ اس کے برعکس تمام جسمانی اور روحانی مصیبتیں اور کلفتیں اہلِ دوزخ کے لیے مخصوص ہوں گی۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات سے یہ بات صراحتاً ثابت ہے کہ جنت اہلِ تقویٰ کے لیے تیار کی جا چکی ہے اور جہنم کافروں کے لیے۔ یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ جنت اور جہنم دونوں دائمی اور ابدی ہیں۔ یہ دونوں دار البقاء اور دار الدوام ہیں اور انہیں کبھی فنا نہیں ہوگا۔

ii. جہنم کے مختلف نام

قرآن مجید میں جہنم کے مختلف ناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

ا) النار

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ○

تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی ان کے بت)

ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے○

۲) جہنم

سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۴۳ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ○

اور بے شک ان سب کے لیے وعدہ کی جگہ جہنم ہے○

۳) السعیر

سورۃ الملک کی آیت نمبر ۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ○

اور ہم نے ان (شیطانوں) کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے○

۴) لظٰی

سورۃ المعارج کی آیات نمبر ۱۵-۱۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

كَلَّا ط اِنَّهَا لَظٰى○ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى○

ایسا ہرگز نہ ہوگا، بے شک وہ شعلہ زن آگ ہے○ سر اور تمام اَعضائے بدن کی کھال اتار دینے والی ہے○

۵) سقر

سورۃ المدثر کی آیت نمبر ۲۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ○ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ○ لَوَّاحَةٌ

لِّلْبَشَرِ○ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ○[1]

میں عنقریب اسے دوزخ میں جھونک دوں گا○ اور آپ کو کس نے بتایا ہے کہ سَقَر کیا ہے○ وہ (ایسی آگ ہے جو) نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے○ (وہ) جسمانی کھال کو جھلسا کر سیاہ کر دینے والی ہے○ اس پر اُنیس (۱۹ فرشتے داروغے مقرر) ہیں○

۶) هاوية

سورۃ القارعۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ○ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ○ نَارٌ حَامِيَةٌ○[2]

اور جس شخص کے (اعمال کے) پلڑے ہلکے ہوں گے○ تو اس کا ٹھکانا ہاویہ (جہنم کا گڑھا) ہوگا○ اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ ہاویہ کیا ہے؟○ (وہ جہنم کی) سخت دہکتی آگ (کا انتہائی گہرا گڑھا) ہے○

۷) الحطمة

سورۃ الھمزۃ کی آیت نمبر ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ○

ہرگز نہیں! وہ ضرور **حطمہ** (یعنی چورا چورا کر دینے والی آگ) میں پھینک دیا جائے گا○

---

(۱) المدثر، ۷۴:۲۶-۳۰

(۲) القارعة، ۱۰۱:۸-۱۱

۸) السوآی

سورۃ الروم کی آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ہوتا ہے:

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِؤُوْنَ○

پھر ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوا جنہوں نے برائی کی اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے○

یہ جہنم کے مختلف نام ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، اور یہی جہنم کے مختلف طبقات بھی ہیں۔ ان میں سب سے نچلا طبقہ منافقین کے لیے ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔

(۳) مرحلۂ دخولِ جنت و نار (احادیث کی روشنی میں)

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی متعدد احادیثِ مبارکہ میں اہلِ جنت کے جنت اور اہلِ دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ اہلِ جنت کا احوال ان الفاظِ مقدسہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

i. احادیث مبارکہ کی روشنی میں اہلِ جنت کے احوال

واضح رہے کہ جنت کا دروازہ سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے کھولا جائے گا۔ آپ ﷺ ہی سب سے پہلے جنت میں قدم رنجہ فرمائیں گے۔

۱۔ اس حوالے سے حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَقُوْلُ:

مُحَمَّدٌ. فَيَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ لَا أَفْتَحُ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ.(۱)

قیامت کے روز میں جنت کے دروازے پر آ کر کھولنے کا کہوں گا تو خازن (یعنی دربان جنت) دریافت کرے گا: آپ کون صاحب ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد (ﷺ) ہوں۔ دربان جنت کہے گا: مجھے آپ کے لئے ہی دروازہ کھولنے پر مامور کیا گیا ہے آپ سے پہلے یہ دروازہ نہ کھولنے کا حکم تھا۔

۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلْجَنَّةُ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ حَتّٰى أَدْخُلَهَا، وَحُرِّمَتْ عَلَى الْأُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا أُمَّتِي.(۲)

جنت میں داخل ہونا انبیاء پر اس وقت تک ممنوع ہوگا جب تک کہ میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں، یہ تمام امتوں پر اس وقت تک ممنوع ہوگی جب تک کہ میری اُمت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

اس کے بعد دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور امتوں کو داخل ہونے کا اِذن ملے گا۔ جنت میں اہل جنت کے درجات اور انعامات کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ: أنا أوّل النّاس يشفع في الجنّة، ۱: ۱۸۸، رقم: ۱۹۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۶، رقم: ۱۲۴۲۰

۳۔ أبو عوانة، المسند، ۱: ۱۳۸، رقم: ۴۱۸

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۷۹، رقم: ۱۲۷۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۲۸۹، رقم: ۹۴۲

۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۶۹

۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَا عَبْدَ اللهِ، هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ؓ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ. (۱)

جو کوئی کسی چیز کو دوگنا (یعنی بار بار) اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو اسے جنت کے دروازوں سے آواز دی جائے گی: اے اللہ کے بندے! یہ تمہاری جزا ہے۔ جس کا شمار نمازیوں میں ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا۔ جہاد کرنے والوں کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔ روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور صدقہ کرنے والوں کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، جو ان دروازوں میں سے کسی ایک سے بلایا جائے، یہ تو کوئی خاص بات نہیں؛ کیا کوئی ایسا بھی ہے کہ جسے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، ۲:۶۷۱، رقم: ۱۷۹۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب من جمع الصدقۃ و أعمال البر، ۲:۷۱۱، رقم: ۱۰۲۷

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب أبي بکر و عمر کلیهما، ۵:۶۱۴، رقم: ۳۶۷۴

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ۵:۹، رقم: ۲۴۳۹

سب دروازوں سے بلایا جائے؟ فرمایا: ہاں! اور مجھے اُمید ہے کہ تم بھی ان (افراد) میں سے ہوں گے۔

روایات میں مذکور ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے دونوں کناروں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے، جتنا مکہ اور مقامِ ہجر کے درمیان، یا جتنا فاصلہ مکہ اور بُصریٰ کے مابین ہے۔ نیک لوگوں کو اس دروازے سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی، جس کے مقام و مرتبے کے لحاظ سے اس نے نیکی کی ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا اور کچھ خوش نصیب ایسے بھی ہوں گے، جنہیں ہر دروازے سے داخلے کی دعوت دی جائے گی۔ یہی لوگ ''السابقون الأوّلون'' کے مقام پر فائز ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں نیکی کے معاملے میں دوسروں سے سبقت لے جانے والے ہوں گے۔ یہ حقیقت واضح ہے کہ جنت کے مختلف درجات ہیں۔ ان میں ایک درجے کا دوسرے درجے کے درمیان اس قدر فرق ہے، جتنا زمین اور آسمان کے درمیان۔ ان درجات میں سے سو درجات تو صرف مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ دوسرے درجات دیگر اہلِ ایمان کے لیے مخصوص ہوں گے۔

۲۔ اس امر کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور صالح بندوں کے لیے جنت میں کیا کیا نعمتیں پیدا فرما رکھی ہیں۔ حدیثِ قدسی میں اس کا ذکر کچھ یوں آیا ہے، حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ: مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [السجدة، ۱۷/۳۲]. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة، ۳: ۱۱۸۵، رقم: ۳۰۷۲

میں نے اپنے عبادت گزار صلحاء کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں، جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی فردِ بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو (اس میں بھی یہی ہے): ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ 'سو کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ رکھی گئی ہے، یہ ان (اعمالِ صالحہ) کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے رہے تھے۝'

۳۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ جنت میں اہلِ جنت سے خطاب فرمائے گا۔ حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللهَ يَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ. فَيَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ. فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبِّ، وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ. فَيَقُوْلُ: أَلَا أُعْطِيْكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا رَبِّ، وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا. (۱)

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، ۴: ۲۱۷۴، رقم: ۲۸۲۴

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة السجدة، ۵: ۳۴۶، رقم: ۳۱۹۷

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۹۱، رقم: ۳۶۹

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۵: ۲۳۹۸، رقم: ۶۱۸۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة، ۴: ۲۱۷۶، رقم: ۲۸۲۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۸۸، رقم: ۱۱۸۵۳

اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائے گا: اے اہلِ جنت! وہ عرض کریں گے: ﴿لَبَّيْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْکَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْکَ﴾ 'اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہیں؛ تیری سعادت چاہتے ہیں۔ ہر قسم کی بھلائی تیرے اختیار میں ہے'۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم خوش ہو؟ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم خوش کیوں نہ ہوں کہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا کیا ہے، جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے بھی بہتر عطا نہ کروں؟ وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار، اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تمہیں اپنی رضا عطا کر دی۔ آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا (یعنی ہمیشہ تم سے محبت کروں گا)۔

۴۔ اہلِ جنت روشن اور چمکتے چہروں کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلٰى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُولُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَتْفِلُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ الْأَنْجُوجُ عُوْدُ الطِّيْبِ، وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ، سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ.(۱)

۴۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة الجنة، باب: (۱۸)، ۴: ۶۸۹، رقم: ۲۵۵۵

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، ۳: ۱۲۱۰، رقم: ۳۱۴۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۱، رقم: ۷۱۶۵

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۴۶۴، رقم: ۷۴۳۷

سب سے پہلے جو گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ پھر ان کے بعد داخل ہونے والے ان چمک دار تاروں کی مانند ہوں گے جو آسمان پر جگمگاتے ہیں۔ انہیں وہاں پیشاب کرنے، قضائے حاجت کے لیے جانے، تھوکنے اور ناک صاف کرنے کی حاجت نہ ہو گی۔ ان کے کنگھے سونے کے اور پسینہ مُشک کا ہو گا۔ ان کی انگیٹھیاں سلگتی ہوں گی، جن سے عود کی خوشبو آئے گی۔ ان کی بیویاں خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ سارے ایک ہی شخص، یعنی اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے۔ جن کا قد ساٹھ گز اونچا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں اپنے دیدار کی نعمت سے نوازے گا۔ یہ اہلِ جنت پر سب سے بڑا انعام ہوگا۔

۵۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [یونس، ۱۰/۲۶].(۱)

جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے، (تو) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم کچھ اور چاہتے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين الآخرة ربهم، ۱: ۱۶۳، رقم: ۱۸۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۳۲، رقم: ۱۸۹۵۵

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس، ۵: ۲۸۶، رقم: ۳۱۰۵

ہو تو میں تمہیں عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے: (اے ہمارے رب! تیری عنایات میں پہلے ہی کیا کمی ہے) کیا تو نے ہمارے چہرے منور نہیں کر دیے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ اور ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دے دی؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد اللہ تعالیٰ (اپنے جلوۂ حسن سے) پردہ اٹھا دے گا، تب انہیں (معلوم ہوگا کہ) اپنے پروردگار کے دیدار سے بہتر کوئی چیز نہیں ملی، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ 'ایسے لوگوں کے لیے جو نیک کام کرتے ہیں نیک جزا ہے (بلکہ) اس پر اضافہ بھی ہے۔' (اضافہ سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔)

۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيْمِهِمْ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُوْسَهُمْ، فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، قَالَ: وَذٰلِكَ قَوْلُ اللهِ: ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ [يٰس، ۳۶/۵۸]، قَالَ: فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ إِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ، مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ، وَيَبْقٰى نُوْرُهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْهِمْ فِي دِيَارِهِمْ. (۱)

جنت والے اپنی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اچانک ایک نور چمکے گا۔ وہ اپنے سروں کو اوپر اٹھائیں گے، تو اللہ رب العزت اوپر کی جانب ان پر جلوہ افروز

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، ۱: ۶۵، رقم: ۱۸۴

۲۔ لالكائي، اعتقاد أهل السنة، ۳: ۴۸۲، رقم: ۸۳۶

۳۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ۶: ۲۰۸، ۲۰۹

۴۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۲: ۱۴، رقم: ۲۱۰۶

ہو گا اور فرمائے گا: اے اہلِ جنت! اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ (تم پر سلامتی ہو۔) حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ (قرآن مجید میں) اللہ رب العزت کے اس فرمان - ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ ’(تم پر) سلام ہو، (یہ) ربِّ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا‘ - کا یہی معنی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ رب العزت ان (اہلِ جنت) کی جانب نظرِ شفقت و محبت فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ (کے جلوۂ حسن) کی طرف محبت بھری نظروں سے تکنے لگیں گے۔ جب تک وہ دیدارِ الٰہی میں مشغول رہیں گے جنت کی کسی اور نعمت کی طرف متوجہ نہ ہوں گے یہاں تک کہ اللہ رب العزت ان سے پردہ فرما لے گا، لیکن اس کا نور اور اس کی برکت (کا اثر) ہمیشہ ان کی رہائش گاہوں میں بھی ان پر قائم رہے گا۔

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی خاطر صحبت و سنگت اختیار کرنے والے جنت میں بھی اکٹھے ہوں گے۔ جنت میں وہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور جنت کے بازاروں میں سیر کریں گے۔

۷۔ ایک روایت میں حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، فَتَهُبُّ رِيْحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُوْلُ لَهُمْ: أَهْلُوْهُمْ، وَاللهِ، لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُوْلُوْنَ: وَأَنْتُمْ، وَاللهِ، لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا.[1]

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب في سوق الجنة وما ينالون فيها من النعيم والجمال، ۴: ۲۱۷۸، رقم: ۲۸۳۳
۲۔ منذري، الترغيب الترهيب، ۴: ۳۰۱، رقم: ۵۷۲۷
۳۔ نووي، رياض الصالحين، ۱: ۴۳۱، رقم: ۴۳۲

جنت کے اندر ایک بازار ہے اہلِ جنت ہر جمعہ وہاں تشریف لے جائیں گے۔ وہاں شمالی ہوا چلے گی جس سے اُن کے چہرے اور کپڑے (نور سے) بھر جائیں گے اور بازار میں ان آنے والوں کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا۔ اس اضافی خوبصورتی کے بعد جب وہ لوگ اپنے اہلِ خانہ کے پاس پہنچیں گے، تو گھر والے انہیں کہیں گے: بخدا یہاں سے جانے کے بعد تو تمہاری خوبصورتی میں اور اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ لوگ اپنے اہلِ خانہ سے مخاطب ہو کر کہیں گے: بخدا! ہماری عدم موجودگی میں تمہارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

۸۔ حضرت سعید بن مسیّب ؒ روایت کرتے ہیں کہ ان کی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا:

أَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوْقِ الْجَنَّةِ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: أَفِيْهَا سُوْقٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوْهَا، نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ، ثُمَّ يُؤْذَنُ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا، فَيَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ، وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ، وَيَتَبَدّٰى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ، وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ مِنْ دَنِيٍّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ، وَمَا يَرَوْنَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا.

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ ؓ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَهَلْ نَرٰى رَبَّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: هَلْ تَتَمَارُوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قُلْنَا: لَا، قَالَ: كَذٰلِكَ لَا تُمَارُوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ، وَلَا يَبْقٰى فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللهُ مُحَاضَرَةً، حَتّٰى يَقُوْلَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ،

أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ: كَذَا وَكَذَا؟ فَيُذَكِّرُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِي؟ فَيَقُوْلُ: بَلٰى، فَسَعَةُ مَغْفِرَتِي بَلَغَتْ بِكَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهٖ، فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ، فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيْحِهٖ شَيْئًا قَطُّ، وَيَقُوْلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: قُوْمُوْا إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ، فَخُذُوْا مَا اشْتَهَيْتُمْ. فَنَأْتِي سُوْقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيْهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ إِلٰى مِثْلِهٖ، وَلَمْ تَسْمَعِ الْأَذَانُ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ، فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا، لَيْسَ يُبَاعُ فِيْهَا وَلَا يُشْتَرٰى. وَفِي ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقٰى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، قَالَ: فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُوالْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوْعُهٗ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ، فَمَا يَنْقَضِي آخِرُ حَدِيْثِهٖ حَتّٰى يَتَخَيَّلَ إِلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، وَذٰلِكَ أَنَّهٗ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيْهَا، ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلٰى مَنَازِلِنَا، فَيَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا، فَيَقُلْنَ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا، لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ: إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ، وَيَحِقُّنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا.(۱)

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں اکٹھا

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في سوق الجنة، ۴:۶۸۵، رقم: ۲۵۴۹

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة الجنة، ۲: ۱۴۵۰، رقم: ۴۳۳۶

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۴۶۶-۴۶۷، رقم: ۷۴۳۹

۴۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۱: ۲۵۸-۲۵۹، رقم: ۵۸۵

کر دے۔ سعید کہنے لگے: کیا جنت میں بھی کوئی بازار ہوگا؟ انہوں نے کہا: ہاں مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو وہ اپنے اَعمال کی برتری کے لحاظ سے مراتب حاصل کریں گے۔ دنیا کے ایّام میں سے جمعہ کے دن کے (دورانیہ کے) برابر انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اپنا عرش ظاہر کرے گا اور باغاتِ جنت میں سے کسی ایک باغ میں اپنی تجلی فرمائے گا۔ جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے جو نور، موتی، یاقوت، زبرجد، سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ ان میں سے ادنیٰ درجے والے مشک اور کافور کے ٹیلے پر بیٹھیں گے اور (حقیقت میں) وہاں کوئی شخص بھی ادنیٰ نہیں ہوگا۔ وہ کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو اپنے سے افضل نہیں سمجھیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، کیا تم سورج اور چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں کوئی شک کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح تم اپنے پروردگار کے دیدار میں کوئی شک نہیں کرو گے۔ اس محفل میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ براہِ راست گفتگو نہ فرمائے گا۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک سے فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے فلاں بات کہی تھی؟ پس وہ اسے اس کی بعض نافرمانیاں یاد دلائے گا۔ وہ شخص عرض گزار ہوگا: اے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں کیوں نہیں اور میرے معاف فرمانے کی وجہ سے ہی تو اس مقام پر پہنچا ہے۔ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ ان پر ایک بادل چھا جائے گا اور (اس سے) ایسی خوش بو برسائی جائے گی کہ اس طرح کی خوش بو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں سونگھی ہو گی۔ پھر ہمارا پروردگار فرمائے گا: اس انعام واکرام کی طرف اٹھو، جو ہم نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے اور اس میں سے جو تمہارا جی چاہے لے لو۔ پھر ہم بازار میں آئیں گے جہاں فرشتے ہی فرشتے ہوں گے۔ ایسا بازار نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا

(اور) نہ کسی کان نے سنا اور نہ (ہی) کسی دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا۔ جو چیز ہم چاہیں گے (وہ) ہمیں مہیا کر دی جائے گی، (وہاں دنیا کی طرح) خرید وفروخت نہ ہوگی۔ اس بازار میں اہلِ جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلند مرتبے والے آگے بڑھ کر ادنیٰ درجے والوں سے ملیں گے، وہاں کوئی ادنیٰ نہ ہوگا پھر وہ (کم درجے والا) اس کا لباس دیکھ کر بڑا متعجب ہوگا۔ ابھی ان کی گفتگو ختم نہیں ہوگی کہ وہ اپنے جسم پر اس سے بھی زیادہ خوب صورت لباس دیکھے گا اور یہ اس لیے کہ وہاں کسی کو کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ پھر ہم واپس اپنے گھروں میں آ جائیں گے۔ ہماری بیویاں ہمارا استقبال کریں گی اور کہیں گی خوش آمدید! خوش آمدید! آپ واپس آ گئے ہیں، آپ کا حسن و جمال اس وقت سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے جس وقت آپ ہم سے رخصت ہوئے تھے۔ وہ کہے گا: آج ہم اپنے ربِ جبّار کی مجلس میں بیٹھ کر آئے ہیں (جس کی وجہ سے) ہم ایسی ہی نورانی شکل وصورت میں تبدیل ہو جانے کے حق دار تھے۔

۹۔ حضرت عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جنت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلٰى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلٰى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله ومن دونهما جنتان، ۴: ۱۸۴۸، رقم: ۴۵۹۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین في الآخرة ربهم عزوجل، ۱: ۱۶۳، رقم: ۱۸۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۱۱، رقم: ۱۹۶۹۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فیما أنکرت الجهمیة، ۱: ۶۶، رقم: ۱۸۶

دو جنتیں چاندی کی ہیں، اُن کے برتن اور ہر چیز چاندی سے بنی ہوئی ہے۔ دو جنتیں سونے کی ہیں، ان کے برتن اور ہر چیز سونے کی بنی ہوئی ہے۔ جنتِ عدن میں اہلِ جنت اور اللہ رب العزت کے دیدار کے درمیان صرف کبریائی کی چادر حائل ہوگی، جو اللہ تعالیٰ کے چہرے پر ہے۔

۱۰۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی سربلندی کے لیے کوشش کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ غَدْوَةٌ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ، أَوْ مَوْضِعُ قِيدٍ يَعْنِي سَوْطَهُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيْحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا. (۱)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح یا شام (کسی وقت بھی) نکلنا، دنیا اور اس کی ہر نعمت سے بہتر ہے۔ تم میں سے کسی کو جنت میں کمان جتنی جگہ نصیب ہو جائے (تو) وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر کوئی جنتی عورت زمین پر جھانک کر بھی دیکھ لے، تو وہاں سے زمین تک روشنی ہی روشنی پھیل جائے اور اس علاقے کو خوشبو سے بھر دے۔ اس عورت کے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کی ہر قیمتی سے قیمتی چیز سے بہتر ہے۔

۱۱۔ الغرض جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا شخص، جسے جنت میں سب سے ادنیٰ درجہ میسر ہوگا۔ اُسے بھی وہ نعمتیں عطا ہوں گی کہ جن کا دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب الحور العین وصفتهن، ۳: ۱۰۲۹، رقم: ۲۶۴۳

۲۔ أبو عوانة، المسند، ۴: ۴۶۶، رقم: ۷۳۵۶

۳۔ منذري، الترغیب والترهیب، ۲: ۱۷۲، رقم: ۱۹۸۳

حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

سَأَلَ مُوسٰى رَبَّهُ: مَا أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَجِيءُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، فَيُقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَقُولُ: أَيْ رَبِّ، كَيْفَ؟ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَأَخَذُوا أَخَذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهُ: أَتَرْضَى أَنْ يَكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُولُ: رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُوْلُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ، فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ: رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ، فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ، قَالَ: رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: أُولٰئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، قَالَ: وَمِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللهِ ﷻ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ [السجدة، ٣٢/١٧]. (۱)

حضرت موسیٰ ؑ نے رب العالمین سے دریافت کیا: جنت میں سب سے کم مرتبے والے کو کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب جنت کے سارے حق دار جنت میں داخل کر دیے جائیں گے تو جو آدمی سب سے آخر میں آئے گا اسے کہا جائے گا: جنت میں چلو وہ عرض کرے گا: پروردگار! میں کہاں جاؤں؟ سارے لوگ تو اپنی اپنی رہائش تک پہنچ چکے ہیں اور اپنا اپنا حق وصول کر چکے ہیں؟ اس سے پوچھا جائے گا:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱: ۱۷۶، رقم: ۱۸۹

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۲۷۵، رقم: ۵۶۳۱

۳۔ نووي، رياض الصالحين، ۱: ۴۳۰، رقم: ۴۳۰

جس قدر دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس علاقہ ہو اتنی جنت پر تو راضی ہے؟ وہ عرض کرے گا: پروردگار میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس بادشاہ کی حکومت جتنا تیرا جنت میں حصہ ہے، اُتنا مزید، اُتنا پھر مزید، اس کے بعد پھر اتنا اور مزید اتنا ہی (یعنی چار بادشاہوں جتنا علاقہ اور وہ بھی جنت کا) پانچویں مرتبے پر وہ جنتی کہے گا: پروردگار میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سب اور اس سے مزید دس گنا بھی تیرے لیے ہے۔ ہر وہ چیز تجھے ملے گی جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھ کو پسند آ جائے۔ وہ آدمی عرض کرے گا: پروردگار! میں راضی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: مولائے کریم! جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبے والے کو کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان لوگوں کو تو میں نے اپنا مقرب بنا لیا ہے۔ اپنے دستِ مبارک سے ان کی شان و شوکت کا جھنڈا گاڑھ دیا ہے اور اس فیصلے پر مہر لگا دی ہے۔ ان کے لیے تو ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اُن کا خیال تک آیا ہوگا۔ اسی کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ 'سو کسی کو معلوم نہیں، جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے پوشیدہ رکھی گئی ہے۔'

اہلِ جنت کو جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوش خبری سنا دی جائے گی۔ انہیں وہاں کوئی بیماری، تکلیف اور پریشانی نہیں ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کھائیں پئیں گے۔

۱۲۔ حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُنَادِي مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا أَبَدًا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [الأعراف، ٧/٤٣]. (۱)

پکارنے والا بلند آواز سے کہے گا: (اے اہلِ جنت تمہارے لیے یہ خوش خبری ہے کہ) تم ہمیشہ صحت مند رہو گے؛ کبھی بیمار نہ ہوگے؛ تم زندہ رہو گے اور کبھی موت نہیں آئے گی۔ تم (وہاں ہمیشہ) جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے (ان سے) محروم نہیں ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی بارے میں ہے: ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ 'اور (اس دن) ندا دی جائے گی کہ تم لوگ اس جنت کے وارث بنا دیے گئے ہو۔ ان (نیک) اعمال کے باعث جو تم انجام دیتے تھے۔'

ii. احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اہلِ جہنم کے احوال

اہلِ جنت تو اپنی نیکیوں کا انعام پاتے ہوئے جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، جن کا ذکر مذکورہ بالا احادیث میں کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اہلِ دوزخ کا حال انتہائی ہول ناک ہوگا۔ انہیں اعمالِ بد کی سخت سزا دی جائے گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں دوزخ کے احوال کا ذکر ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُوْرُ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب في دوام نعيم أهل الجنة ونودوا أن تلكم الجنة، ۴: ۲۱۸۲، رقم: ۲۸۳۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۸، رقم: ۱۱۳۵۰

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، ۵: ۳۷۴، رقم: ۳۲۴۶

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۲۹۳، رقم: ۹۴۲

كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ: أَيْ فُلَانُ، مَا شَأْنُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ، قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ.(۱)

قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل پڑیں گی، جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اسی طرح یہ اپنی انتڑیوں کے گرد گھومے گا۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر پوچھیں گے: اے صاحب! آپ کا یہ حال کیوں ہوا ہے؟ کیا آپ ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیا کرتے تھے اور برائی سے منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ جواب دے گا: ہاں بات تو یہی ہے میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا، لیکن خود نہیں کرتا تھا اور تم لوگوں کو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اُس کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔

یہ حدیثِ مبارک ہمارے لیے سوچ وفکر کے کئی ابواب کھول رہی ہے۔ آج ہم سے کتنے ہیں، جو دوسروں کو نیکی کی ترغیب دینے سے پہلے خود اُس پر عمل کرتے ہیں؟ کتنے ہیں جو دوسروں کو تو برائیوں سے منع کرتے ہیں لیکن خود انہی کا ارتکاب کرتے ہیں؟ ہم اپنی دانست میں دوسروں کو نصیحت کر کے اپنے فرض سے سبک دوش ہو جاتے ہیں، لیکن ہمارا یہ عمل ہمیں اجر دلانے کے بجائے جہنم کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہمیں نیکی کا حکم دینے سے پہلے خود اس پر عمل کرنا چاہیے اور دوسروں کو برائی سے روکنے سے پہلے خود اس سے باز آ جانا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ ورنہ یاد رکھیے کہ دوزخ کا عذاب کس قدر شدید ہو گا؟ اس کا اندازہ درج ذیل حدیث

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار وأنّها مخلوقة، ۳: ۱۱۹۱، رقم: ۳۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله وينهى عن المنكر ويفعله، ۴: ۲۲۹۰، رقم: ۲۹۸۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۰۵، رقم: ۲۱۸۳۲

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۱۰: ۹۴، رقم: ۱۹۹۹۶

مبارک سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً، قَالَ: فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا. (۱)

تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ کے برابر ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ آگ ہی بہت زیادہ گرم ہے (پھر جہنم کی آگ کا کیا حال ہوگا)؟ فرمایا: وہ اس سے (۶۹) انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور اس کے ہر حصے میں اس کے برابر گرمی ہے۔

جنت اور دوزخ میں جانے والے اکثر افراد کون ہوں گے؟ اس کا ذکر درج ذیل احادیث میں آیا ہے:

۳۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ، فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ، فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة، ۳: ۱۱۹۱، رقم: ۳۰۹۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة و صفة نعیمها و أهلها، باب في شدة حر نار جهنم و بعد قعرها و ما تأخذ من المعذبین، ۴: ۲۱۸۴، رقم: ۲۸۴۳

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۱۳، رقم: ۸۱۱۱

۴۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۹۴، رقم: ۱۸۰۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها ⟵

میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر غریب لوگ تھے، جب کہ مال داروں کو داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ پھر دوزخیوں کو دوزخ میں جانے کا حکم دیا جا چکا تھا کہ میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا، میں نے دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں تھی۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: مَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ، قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي، وَقَالَ لِلنَّارِ: إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا. (۱)

دوزخ اور جنت آپس میں بحث کرنے لگیں ،تو دوزخ نے کہا: میں تکبر کرنے والوں اور ظالموں کے لیے مخصوص کر دی گئی ہوں۔ جنت نے کہا: مجھے کیا ہوگا جب کہ میرے

..... لأحد إلا بإذنه، ۵: ۱۹۹۴، رقم: ۴۹۰۰

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والإستغفار، باب أكثر أهل الجنة الفقراء و أكثر أهل النار النساء، ۴: ۲۰۹۶، رقم: ۲۷۳۶

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۰۵، رقم: ۲۱۸۳۰

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۶۷، رقم: ۶۹۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب تفسير القرآن، باب قوله و تقول هل من مزيد، ۴: ۱۸۳۶، رقم: ۴۵۶۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب النار يدخلها الجبارون و الجنة يدخلها الضعفاء، ۴: ۲۱۸۶، رقم: ۲۸۴۶

۳۔ نسائی، السنن الكبرىٰ، ۴: ۴۱۴، رقم: ۷۷۴۰

۴۔ أبو عوانه، المسند، ۱: ۱۶۰، رقم: ۴۶۴

اندر تو وہی لوگ آئیں گے، جنہیں معاشرے میں کمزور اور دھتکارا ہوا سمجھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جنت سے فرمائے گا: تم میری رحمت ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا، تیرے ذریعے رحم فرماؤں گا۔ دوزخ سے فرمائے گا: تم میرا عذاب ہو، تمہارے ذریعے میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لے ایک تعداد مقرر ہے۔

جہنم میں دوزخیوں کو کس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث مبارک سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے امت کو جنت و دوزخ کے حالات سے قبل از وقت اس لیے آگاہ فرما دیا ہے تاکہ وہ اس کے لیے تیاری کر سکیں۔ لہٰذا ہمیں جہنم سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے، کیوں کہ یہ نہایت برا اور دردناک ٹھکانہ ہے۔

۵۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُلْقَى عَلٰى أَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ، فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ، فَيَسْتَغِيْثُونَ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيعٍ، لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ، فَيَسْتَغِيثُونَ بِالطَّعَامِ، فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ ذِي غُصَّةٍ، فَيَذْكُرُونَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُونَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ، فَيَسْتَغِيثُونَ بِالشَّرَابِ، فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ، فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ، فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِي بُطُوْنِهِمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: ادْعُوا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ: ﴿اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط قَالُوْا بَلٰى ط قَالُوْا فَادْعُوْا ج وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝﴾ [غافر، ۴۰: ۵۰] قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: ادْعُوا مَالِكًا فَيَقُوْلُوْنَ: ﴿يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ قَالَ: فَيُجِيبُهُمْ: ﴿اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝﴾ [الزخرف، ۴۳: ۷۷]. قَالَ الْأَعْمَشُ: نُبِّئْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ إِيَّاهُمْ أَلْفَ عَامٍ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ:

ادْعُوْا رَبَّكُمْ فَلَا أَحَدَ خَيْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: ﴿رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ○ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ○﴾ [المؤمنون، ۲۳/۱۰۶-۱۰۷]، **قَالَ: فَيُجِيْبُهُمْ: ﴿اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ○﴾** [المؤمنون، ۲۳/۱۰۸]، **قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ، وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَأْخُذُوْنَ فِي الزَّفِيرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ.**(۱)

اہلِ جہنم کو بھوک میں مبتلا کیا جائے گا۔ یہ ان عذابوں کے برابر ہوگی جن میں وہ مبتلا ہوں گے۔ وہ کھانے کی فریاد کریں گے، تو انہیں ضریع کا کھانا دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے گا اور نہ ہی بھوک دور کرے گا، وہ دوبارہ کھانا مانگیں گے تو انہیں کانٹے دار کھانا دیا جائے گا انہیں یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں گلے میں اٹکنے والے کھانے کو پانی سے نگل جاتے تھے۔ پھر وہ پانی مانگیں گے تو لوہے کے کانٹوں کے ساتھ گرم پانی ان کی طرف پھینکا جائے گا۔ جب وہ ان کے منہ کے قریب جائے گا تو اُن کا منہ جلا دے گا اور جب وہ پیٹ میں داخل ہوگا تو پیٹ کی ہر چیز کو کاٹ دے گا۔ وہ کہیں گے: جہنم کے دربانوں کو بلاؤ۔ دربان کہیں گے: ﴿کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر واضح نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے، وہ کہیں گے: کیوں نہیں، (پھر داروغے) کہیں گے: تم خود ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا (ہمیشہ) رائیگاں ہی ہو گی○﴾ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ کہیں گے: مالک (داروغہ جہنم) کو پکارو، پھر وہ پکاریں گے: ﴿اے مالک! آپ کا رب ہمیں موت دے دے (تو اچھا ہے)﴾۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: مالک ان کو جواب دے گا: ﴿تم (اب اسی حال میں ہی) ہمیشہ رہنے والے ہو﴾۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ ان کی پکار اور فرشتہ کے جواب دینے میں ایک ہزار سال کا وقفہ ہوگا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اب کہیں

---

(۱) ترمذي، السنن، كتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة طعام أهل النار، ۴: ۷۰۷، رقم: ۲۵۸۶

گے اپنے رب کو پکارو کیونکہ تمہارے رب سے بہتر کوئی نہیں۔ وہ کہیں گے: ﴿اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم یقیناً گمراہ قوم تھےo اے ہمارے رب! تو ہمیں یہاں سے نکال دے پھر اگر ہم (اسی گمراہی کا) اعادہ کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گےo﴾ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ انہیں جواب دے گا: ﴿(اب) اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کروo﴾ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اس وقت وہ ہر بھلائی سے نا اُمید ہو جائیں گے۔ (عذاب کی وجہ سے) چیخیں گے اور (اپنی زندگی پر) حسرت و اُفسوس کریں گے۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اِتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران، ۳/۱۰۲] 'اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری موت صرف اسی حال پر آئے کہ تم مسلمان ہو۔' پھر فرمایا:

لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلٰى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامَهُ. (۱)

اگر زقوم کے درخت کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپک پڑے تو دنیا والوں کی زندگی اجیرن اور دوبھر ہو جائے۔ پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جن کی یہ درخت خوراک بنے گا۔

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة جهنم، باب ماجاء فی صفة شراب أهل النار، ۴: ۷۰۶، رقم: ۲۵۸۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزهد، باب صفة النار، ۲: ۱۴۴۶، رقم: ۴۳۲۵

۳۔ نسائي، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۱۳، رقم: ۱۱۰۷۰

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۵۱۱، رقم: ۷۴۷۰

۵۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۷: ۲۹۱، رقم: ۷۵۲۵

اوپر بیان کردہ آیاتِ الٰہیہ اور احادیثِ نبویﷺ سے دوزخ کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ 'فاعتبروا یا أولی الأبصار' اہل بصیرت کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

۱۱۔ مرحلۂ خاتمۂ موت

یوم الحشر کے اختتام پر موت کا بھی خاتمہ کر دیا جائے گا۔ جب روزِ قیامت تمام انسانوں کے اعمال کی نسبت جزا و سزا کا فیصلہ ہو جائے گا اور سب لوگ فیصلۂ عدالتِ محشر کے مطابق اپنے اپنے ابدی ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے۔ ان مراحل کے بعد حیاتِ جاودانی کا دور شروع ہو گا۔ یہ زندگی کبھی ختم نہ ہونے والی دائمی اور ابدی ہوگی۔ یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ اسے شانِ خلود حاصل ہو گی۔ اب کسی کو بھی موت کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اس وقت موت کو بھی موت دے دی جائے گی اور اخروی زندگی بقائے دوام سے آشنا ہو جائے گی۔اس حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ.(۱)

اور حقیقت میں آخرت کا گھر ہی (صحیح) زندگی ہے۔ کاش وہ لوگ (یہ راز) جانتے ہوتے۔

امام بغوی (۵۱۶ھ) اس آیت کی وضاحت میں بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس گھر (یعنی دار آخرت) میں زندگی کو دوام ہے اور اس کے بعد کوئی موت نہیں ہے۔(۲)

جب جنتی جنت میں اور جہنمی، جہنم میں چلے جائیں گے، تو پھر موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ اس مینڈھے کو جنت اور جہنم کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔

---

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۶۴

(۲) بغوی، شرح السنة، ۱۵: ۱۹۷

اہلِ جنت سے کہا جائے گا کہ وہ اب ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، جس پر وہ خوشی سے نہال ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس جب اہلِ جہنم سے کہا جائے گا: جہنم ہی تمہارا ابدی ٹھکانہ ہے۔ یہ بات ان کے غم اور تکلیف میں مزید اضافہ کر دے گی۔ اس امر کا ذکر متعدد احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے۔

۱۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، ثُمَّ يُنَادِي: يَا أَهْلَ النَّارِ، فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، فَيُذْبَحُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ، خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ ۘ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ﴾ وَهٰؤُلَاءِ فِي غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا ﴿وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ [مریم، ۱۹/۳۹].(۱)

موت کو (روزِ قیامت) ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے اہلِ جنت! وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو ان سے پوچھے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں جانتے ہیں۔ یہ تو موت ہے۔ (وہ اس کو پہچان لیں گے) کیوں کہ سب نے اسے دیکھا ہوگا۔ پھر پکارا جائے گا: اے

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التفسير، باب قوله و انذرهم يوم الحسرة، ۴: ۱۷۶۰، رقم: ۴۴۵۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب النار يدخلها الجبارون و الجنة يدخلها الضعفاء، ۴: ۲۱۸۸، رقم: ۲۸۴۹

۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۲۸۶، رقم: ۹۱۴

اہلِ جہنم! وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو ان سے فرمائے گا کہ کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں (ہم اسے) جانتے ہیں۔ یہ تو موت ہے (وہ اسے پہچان لیں گے) کیوں کہ سب اسے (مرتے وقت) دیکھ چکے ہوں گے۔ پھر اسے (موت کے مینڈھے کو) ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! تم ہمیشہ اس جنت میں رہو گے، اب کوئی موت نہیں ہوگی اور اے اہلِ جہنم! تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ اب کسی کو موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝﴾ 'اور آپ انہیں حسرت (وندامت) کے دن سے ڈرائیے جب (ہر) بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا، مگر وہ غفلت (کی حالت) میں پڑے ہیں اور ایمان لاتے ہی نہیں۔' (اس کی تفسیر میں فرمایا:) اور یہ اہلِ دنیا غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ، وَأَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ، جِيءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ، ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، لَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ، لَا مَوْتَ، فَيَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا إِلٰى فَرَحِهِمْ، وَيَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْنًا إِلٰى حُزْنِهِمْ. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۵: ۲۳۹۷، رقم: ۶۱۸۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، ۴: ۲۱۸۹، رقم: ۲۸۵۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۲۰، رقم: ۶۰۲۲

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۵۱۵، رقم: ۷۴۷۴

۵۔ أبو يعلى، المسند، ۹: ۴۳۴، رقم: ۵۵۸۵

۶۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۳۵۹، رقم: ۱۳۳۳۷

جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا، یہاں تک کہ اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا: اے اہلِ جنت! اب کوئی موت باقی نہیں رہی، اے اہلِ جہنم! اب کوئی موت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اہلِ جنت کی خوشی دو چند ہو جائے گی اور اہلِ جہنم کا غم مزید بڑھ جائے گا۔

۳۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ مرفوعا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ كَالْكَبْشِ الْأَمْلَحِ، فَيُوْقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُذْبَحُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ فَرَحًا لَمَاتَ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ حُزْنًا لَمَاتَ أَهْلُ النَّارِ. (۱)

قیامت کا دن ہو گا تو موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا اور ایسے ذبح کیا جائے گا کہ جنتی اور جہنمی اسے دیکھ رہے ہوں گے۔ اس وقت اگر خوشی سے مرنا ممکن ہوتا تو جنتی خوشی سے مر جاتے اور اگر غم سے مرنا ممکن ہوتا تو جہنمی غم سے ہلاک ہو جاتے۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُؤْتَى بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُوْقَفُ عَلَى الصِّرَاطِ، فَيُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَنْطَلِقُونَ خَائِفِينَ وَجِلِينَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنْ مَكَانِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ النَّارِ، فَيَنْطَلِقُونَ فَرِحِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنْ مَكَانِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ، فَيُقَالُ: هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ رَبَّنَا هٰذَا

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في خلود أهل الجنّة وأهل النّار، ۴: ۶۹۳، رقم: ۲۵۵۸

۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۴: ۳۱۷، رقم: ۵۷۶۰

الْمَوْتُ، فَيَأْمُرُ بِهِ فَيُذْبَحُ عَلَى الصِّرَاطِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا: خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتَ فِيْهِ أَبَدًا. (۱)

قیامت کے دن موت کو ساتھ لایا جائے گا اور اسے پھر صراطِ مستقیم پر کھڑا کر دیا جائے، پھر کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! اس پر وہ ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے اس خوف سے کہ کہیں وہ اس جگہ سے نہ نکل جائیں جہاں وہ ہیں، اس آواز کی طرف متوجہ ہوں گے۔ پھر آواز دی جائے گی: اے اہلِ دوزخ! وہ خوش ہوتے ہوئے اور خوشی کا بلاوا پاتے ہوئے اس تصور سے کہ وہ جس جگہ پر ہیں وہاں سے اب نکل جائیں گے، آواز کی طرف متوجہ ہوں گے، ان سے کہا جائے گا: کیا اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں، اے ہمارے رب! یہ موت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں حکم فرمائے گا اور اُسے صراط پر ہی ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر دونوں فریقوں سے کہا جائے گا: دونوں اپنی اپنی جگہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو اس جگہ کسی کو بھی موت نہیں آئے گی۔

۱۲۔ مرحلۂ خلود

یومِ قیامت کا آخری مرحلہ، مرحلۂ خلود ہے۔ خلود کے معنی ہمیشہ رہنے کے ہیں۔ اس مرحلہ میں جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل کر دیے جائیں گے۔

جب موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے اہلِ جنت و دوزخ کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا تو اِس کے بعد آواز آئے گی:

خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتَ فِيْهِ أَبَدًا. (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۴۸۵، رقم: ۷۴۵۰
۲۔ ابن منده، الإيمان ۲: ۷۹۷، رقم: ۸۱۵

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۴۸۵، رقم: ۷۴۵۰
۲۔ ابن منده، الإيمان ۲: ۷۹۷، رقم: ۸۱۵

اے اہلِ جنت و دوزخ! تم اپنے اپنے مقامات پر ہمیشہ رہو گے اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔

جنت والے اپنے نیک اعمال کے باعث ہمیشہ جنت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اور دوزخ والے اپنے گناہوں کی سزا کے طور پر ہمیشہ دوزخ کے عذاب کا مزا چکھیں گے۔قرآن مجید میں اسی لیے اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے لیے جنّۃ **الخلد** اور **عذاب الخلد** کا ذکر آیا ہے۔

دائمی جنت اور دوزخ پر چند آیاتِ قرآنی ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ سورۃ الفرقان میں جنت کو دائمی ٹھکانہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اَذٰلِکَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّۃُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط کَانَتْ لَھُمْ جَزَآءً وَّمَصِیْرًا ○(۱)

فرما دیجئے: کیا یہ (حالت) بہتر ہے یا دائمی جنت (کی زندگی) جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ان (کے اعمال) کی جزا اور ٹھکانا ہے ○

۲۔ اسی طرح اہلِ جنت سے فرمایا جائے گا:

یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَھَبٍ وَّاَکْوَابٍ وَفِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ ج وَاَنْتُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ ○(۲)

ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلایا جائے گا اور وہاں وہ سب چیزیں (موجود) ہوں گی جن کو دل چاہیں گے اور (جن سے) آنکھیں راحت پائیں گی اور تم وہاں ہمیشہ رہو گے ○

---

(۱) الفرقان، ۲۵: ۱۵

(۲) الزخرف، ۴۳: ۷۱

خُلد کی مزید تصریح لفظ ''أبد'' کے ذریعے کی گئی ہے۔

۳۔ سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط وَعَدَ اللهِ حَقًّا ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيْلاً ○ (۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں عنقریب بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟

اہلِ جہنم کے بارے میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْرًا ○ (۲)

سوائے جہنم کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ کام اللہ پر آسان ہے○

۲۔ سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ج يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ج وَقَالَ اَوْلِيَآؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَا اَجَلَنَا الَّذِىْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ط قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَآءَ اللهُ ط اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ (۳)

---

(۱) النساء، ۴: ۱۲۲

(۲) النساء، ۴: ۱۶۹

(۳) الأنعام، ۶: ۱۲۸

اور جس دن وہ ان سب کو جمع فرمائے گا (تو ارشاد ہو گا) اے گروہِ جنّات (یعنی شیاطین!) بیشک تم نے بہت سے انسانوں کو (گمراہ) کر لیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے (خوب) فائدے حاصل کئے اور (اسی غفلت اور مفاد پرستی کے عالم میں) ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی تھی (مگر ہم اس کے لئے کچھ تیاری نہ کر سکے)۔ اللہ فرمائے گا کہ (اب) دوزخ ہی تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اسی میں رہو گے مگر جو اللہ چاہے۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے○

۳۔ سورۃ یونس میں اُن کے لیے دائمی عذاب کا فرمان جاری کیا گیا ہے:

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ○[1]

پھر (ان) ظالموں سے کہا جائے گا: تم دائمی عذاب کا مزہ چکھو، تمہیں (کچھ بھی اور) بدلہ نہیں دیا جائے گا، مگر انہی اعمال کا جو تم کماتے رہے تھے○

واضح رہے کہ منافقین کو کفار و مشرکین سے بھی بڑھ کر عذاب ہوگا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ انہیں مستقل عذاب کے ساتھ ساتھ لعنت کا مستحق بھی ٹھہرایا گیا ہے۔

سورۃ التوبۃ میں ارشاد ہوا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ○[2]

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتشِ دوزخ کا وعدہ فرما رکھا ہے (وہ) اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ (آگ) انہیں کافی ہے، اور اللہ نے ان پر

---

(۱) یونس، ۱۰: ۵۲

(۲) التوبہ، ۹: ۶۸

لعنت کی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ برقرار رہنے والا عذاب ہے○

مرحلۂ خلود کا ذکر آیاتِ قرآنی کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث بھی مبارکہ میں بھی موجود ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ، وَلِأَهْلِ النَّارِ: يَا أَهْلَ النَّارِ، خُلُودٌ لَا مَوْتَ. (۱)

اہلِ جنت سے کہا جائے گا۔ اے اہلِ جنت! اب تمہارے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اب کوئی موت نہیں ہے۔ اہلِ دوزخ سے کہا جائے گا: اے اہلِ جہنم! تمہارے لیے بھی جہنم میں ہمیشہ کی زندگی ہے اور اب تمہیں بھی موت نہیں آئے گی۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُوْمُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ، يَا أَهْلَ النَّارِ، لَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، لَا مَوْتَ، خُلُودٌ. (۲)

روزِ آخرت جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو پھر ان

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب، ۵: ۲۳۹۷، رقم: ۶۱۷۹

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۶: ۴۵، رقم: ۷۴۴۹

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون الفا بغير نجاسة، ۵: ۲۳۹۶، رقم: ۶۱۷۸

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنة و صفه نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء، ۴: ۲۱۸۹، رقم: ۲۸۵۰

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۳۰، رقم: ۶۱۳۸

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۲۴۵، رقم: ۷۶۱

کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل دوزخ! اب موت نہیں ہے۔ اے اہلِ جنت! اب موت نہیں ہے، جو شخص جہاں ہے وہاں ہمیشہ رہے گا۔

۳۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا۔ جب آپ ؓ ان کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِلَيْكُمْ، يُخْبِرُكُمْ أَنَّ الْمَرَدَّ إِلَى اللهِ، إِلٰى جَنَّةٍ أَوْ نَارٍ، خُلُوْدٌ وَلَا مَوْتَ، وَإِقَامَةٌ وَلَا ظَعْنَ. (۱)

اے لوگو! میں رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ بن کر آپ کی طرف آیا ہوں اللہ کے نبی تمہیں یہ خبر دیتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سب کو لوٹنا ہے پھر اس کے بعد تمہارا ٹھکانہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف ہوگا، وہاں (اسے) ہمیشہ رہنا ہو گا، وہاں موت نہیں آئے گی، وہاں قیام ہی ہوگا اور کسی طرح کا کوئی سفر نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا آیات و احادیث کی تفصیلات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جنت کی زندگی دائمی اور ابدی ہو گی۔ اہلِ جنت کو کسی قسم کا کوئی رنج وغم نہیں ہوگا۔ جنتیوں کو جنت میں کسی قسم کا کوئی صدمہ یا معمولی جسمانی آزار بھی نہ ہو گی۔ وہاں نہ تو سردی کی شدت جمائے گی اور نہ ہی گرمی کی تپش و تمازت پگھلائے گی۔ وہاں نہ کوئی تکان ہو گی اور نہ ہی کوئی بیماری۔ وہاں اِنسان ایک ابدی آرام وسکون کی حالت میں رہے گا۔ جنت میں کسی ایسی شے کا وجود بھی نہیں ہو گا، جو اہلِ جنت کے سکون میں ذرا سا بھی رخنہ ڈالے۔

واضح رہے کہ جنت کی خوب صورتی، سرسبزی اور دل فریبی کی دل کش تفصیلات دی گئی ہیں۔ اِس دنیوی زندگی میں اِنسان کے لیے جو اشیا دل پسند، مرغوب اور جاذبِ نظر رہی ہیں انہیں کا نام لے کر وہاں کی دل کشی، جاذبیت اور دل فریبی کا تصور دلایا گیا ہے۔

پھلوں سے لدی ہوئی ٹہنیوں سے جھکے ہوئے گہرے سایہ دار درختوں اور نکہت افزا

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۷۵، رقم: ۳۷۵
۲۔ منذري، الترغيب والترهيب، ۳: ۳۱۶، رقم: ۵۷۶۰

پھولوں سے آراستہ باغات؛ دودھیا پانی سے ابلتے ہوئے چشمے؛ ہر طرف دودھ شہد اور شرابِ طہور سے فراواں نہریں؛ یاقوت و مرجان اور سچے موتیوں سے آراستہ محلات اور ایسے ایسے نظارے کہ نہ تو کسی آنکھ نے دیکھے اور نہ ہی کسی ذہنِ رسا کے تخیل وتصور نے سوچے ہوں گے۔ انسان فطری طور پر ایسے نظاروں کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جنت کی تفصیلات بتانے میں انہیں نظاروں کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ انسان طبعًا ان چیزوں کو عزیز رکھتا ہے کہ اُس کے لیے اعلیٰ قسم کا لذّتِ کام و دہن میسر ہو؛ اُس کی پوشاک اور رہائش گاہ خوب سے خوب تر ہو۔

اسی لیے انسان کو بتایا گیا ہے کہ اگر زندگی میں تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہے اور اِن مرغوب اشیا کو حرام ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ سب کچھ تمہیں مل جائے گا۔ اگر یہ سب کچھ تمہیں اس مادی دنیا میں نہ بھی ملا تو دائمی زندگی میں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ضرور ملے گا۔ یہ دنیا اور اس کی ہر شے فانی ہے، اس کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ہر قدم پر ہماری نظر باقی اور دائمی زندگی پر جمی ہونی چاہیے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اُسے عزت واحترام اور جاہ وحشم حاصل ہو۔ چنانچہ اُسے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر اُس نے اپنی دنیوی زندگی میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے فرائض اور بنی نوع اِنسان کے حقوق ادا کیے تو آخرت میں اُسے وہ قدر ومنزلت اور عزت افزائی حاصل ہوگی کہ احکم الحاکمین خود اور اُس کے فرشتے اُسے سلام کہہ کر اسے عزت و احترام سے سرفراز کریں گے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر جنت میں اللہ رب العزت اپنا دیدار کرائے گا۔

واضح رہے کہ آخرت کی زندگی کو بقائے دوام حاصل ہے۔ اگر چند روزہ دنیوی زندگی میں نیکی، صبر، دیانت داری، فرض شناسی اور خشیتِ الٰہی اور اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کو اختیار کیا ہوگا تو اس کا نتیجہ ایسی خوش گوار اور پرمسرت دائمی زندگی کا حصول ہے کہ جس کا آغاز تو ضرور ہے، مگر انجام کوئی نہیں ہے۔ اندازہ کیجیے کہ یہ کس قدر نفع بخش اور کامیابی وکامرانی کا سودا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص کتنا نادان، احمق اور کوتاہ نظر ہے، جو یہ سودا کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرے یا سرے سے اِس انکار کر دے۔

حاصلِ کلام

مذکورہ علمی مباحثے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہمارے تمام مسائل کی بنیادی وجہ دنیاوی چکاچوند میں گم ہو کر فکرِ آخرت کو پسِ پشت ڈالنا ہے۔ اس تناظر میں ایک حکایت پیشِ خدمت ہے۔ پرانے وقتوں کی بات ہے کہ کسی گاؤں میں ایک مفلس اور نادار کسان رہا کرتا تھا۔ وہ اللہ رب العزت سے ہمیشہ غربت کے ٹل جانے کی دعائیں کرتا رہتا تھا۔ بالآخر ایک دن رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اس کی تقدیر کا ستارہ چمک اٹھا۔ وہ اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا کہ اسے محسوس ہوا جیسے کھیت کے اندر کوئی چیز دبی ہوئی ہے۔ اس نے تھوڑی تگ و دو کی تو معلوم ہوا کہ کھیت میں ایک ہنڈیا دبائی گئی ہے۔ اس نے ہنڈیا کو فوراً باہر نکالا تو پتا چلا کہ اس میں تو بہت ہی بیش قدر ہیرا ہے۔ وہ خوشی خوشی ہیرا لے کر جوہری کے پاس گیا تو اس نے دو ٹوک جواب دیا کہ تمہارا ہیرا بہت قیمتی ہے، اسے خریدنا میرے کیا کسی بھی جوہری کے بس کی بات نہیں ہے۔ اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤ، وہی اس کی صحیح قیمت ادا کر سکتا ہے۔ وہ سیدھا شاہی دربار پہنچا اور ہیرا بادشاہ کو پیش کیا۔

بادشاہ ہیرے کی خوبصورتی سے متاثر ہوا۔ اس نے شاہی جوہری سے ہیرے کی مالیت پوچھی تو پتا چلا کہ یہ ہیرا انتہائی بیش قدر اور انمول ہے۔ اگر اس کے بدلے میں تمام شاہی خزانہ بھی دے دیا جائے تو اس کی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی۔ اس پر بادشاہ نے کسان سے معذرت کی۔ کسان کے بے پناہ اصرار پر شاہی وزیر نے مشورہ دیا کہ تمہیں اذانِ فجر سے اذانِ مغرب کا وقت دے دیتے ہیں؛ اس دوران تمہیں دو گدھے بھی دیے جائیں گے؛ اس دوران جتنا شاہی خزانہ ان دو گدھوں پر لاد کر لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ مگر یاد رہے کہ اذانِ مغرب کے بعد کچھ بھی نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ کسان بخوشی اس معاہدے پر رضا مند ہوگیا۔ شاہی وزیر بہت زیرک انسان تھا۔ اس نے سوچا کہ اس طرح تو کسان اچھا خاصا خزانہ لے جائے گا، لہٰذا اس صورتِ حال میں کچھ کرنا چاہیے۔ اسی دوران اُسے ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے فوری طور پر اسے عملی جامہ پہنا دیا۔

کسان منہ اندھیرے دو گدھے لے کر شاہی خزانے میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ہیرے، جواہرات، سونے اور چاندی کے ڈھیروں کے ساتھ ساتھ رنگارنگ پکوان بھی دستر خوان پر چنے ہوئے تھے۔ خزانہ ملنے کی خوشی میں وہ ناشتہ بھی نہیں کر کے آیا تھا۔ اسی وجہ سے اسے شدید بھوک لگی ہوئی تو اس نے بغیر وقت ضائع کیے سیر ہو کر کھانا کھایا، ساتھ ہی مزے مزے کے مشروبات بھی نوش کیے۔ جب وہ لذتِ کام و دہن سے فارغ ہوا تو اسے غنودگی نے آ گھیرا۔ اتنے میں اس کی نظر سامنے رکھے ہوئے شاہی بستر پر پڑتی ہے، وہ سوچتا ہے کہ ابھی تو نمازِ مغرب میں خاصا وقت پڑا ہے، کیوں نہ تھوڑا سا آرام کر لیا جائے۔ وہ بستر پر گر جاتا ہے اور فوراً ہی گہری نیند سو جاتا ہے۔ وقت کا پہیہ تیزی سے گھومتا رہتا ہے، مگر کسان دنیا و ما فیہا سے بے خبر خوابِ خرگوش کے مزے لوٹتا رہتا ہے۔ پھر بالآخر ہر طرف سے اذانِ مغرب کی صدائیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اتنے میں دو فوجی سختی سے آ کر کسان کو اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ چلو تمہارا مقررہ وقت ختم ہو چکا ہے۔ وہ کسان بہت چیختا چلاتا ہے، مگر شاہی رکھوالے اسے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں۔

یہ صرف ایک حکایت نہیں، بلکہ ہماری زندگیوں کا ایک دردناک نقشہ ہے۔ اس میں دراصل کسان سے مراد حضرتِ انسان ہے اور شاہی خزانے سے مراد دنیا۔ ہیرے جواہرات کا مطلب اَعمالِ صالحہ اور اذانِ فجر سے اذانِ مغرب کا دورانیہ دراصل زندگی ہے؛ جب کہ کھانے، پینے اور سونے سے مراد نفسانی خواہشات ہیں۔ انسان اس شاہی خزانے یعنی دنیا سے اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ لے کر جائے گا تو آخرت کے امتحان میں کامیاب، کامران، سرفراز و سربلند ہوگا۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہم مذکورہ کسان کی طرح نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے فکرِ آخرت کو پسِ پشت ڈال کر خوابِ غفلت میں مبتلا ہو گئے تو آخرت میں ناکام و نامراد ہوں گے۔

ضرورت اس امر کی ہے ہم اپنی زندگیوں میں قدم قدم پر فکرِ آخرت کو پیشِ نظر رکھیں اور زندگی کو دمِ غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ سرانجام دیں تاکہ ہمارا شمار اِس جہان کے ساتھ ساتھ اُس جہان میں بھی کامیاب و کامران اور سرفراز و سربلند لوگوں میں ہو۔ ایسا

اُسی صورت میں ممکن ہوگا جب ہم فکرِ آخرت کو اپنا زادِ راہ بنائیں گے اور اپنے ہر عمل کو ایسے انداز سے سرانجام دیں گے کہ اُس کا جواب قیامت کے روز اللہ رب العزت کے حضور دینا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ فکرِ آخرت کو ہمارے قلب ونظر میں جاگزیں فرما کر ہمیں اپنی زندگی کا ہر ہر عمل اس کی روشنی میں سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ]

مصادر و مراجع

۱. القرآن الحکیم۔

۲. **آجری**، ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ (م۳۶۰ھ)۔ **الغرباء**۔ کویت، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۳. **آلوسی**، العلامہ ابی الفضل شھاب الدین السید محمود بن عبد اللہ حسینی الالوسی البغدادی (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء)۔ **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني**۔ لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۴. **ابن ابی الدنیا**، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید القرشی البغدادی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **المحتضرین**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۵. **ابن ابی الدنیا**، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید القرشی البغدادی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ **الورع**۔ الکویت: دار السّلفیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۶. **ابن ابی العز**، صدر الدین ابو الحسن علی بن علاء الدین الدمشقی الصاحی حنفی (۷۳۱-۷۹۲ھ)۔ **شرح العقيدة الطحاوية**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۱ھ۔

۷. **ابن ابی حاتم الرازی**، ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی (۳۲۷ھ/ ۹۳۸ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ صیدا: المکتبۃ العصریۃ۔

۸. **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم کوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/ ۷۷۶-۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۹. **ابن ابی عاصم**، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۰. **ابن ابی عاصم**، ابوبکر بن عمرو بن ضحّاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الزھد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، ۱۴۰۸ھ۔

۱۱. **ابن ابی عاصم**، ابوبکر بن عمرو بن ضحّاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الزھد لابن حنبل**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، ۱۴۰۸ھ۔

۱۲. **ابن ابی عاصم**، ابوبکر بن عمرو بن ضحّاک شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **السنة**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۱۳. **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۷۸۰-۸۵۵ء) ۔**المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۱۴. **اشبیلی**، ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الاشبیلی (۵۱۰-۵۸۱ھ)۔ **العاقبة فی ذکر الموت**۔ الکویت: مکتبۃ دار الاقصی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۵. **اقبال**، علامہ ڈاکٹر محمد (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء)۔ **کلیات اقبال (اردو)**۔ لاہور، پاکستان: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء۔

۱۶. **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۷. **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **التاریخ الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۸. **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۹. **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰-۲۹۲ھ/ ۸۲۵-۹۰۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۲۰. **ابن بطال**، ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال قرطبی (م ۴۴۹ھ)۔ **شرح**

صحيح البخاري۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۲۱. **بغوی**، ابو محمد بن فراء حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶-۵۱۶ھ/۱۰۴۴-۱۱۲۲ء)۔ **شرح السنة**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۲۲. **بغوی**، ابو محمد بن فراء حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶-۵۱۶ھ/۱۰۴۴-۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۲۳. **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **الزهد الكبير**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۹۹۶ء۔

۲۴. **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **السنن الكبرى**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۲۵. **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإيمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۶. **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰-۲۷۹ھ/ ۸۲۵-۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۲۷. **ابن جعد**، ابوالحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳-۲۳۰ھ/۷۵۰-۸۴۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۸. **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد (۵۱۰-۵۷۹ھ/۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ **صفوة الصفوة**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۲۹. **جوہری**، اسماعیل بن حماد الجوهری (م:۳۹۳ھ)۔ **الصحاح في اللغة والعلوم**۔ بیروت، لبنان: دار الحضارۃ العربیۃ۔

۳۰. **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک**

علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: مکتبہ اسلامی، ۱۳۹۸ھ۔

۳۱. **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۳۲. **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد (۷۷۳-۸۵۲ھ/۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباري شرح صحیح البخاري**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۳۳. **حسام الدین ہندی**، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۳۴. **حکیم ترمذی**، ابوعبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر (۳۱۸ھ/۹۳۰ء میں حیات تھے)۔ **نوادر الأصول في أحادیث الرسول**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۳۵. **ابن حمید**، عبد بن حمید بن نصر ابو محمد (م ۲۴۹ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ن۔

۳۶. **حمیدی**، ابو بکر عبداللہ بن زبیر (۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۳۷. **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اِسحاق (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۳۸. **خطیب بغدادی**، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد (۳۹۲-۴۶۳ھ/ ۱۰۰۲-۱۰۷۱ء)۔ **تاریخ بغداد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۹. **خطیب تبریزی**، ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م ۷۴۱ھ)۔ **مشکوٰۃ المصابیح**۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۴۰. **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶-۳۸۵ھ/ ۹۱۸-۹۹۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۴۱. **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۴۲. **دانی**، ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر اُموی مقری (۳۷۱-۴۴۴ھ/ ۹۸۱-۱۰۵۲ء)۔ **السنن الوارده فی الفتن**۔ ریاض،سعودی عرب: دار العاصمہ، ۱۴۱۶ھ۔

۴۳. **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/ ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۴۴. **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **مسند الفردوس**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۴۵. **دینوری**، ابو بکر احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی (م۳۳۳ء)۔ **المجالسة وجواهر العلم**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۴۶. **ذہبی**، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳۔۷۴۸ھ/ ۱۲۷۴۔۱۳۴۸ء)۔ **تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والأعلام**. بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۴۷. **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ **میزان الاعتدال فی نقد الرجال**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔

۴۸. **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبد اللہ (۱۶۱-۲۳۷ھ/ ۷۷۸-۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۴۹. **ابن رجب حنبلی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶-۷۹۵ھ)۔ **أهوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور**۔ المنصورۃ، مصر: دار الغد الجدید، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۵۰. **ابن رجب حنبلی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶-۷۹۵ھ)۔ **جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۵۱. **رویانی**، ابو بکر محمد بن ہارون (م ۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۵۲. **ابن سعد**، ابوعبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۷۸۴-۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۵۳. **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الحاوی للفتاوی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۵۴. **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدر المنثور في التفسیر بالمأثور**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ۔

۵۵. **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، (۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء)۔

۵۶. **شاشی**، ابو سعید ہیثم بن کلیب بن شریح (۳۳۵ھ/ ۹۴۶ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔

۵۷. **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ضحاک بن مخلد (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثانی**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء۔

۵۸. **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶-۲۸۷ھ/ ۸۲۲-۹۰۰ء)۔ **الآحاد والمثاني**۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۵۹. **صفوری**، عبد الرحمٰن بن عبد السلام (م ۸۹۴ھ)۔ **نزهة المجالس ومنتخب النفائش**۔ مصر: المطبعۃ الکاستلیہ، ۱۲۸۳ھ۔

۶۰. **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۶۱. **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ قاہرہ، مصر: دارالحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۶۲. **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۶۳. **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

۶۴. **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ۔

۶۵. **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **مسند الشامیین**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔

۶۶. **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **جامع البیان عن تأویل أي القرآن**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۶۷. **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **صریح السنة**۔ الکویت: دار الخلفاء للکتاب الاسلامی ۱۴۰۵ھ۔

۶۸. **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/۸۵۳-۹۳۳ء)۔ **شرح معاني الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۶۹. **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/۸۵۳-۹۳۳ء)۔ **مَشکَل**

الآثار۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۷۰. **طیالسی**، ابوداود سلیمان بن داود جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/۷۵۱-۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۷۱. **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸-۴۶۳ھ/۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔ **التمهيد**۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۷۲. **عبد الرزاق صنعانی**، ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۷۳. **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۷۴. **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ **تاريخ دمشق الكبير (المعروف بـ: تاريخ ابن عساكر)**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۷۵. **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹-۵۷۱ھ/۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ **تاريخ مدينة دمشق**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۷۶. **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن إبراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰-۳۱۶ھ/ ۸۴۵-۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۷۷. **غزالی**، ابو حامد محمد بن محمد (۴۵۰-۵۰۵ھ)۔ **إحياء علوم الدين**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۷۸. **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (م۵۰۵ھ)۔ **إحياء علوم الدين**۔ مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء۔

۷۹. **ابن قدامہ**، ابو محمد عبد اللہ بن احمد مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ)۔ **الرقة والبكاء في أخبار**

الصالحين وصفاتهم۔ القاہرۃ، مصر: المکتبۃ التوفیقیۃ۔

۸۰. **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴-۳۸۰ھ/ ۸۹۷-۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحكام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۸۱. **قسطلانی**، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱-۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸-۱۵۱۷ء)۔ **المواهب اللدنيه**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۸۲. **قضاعی**، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م۴۵۴ھ/۱۰۶۲ء)۔ **مسند الشهاب**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۸۳. **ابن قیسرانی**، ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی (۴۴۸-۵۰۷ھ/ ۱۰۵۶-۱۱۱۳ء)۔ **ذخيرة الحفاظ**۔ ریاض، سعودی عرب: دار السلف، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۸۴. **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (۷۰۱-۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)۔ **تفسير القرآن العظيم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۸۵. **لالکائی**، ابو قاسم ھبۃ اللہ بن حسن بن منصور (م۴۱۸ھ)۔ **شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة**۔ الریاض، سعودی عرب، دار طیبہ، ۱۴۰۲ھ۔

۸۶. **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹-۲۷۳ھ/ ۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۸۷. **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث أصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/ ۷۱۲-۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۸۸. **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/ ۷۳۶-۷۹۸ء)۔ **کتاب الزھد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۸۹. **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸-۱۸۱ھ/ ۷۳۶-۷۹۸ء)۔ **المسند**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۷ھ۔

۹۰. **مبارک پوری**، محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم (۱۲۸۳-۱۳۵۳ھ)۔ **تحفة الأحوذي في شرح جامع الترمذي**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۱. **مروزی**، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبد اللہ (۲۰۲-۲۹۴ھ)۔ **تعظیم قدر الصلاۃ**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبہ الدار، ۱۴۰۶ھ۔

۹۲. **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴-۷۴۲ھ/۱۲۵۶-۱۳۴۱ء)۔ **تھذیب الکمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۹۳. **مسلم**، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶-۲۶۱ھ/ ۸۲۱-۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۹۴. **مقدسی**، ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن منصوری سعدی حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ **الأحادیث المختارۃ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۹۵. **مناوی**، عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲-۱۰۳۱ھ/۱۵۴۵-۱۶۲۱ء)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۹۶. **ابن مندہ**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰-۳۹۵ھ/۹۲۲-۱۰۰۵ء)۔ **الإیمان**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ۔

۹۷. **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵-۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب والترھیب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۹۸. **ابن منظور**، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی قاسم بن حبقہ افریقی المصری (۶۳۰-۷۱۱ھ/ ۱۲۳۲-۱۳۱۱ء)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۹۹. **نسائی**، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمٰن (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۰۰. **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۰۱. **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۱۰۲. **ابو نعیم**، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶-۴۳۰ھ/ ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ **حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ۔

۱۰۳. **نعیم بن حماد**، المروزی، ابو عبد اللہ (م ۲۸۸ھ)۔ **الفتن**۔ قاہرہ، مصر: بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۰۸ھ۔

۱۰۴. **نووی**، ابو زکریا، یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱-۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳-۱۲۷۸ء)۔ **ریاض الصالحین**۔ بیروت، لبنان: دار الخیر، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۰۵. **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔

مجمع الزوائد ومنبع الفوئد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۰۶. **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ **موارد الظمآن اِلی زوائد ابن حبان**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دارالثقافۃ العربیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۰۷. **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔